سوانح

حضرت جی ثالث

مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی

رحمۃ اللہ علیہ

جلد اول

تالیف

سید محمد شاہد سہارنپوری

ناشر

مکتبہ یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور

دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث

حضرت مولانا

محمد انعام الحسن کاندھلوی

رحمۃ اللہ علیہ

عالم انسانیت کی وسیع ترین تحریک "دعوت و تبلیغ" کے حضرت جی ثالث
حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رح کے سوانح حیات، خاندانی حالات
ابتدائی دور کے مجاہدات، حج اور عمرے
اور آپ کے دور امارت میں عالمی سطح پر ہونے والے تبلیغی کام اور
دعوتی خدمات کا تاریخی جائزہ اور مبسوط تذکرہ

جلد اول

تالیف
سید محمد شاہد سہارنپوری

ناشر
مکتبہ یادگارِ شیخ محلہ مفتی سہارنپور یوپی ۲۴۷۰۰۱

فوٹو آفسیٹ پرنٹرز [illegible] بلی ماران، دہلی

نام کتاب ________ سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی

تالیف ________ سید محمد شاہد سہارنپوری

خوش نویس ________ محمد نسیم القاسمی سیتاپوری

بارِ اوّل ________ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

صفحات ________

ناشر ________ مکتبہ یادگارِ شیخ محلہ مفتی سہارنپور یوپی
فون ۷۴۵۷۱۲ ۰۱۳۲

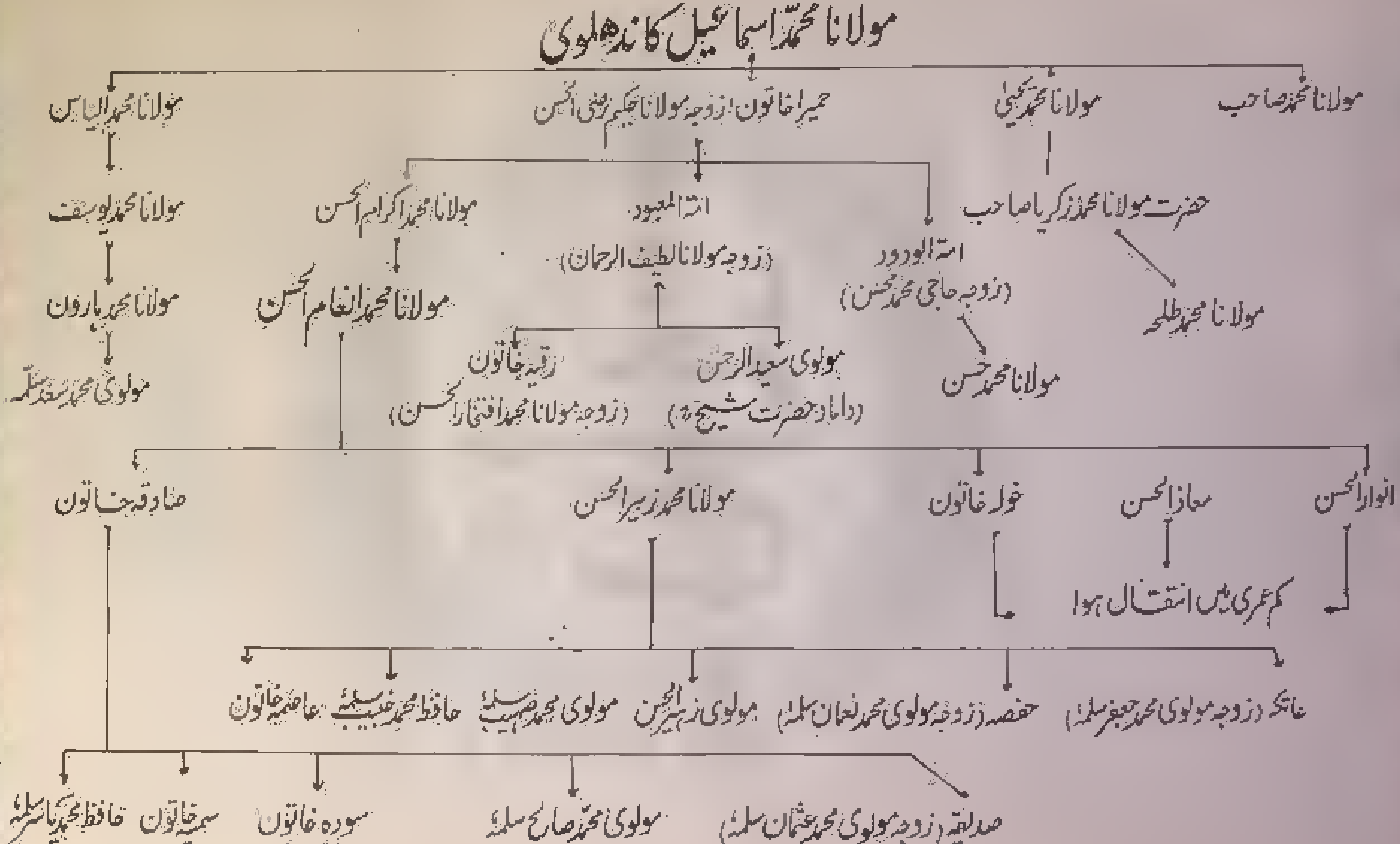
مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی
مولانا محمد صاحب
مولانا محمد یحییٰ
حمیرا خاتون (زوجہ مولانا حکیم رضی الحسن
مولانا محمد الیاس
حضرت مولانا محمد زکریا صاحب
مولانا محمد طلحہ
امۃ الودود
(زوجہ حاجی محمد حسن)
مولانا محمد حسن
امۃ المعبود
(زوجہ مولانا لطیف الرحمان)
مولوی سعید الرحمن
(داماد حضرت شیخ رح)
رقیہ خاتون
(زوجہ مولانا محمد افتخار الحسن)
مولانا محمد اکرام الحسن
مولانا محمد انعام الحسن
مولانا محمد یوسف
مولانا محمد ہارون
مولوی محمد سعد سلمہ
انوار الحسن
معاذ الحسن
کم عمری میں انتقال ہوا
خولہ خاتون
مولانا محمد زبیر الحسن
عائشہ (زوجہ مولوی محمد جعفر سلمہ)
حفصہ (زوجہ مولوی محمد نعمان سلمہ)
مولوی زہیر الحسن
مولوی محمد صہیب سلمہ
حافظ محمد خبیب سلمہ
عاصمہ خاتون
صادقہ خاتون
صدیقہ (زوجہ مولوی محمد عثمان سلمہ)
مولوی محمد صالح سلمہ
سودہ خاتون
سمیہ خاتون
حافظ محمد یاسر سلمہ

اللّٰه

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
مقدمہ	۶	جامع مسجد سہارنپور میں ابتدائی جلسہ	۳۲
پہلا باب دعوت وتبلیغ کے حضرت جی اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی	۱۳	جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں دعوت وتبلیغ کی صدائے دلنواز	۳۳
ولادت اور حفظِ قرآن پاک	۱۴	جماعت تبلیغ کے اصول وضوابط	۳۴
حصولِ علم	″	تیسرا حج اور کام میں وسعت	۳۹
حضرت سہارنپوری سے رجوع اور تکمیلِ سلوک	۱۵	آخری حج	۴۰
جامعہ مظاہر علوم میں تشریف آوری	۲۰	حرمین شریفین سے چند اہم مکاتیب	۴۲
نکاح اور پہلا سفرِ حج	۲۱	میوات کے چند اہم اجتماعات	۴۹
عکس تحریر درخواست برائے سفرِ حج	۲۲	مدارس عربیہ میں کام کا آغاز اور حکمتِ عملی	۵۸
دہلی آمد	۲۳	حادثۂ وفات	۶۳
عکس تحریر درخواست بنام مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	۲۵	حضرت اقدس مدنی کا تعزیتی مکتوب	۷۰
قیام نظام الدین معمولات اور مجاہدات	۲۶	حادثۂ وفات پر ایک مرثیہ	۷۲
میوات میں اصلاح وارشاد کا آغاز	۲۷	پسماندگان	۷۵
دوسرا سفرِ حج اور دعوتی کام کا آغاز	۳۱	اہلیہ محترمہ مکرمہ	″
		صاحبزادی صاحبہ	۷۶
		مولانا محمد یوسف صاحب	۷۷

عنوانات	صفحہ
دوسرا باب — دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی	۷۹
ولادت اور حفظِ قرآن	۸۰
ابتدائی تعلیم	۸۱
جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ	۸۲
مظاہر علوم میں دوبارہ داخلہ	〃
جذبۂ دعوت و تبلیغ سے بھرپور ایک مکتوب	۸۳
مطالعہ کا ذوق اور کتابوں کا شوق	۸۴
نکاح	۸۶
بیعت و ارادت	۸۷
دعوتی محنت کا عملی آغاز	〃
میوات میں ایک جلسہ	۸۸
مولانا محمد یوسف صاحب کی جانشینی	۹۰
مراکزِ تبلیغ کے نام ایک تفصیلی خط	۹۱
حضرت شیخ کا پشت پناہ بننا	۹۴
نوح کا جلسہ	۹۶
مرکز نظام الدین میں ایک اہم مشورہ	〃
عمومی دعوت نامہ	۹۷
خصوصی دعوت نامہ	〃
مدرسہ کاشف العلوم میں دورۂ حدیث کا آغاز	۹۹
بیعت و طریقت	〃
مشرقی پنجاب کی حالت زار اور جماعتوں کی روانگی	۱۰۱
پناہ گزینوں میں تبلیغی کام	۱۰۲
قلات کا سفر	۱۰۴
قیام پاکستان کے بعد دعوتی جدوجہد	۱۰۵
حجاز میں دعوتی محنت اور مولانا سید ابوالحسن ندوی کے دو سفر	۱۰۶
حج کی پیدل جماعتیں	۱۱۷
علامہ سید سلیمان ندوی کے ذریعہ کام کا تعارف	۱۱۹
دولت کدہ شیخ پر دو مشورے	۱۲۰
عہد امارت کے بائیس رمضان (از ۱۳۶۳ھ تا ۱۳۸۴ھ)	۱۲۲
رمضان المبارک کے معمولات	۱۴۲
تین حج اور دو عمرے	۱۴۲
مجلس شوریٰ مظاہر علوم کی رکنیت	۱۴۸
پاکستان کا آخری سفر	۱۴۹
آخری ایام میں مولانا انعام الحسن صاحب سے گفتگو	۱۵۳
سانحۂ وفات	۱۵۴

عنوانات	صفحہ
حادثہ کی اطلاع سہارنپور میں	۱۵۵
تدفین	۰
دو علمی یادگاریں	۱۵۸
امانی الاحبار (شرح معانی الآثار، عربی)	۰
حیات الصحابہ (عربی)	۱۶۴
اولیں طباعت	۱۶۵
پسماندگان	۱۶۷
مولانا محمد ہارون صاحب مرحوم	۰
مختصر حالات زندگی و وفات	
تیسرا باب دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی	۱۷۱
نام و نسب	۱۷۲
والد محترم مولانا اکرام الحسن	۰
بیعت	۱۷۳
ادبی ذوق	۱۷۴
سفرِ حج	۰
رکنیت مجلس شوریٰ مظاہر علوم سہارنپور	۱۷۸
حضرت شیخ سے محبت و تعلق	۱۷۹
وفات	۱۸۱
جد محترم مولانا رضی الحسن صاحب	۱۸۲
ولادت، تعلیم	//

عنوانات	صفحہ
حضرت گنگوہی سے تلمذ اور سند حدیث	۱۸۳
عکس تحریر تقریر ترمذی ضبط کردہ مولانا رضی الحسن مرحوم	۱۸۴
وفات	
ولادت مولانا انعام الحسن صاحب	۱۸۶
تعلیم و تربیت، حفظِ قرآن پاک	۰
مولانا محمد الیاس صاحب کی خدمت میں حاضری اور عربی تعلیم کا آغاز	۱۸۷
جامعہ مظاہر علوم میں پہلی آمد	۱۸۸
عکسِ تحریر حضرت مولانا	۱۹۱
دوبارہ آمد	۱۹۲
حضرت شیخ کی طرف سے انعامی کتب	۱۹۳
علمی انہماک اور وسعتِ مطالعہ	۱۹۴
حضرت شیخ کی آپ سے علمی مراجعت	۱۹۶
علمی حذاقت پر چند شہادتیں	۲۰۶
درس بخاری شریف	۲۰۸
بخاری شریف کا مطالعہ اور گہری نگاہ	۲۱۰
میوات میں آپ کے چند تلامذہ	۲۱۲
چند علمی یادگاریں	۲۱۳
(۱) ابواب و تراجم بخاری	۰
(۲) الابواب المنتخبہ من مشکوٰۃ المصابیح	۰
(۳) ایمان کی اہمیت	۲۱۶

عنوانات	صفحہ
(۴) مومنانہ زندگی	۲۱۸
چوتھا باب — بیعت وارادت سے خلافت واجازت تک	۲۲۱
حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے بیعت	”
ابتدائی دور کے معمولات	۲۲۳
خاموشی اور سکوت	۲۲۵
اجازت وخلافت	۲۲۸
پانچواں باب — نکاح اور اولاد	۲۳۱
تقریب نکاح اور اس کی تاریخ	۲۳۲
اولاد	۲۳۴
انوار الحسن مرحوم	”
معاذ الحسن مرحوم	۲۳۶
خولہ خاتون	۲۳۷
مولانا محمد زبیر الحسن	۲۳۸
صادقہ خاتون	۲۴۱
اہلیہ محترمہ کی وفات	۲۴۳
چھٹا باب — شدید علالت اور نظام الدین سے کاندھلہ منتقلی	۲۴۷
علالت کا آغاز	۲۴۸

عنوانات	صفحہ
مکاتیب بنام حضرت شیخ سے اقتباسات	۲۴۹
حضرت رائے پوری سے صلاح ومشورہ	۲۵۰
حضرت شیخ کے نام دو مکتوب	۲۵۲
دو نسبتیں اور ان میں باہمی فرق	۲۶۰
اہلیہ محترمہ کے نام تسلی کے خطوط	۲۶۲
کاندھلہ سے نظام الدین واپسی	۲۶۵
سفر بھوپال	۲۶۷
حضرت رائے پوری کی خدمت میں ایک خط اور اس کا جواب	۲۶۹
ایک تخیل اور اس کا دفعیہ	۲۷۰
ساتواں باب — مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی امارت وجانشینی	۲۷۳
امارت کا انتخاب اور اس کا اعلان	۲۷۴
مکاتیب شیخ کے چند اہم اقتباسات	۲۷۶
حضرت مولانا حضرت شیخ کی نگاہ میں	۲۷۸
پہلی بیعت	۲۷۹
فنائیت اور تواضع کے بلند مقام پر	۲۸۰
حضرت شیخ کا اظہار اطمینان واعتماد	۲۸۱
مراکز تبلیغ کے نام ایک دعوتی خط	۲۸۳
حضرت شیخ کا ایک مکتوب گرامی	۲۸۶
حضرت شیخ کا پشتیبان بننا	۲۸۷

عنوانات	صفحہ
انداز تقریر	۲۹۸
پسندیدہ تقریروں کا معیار	۳۰۱
عہد امارت کے تیس ۳۰ رمضان (۱۳۸۵ھ سے ۱۴۱۵ھ تک)	۳۰۶
معمولات رمضان المبارک	۳۴۶
عید الفطر اور جماعتوں کی رخصتی و دعا	۳۵۰
آٹھواں باب — حج اور عمرے	۳۵۲
پہلا حج ۱۳۵۶ھ	۳۵۴
دلی جذبات سے بھرپور ایک منظوم خط	۳۵۸
مولانا کے قلم سے اس سفر کا روزنامچہ	۳۶۲
دوسرا حج ۱۳۷۴ھ	۳۷۴
تیسرا حج ۱۳۸۳ھ	۳۸۱
چوتھا حج ۱۳۸۶ھ	۳۸۴
پانچواں حج ۱۳۸۸ھ	۳۹۱
چھٹا حج ۱۳۹۰ھ	۴۰۳
ساتواں حج ۱۳۹۳ھ	۴۰۸
آٹھواں حج ۱۳۹۵ھ	۴۱۶

عنوانات	صفحہ
نواں حج ۱۳۹۷ھ	۴۲۱
دسواں حج ۱۳۹۹ھ	۴۲۷
گیارہواں حج ۱۴۰۱ھ	۴۳۱
بارہواں حج ۱۴۰۵ھ	۴۳۲
تیرہواں حج ۱۴۰۷ھ	۴۳۴
چودہواں حج ۱۴۰۹ھ	〃
پندرہواں حج ۱۴۱۱ھ	۴۳۵
سولہواں حج ۱۴۱۳ھ	۴۳۶
سترہواں حج ۱۴۱۵ھ	۴۵۱
عمرے	
پہلا عمرہ ۱۳۸۱ھ	۴۵۵
دوسرا عمرہ ۱۳۹۲ھ	۴۶۴
تیسرا عمرہ ۱۳۹۵ھ	۴۶۹
چوتھا عمرہ ۱۳۹۶ھ	۴۷۷
پانچواں عمرہ ۱۳۹۹ھ	۴۷۸
چھٹا عمرہ ۱۴۰۲ھ	۴۸۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

عالمِ انسانیت کی ایک طویل و وسیع تحریک "دعوت و تبلیغ" کے حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کی سوانح حیات قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اس علم و عمل سے تہی دامن ناچیز مصنف کا دل اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ کی حمد و ثنا سے معمور ہے اور وہ اس دینی خدمت کی بجا آوری پر ان کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجا لاتا ہے اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَلَكَ الشُّكْرُ كُلُّهٗ۔ اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔

جو حضرات دعوت و تبلیغ کی ستر سالہ تاریخ سے واقفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے اس دینی محنت کے لیے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ کو ذریعہ اور بہانہ کے طور پر قبول و منتخب فرمایا تھا۔ ۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء سے ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء تک متواتر پندرہ سال آپ نے اس محنت کا حق ادا فرمایا اور پھر ۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ (۱۳ جون ۱۹۴۴ء) میں اپنے رب کے حضور حاضر ہو گئے۔ آپ کی حیات تک گویا دعوت و تبلیغ کے اس درخت کی جڑیں اور بنیادیں ہی جگہ جگہ مستحکم ہو رہی تھیں۔ آپ کی وفات پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جماعت تبلیغ کے امیر دوم اور حضرت جی ثانی بنائے گئے اس طرح پہلا دور ختم ہو کر دوسرا دور شروع ہوا۔

اس دور ثانی میں یہ جڑیں اور بنیادیں خوب پختہ اور طاقت ور ہو کر ایک مضبوط تناور درخت کی شکل و صورت اختیار کر گئیں اور مخلوقِ خدا نے اس درخت کی ہری بھری

شاخوں سے بڑا نفع اٹھایا، مسلسل اکیس سال تک جان و مال کی پوری پوری قربانی دینے کے بعد ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ (۲ اپریل ۱۹۶۵ء) میں جب حضرت موصوف راہیٔ ملک بقا ہوئے تو یہ دوسرا دور بھی ختم ہو کر حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی ذات گرامی پر تیسرا دور شروع ہوا، جو متواتر تیس سال سرگرم فکر و عمل رہ کر دس محرم ۱۴۱۶ھ (۱۰ جون ۱۹۹۵ء) میں ختم ہو گیا۔

اس دور ثالث میں (جو توفیق الٰہی اور تقدیر خداوندی سے سب سے طویل اور وسیع دور ہے) اس شجر سایہ دار نے اس چمنستان عالم میں وہ، وہ گل اور بوٹے کھلائے کہ دنیا دیکھ دیکھ حیران ہو گئی، اور اس کی ہمہ جہت وسعت و ترقی اور پھیلاؤ کا یہ عالم ہوا کہ لاکھوں لاکھ انسانوں نے اس کی پُر کیف صحت افزا، گھنی چھاؤں میں ۔۔۔ بیٹھ کر سکون قلبی اور راحت دلی حاصل کی اور اس کی خوشبوؤں سے اپنے مشام جان کو معطر کیا۔

حضرت جی ثالث کے دور امارت میں انسانی صلاح و فلاح کی یہ تحریک ایک ایسی ہمہ گیر، عہد آفریں اور انقلاب انگیز تحریک بنی کہ دنیا کے بڑے سے بڑے رقبہ اور چھوٹے سے چھوٹے خطہ کو محیط ہو گئی اور ملکوں کی حدیں اور سرحدیں اس کے سامنے گھر کا آنگن اور صحن بنتی چلی گئیں، زبانوں اور تہذیبوں کا فرق، عرب و عجم کی دوریاں، کالے اور گوروں کے درمیانی فاصلے ایک فطری اور طبعی خاموش مگر ذہنی و دماغی اعتبار سے نہایت زیرک و ہوشیار اور عمل کے اعتبار سے زبردست جذبۂ صادق اور مومنانہ بصیرت کی حامل شخصیت کے سامنے زیر و زبر ہوتے چلے گئے۔

دعوت و تبلیغ کی تاریخ کا یہ تیس سالہ دور اس اعتبار سے یقیناً ایک اچھوتا اور منفرد دور ہے کہ اس میں ایک نہایت کم گو، کم آمیز اور کم سخن لیکن بھرپور مقناطیسی شخصیت نے اپنے داعیانہ اور حکیمانہ مزاج و اسلوب کے مطابق یکسوئی، بصیرت، عزم و استقلال، فہم و فراست اور حلم و تدبر کے ساتھ دعوت و تبلیغ کی یہ تگ و تاز اور توحید و رسالت کی یہ صدائے دلنواز ہندوستان کے صنم کدوں اور یورپ کے کلیساؤں میں، افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں اور عرب کے بادیہ نشینوں میں، محلات میں رہنے والے امیروں اور جنگلات کے رہنے والے فقیروں میں، مالداروں کے عشرت کدوں

اور خانہ بدوشوں کے غربت کدوں میں اس قدر تواتر، کثرت اور تسلسل کے ساتھ پہونچائی کہ پھر یہ آواز ان کے لیے اجنبی اور بیگانہ نہ رہ کر دل و دماغ کو سکون و راحت پہونچانے والی ایک مانوس آواز بن گئی اور اب یہ آواز ہی ان کا اوڑھنا بچھونا اور ان کا مقصد حیات بن چکی ہے۔

جاننے والوں اور قریب سے مشاہدہ کرنے والوں کو یہ بات خوب معلوم ہے کہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب کی سرحدوں کو اپنی بے پناہ قوتِ ایمانی سے ایک کر دینے والے اس عابدِ شب زندہ دار کی پوری زندگی اس طرح بسر ہوئی کہ راتیں دعاؤں میں نکل جاتی تھیں اور دن وحدتِ امت اور کلمۂ دعوت کی فکر و کڑھن میں گذر جاتے تھے یعنی ؎

ہر دم دعائیں کرنا، ہر لحظہ آہیں بھرنا
اُن کا بھی کام کرنا، اپنا بھی کام کرنا

اب بھلا دور ہی دور سے اس جمالِ جہاں آرا کو دیکھنے والے یا سطحی نظر رکھنے والے اس حقیقت اور سچائی تک کیسے پہونچ سکتے ہیں کہ دن کے اجالے کا یہ داعی اور اللہ کے دین کا یہ سپاہی اپنی رات کی تاریکیوں میں اپنے رب کے حضور کیسی کیسی ہچکیوں اور آہ و زاریوں کے ساتھ پیش ہوتا تھا اور اپنے دن کے عمل کو رات میں بہنے والے آنسوؤں سے کس طرح منور و تابناک کرتا تھا۔

شاعرِ مشرق نے شاید کسی ایسے ہی مردِ مؤمن کے لیے کہا تھا ؎

اِس خاک کو اللہ نے بخشے ہیں وہ آنسو
کرتی ہے چمک جن کی ستاروں کو عرق ناک

آپ کے تئیس سالہ دورِ امارت کی ایک اور اہم چیز جس نے آپکے کام کو جلا اور آپکے مقام کو مزید رفعت بخشی، یہ ہے کہ جس طرح مولانا محمد یوسف صاحب نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے بعد اپنے لیے کوئی نیا طرز اور جدید نہج اختیار نہیں فرمایا۔ اسی طرح مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے اپنے دورِ امارت میں علیحدہ سے کوئی امتیازی رنگ یا طور و طریقہ اپنے لیے اختیار نہیں کیا، بلکہ وہی طریقۂ کار باقی رکھا جو آپ کے ہر دو پیش رو کا تھا۔ اس معاملہ میں آپ زندگی بھر اس قدر حساس اور صاف گو رہے کہ جب جب اندرونی یا بیرونی سطح پر اس طرح

کی کوئی بات آپ کو معلوم ہوتی یا کوئی اضافہ آپ کے علم میں لایا جاتا تو آپ فوراً اس کو روک دیتے، اور کسی تکلف وحجاب کے بغیر صاف صاف فرمادیتے کہ ہم لکیر کے فقیر ہیں اپنے اسلاف کے طرز سے نہیں ہٹ سکتے۔ اس لیے یہ نئی چیز یا یہ جدید اضافہ قابلِ قبول اور لائقِ عمل نہیں ہے۔

آپ کے دورِ امارت میں صوبائی اور علاقائی پیمانہ پر، ملکی اور عالمی پیمانہ پر دعوت وتبلیغ کے تعلق سے بڑے نشیب وفراز آئے، کہیں کام بند کیا گیا، کہیں کھولا گیا، کہیں اس کا استقبال واعزاز ہوا، اور کہیں اعراض وانکار ہوا۔ اسی طرح مجموعۂ امت پر آپ کی حیات مبارکہ میں سانحہ بیت المقدس، سقوطِ مشرقی پاکستان اور شہادت بابری مسجد جیسے دل دوز اور المناک حالات طاری ہوئے اور مجبور وستم رسیدہ مخلوق نے آپ کے پاس آآکر اپنا دکھڑا سُنایا زخموں اور داغوں سے بھرا ہوا دل آپ کو دکھایا، اپنے جگر گوشوں اور دل کے ٹکڑوں کے خاک وخون میں تڑپنے کی دلفگار داستان سنائی، آپ نے سب کی سنی لیکن سب کو ایک ہی طریقہ، ایک ہی نہج ایک ہی دوا، اور ایک ہی نسخۂ شفا دیا، جو ستّر سالہ تجربہ اور تینوں دوروں کا مجموعہ تھا وہ یہ کہ اپنی زندگیوں کو صفات سے آراستہ کرو، اپنے آپ کو قربانیوں پر اور اعمال پر لاؤ، اور اپنی دعاؤں کی مقدار میں اضافہ کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر طرح کی مددیں صفات پر ہوتی ہیں، ذات پر نہیں۔

حضرت مولانا نے اس طرح ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت والی فکر وسوچ کے مقابلہ میں من کان مستنا فلیستن بمن قد مات والے نبوی طریقۂ کار کو اپنا کر اور اختیار فرما کر دعوت، کارِ دعوت، تاریخِ دعوت اور اصحابِ دعوت سب ہی کو نظریاتی پختگی اور فکری قوت واستقامت بخشی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء عن الاسلام والمسلمین۔

مخدومنا شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہٗ جو ان تینوں دور اور زمانوں کا بہت قریب سے مشاہدہ فرمانے والے بلکہ صحیح تعبیر کے مطابق ہر دور کے میر کارواں تھے (جس کی تفصیلات قارئین کو اس پوری کتاب میں جا بجا پڑھنے

کے لیے ملیں گی) کا ذوق اور مزاج یہ تھا کہ حضرات اکابر و مشائخ اور اللہ والوں کے حالات واقعات ان کی زندگیوں کے علمی و عملی کارنامے احاطۂ تحریر میں آنا ضروری ہیں تاکہ ان کی سیرت و سوانح محفوظ ہو اور خلقِ خدا افراط و تفریط سے بچتے ہوئے ان کے اُسوہ اور نمونہ پر عمل پیرا ہو۔ اسی جذبہ اور ذوق کے پیش نظر مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے انتقال پر آپ نے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہٗ اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مرحوم کو حکم فرمایا کہ وہ اس موضوع پر کام کریں۔ چنانچہ ان حضرات کے قلم سے مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت[1]، مکتوبات مولانا شاہ محمد الیاسؒ اور ملفوظات مولانا محمد الیاس جیسے دقیع اور مستند مجموعے مرتب ہوئے۔ جو آج بھی عام اہلِ علم اور اصحابِ دعوت و تبلیغ کے لیے سرمۂ بصیرت بنے ہوئے ہیں۔

اور جب حضرت جی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب کا وصال ہوا تو پھر آں مخدوم کے حکم پر حضرت مولانا علی میاں زید مجدہٗ کی نگرانی میں مولانا سید محمد ثانی حسنی مرحوم نے ایک بیش قیمت دستاویز جو آپ کی سیرت اور دعوت پر مشتمل تھی تیار کی، اور آں مخدوم نے حرفاً حرفاً سننے کے بعد اس کی تصویب و توثیق فرمائی، یہ کتاب آج بھی پڑھی جارہی ہے اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے حکم سے ایک اہلِ علم، صاحبِ قلم اس کو عربی میں منتقل کررہے ہیں۔

اب جب کہ مخدومنا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اس عالم آب و گل میں تشریف فرما نہیں رہے تو اُن کے نام لیواؤں اور ان کے قدموں میں جگہ پانے والوں کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس فرض اور اس قرض کو ادا کریں اور ہر طرح کی افراط و تفریط، ہر قسم کی تنقید و تنقیص اور تمام دینی کاموں اور اداروں کی بھرپور تعظیم و تکریم کرتے ہوئے ایک ایسی کتاب

---

[1] مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہٗ نے اپنی تالیف "دینی دعوت" مرتب فرماکر ۱۲ رمحرم ۱۳۶۳ھ (۲۸ دسمبر ۱۹۴۳ء) میں ہونے والے میوات کے ایک تبلیغی سفر کی متعدد مجلسوں میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو سنائی اور پھر اس کی طباعت و اشاعت ہوئی۔ ان مجالس میں مولانا محمد یوسف صاحب و مولانا انعام الحسن صاحب بھی موجود ہوتے تھے۔

مرتب کریں جس سے حضرت جی ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ کا دینی کام اور ان کا مربیانہ مقام دنیا کے سامنے آجائے اور آنے والی نسلیں اپنے وقت کے ایک عظیم داعی اور اپنے عہد کے ایک نامور عالم دین و مربی کبیر کے حالات و سوانح سے ناواقفیت کا شکوہ نہ کریں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دین کے خادموں اور داعیوں کو ایک ایسا علمی اور ذہنی سواد فراہم ہو جائے جو ان کی صلاحیتوں اور ان کے قلب و دماغ کی قوتوں کو دوآتشہ بنادے اور کتاب کی شکل میں ان کو ایک ایسا محسن اور شفیق استاذ میسر آجائے جو دعوت کے میدان میں ان کا قابلِ اعتماد رہبر و رہنما ثابت ہو۔

حضرت جی ثالث کی حیات طیبہ کے دعوتی پہلو پر لکھنے کے لیے بہت کچھ علم و معلومات دیگر احباب و حضرات کے پاس موجود ہوں گی، لیکن خودنمائی و خودستائی سے اللہ جل شانہٗ کی پناہ مانگتے ہوئے صرف تحدیث نعمت کے طور پر یہاں یہ لکھنے میں قطعاً کوئی حرج اور مضائقہ نہیں کہ حضرت موصوف مرحوم کے اولین دور اور حیات مبارکہ کے دیگر مختلف ادوار اور اہم پہلوؤں پر لکھنے کے لیے اس قدیم اور نادر و نایاب ذخیرہ سے صرفِ نظر کر لینا ناممکن ہے جو مخدومنا حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی حسن عنایت اور نظر التفات کی بنا پر اس سیاہ نامۂ اعمال کو حاصل و دستیاب ہے سینکڑوں خطوط اور تحریروں پر مشتمل اس نادر و نایاب ذخیرہ میں ملکی و غیر ملکی اسفار، اندرونی و بیرونی احوال، خانگی و ذاتی مسائل، انفرادی و اجتماعی معاملات کی محفوظ تفصیلات نے اس ناچیز کے قلب میں یہ داعیہ پیدا کیا کہ اپنی بے بضاعتی اور بے وقعتی کے باوجود اب مزید تاخیر کیے بغیر ترتیب سوانح کا کام شروع کر دیا جائے لیکن اس کم سواد کے لیے سخت ذہنی الجھن اور فکر و تشویش کی چیز یہ تھی کہ ایک ایسا مرد مؤمن عالی گہر جس نے ہمیشہ زبان سے بڑھ کر قلب و دماغ سے کام لیا ہو اور جس نے ہمیشہ الفاظ کی جادوگری سے اپنا دامن بچایا ہو اور جو حیاتِ دنیاویہ سے زیادہ حیاتِ اُخرویہ کے ٹھوس اور ابدی حقائق پر نگاہ رکھتا ہو، کی سوانح حیات لکھنا کوئی معمولی بات نہیں اور یوں بھی ایک سوانح میں تین سوانح لکھنا، اور ایک دور کی تاریخ میں تین دور اور تین زمانوں کو اس طرح جمع کر دینا کہ کسی کی حق تلفی اور ناقدری نہ ہو اور کسی کی قربانی کی نفی نہ ہو کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے، اور اس معاملہ

میں اگر توفیقِ الٰہی شاملِ حال نہ رہے تو جادۂ اعتدال سے ہٹ جانا ایک یقینی اور لازمی چیز ہے۔

بہرحال اسی کشمش و پیچ اور امید و بیم میں اللہ جل شانہٗ وعم نوالہٗ کی ذات عالی پر بھروسہ کرتے ہوئے کام کا آغاز کر دیا گیا کہ ہر طرح کی خیر اور توفیق اُن ہی کی پاک بارگاہ کا عطیہ ہے شروع میں ارادہ تھا کہ کم و بیش پانچ سو صفحات کی ایک جلد پر اکتفا کر لیا جائے گا لیکن اس کارِ خیر کا آغاز ہوتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسے کسی اَن دیکھی طاقت کی جانب سے مشرق سے مغرب تک شمال سے جنوب تک ایک منادی کر دی گئی اور ایک ڈونڈی پیٹ دی گئی اور پھر مضامین، مقالات، مکتوبات، ملفوظات، اجتماعات کی کارگزاریاں اور تقاریر کی کیسٹ اور اُن کی نقلیں ہر جانب سے ایسی موصول ہونی شروع ہوئیں کہ اللہ دے اور بندہ لے والی کہاوت سامنے آگئی۔

بعض احباب کا تاثر یہ تھا کہ ہمارے دل پر خود بخود تقاضہ طاری ہوا کہ حضرت جی کی سوانح حیات لکھی جارہی ہے اس کے لیے معلومات اور مضامین بھیجنے چاہئیں[1]، مالک کریم کی اس فیاضی اور داد و دہش کو دیکھتے ہوئے بعض مخلص اہل تعلق بالخصوص صاحبزادہ محترم مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی رائے پر دو جلدوں میں اس کی تکمیل طے کر دی گئی اب دوسری جلد انشاء اللہ العزیز قریب ہی زمانے میں اشاعت پذیر ہوگی۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ عم نوالہٗ اس کتاب کو قبولیت اور مقبولیت عطا فرمائے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اس سے دینی و ایمانی نفع پہنچائے اور اس احقر کی نجات و بخشش کا ذریعہ فرمائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

۱۷ر شعبان المعظم ۱۴۱۶ھ — سید محمد شاہد غفرلہ

---

[1] جیسے امریکہ سے ایک محسن کرم فرما کا مکتوب جس میں تحریر تھا کہ کل مغرب کی نماز میں میرے دل پر اس بات کا شدید تقاضا پیدا ہوا کہ آپ کو امریکہ کے اُن دو اجتماعات کی تفصیلات ارسال کروں جس میں حضرت جی نے شرکت فرمائی تھی۔

پہلا باب

دعوت و تبلیغ کے حضرت جی اول

مولانا محمدؐ الیاس صاحب

کاندھلوی

ہوتا ہے کوہ و دشت میں پیدا کبھی کبھی
وہ مرد جس کا فقر خزف کو کرے نگیں

مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی

ولادت اور حفظِ قرآن

داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی کی ولادت ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں مشہورِ عالم قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں ہوئی۔ تاریخی نام اختر الیاس ہے۔ بچپن کا کچھ حصہ کاندھلہ میں اور باقی اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب (متوفی ۴ شوال ۱۳۱۵ھ ۲۶ فروری ۱۸۹۸ء) کی خدمت میں نظام الدین دہلی میں گذرا۔

خاندانی دستور و معمول کے مطابق آپ کی تعلیم کا آغاز مکتب سے ہوا، کاندھلہ میں حافظ منگتو صاحب کے پاس قرآن شریف پڑھنا شروع کیا، لیکن سوا پارہ پڑھ کر والد ماجد کے پاس نظام الدین آگئے اور کچھ ہی عرصہ میں حافظِ قرآن بن گئے۔ خود آپ کی والدہ ماجدہ بی بی صفیہ حافظہ تھیں اور انھوں نے قرآن پاک شادی کے بعد حفظ کیا تھا۔ حفظ اتنا پختہ اور مضبوط تھا کہ ماہ رمضان المبارک میں یومیہ ایک قرآن پاک اور مزید دس سپارے پڑھنے کا معمول تھا۔ اس طریقہ پر پورے ماہ مبارک میں چالیس کلام پاک ختم کر لیا کرتی تھیں۔

حصول علم

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے دینی تعلیم کا ابتدائی حصہ کاندھلہ میں مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب سے اور نظام الدین میں والد ماجد سے حاصل کیا اس کے بعد آپ کے بھائی حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب (والد ماجد حضرت شیخ الحدیث

مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی) آپ کو ۱۳۱۵ھ مطابق ۹۸-۱۸۹۷ء میں اپنے پاس گنگوہ لے آئے اور خود پڑھانا شروع کر دیا۔

اس طرح گویا تعلیم و تربیت دونوں ساتھ ساتھ چلتی رہیں۔ طلب علم کے لیے جب آپ گنگوہ تشریف لے گئے تو اس وقت آپ کی عمر دس گیارہ سال تھی۔ حضرت گنگوہی کی وفات (۹ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء) کے موقع پر آپ بیس سال کے جوان تھے۔ اس حساب سے تقریباً دس سال حضرت گنگوہی کی صحبت میں گذرے۔ حضرت گنگوہی نے آپ کو اپنے پاس بیٹھ کر مطالعہ کرنے کی یہ کہہ کر اجازت دی تھی کہ الیاس کی وجہ سے میری خلوت میں فرق نہیں آئے گا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب شروع ہی سے کمزور و نحیف تھے اس پر علمی محنت اور ذکر و شغال طاعات و عبادات اور نوافل کی کثرت نے صحت پر زبردست اثر ڈالا اور دردِ سر کا ایک خاص قسم کا دورہ وقتاً فوقتاً پڑنے لگا یہاں تک کہ سر جھکانا یا تکیہ پر سجدہ کرنا بھی مشکل ہو گیا۔ حضرت اقدس گنگوہی رہ کے صاحب زادے مولانا حکیم مسعود احمد صاحب معالج تھے، دورانِ علاج انھوں نے پانی پینے کی ممانعت فرمادی تھی۔ چنانچہ تواتر کے ساتھ یہ بات معلوم ہے کہ پورے سات سال آپ نے پانی نہیں پیا، اور پورا پورا پرہیز کر دکھلایا۔

اس ضعف و علالت اور دماغی کمزوری کی بنا پر کافی عرصہ تعلیم بند رہی، بعد میں سلسلۂ تعلیم دوبارہ جاری ہوا۔ ۱۳۲۶ھ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی کے حلقۂ درس حدیث شریف میں شامل ہوئے اور اس سے فراغت کے بعد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہو کر مولانا خلیل احمد صاحب کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور ان سے نیز ——— دوسرے اساتذہ سے باقی فنون کی تکمیل کی۔ دیوبند کے زمانہ قیام میں آپ نے حضرت شیخ الہند سے بیعت جہاد بھی کی تھی۔

حضرت سہارنپوری سے رجوع اور تکمیل سلوک

طلب علم کے زمانہ میں جب آپ گنگوہ مقیم تھے حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کی خواہش ظاہر کی، تو حضرتؒ نے رشد و سعادت کے نمایاں آثار محسوس فرما کر بیعت

فرمایا تھا۔
حضرت کی وفات کے بعد آپ نے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مہاجر مدنی سے رجوع کیا اور اطاعت وانقیاد اور خود سپردگی کے تمام تر جذبات کے ساتھ منازلِ سلوک طے فرمائے۔ حضرت سہارنپوری اس وقت جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں رئیس الاساتذہ اور شیخ الحدیث کے اہم عہدہ اور منصب پر فائز تھے۔ سلوک واحسان کی اس شاہراہ کو طے کرنے کے دوران جو احوال وکیفیات، قلبی واردات ومشاہدات آپ کو پیش آئے ان کی تفصیلی اطلاع اپنے مرشد ومربی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کو تحریری طور پر کرتے رہے، حضرت اس کو ملاحظہ فرماکر تسلی وتشفی دیتے ہوئے مزید مشورے مرحمت فرماتے اور گویا قدم قدم پر رہنمائی کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ یہاں ایک ایسے ہی طویل ومفصل خط کی تلخیص اور حضرت سہارنپوری کی طرف سے اس کا جواب پیش کیا جاتا ہے، اس مکتوب میں مکتوب نگار کی اپنی نگاہ میں اپنی بے حیثیتی، اپنی ذات کی نفی، عاجزی وتواضع اور تعلق مع اللہ کی حلاوت اور اسکی بلند وبالا کیفیات بطور خاص مطالعہ کی چیز ہے۔

"بعالی خدمت سیدی، سندی، مولائی، مرشدی، وسیلۃ یومی وغدی، ملجائی ومعتمدی، مجمع الانوار الٰہیہ منبع فیوضات قدسیہ مصدر اسرار صمدیہ، مہبط السکینۃ مورد الطمانیۃ، مسکن القلوب الکسیرۃ آقا ومولیٰ، ادام اللہ ظلہ، المدید الظلیل۔

یہ ناکارہ جاودانی سرتاپا حسرت وندامت اول اہم مقاصد عرض گذار ہے کہ افسوس یہ فدوی خدمت خدام اقدس کا ذرا بھی اہل نہیں، کبھی کوئی خدمت میسر نہ ہوئی نہ حق ادب کا کوئی ذرہ ادا ہوا۔ نہایت ہی ندامت سے اس سخت ترین تقصیر کو خدمتِ اقدس میں پیش کرتا ہوں، حضرت ہی کا لطف اس کی چارہ جوئی کر سکتا ہے۔

یہ ظاہر اور یقینی ہے کہ کامیابی دو ہی امر سے وابستہ ہے اول حضرت والا کا لطف وتوجہ رأفت ورحم۔ دوسرے خدام کا ادب وتعظیم یہاں صرف حضرت اقدس کا لطف وکرم ہی سبب دستگیری کر رہا ہے۔

اس ازدل خدام سے کوئی حق ادب کبھی ادا نہ ہوا۔ ذات والا کو قدرت

ایزدی سے رفعت شان ہی وہ عنایت فرمائی جس کی شایانِ شان حق ادب
بڑوں بڑوں سے دشوار، مجھ جیسے ضعیف وناتواں سے بھلا کیا ادا ہو سکتا تھا۔
اس تقصیر سے بسا اوقات افسوس وحسرت وندامت وخجالت ہوتی ہے
آج جرأت کر کے خدام والا میں عرض ہے (کیوں کہ اپنے ہر عیب وتقصیر پر نظر
کرنے کے وقت اپنا مفزع حضرت اقدس مدظلہ، ہی کی ذات والا ہے) کہ
حضرت کے جود وکرم لطف وعنایات سے اس حق کا عفو تو ظاہر اور یقینی ہے
ورنہ اب تک ہلاک ہو چکا ہوتا۔ مگر امید کہ ساتھ درخواست اس کی ہے
(اللہ جل شانہ، نادمین کے سیئات کو حسنات سے مبدل فرما دیتے ہیں) کہ حضرت والا
کے یہاں میرے سیئات حسنات کا جلوہ دیں۔ بحکم تَخَلَّقُوْا باخلاق
اللہ یا اللہ اس میزاب رحمت مشکوٰۃ نبوت کا میرے قلب غافل سے صحیح صحیح
تقابل فرما۔ اللھم آمین۔

ایک قابلِ گذارش اپنا درد یہ ہے کہ حضور والا کی جوتیوں کی برکت اور نظر والا
کا اثر رحمت ونعمتِ الٰہیہ یعنی تعلق مع اللہ کی ایک دائمی کیفیت قلب میں فرحت
بخش رہتی ہے فالحمد للہ ثم الحمد للہ کہ وہ تو اپنے ہر وقت کے لیے
موجب بقا وحیات ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور دوسری مست وبے خود کنندہ کیفیت جو عموماً
قرآن پاک کی تنہا رات کو توجہ تام کے ساتھ تلاوت کرنے سے پیدا ہوتی ہے
کبھی شاذونادر دوسرے امور جزئیہ سے بھی پیدا ہو جاتی ہے اس کے مبادی
کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، کبھی حلاوت فی التلاوت ترقی کرتے کرتے
سکون کے ساتھ کبھی قلب پر ایک لرزہ سا پیدا ہو کر تمام بدن میں ــــ بلکہ
رونگٹے رونگٹے میں سرایت کر کے کبھی قلب میں ایک سوراخ سا پیدا ہو کر
اس سوراخ سے کیفیات عجیبہ پیدا ہو کر نہایت بے خودی اور مستی سے خوف
واخبات وانابت کا لطف آکر قلب شاہد ہوتا ہے کہ حقیقت احسان کی

راہ یہ ہے۔

یہ کیفیت نازک ولطیف اس قدر ہے کہ شاذونادر تو پیدا ہوتی ہے اور خارجی ذرا سی آہٹ سے دفع ہو جاتی ہے۔

الغرض مقصود اس معروض سے یہ ہے کہ حضرت والا رات کو اٹھنے کی مداومت کے لیے اور سکون وطمانیت اور ہمت سے مصروف کار ہونے کے لیے دعا وتوجہ بھی فرمادیں اور کوئی شغل ایسا ارشاد فرمادیں جس سے اس میں قوت اور ترقی پیدا ہو کر رات کو سویرے اٹھنے کی طبیعت پیدا ہو جائے کہ اسی کیفیت میں دیر ہونے سے بے چینی بڑھتے بڑھتے اکثر بیمار ہو جاتا ہوں، کئی مرتبہ اس طرح بیماری کی نوبت آچکی ہے اور غور سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ بیماری اسی نوع کا نفع پہونچاتی ہے جو اس تلاوت سحر سے ہوتا تھا اور طبیعت کو چین اور سکون ہو جاتا ہے جس سے مرض مغتنم اور محبوب ہو جاتا ہے اس بے چینی کے وقت اگر یہ مرض نفع رساں نہ ہو تو مہلکہ شدیدہ عظیمہ کا خطرہ قویہ ہوگا۔

چنانچہ اس مرتبہ کی بیماری سے کئی ہفتہ پہلے مشاہدہ جمال کو دیر ہونے سے ایک بے چینی شروع ہوئی، ہر چند رات کو اٹھنے کی کوشش کی مگر خاطر خواہ سویرے اٹھنا نہ ہوا اگر ہوا تو کسی درد سر وغیرہ سے مصروفیت مقدر نہ ہوئی۔

خدمت والا میں عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ شدت اضطراب سے مجبور ہو کر عزم مصمم عرض حال کا کیا تو گنگ لسانی کی بدولت الفاظ نے یاوری نہ کی۔ حاضری کا اشتیاق پیدا ہوا اشتیاق کیا پیدا ہوا زیارت کے سوا اس درد کا علاج نظر نہ آیا کیوں کہ ایسے دردوں کو حضرت کی پر لطف نظروں سے شفا ہونے کا کئی مرتبہ ایسے ایسے موقعوں میں تجربہ ہو چکا تھا، لیکن اشتیاق کو اس خیال سے دبایا کہ عرض حال ضروری اور زبانی ادا نہ ہو سکے گا۔ لہٰذا جو کچھ بھی گذرے تحریر احوال سے قبل ہرگز جانا نہ چاہئے۔ بالآخر حسب دستور بیمار ہو گیا اور بیماری میں عجیب بات پیش آئی کہ سماع کی طرف نہایت شوق ہوا، مگر الحمد للہ ثم الحمد للہ حضور کے طفیل اس کی ظلمات

خوب محسوس ہوئیں، اور حافظ مقبول حسن سے قرآن شریف کا پارہ سن کر دل کو سکون ہوگیا۔

تطویل سے ندامت ہے پر کیا کروں ادائیگی مضمون آتی نہیں، بندہ لطف فرمادیں۔ دستگیری فرمادیں، سخت دردمند ہوں۔

ایک ضروری دیرینہ آرزو یہ ہے کہ اہل کاندھلہ اس وقت سخت خطرہ میں ہیں مگر خدا جانے ان کو کچھ تنبیہ ہے یا نہیں، وہ یہ ہے کہ بندہ کا خیال ہے کہ میاں ظہیر الحسن فنافی السید ہیں اور باقی بالشبلی بندہ دعا فرمائیں کہ کاندھلہ میں ہر ایک دل نورِ ایمان سے منور ہو۔

فدوی کو بخار آکر آٹھ نو روز کے بعد موقوف ہوا۔ حافظ صاحب کی واپسی کے دو چار روز بعد پھر عود کیا۔ اب الحمد للہ دو روز سے بخار موقوف ہوگیا، ضعف باقی ہے۔

حاضری خدمت اقدس کی ابھی حکیم صاحب نے بوجہ ضعف اجازت نہیں دی حاضری کا قصد گو عنقریب ہے مگر تحریر جواب کا بھی خواہاں ہوں، تاکہ آئندہ کو بھی بوقتِ ضرورت ہدایت کا کام دے۔

بحضرت عالیہ جناب صاحب[1] زادی صاحبہ بعد سلام مسنون گذارش ہے کہ خدمت عالیہ کے سلام کا مدت سے اشتیاق تھا، الحمد للہ کہ حضرت عالیہ سہارنپور میں رونق افروز ہیں، افسوس مرض کی وجہ سے حاضری میں تاخیر ہو رہی ہے۔ فقط والسلام

زیادہ حد ادب خاکسار۔ الیاس بقلم خود

۲۵ر صفر المظفر ۱۳۴۴ھ سہ شنبہ ، مہر ڈاکخانہ ۱۶ر ستمبر ۱۹۲۵ء

——— حضرت اقدس سہارنپوری کی جانب سے اس مکتوب کا یہ جواب بھیجا گیا۔

مکرم مدفیوضکم ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسرت نامہ پہونچا تم نے جو کچھ میرے متعلق لکھا اور خیال کیا وہ میری حیثیت سے بہت

---

[1] امام ربانی حضرت اقدس گنگوہی کی صاحب زادی صفیہ خاتون صاحبہ مراد ہیں ۱۲

بالاتر ہے میں ہیچ ہوں مگر دعاگو ہوں اللہ تعالیٰ شانہٗ اگر لطف وکرم کا معاملہ فرمادیں تو کیا عجب ہے ورنہ خدا جانے کیا حال ہوگا۔

اپنے مخلص دوستوں کے حسنِ ظن پر ایک قسم کا اعتماد کیے ہوئے بیٹھا ہوں جو تغیرات اور حالات پیش آدیں ان کی طرف توجہ اور التفات کی ضرورت نہیں۔ سب کیفیات بحمد للہ بہتر ہیں، اپنے اصلی کام میں مشغول رہنا چاہیئے۔

رات کے اٹھنے کی مداومت بھی انشاء اللہ نصیب ہوگی اور کبھی کبھی ان کا فوت ہونا موجب نقصان نہیں۔

اہل کاندھلہ کے متعلق جو کچھ لکھا اس کے لیے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ شانہٗ ان کو خیر کی توفیق عطا فرمادیں۔ ابھی تک کوئی بات ایسی معلوم نہیں ہوئی جس کی اصلاح کے لیے میں خود جاؤں یا حافظ صاحب کو بھیجوں۔

چوبیس ستمبر کو متولی صاحب یہاں آئیں گے اگر ممکن ہو تو آپ بھی تشریف لے آئیں ان سے آپ کے مواجہہ میں بات چیت ہو جائے گی۔

صاحب زادی صاحبہ اتوار سے دیوبند تشریف لے گئیں ہیں، آج جمعہ ہے ابھی تک واپس وطن تشریف نہیں لائیں۔ فقط والسلام خلیل احمد

۲۸ر صفر ۱۳۴۴ھ (۲۸ر ستمبر ۱۹۲۵ء)

جامعہ مظاہر علوم میں تشریف آوری

جامعہ مظاہر علوم کے متعدد اساتذہ مولانا عبداللطیف صاحب، مولانا ثابت علی صاحب وغیرہ ایک بڑے قافلہ کے ساتھ شوال ۱۳۲۸ھ میں حج پر روانہ ہوئے تو تعلیمی نظام برقرار رکھنے کے لیے مظاہر علوم میں چند جدید اساتذہ کا تقرر ہوا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بھی اس موقع پر ۷ر شوال ۱۳۲۸ھ (۲۱ر اکتوبر ۱۹۱۰ء) میں تیرہ روپئے مشاہرہ پر معین مدرس کی حیثیت سے منتخب ہوئے حجاج کی واپسی کے بعد دیگر جدید اساتذہ تو درسی خدمات سے سبک دوش ہو گئے لیکن حضرت مولانا اسی طرح درس وتدریس میں مصروف ومشغول رہے اور پھر دو روپئے اضافہ تنخواہ کے بعد یکم جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ سے آپ کا استقلال ہوا۔

نکاح اور پہلا سفرِ حج

مظاہر علوم سہارنپور کے زمانہ قیام میں آپ کا نکاح مورخہ ۷ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ (۱۷ اکتوبر ۱۹۱۲ء) میں اپنے حقیقی ماموں مولانا رؤف الحسن صاحب کاندھلوی کی صاحب زادی سے ہوا۔ اس مجلس نکاح میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری، اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری، حکیم الامت حضرت تھانوی جیسے اکابر بھی موجود تھے۔

مظاہر علوم کے اسی زمانہ قیام میں آپ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کی معیت میں حج کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب چند یوم قبل سفرِ حج پر روانہ ہو چکے تھے۔ شوال ۱۳۳۳ھ (ستمبر ۱۹۱۵ء) میں یہ سفر شروع ہو کر ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ میں ختم ہوا۔ حضرت مولانا الیاس صاحب کا یہ پہلا سفرِ حج تھا۔ سفرِ حج پر روانگی سے قبل آپ نے حضراتِ سرپرستان کو ذیل کی درخواست برائے رخصت سفرِ حج تحریر فرمائی تھی۔

"بحضرات سرپرستان مدرسہ مدظلہم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

امابعد۔ بندہ محمد الیاس اختر عارض مدعا ہے کہ بندہ کا عرصہ سے ارادہ حج بیت اللہ رہتا تھا مگر عدم رفاقت وعدم مہیا اسباب مانع تھا۔ حضرت مولانا خلیل احمد مدظلہٗ نے چونکہ دفعۃً ارادہ حج ظاہر فرمایا اس وجہ سے حضرت کی روانگی تک کوئی صورت اور سبیل نہ ہوئی اور رہ گئی۔ بعد روانگی حضرت مولانا سلمہٗ جو فکر کیا گیا تو حق تعالیٰ شانہٗ کے لطف وکرم نے دستگیری فرمائی اور بقدر ضرورت اور کفایہ رقم بہم پہنچ گئی۔ جب قدرے اطمینان ہوا تو بندہ نے حضرت کو بمبئی میں اطلاع دے کر اجازت منگالی۔ چنانچہ حضرت اقدس کی تحریر متضمن اجازت بندہ کے پاس موجود ہے۔

بندہ آپ حضرات سے متمنی اجازت ہے امید ہے کہ تا واپسی حج جو تقریباً چھ مہینہ یا کچھ کم وبیش ہوتا ہے رخصت عطا فرمائی جائے۔ فقط الملتمس

بندہ محمد الیاس اختر عفی عنہ ۔ ۵ ستمبر ۱۵ء مطابق ۲۴ شوال ۳۳ھ

واسطے منظوری رخصت کے درخواست مولوی محمد الیاس صاحب کی پیش کرتا

ہوں۔ بندہ عنایت الٰہی۔ ۲۴ر شوال ۳۲ھ۔

مناسب ہے۔ بندہ محمود عفی عنہ۔ عبد الرحیم، بہتر ہے اشرف علی۔ ۲۷ر شوال ۳۲ھ

مناسب ہے حق تعالیٰ مبارک فرمائے۔ احمد عفی عنہ رام پوری۔

خادم کا بھی اتفاق ہے۔ خاکسار رحیم بخش

(اس تحریر کا عکس شامل کتاب ہے)

اس سفر سے تقریباً سات ماہ میں واپس ہو کر آپ مظاہر علوم تشریف لائے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

دہلی آمد ۲۵ر ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ (۸ر فروری ۱۹۱۸ء جمعہ) میں آپ کے برادر اکبر حضرت مولانا محمد[1] صاحب کا وصال ہوا۔ اس موقع پر متوسلین اور اہلِ تعلق و عقیدت نے آپ سے نظام الدین

---

[1] حضرت مولانا محمد صاحب نہایت ذاکر و شاغل بزرگ تھے۔ حدیث حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی سے پڑھی تھی۔ مسجد بنگلہ والی میں آپ کا قیام رہتا تھا اور یہیں میواتی بچے آپ سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ سولہ سال تک تہجد کی نماز فوت نہیں ہوئی، آخر تک جماعت سے نماز پڑھتے رہے۔ نہایت کم گو، بے آزار قناعت پسند تھے، چہرہ پر تقویٰ و پرہیزگاری کا نور برستا تھا، قصبہ جھنجھانہ میں معقول جائداد تھی جو آپ کے استغنا، اور بے نیازی کی بنا پر دوسروں کے قبضہ و تصرف میں چلی گئی تھی۔ جب کبھی جھنجھانہ تشریف لے جاتے تو کسی سے کوئی مطالبہ نہ فرماتے۔

مولانا احتشام الحسن صاحب حالات مشائخ کاندھلہ میں آپ کے استغنا اور بے نیازی کا ایک واقعہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ جھنجھانہ تشریف لے گئے آپ کے بڑے مکان میں ایک بڑے میاں رہتے تھے جو بڑے دین دار تھے۔ قاضی صاحب جن کی نگرانی میں وہ مکان تھا ان بڑے میاں پر بڑی سختی کرتے تھے، رعایا کی طرح خوب خدمت لیتے اور روزانہ زدو کوب کرتے اور گھنٹوں کان پکڑواتے ان بڑے میاں نے سارا ماجرا حضرت مولانا سے ذکر کیا۔ آپ ان کو قاضی صاحب کے پاس لے گئے اور نہایت نرمی کے ساتھ فرمایا کہ قاضی جی ان پر اس قدر سختی نہ کیا کرو، قاضی صاحب نے غصہ سے کہا کہ آپ مولوی ہیں، زمینداری کے قصوں کو نہیں سمجھتے، سختی کے بغیر یہ لوگ قابو میں نہیں رہ سکتے۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(عکس درخواست سفر حج)

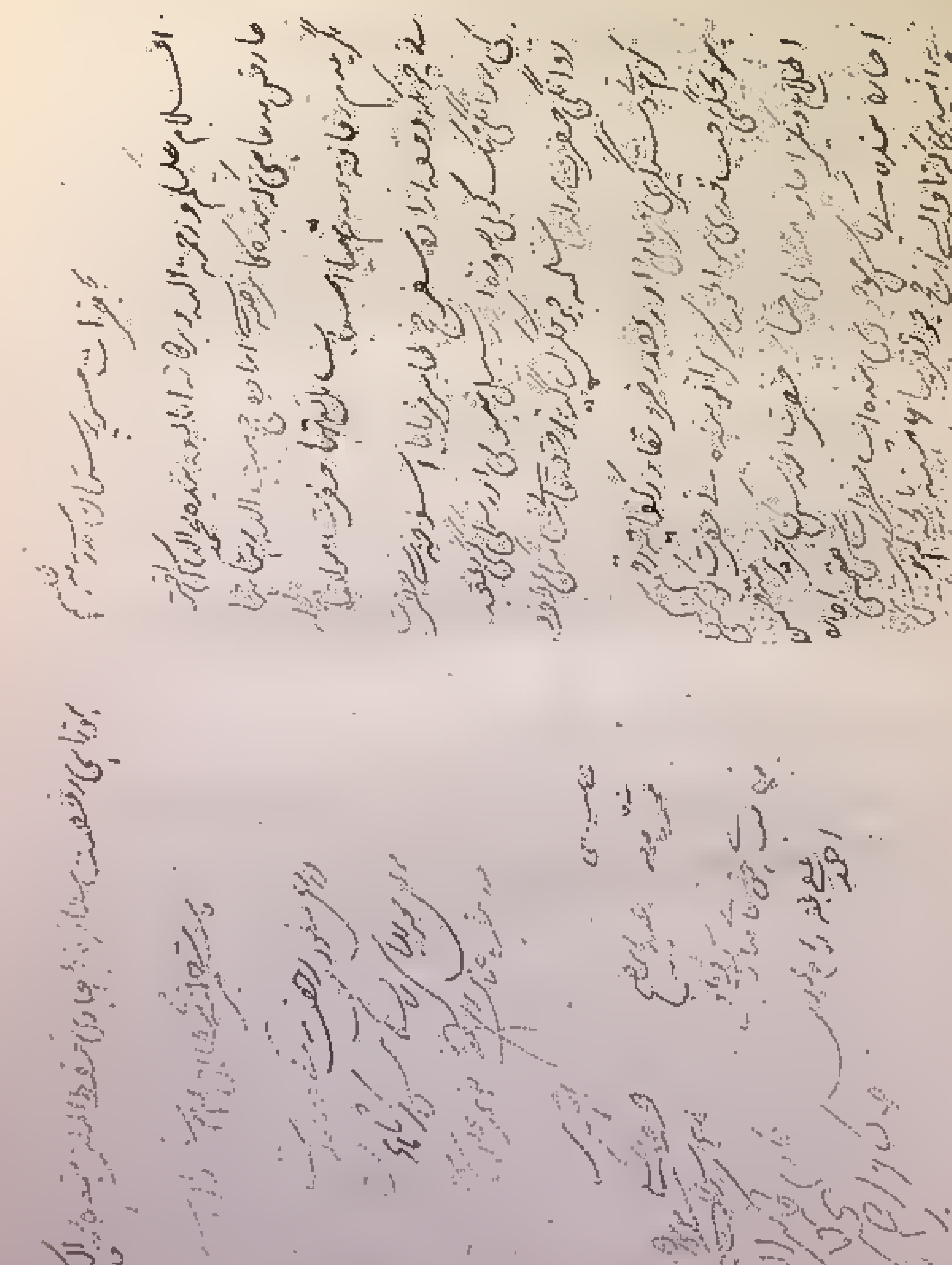

مظاہر علوم سے ایک سال کی رخصت لے کر دہلی چلے جائیں. چنانچہ آپ نے اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے مضمون ذیل کی درخواست مہتمم مدرسہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کو تحریر فرمائی ؛

" بحضرت مہتمم صاحب ! بعد سلام مسنون. معروض اینکہ سانحہ انتقال اخوی جناب مولانا مولوی محمد صاحب کی وجہ سے بندہ کو نظام الدین کے مدرسہ کا انتظام وخبرگیری کے واسطے وہاں کچھ قیام کرنے کی ضرورت ہے چونکہ اکثر اہل شہر و محبان بندہ وخیر خواہانِ علم متقاضی ہیں کہ بالفعل بندہ وہاں اقامت کرے اور جو منافع واشاعت علوم حضرت والد صاحب و برادرم مرحوم کی سعی و تعلیم سے ان کو ردہ اور گنوار لوگوں میں اور عاوم سے نہایت بعید اور ناآشنا لوگوں میں ہوئی ہے اس کو دیکھ کر اپنے دل میں بھی حرص پیدا ہوا ہے کہ کچھ دنوں وہاں قیام کرکے اس کے اجراء کا بندوبست کرسکوں اور اس دینی حصے میں بھی کچھ حصہ شرکت لے لوں لہٰذا عارض ہوں کہ ایک سال کے لیے بندہ کی رخصت منظور فرمائی جائے. فقط والسلام

بندہ محمد الیاس اختر عفی عنہ

عالمگیر دینی دعوتی جد وجہد کا ذریعہ اور سبب بننے والی اس درخواست کا عکس شامل کتاب ہے.
حضرت مولانا کی یہ درخواست منظور ہوئی لیکن ابھی دہلی کا سفر شروع بھی نہیں ہوا تھا کہ شدید علیل ہوگئے، نمونیہ اور سینہ میں درد کا سخت حملہ ہوا، اسی حالت میں ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ ـ

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) آپ نے فوراً قلم دوات اٹھایا اور اس مکان کا بیعنامہ بڑے میاں کے نام لکھ کر ان کے حوالے کردیا اور فرمایا اب تم اس کے مالک ہو، پھر قاضی صاحب سے فرمایا، معلوم بھی ہے جس شخص پر تم سختی کرتے ہو، یہ صاحب خدمت بزرگ ہیں. اگر کبھی بددعا کردی تو تباہ ہو جاؤ گے.

۲۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۶ھ (۸ فروری سنہ ۱۹۱۸ء) شب جمعہ میں نماز وتر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں انتقال فرمایا، وفات کا یہ سانحہ مسجد نواب والی قصاب پورہ دہلی میں پیش آیا جہاں آپ بغرض علاج مقیم تھے جنازہ نظام الدین لایا گیا اور مرکز کے ایک گوشہ میں تدفین عمل میں آئی. حضرت مولانا الیاس صاحب انہی کے انتقال پر نظام الدین منتقل ہوئے تھے. ۱۲

(عکس درخواست رخصت برائے سفر دہلی)

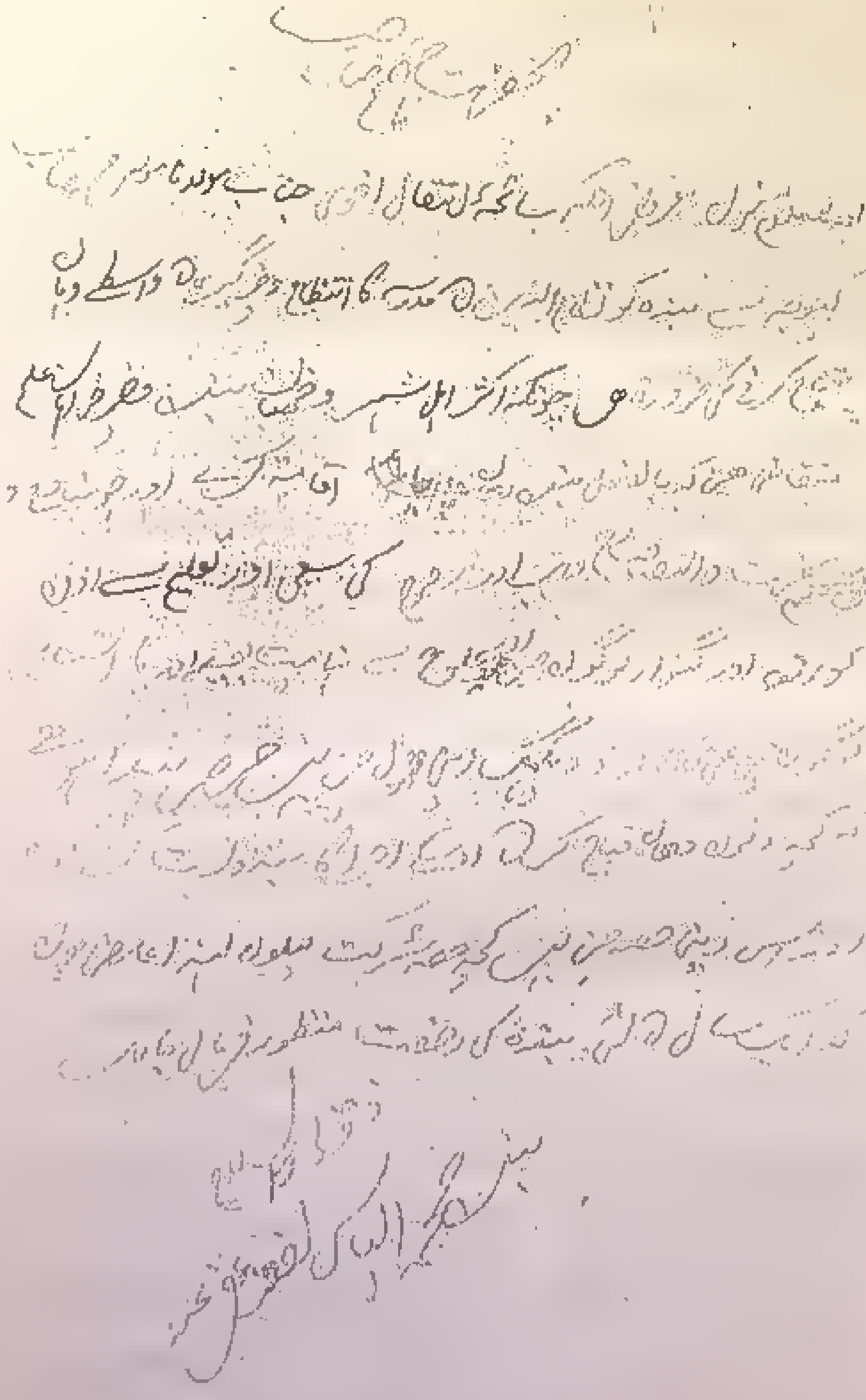

(۲۶ر فروری ۱۹۱۰ء) میں سہارنپور سے کاندھلہ تشریف لائے اور کچھ دن بعد صحت یابی پر دہلی منتقل ہوئے۔

قیام نظام الدین معمولات اور مجاہدات

جس زمانہ میں آپ سہارنپور سے نظام الدین تشریف لائے تو یہاں ایک چھوٹی سی مسجد ایک بنگلہ اور ایک مختصر حجرہ تھا۔ یہ گویا اس وقت کل کائنات تھی۔ قریب ہی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ تھی، وہاں بھی مختصر سی آبادی اور گنے چنے مکانات ورہائش گاہیں تھیں باقی چاروں طرف جنگل اور سنسان علاقہ تھا۔ مدرسہ کی بھی کوئی آمدنی نہیں تھی بس اللہ جل شانہٗ کی ذات عالی پر توکل واعتماد ہی اصل سہارا تھا۔ اس زمانہ میں بکثرت فاقوں کی بھی نوبت آئی طلبہ مقیمین اور خود حضرت مولانا جنگل کی خودرو سبزیوں اور گولر وغیرہ سے پیٹ بھر لیا کرتے تھے اس فاقہ مستی کے باوجود کیا مجال تھی جو تعلیم وتزکیہ میں کوئی فرق آجاتا۔ اسی اسی طلبہ آپ کے پاس زیر تعلیم رہتے جن کو بڑے اہتمام وانہماک کے ساتھ دینی اسباق پڑھائے جاتے تھے۔

اسی زمانہ میں حضرت مولانا پر خلوت نشینی کا جذبہ پیدا ہوا تمام تر ریاضت ومجاہدات کے باوصف گھنٹوں گھنٹوں خلوت میں رہتے۔ مرزا مظہر جان جاناں کے شیخ ومرشد حضرت سید نور محمد بدایونی اور عبدالرحیم خان خاناں کا مقبرہ زیادہ تر خلوت گاہ بنتا۔ دن کا کھانا وہیں کھاتے طلبہ درس کے لیے اور نماز باجماعت کی ادائیگی کے لیے وہیں پہنچ جاتے۔ چلکر والی مسجد بھی قیام گاہ بنتی رہتی تھی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس خلوت وتخلیہ کی مزید وضاحت اس طرح فرماتے ہیں:۔

> "چچا جان شروع میں تبلیغ سے پہلے یہ کرتے تھے کہ ہمایوں کے مقبرہ کے پرے ایک ویران مسجد تھی جہاں دن کو بھی ڈر لگتا تھا وہاں اعتکاف کیا کرتے تھے، وہاں پانی بھی نہیں تھا تین چار خادم لوٹوں میں پانی ساتھ لے جاکر حضرت کے ساتھ جماعت کر لیتے اور نماز کے بعد واپس چلے آتے۔"
>
> (مولانا محمد زکریا اور ان کے خلفائے کرام ص ۱۴۷)

میوات میں اصلاح وارشاد کا آغاز

میوات میں دینی واصلاحی محنت کا سلسلہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب بہت پہلے سے شروع فرما چکے تھے اور ان کے بعد مولانا محمد صاحب نے اس سلسلہ کو پھیلایا اور ترقی دی۔ ان ہر دو حضرات کے زمانہ میں میوات کے بچے نظام الدین آکر علم دین حاصل کرتے رہے۔ جب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے اپنی عملی جدوجہد کا آغاز کیا تو اس میں مزید اضافہ یہ بھی فرمایا کہ خود علاقہ میوات میں بکثرت دینی مدارس اور حفظ قرآن کے مکاتب قائم کر دیئے کچھ ہی عرصہ میں کئی سو مکتب ان علاقوں میں کھل ہوگئے۔ ان تمام مدارس ومکاتب کے اخراجات اساتذہ کی تنخواہیں اور دیگر انتظامی مصارف حضرت مولانا کے ذریعہ پورے ہوتے تھے۔

علاقہ میوات کی موجودہ معمر اور بزرگ شخصیت میاں جی الحاج رحیم بخش صاحب (روپڑاکا) ان علاقوں میں مدارس کے قیام اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی جدوجہد وقربانیوں کا تذکرہ نیز علاقہ میوات میں سب سے پہلے۔۔۔ قائم ہونے والے مدرسہ کا آنکھوں دیکھا حال اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

> ” میاں جی محمد عمر صاحب کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اگر حضرت جی (مولانا محمد الیاس صاحب) ہمارے علاقہ میوات میں تشریف لے چلیں تو ہماری قوم میں دین پھیل جائے گا' اس جذبے سے حضرت جی کو دعوت دی کہ آپ میوات تشریف لے چلیں۔ اس پر حضرت جی رح نے فرمایا کہ بھائی دعوت کھانے کے لیے تو چلنا نہیں ہاں اگر کوئی دین کا کام کرو تو میں جانے کے لیے تیار ہوں۔ میاں جی نے فرمایا کہ وہ دین کا کام کیا ہے۔ حضرت جی نے فرمایا کہ اگر قرآن پاک کا مکتب کھولو تو میں چلوں ـــــ میاں جی صاحب روپڑاکا آئے' بات چیت شروع کی مگر لوگ آمادہ نہیں ہوئے۔ میاں جی صاحب سعی کرتے رہے کچھ گاؤں کے لوگوں کو آمادہ کر لیا جو کہ ذمہ دار حضرات کہلاتے تھے ان کو لے کر نظام الدین پہنچے اور حضرت جی کو مدرسہ کھولنے کی دعوت پر روپڑاکا لے آئے۔ یہ وہ موقع ہے کہ احقر (رحیم بخش) قرآن پاک ناظرہ سے فارغ ہونے کو تھا۔ بہر حال میاں جی صاحب قافلے کے ہمراہ حضرت جی کو لائے اور

جامع مسجد میں داخل ہوئے، کچھ دیر قیام کے بعد محلہ دھوڑیا کی چوپال میں حضرت کو لے گئے، وہاں انتظام کیا اور گاؤں منادی کرادی گئی کہ دہلی سے ایک بزرگ تشریف لائے ہیں سب لوگ جمع ہوجائیں۔ گاؤں کے لوگ جمع ہوگئے۔ حضرت جی نے کلمہ کی دعوت دی اور پانی منگواکر سب کو وضو کراکر وہیں چوپال میں نماز ادا کرائی، پھر عصر کی نماز بھی وہیں چوپال میں ادا کرائی۔ اس کے بعد بارہ گاؤں کے چودھری نور بخش ولد محمد محراب صاحب کو بلوایا اور مجھ احقر (رحیم بخش) کو بلاکر فرمایا کہ تم چودھری کو جانتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں، فرمایا ان کو تلاش کرکے بلاکر لاؤ میں بھاگ کر گیا وہ گاؤں میں ایک بیٹھک میں مل گئے۔ میں نے کہا تاؤ آپ کو حضرت جی بلا رہے ہیں، دہلی سے آئے ہیں۔ چودھری صاحب نے مجھ کو دھمکایا کہ میں کام پر لگا ہوں بھاگ جا۔ میں نے واپس آکر یہ قصہ حضرت جی کو سنا دیا، اس پر حضرت جی نے فرمایا کہ بھائی میں نے بڑی غلطی کی کہ اتنے بڑے چودھری کو یہیں بیٹھے بیٹھے حکم دے دیا بلکہ مجھ کو خود جانا چاہیے تھا۔ فرمایا لڑکے چل، مجھے ساتھ لے چل۔ میں ساتھ ہولیا اور اس جگہ پہونچا دیا جہاں چودھری کا ٹھکانا تھا۔ چودھری جی نے مجھے پھر دھمکایا کہ حضرت جی کو کیوں تکلیف دی میں خود حاضر ہوجاتا۔ چودھری صاحب حضرت جی کے ہمراہ چوپال پر حاضر ہوگئے۔ حضرت جی نے اس کو کلمہ یاد دلایا اور کلمہ، نماز کی تاکید فرمائی۔ گاؤں میں پھر منادی کرائی گئی کہ حضرت جی تشریف لائے ہیں سب آجاؤ۔ اور ان کی بات سنو، کافی تعداد میں لوگ جمع ہوگئے۔ حضرت جی نے کلمہ یاد کرنے اور نماز پڑھنے کی ترغیب دی اور پانی منگاکر سب کو وضو کرایا اور نماز پڑھائی اس کے بعد آرام فرمایا۔

دوسرے روز علی الصباح حضرت جی نے میاں جی محمد عمر صاحب سے فرمایا کہ کوئی مکتب کے لیے جگہ تلاؤ اور بنیاد رکھواؤ۔ جگہ کی تلاش کے لیے مجھ احقر سے کہا گیا کہ اپنی والدہ سے مکتب کی جگہ دلواؤ۔ احقر نے اپنی والدہ سے کہا کہ مکتب کے لیے جگہ کی اجازت دے دو، انھوں نے اجازت دے دی۔ حضرت جی اس جگہ تشریف

لے گئے، بنیاد رکھوادی اور بنیاد بھری گئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ گاؤں میں سے کوئی مدرس تلاش کرو تو میاں جی امان اللہ صاحب کے پاس ایک شخص مسمّی کریم بخش رہتا تھا، دو چار پارے ان کو پڑھا دیئے تھے، ان کو بلا کر حضرت جی نے فرمایا کہ بھائی تم بچے پڑھاؤ گے انھوں نے کہا، جی ہاں۔ ان کے ہاں کرنے پر حضرت جی نے اپنے دستِ مبارک سے میانجی کریم بخش کو دس روپے عنایت فرمائے اور فرمایا کہ تم کو ہر ماہ دس روپے ملا کریں گے میری طرف سے مکتب پڑھانے کے لیے، اس کے بعد حضرت خوش خوش واپس چلے گئے۔

پھر اس کے بعد حضرت جی رح نے دیگر مقامات پر اجراء مکاتب کے لیے سعی اور دوڑ دھوپ شروع فرما دی۔ چنانچہ موضع سرولی میں ایک مدرسہ کھولا گیا جس کے مدرس مولوی سردار احمد صاحب تھے۔ اور ایک مدرسہ موضع گلالیہ میں کھلوایا جس کے مدرس مولوی عبدالرحمٰن صاحب تلائی والے مقرر ہوگئے۔ پھر کافی عرصہ کے بعد ایک مدرسہ موضع علاؤلپور میں قائم کیا گیا یہ مدرسہ مولوی سردار سرولی کی کوشش سے قائم ہوا، ان چند مدارس کے قیام کے بعد ریاست کی جانب توجہ فرمائی، چنانچہ موضع گھسینگا میں مدرسہ قائم ہوا۔ اس کے بعد جس گاؤں میں مسجد نہیں تھی اس گاؤں میں مسجد بنوانے کی سعی فرمائی اس طرح کافی گاؤں میں مسجدیں تعمیر کرائیں۔

میاں جی عبدالقدیر صاحب اور استاذ جی گھسینگا والے ان دو افراد کو حضرت جی نے تیس روپے ماہوار پر مدرسوں کے امتحانات وغیرہ اور مسجدوں کی دیکھ بھال کے لیے مقرر فرمایا اور فرمایا کہ ہر ماہ مسجدوں اور مدرسوں کی کارگذاری میرے پاس بھیجتے رہو۔ ان لوگوں نے اپنا کام شروع کر دیا اور ہر مہینہ مدارس کی کارگذاری حضرت جی کی خدمت میں بھیجتے رہے۔" (تبلیغی جماعت کے تاریخی حالات ص۲۳)

کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا کو احساس ہوا کہ عمومی طور پر جس دینی فضا اور مسلمانوں کو جس عمومی جہالت اور ظلمت سے نکالنے کی ضرورت ہے وہ ان مکاتب کے ذریعہ پوری نہیں ہو رہی ہے

مزید براں یہ کہ ماحول کی کثافت اور گندگی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ سالہا سال تک دینی تعلیم حاصل کرنے والا نوجوان جب اپنے ماحول میں پہونچتا ہے تو ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد والا معاملہ سامنے آتا ہے۔ دلوں میں سے ایمان کی قدر و قیمت اور اس کو حاصل کرنے کا جذبہ اور طلب ختم ہے اس لیے ضرورت ہے کہ عمومی طور پر بھی دین کی ترویج و اشاعت کی جائے تاکہ مدارس و مکاتب کے ذریعہ نئی نسل میں دین آئے، اور عمومی محنت کے ذریعہ بڑوں کا دین سے تعلق قائم ہو۔ حضرت مولانا پر یہ جذبہ اور داعیہ اتنی شدت سے طاری ہوا کہ بے چین و مضطرب ہو گئے اور دین کی عمومی فضا قائم کرنے کی فکر اور کڑھن ان پر چھا گئی۔

علاقہ میوات کو دینی و روحانی طور پر فیضیاب کرنے کی نیت سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے ربیع الاول ۱۳۴۴ھ میں علماء و صلحاء کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کا بھی اس علاقہ کا دورہ کرایا اور میوات میں جتنے لوگ آپ سے وابستہ تھے ان کو حضرت سہارنپوریؒ سے بیعت کرایا۔

اصلاح احوال کے سلسلہ کی دوسری کوشش آپ نے یہ فرمائی کہ میو قوم کے خاندانی اختلافات، آپسی رنجشیں اور باہمی نزاعات کو ختم کرنے کے لیے پنچایتیں قائم فرمائیں، اس سلسلہ کی ایک بڑی پنچایت ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ (۲ اگست ۱۹۳۴ء) میں قصبہ نوح ضلع گڑگاؤں میں آپ کی زیر صدارت منعقد ہوئی، اس پنچایت میں رسوم شرکیہ سے احتراز، کلمہ نماز کا اہتمام، عقائد کے تحفظ کا وعدہ ہوا۔ یہ پنچایت نامہ تحریری شکل میں مرتب ہوا۔ اس موقع پر کم و بیش ایک سو سربرآوردہ اور چودھری صاحبان موجود تھے جنھوں نے اس پنچایت نامہ پر اپنے اپنے دستخط کیے [۱]

---

[۱] یہاں یہ وضاحت بھی افادیت سے خالی نہیں کہ کم و بیش دس سال تک میوات میں دینی محنت و جدوجہد کے بعد اعمال صالحہ پر ذوق و شوق کے ساتھ جمنے کی جب فضا پیدا ہو گئی تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے اپنے تعلق والوں کو دوبارہ مکاتب و مدارس کے قیام اور قدیم مدارس کی ضروریات کے تکفل اور ان کی فراہمی کی طرف قوت کے ساتھ متوجہ فرمانا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ۹ مارچ ۱۹۴۰ء، ۲۹ محرم ۱۳۵۹ھ کے اپنے ایک مکتوب میں مولوی سلیمان صاحب اور منشی بشیر صاحب کو لکھتے ہیں کہ، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دوسرا سفرِ حج اور دعوتی کام کا آغاز

مولانا نے دوسرا سفرِ حج حضرت مولانا سہارنپوری کی معیت میں کیا۔ اس سفر کے لیے ۱۶؍شوال ۱۳۴۴ھ (۲۹؍اپریل ۱۹۲۶ء پنجشنبہ) میں سہارنپور سے اور سات ذی قعدہ پنجشنبہ میں بمبئی سے روانگی ہوئی۔ ۱۲؍ذی قعدہ میں جدّہ پہنچے۔

حج سے فراغ پر ۲۶؍ذی الحجہ چہارشنبہ بعد عصر مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوکر ۹؍محرم ۲۰؍جولائی مدینہ منورہ تشریف لے گئے، کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد جب روانگی کا وقت آیا تو آپ پر ایک عجیب قسم کی بے چینی اضطراب اور کڑھن طاری ہوگئی۔ آپ کی خواہش وہاں زیادہ سے زیادہ وقت گذارنے کی تھی، ان حالات کو دیکھ کر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے رفقاء کو مشورہ دیا کہ یا تو تم ان کے چلنے تک یہاں قیام کرو یا مولانا کے بغیر واپس ہوجاؤ۔ اس پر رفقاء نے قیام کا فیصلہ کرلیا۔

مدینہ طیبہ کے اس زمانہ قیام میں حضرت مولانا کو اس دعوت وتبلیغ کے کام کا امر ہوا، خواب میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور بتلایا گیا کہ ہم تم سے کام لیں گے" مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے بے چینی میں اور اضافہ ہوگیا۔ بار بار سوچتا تھا کہ میں ضعیف وناتواں کیا کام کروں گا۔ حضرت مولانا سیّد احمد فیض آبادی (برادر اکبر حضرت اقدس مدنی) نے یہ بے چینی اور فکر دیکھ کر تسلی دی اور فرمایا کہ یہ تو نہیں کہا گیا کہ تم کام کروگے بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ تم سے کام لیں گے بس مطمئن رہو کام لینے والے خود ہی کام لے لیں گے۔ اس جواب سے مولانا کی پریشان طبیعت کو بڑا اطمینان وسکون ہوا۔ اور آپ نے ہندوستان واپسی کا ارادہ فرمالیا۔ پانچ ماہ حرمین شریفین میں قیام کے بعد ۲۰؍ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ (۲۸؍نومبر ۱۹۲۶ء) میں دہلی واپس تشریف لائے۔

حضرت مولانا کی اس وقت کی دلی کیفیات اور جذبات دعوت وتبلیغ کی طرف میلان اس کے لیے ابتدائی مشوروں تشکیلوں اور سب سے پہلے ہونے والے عوامی جلسہ اور اس کے

(بقیہ پچھلے صفحہ کا) "مجھے آپ صاحبان کو ایک خاص امر کی طرف متوجہ کرنا ہے، ذرا آپ صاحبان دھیان کریں، میوات کے اندر اس وقت اللہ کے فضل وکرم سے یہ قابلیت ہوگئی ہے کہ اگر مکاتب کی طرف توجہ دلائی جائے تو تھوڑی سی کوشش سے مکاتب قائم ہوسکتے ہیں۔

اصول وآداب وغیرہ کے متعلق حضرت شیخ رح اپنی علمی تاریخی اور بے حد معلومات افزا یادداشت "تاریخ کبیر" میں اپنی معلومات اور اپنے شاہدات اس طرح تحریر فرماتے ہیں !

"چچا جان (مولانا محمد الیاس صاحب) ۱۳۴۴ھ میں حضرت (مولانا خلیل احمد) قدس سرہ کے ساتھ حج کو تشریف لے گئے۔ حضرت کے قیام تک مدینہ پاک میں ٹھہرنے کا ارادہ تھا۔ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ (ستمبر/ اکتوبر ۱۹۲۶ء) میں روضۂ اقدس سے اشارہ ہوا کہ تم (ہندوستان) واپس جاؤ۔ تم سے کام لینا ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کام لینا ہے۔ بہت غور وخوض کے بعد مکاتب کی کثرت اجراء اور ہر گاؤں کے اندر مدرسہ قائم کرنے کا داعیہ پیدا ہوا اور یہ کام شروع ہوا۔ محرم ۱۳۴۶ھ (جولائی ۱۹۲۷ء) میں زکریا کی (مدینہ منورہ سے) واپسی ہوئی۔ بار بار اس سلسلہ میں مشورے ہوتے رہے۔ مکاتب کے اجراء سے طبیعت کو اطمینان نہیں ہوا۔ ۱۳۴۸ھ میں چچا جان سہارنپور تشریف لائے۔ اس وقت تبلیغ کے متعلق طبیعت پر جزم ہو چکا تھا۔ دو تین دن تک مشورہ اور تشکیلیں ہوتی رہیں۔ اور ایک جلسہ ابتدائی ۲۹، ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ (۲۹ راپریل ۱۹۳۰ء) کو بعد نماز عشا جامع مسجد (سہارنپور) میں طے ہوا۔

یہ اس سلسلہ کا سب سے پہلا جلسہ ہوا اور ان پانچ چھ دن میں تبلیغ کے اصول مبلغین کے فرائض ہر محلہ کے اندر ایک تبلیغی جماعت اور ایک اسکا امیر وغیرہ طے ہوئے۔" (تاریخ کبیر ص۲۹)

جامع مسجد سہارنپور میں منعقد ہونے والے اس عوامی جلسہ سے ایک یوم قبل یعنی ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ (۲۸ راپریل ۱۹۳۰ء) میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے جامعہ مظاہر علوم کے تمام اساتذہ کو جمع فرماکر دعوت وتبلیغ کی اہمیت اور ضرورت پر ایک مفصل اور پُر زور تقریر بھی فرمائی تھی جس کے نتیجہ میں اکابر اساتذہ نے —— باہمی مشورہ سے اپنی ترتیب قائم کرکے اسی دن اس نہج پر کام شروع کر دیا تھا۔

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی چہار دیواری سے اٹھنے والی اس دینی وایمانی دعوت کی صدائے دل نواز کی تفصیل حضرت شیخ رح اپنے قلم سے اپنی یادداشت میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں،

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً۔

(۱) ۲۸ رذی قعدہ ۱۳۴۲ھ (۲۰ راپریل ۱۹۳۴ء شنبہ) کو مدرسہ مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ سے فراغت پر مولانا محمد الیاس صاحب نے اکابر مدرسین مدرسہ کو جمع فرماکر ضرورت تبلیغ پر مبسوط تقریر فرمائی۔ طویل گفت و شنید کے بعد طے ہوا کہ مدرسین مدرسہ کو بالخصوص اور طلبہ کو بالعموم اس میں کچھ کام کرنا ضروری ہے اور اسی روز سے اس کا افتتاح ہو کر کام شروع ہوا۔

(۲) مجلس بالا میں یہ بھی قرار پایا کہ محلہ نیا بانس سے ابتداء کی جائے، اور مغرب کی نماز بمعیت مولانا (محمد الیاس صاحب) موصوف ناظم[۱] صاحب صدر مدرس ہر دو زکریا مولوی منظور، مولوی اسعد و مولوی عبد الشکور وغیرہ نے اس محلہ میں ادا کی اور بے نمازیوں کو جمع کر کے تقریر کی۔

(۳) نماز کے بعد مبلغین اہل محلہ تجویز کیے گئے، حسب ذیل اصحاب نے نام لکھائے ملا احمد جان، حبیب احمد، حاجی نور، حافظ محمد اسماعیل، حافظ محمد صدیق مغرب عشاء اور صبح میں یہ لوگ نمازیوں کو جمع کریں گے۔

(۴) عشاء کی نماز جامع مسجد میں پڑھی گئی۔

(۵) ۲۹ رذی قعدہ سہ شنبہ کی شام کو عشاء کی نماز کے بعد جلسہ کبیر جامع مسجد میں ہوا تقاریر ہوئیں اور بالعموم متوجہ کیا گیا، مدرسہ کے سالانہ جلسہ سے مجمع زیادہ تھا۔

(۶) اس کے بعد متفرق طور پر بعض شب میں ایک اور بعض میں دو دو جلسہ بموجودگی مولانا محمد الیاس صاحب مواضع ذیل میں ہوئے۔

متصل مسجد تیلیان، محلہ ٹھٹیران، محلہ بنجاران متصل چھوٹی لائن"۔

---

[۱] ناظم سے مولانا عبد اللطیف صاحب صدر مدرس سے مولانا عبد الرحمٰن صاحب کاملپوری، ہر دو زکریا سے حضرت شیخ رہ اور مولانا زکریا قدوسی گنگوہی، مولوی اسعد سے مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب مراد ہیں مولانا محمد منظور صاحب سہارنپوری مولانا عبد الشکور صاحب بھبودی (پاکستان) بھی اساتذہ مدرسہ میں سے تھے۔ ۱۲۔

پیش نگاہ مضمون کے ترتیب دیئے جانے تک حاصل شدہ تاریخی معلومات کی روشنی میں بلا تکلف یہ کہا جا سکتا ہے کہ دعوت و تبلیغ کا عملی آغاز ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ (۲۸ اپریل ۱۹۳۰ء) میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے ہوا۔ اس طور پر گویا جامعہ مظاہر علوم علم نبوت اور نور نبوت دونوں کا حق بیک وقت ادا کر رہا ہے۔[1]

جماعت تبلیغ کے اصول و ضوابط

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۴۸ھ میں ہونے والے مشاورتی اجتماع کی جو یادداشت قلم بند فرمائی ہے اس میں جماعت کے ___ وہ اصول و ضوابط بھی تحریر فرمائے ہیں جو اس اجتماع میں طے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ رح کے قلم سے تحریر فرمودہ اصول و ضوابط یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

ہدایات از مولوی جی

۱ ___ مغرب کی نماز طلبہ کی متعدد جماعات مختلف مواضع میں پڑھیں اور تبلیغ کی سعی کریں۔

۲ ___ عشاء کے بعد کا جلسہ بدستور جاری رہے مگر جلسہ جہاں ہو طلب پر اور مقررین طلبہ کو بھیجا جاوے ایک مدرس بھی کوئی ہمراہ ہو جایا کرے۔

۳ ___ اکابر مدرسین ہفتہ میں دو بار جلسہ میں شریک ہوا کریں۔

۴ ___ ہر کام میں مقصود صرف اللہ کا کام اور اس کے امر کا امتثال ہو، حضور کی فعل کی مشابہت ہو، کام خود مقصود نہ ہو۔ دیگر فضائل تائید اور تبعیت میں ہوں۔

---

[1] جماعت تبلیغ کے اس بنیادی اجتماع سہارنپور کے چار ماہ بعد مجلس صیانۃ المسلمین قائم ہونے کے لیے حضرت اقدس تھانوی نے تھانہ بھون میں ایک اجتماعی مشورہ طلب کیا جس میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ تاریخ کبیر میں اس دوسرے تاریخ ساز مشورہ کو ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ ۷ ستمبر ۱۹۳۰ء یکشنبہ اجتماعی مشورہ تھانہ بھون بر طلب حضرت تھانوی بہ سلسلہ صیانۃ المسلمین و تجویز جمعیت و شرکت زکریا، ناظم و مولانا عبد اللطیف صاحب، چچا جان و شیخ رشید احمد صاحب و عذر شرکت از مولوی طیب صاحب دیوبند (تاریخ کبیر ص۲۹)

۵ ـــــ ہر کام کرنے والا کام بتانے سے کرے بالواسطہ یا بلا واسطہ۔

۶ ـــــ امورِ تبلیغ کسی کے حوالہ کرنے میں چند امور مبلغین کو اچھی طرح سمجھا دینے چاہئیں۔

(الف) رفق و نرمی اور طمانیت، سکون و وقار و استقلال کو دل میں اتارنے کی کوشش کریں اور اس کے دل میں اتارنے کی ضرورت کو سمجھا جاوے۔

(ب) وفد کا کوئی امیر ضرور بنایا جائے اور امیر بنانے میں اس کا لحاظ رہے کہ لوگوں میں ہر شخص کی امارت قبول کرنے کی صلاحیت رہے جس کی سہل صورت یہ ہے کہ امیر بنانے میں اعلیٰ کو ہمیشہ امیر نہ بنایا جاوے بلکہ کبھی اعلیٰ کو اور کبھی اوروں کو امیر بنایا جاوے۔

۷ ـــــ وفود میں جہاں تک ممکن ہو باہر کی گشت کی ـــــــــ آمادگی کرائی جائے۔

۸ ـــــ تبلیغ اولاً صرف نماز کی کی جائے۔ اس کے بعد ہر امر کو شریعت کے موافق کرنے کی کی جائے۔

۹ ـــــ ہر منکر کا ازالہ بالعموم اور جو کوئی خاص وقت منکر پیش آجاوے اس کا ازالہ خاص طور سے کیا جاوے۔

۱۰ ـــــ شہرت اور مشار بالبنان ہونے سے حتی الوسع احتراز کریں۔

۱۱ ـــــ بلا مستقل قصد کے تبلیغ کے لیے نہ جاویں نہ اس کام کو کریں۔

۱۲ ـــــ کم از کم تین آدمی جاویں اس سے کم نہیں، زیادہ میں مضائقہ نہیں وہ بہتر ہوگا۔

جس چیز کی تبلیغ کی جاوے

۱۳ ـــــ اول مسجد میں جس طرح ہو سکے جمع کر کے نماز پڑھا دی جاوے۔

۱۴ ـــــ اس کے بعد ایمان مجمل ایمان مفصل کی تلقین کی جاوے اور اس کے معنی کا اقرار لیا جاوے۔

۱۵ ـــــ اس کے بعد مشائخ سلوک جن اشیاء سے توبہ کراتے ہیں ان سے توبہ کرائے، کوئی منکر اگر شائع ہو تو اس سے خاص طور سے توبہ کرائی جائے۔

مختلف یادداشتوں اور تحریرات کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ابتدائی دور میں ضرورت اور موقعہ ومقام کے اعتبار سے تبلیغی اصول وضوابط میں اضافہ بھی ہوا ہے لیکن پھر بعد میں موجودہ چھ نمبروں پر اتفاق رائے ہوکر وہی اصول قرار پائے۔ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی اس سلسلہ کی اپنی معلومات اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"جب شروع میں مولانا محمد الیاس صاحب نے اس مبارک کام کو شروع کیا تو اس وقت تبلیغی نمبر تیس اور ساٹھ تک گئے۔ میں نے خود وہ کاغذ دیکھا ہے جس میں مولانا الیاس صاحب نے میوات کے چودھریوں کو جمع کرکے ساٹھ تک نمبر گنوائے تھے لیکن حضرت مولانا تبلیغ کے ان ساٹھ نمبروں کو کم کرتے کرتے بات چھ نمبروں پر لے آئے۔ کہ ساٹھ کے زندہ کرنے میں دیر لگے گی۔ آؤ سب مل کر ان چھ باتوں کو جن پر سب کا اتفاق ہوگیا، زندہ کرلیں"۔

مولانا محمد یوسف صاحب کے آخری دور حیات میں بعض حلقوں کی جانب سے جب چھ نمبروں پر مزید اضافہ کی بات سامنے آئی تو آپ نے سختی سے اس پر نکیر فرمائی اور پھر اجتماع کھتور (ضلع بجنور) میں ان لفظوں میں اعلان فرمایا کہ ہم جب تک زندہ ہیں تبلیغ کے چھ نمبر رہیں گے، ساتواں نمبر نہیں ہوسکتا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو بھی ایک صاحب نے یہ مشورہ دیا تھا کہ "اکرام مسلم" کے بجائے "اصلاح ذات البین" کو دعوت وتبلیغ کا اصول قرار دیا جاوے۔ اس پر آپ نے ان کو جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ:

"حضرات اہل تبلیغ جس قدر کام کو سنبھالے ہوئے ہیں اس میں اب مزید کسی کام کے اضافہ کا تحمل نہیں اور نہ ہی اتنا وقت ہے۔ اللہ جل شانہ آپ کو توفیق دے کہ آپ کے اندر جو دینی جذبہ ہے اس کی وجہ سے عام اشاعت ہوسکے"۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا یوسف صاحب نے تبلیغ کے موجودہ چھ نمبروں کو اپنی مجلس میں اس طرح بیان فرمایا کہ:

"انسان کی خلقت کا منشاء اللہ رب العزت کے حاصل کرنے کو اپنی زندگی کا

مقصد بنا کر ان کے حاصل کرنے کے لیے صحیح یقین، صحیح عمل، صحیح علم، صحیح تاثر وکیفیات، صحیح اخلاق، صحیح نسبت اپنے میں پیدا کرنے کی جان ومال کو جھونک کر ابدی زندگی کی راحت وسکون حاصل کرنا ہے جس کے حاصل کرنے کی محنت و جانفشانی کے بغیر انسان کا بقیہ مخلوقات وحیوانات سے کوئی امتیاز نہیں۔"

حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب اپنے دورِ امارت میں بہت مختصر اور چھے تلے الفاظ میں ان چھ نمبرات کو اس طرح بیان فرماتے تھے:

"کلمہ ونماز کو لے کر علم الٰہی اور ذکر الٰہی کے ساتھ اپنا حق معاف کرتے ہوئے اللہ کی مخلوق کا حق ادا کرتے ہوئے اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے گلی در گلی پھریں گے محلہ در محلہ پھریں گے، گاؤں در گاؤں پھریں گے۔"

جماعت تبلیغ کے اصول وضوابط پر لکھی جانے والی یہ تفصیلات حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ایک مکتوب کی اُن آخری سطور پر ختم کی جاتی ہیں جو انھوں نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرمایا تھا:

"تمہاری اس ہمت کا اظہار بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ بندۂ ناچیز کو اس تبلیغ کے اصول قرار دینے میں آپ کی صحبت کو بھی بہت زیادہ دخل ہے حق تعالیٰ مجھے آپ کے شکر کی توفیق بخشیں۔"[1]

---

[1] اقتباس مکتوب بنام حضرت شیخ محررہ ۲۶ رمضان ۱۳۵۳ھ ۳ جنوری ۱۹۳۵ء

تیسرا حج اور کام میں وسعت

۱۳۵۱ھ میں آپ تیسرے حج کے لیے تشریف لے گئے یکم رمضان ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۹ر دسمبر ۱۹۳۲ء میں نظام الدین کے ریلوے اسٹیشن پر تراویح ادا کرکے براہ کراچی مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ دو محرم ۱۳۵۲ھ (۲۷ اپریل ۱۹۳۳ء) میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے، چار ماہ یہاں قیام فرماکر ہندوستان کے لیے روانہ ہوئے اور متعدد ـــــ منازلِ سفر طے کرتے ہوئے دو جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ (۲۴ر اگست ۱۹۳۳ء) بوقت صبح صادق بذریعہ ٹرین سہارنپور واپسی ہوئی۔ اس سفر حج کے رفقاء میں مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی بھی شامل تھے۔

حضرت مولانا نے حرمین شریفین سے متعدد گرامی نامے حضرت شیخ کو تحریر فرمائے۔ ایک گرامی نامہ جو دعوت و تبلیغ کا مکمل ترجمان ہے، یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

"عزیز محترم مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث متعنا اللہ بطول حیاتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا گرامی نامہ آج ۴ محرم الحرام کو موصول ہوا۔ مدرسہ مظاہر علوم کے بخیر و عافیت جلسہ کے کامیاب ہوجانے کی خبر سے نہایت مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ ہمارے بزرگوں کو ہمیشہ باہم متالف متعاضد متعاون رکھے۔ بندہ دوسری محرم یوم الخمیس علی الصباح الحمد للہ ثم الحمد للہ زیارت روضۂ مطہرہ اور سعادت صلوٰۃ و تسلیم سے شرف اندوز ہوا۔ حق تعالیٰ میرے اور میرے سب دوستوں کے لیے موجب خیر و برکت اور باعث ثبات فرمادیں۔ آپ نے وہاں (نظام الدین) کی بہت سی مشکلات اور روپیوں کے مختلف ضرورتوں کے لیے تقاضے کی شکایتیں لکھی ہیں میری حاضری کی وجوہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ حضرات ان ضرورتوں کا احساس فرمادیں اور آنکھوں سے دیکھیں اور اس کی اہمیت اور واقعی اور غیر واقعیت کی تحقیق میں آپ بھی میرے برابر ہوں اور پھر سب مل کر یا تو اس کو کریں یا اس کو سب مل کر چھوڑ دیں ورنہ تم ہی بتلاؤ کہ میں تنہا کیا کروں، یہی مضمون میری طرف سے شیخ صاحب کی خدمت میں عرض کردینا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس تبلیغ کی چھیڑ چھاڑ مجھ سے نہ ہو، یہ تو مجھ سے

نہیں ہو سکتا۔ اور کسی نظم کا میں اہل نہیں۔ اور کوئی نظم میرے قابو میں نہیں تو اب کیا صورت ہو۔ تین صورتیں ہیں۔ یا یہ کہ میں وہاں کا ارادہ ملتوی کروں اور عرب میں قیام کروں اور یا ہندوستان میں آنا ہو تو مستقل توجہ کرنے والی ایک جماعت مستعدان امور کے نظم کے واسطے مجھے اطمینان دلا دیں۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ میں آکر ان امور کی طرف نظر نہ رکھوں۔ مجھے تم جیسے دوستوں خصوصاً تمہارے حکم کی تعمیل سے گریز اور انکار نہیں مگر ایسی کوئی صورت ان تین میں سے یا کوئی چوتھی صورت جس کا آپ امر فرما دیں، میں اس کے لیے تیار ہوں۔ رقوم کے متعلق بات یہ ہے کہ میں قرض لینے کو کسی بھروسے پر کہہ دوں یہ میرے اصول کے خلاف ہے باقی نوح کے مدرسے کے علاوہ سب ضرورتیں غالباً پوری کر دینے کی ہیں یہ اصول البتہ ضروری ہے کہ پہلے خود ان مواضع میں کوشش کرائی جائے، پھر بھی ضرورت ہو تو اس کا بندوبست کیا جائے۔ بخدمت جناب شیخ صاحب بعد سلام مسنون مضمون واحد۔ فقط والسلام۔

سب بزرگوں اور ملنے والوں کی خدمت میں سلام مسنون۔ گھر میں اور سب بچوں کو دعوات کہنا، مساجد اور تبلیغ کی امداد کے لیے حافظ عبدالحمید صاحب کے ذریعہ سے بھی امداد کی سعی فرمائیں۔ اور حافظ عبدالمجید صاحب سے بعد سلام مسنون فرما دیں کہ صاحب زادہ کی شادی کی خبر موجب مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے انشاء اللہ عنقریب میں حاضر ہو جاؤں گا کوئی خاص تقاضا نہ ہو تو میرے آنے پر ہی کیجیے گا۔

میں نے حافظ مقبول صاحب وغیرہ کو مخصوص تحریر[1] بھیجنے کے لیے آپ کے اور مولانا رائے پوری کے مشورے کے ساتھ وابستہ کیا تھا اور یہاں مولوی شفیع الدین کے تقاضے سے روانہ کیا تھا۔ بغیر آپ حضرات کے مشورے کے میں ایسی بات میں

---

[1] یہ مخصوص تحریر حضرت حافظ مقبول صاحب اور قاری محمد داؤد صاحب کی اجازت بیعت سے متعلق تھی

پیش قدمی کی جرأت اور غیرت رکھتا ہوں۔

ازادون خدام احتشام بعد سلام نیاز گرامی نامہ عزت بخش ہوا۔ فقط والسلام

(بندہ محمد الیاس عفی عنہ ۲۹ راپریل ۱۹۳۳ء ۳ محرم الحرام ۵۲ھ یوم شنبہ از مدینہ منورہ)

حرمین کا یہ پورا سفر بھی دعوت و تبلیغ کی محنت اور اس کو عمومی نہج پر لانے کی جدوجہد پر ختم ہوا۔ اسی حج سے واپسی پر آپ نے جماعتوں کو مختلف علاقوں اور دینی مراکز میں تسلسل کے ساتھ بھیجنا شروع کیا۔ چنانچہ پہلی جماعت اپنے آبائی وطن کاندھلہ اور دوسری جماعت رائے پور ضلع سہارنپور بھیجی گئی۔ پہلی جماعت میں حضرت حافظ مقبول حسن صاحب اور دوسری جماعت میں قاری محمد داؤد صاحب بھی شامل تھے۔ اس موقع پر میوات میں پنج کوسہ نظام قائم کیا گیا، یعنی ہر گاؤں کے ہر گھر والے پانچ پانچ کوس کے علاقہ میں گشت کریں اور دینی فضا قائم کر کے لوگوں کو جماعتوں میں نکلنے کی ترغیب دیں۔

آخری حج

۱۸ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ (۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء) شب جمعہ میں آپ دہلی سے کراچی اور وہاں سے ایس ایس رحمانی جہاز سے ۲۲ جنوری میں جدہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ۲۹ ذی قعدہ (یکم فروری ۱۹۳۸ء) سہ شنبہ میں جدہ اور وہاں سے ۴ فروری کو مکہ مکرمہ پہنچے۔ رفقاء سفر میں مولانا احتشام الحسن صاحب، مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب، مولانا محمد ادریس صاحب، متولی طفیل صاحب، مولانا نور محمد صاحب میواتی، حاجی عبد الرحمان صاحب وغیرہ تھے۔ اس سفر کے تمام اہم مقامات جدہ، بحرہ، مکہ مکرمہ، منیٰ، مدینہ منورہ، قبا، احد ہر جگہ دعوت و تبلیغ گفتگو کا موضوع اور محنت کا عنوان بنا رہا۔ ۲ صفر ۵۷ھ (۲۵ اپریل ۱۹۳۸ء) میں یہ قافلہ مکہ مکرمہ سے ۲۵ صفر کو صبح میں مدینہ منورہ پہونچا۔ اس سفر میں سلطان عبد العزیز آل سعود سے بھی خصوصی طور پر ملاقات ہوئی اور کام کی نوعیت اور حقیقت ان پر واضح کی گئی۔

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی اس ملاقات کی تفصیل اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"حجاز کے بعض سر برآوردہ اور ہندوستانی تجار کی اور سب کی رائے ہوئی کہ پہلے سلطان سے اجازت حاصل کی جائے۔ چنانچہ قرار پایا کہ پہلے اغراض

ومقاصد کو عربی میں قلم بند کر لیا جائے، پھر سلطان کے سامنے پیش کیا جائے مولانا احتشام الحسن شیخ عبداللہ بن حسن شیخ الاسلام اور شیخ بن بلیہد سے اپنے طور پر ملے۔

دو ہفتہ کے بعد مولانا ۴ ؍مارچ ۱۹۳۸ء کو حاجی عبداللہ دھلوی، عبدالرحمٰن مظہر شیخ المطوفین اور مولانا احتشام الحسن صاحب کی معیت میں سلطان سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ جلالۃ الملک نے بہت اعزاز کے ساتھ مسند سے اتر کر استقبال کیا اور اپنے قریب ہی معزز ہندی مسلمانوں کو بٹھایا۔ ان حضرات نے تبلیغ کا معروضہ پیش کیا جس پر سلطان نے تقریباً چالیس منٹ تک توحید کتاب وسنت اور اتباع شریعت پر مبسوط تقریر کی۔ اس کے بعد بہت اعزاز کے ساتھ مسند سے اتر کر رخصت کیا۔ اگلے روز سلطان نے نجد کا قصد کیا اور ریاض کے لیے روانہ ہو گئے۔

مولوی احتشام الحسن صاحب نے مقاصد تبلیغ کو اختصار کے ساتھ نوٹ کر کے شیخ الاسلام رئیس القضاۃ عبداللہ بن حسن کے یہاں پیش کیا مولانا اور مولوی احتشام الحسن صاحب ان کے یہاں خود بھی گئے انھوں نے بہت اکرام و اعزاز کیا اور ہر بات کی خوب تائید کی۔ اور زبانی پوری ہمدردی واعانت کا وعدہ کیا لیکن اجازت کو نائب عام امیر فیصل کے مشورہ پر محول کیا۔" (دینی دعوت)

مدینہ منورہ دو ہفتہ قیام کے بعد آپ نے ہندوستان کا عزم فرمایا اور جہانگیر جہاز سے روانہ ہو کر ۲۴ ؍ربیع الاول ۱۳۵۷ھ (۲۵ ؍مئی ۱۹۳۸ء) میں بمبئی تشریف لائے۔ دو روز یہاں قیام کے بعد ۲۸ ؍ربیع الاول (۲۹ ؍مئی ۱۹۳۸ء) میں بمبئی اکسپریس سے دہلی آمد ہوئی۔

اس سفر حج کے موقع پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے بڑے اہتمام سے حضرت شیخ رح کو دہلی بلا کر مشورہ فرمایا تھا۔ حضرت کے روزنامچہ کے مطابق ۳ ؍شوال (۳ ؍جنوری ۱۹۳۸ء دوشنبہ) میں سہارنپور سے دہلی کا یہ سفر ہوا اور اسی شب میں دو بجے تک سفر حج کا مشورہ ہوتا رہا جب اس مشورہ میں سفر طے ہو گیا تو حضرت مولانا نے مرکز نظام الدین کے کام کی نگرانی اور مختلف معاملات ومسائل کی سربراہی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو سونپ کر یہ تاکید فرمائی کہ خطوط کے

ذریعہ تمام تفصیلات سے مجھے خبردار کرتے رہنا اور نظام الدین میں زیادہ وقت گذارنا۔
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے بڑے اہتمام سے دونوں باتوں پر عمل فرمایا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اپنے ایک گرامی نامہ میں اس پر مسرت و تشکر کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں۔

" مکرم محترم عزیزی مولانا الشیخ شیخ الحدیث دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ کے متعدد گرامی نامے باعث طمانیت اور موجب شرف و کرامت ہوئے مولوی اکرام الحسن کے خط سے اخیر ذی الحجہ میں بغرض تبلیغ و حفاظت موجودہ تحریک آپ کے اور حضرت اقدس مولائی ومولی الکل مورد عنایات الٰہیہ و منبع فیوضات سرمدیہ، مظہر اخلاق محمدیہ حضرت مولانا رائے پوری نظام الدین کے قیام کا ارادہ معلوم ہوا۔ اللہ تعالےٰ آپ کی ان ہمتوں کو قبول اور بار آور فرمائیں اور سبب قرب تام و رضا کامل و ذوق و حلاوت ایمان حضرات عالی کو اپنی بارگاہ صمدیت سے نصیب فرمادیں، اور آپ کی برکت سے اس تبلیغ کو دنیا کے اندر عام طور پر اس طرح سے ایمان کے جڑوں کے پھیلنے کی تاثیر فرمادیں جس سے ایمان کی تمام شاخیں سرسبز اور شاداب ہوں، پھلیں اور پھولیں سرسبز ہیں، بار آور ہوں، اور ثمرات قرب و رضا حق جل و علی بہ تمام و کمال ہوں۔

(مکتوب محررہ ۲۹ ر ذی الحجہ بقلم محمد انعام الحسن۔ از مکہ مکرمہ)

اس گرامی نامہ کے علاوہ مزید دو گرامی نامے (قدرے اختصار کے ساتھ) یہاں پیش کیے جاتے ہیں ان سے دعوت و تبلیغ کی ابتدائی تاریخ، حرمین شریفین کی مشغولیات، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے بے پناہ اعتماد بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں بے پناہ عقیدت و محبت اور تبلیغی معاملات میں آپ کے مشوروں کی قدر و قیمت واضح اور کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ ان میں پہلا مکتوب مکہ مکرمہ سے اور دوسرا مدینہ طیبہ سے لکھا گیا ہے:

(۱) " بخدمت عزیز محترم جناب مولانا محمد زکریا صاحب! زاد فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عربی کے طلبہ میں شروع ہی سے دیکھ رہا ہوں کہ نہ نظام الدین میں جمتے ہیں نہ نوح میں نہ میوات میں، جس قدر مولانا عبدالسبحان صاحب کے یہاں دل بستگی سے رہتے ہیں۔ ان بیچاروں نے شروع شروع میں میرے طلبہ کو رکھنے سے بہت انکار کیا اور بغیر میرے پوچھے نہیں رکھا۔ لیکن میں نے میلان طلبہ کے خلاف سے روک کر ان کو رکھنے کی ہمیشہ تاکید کی۔ غالباً اس کی وجہ طلبہ میں گرم جوشی کے ساتھ تعلیم میں محنت کرنا اور نہایت منکسر المزاجی کے ساتھ ان کے دکھ سے دکھ پانا اور ان کی خوشی سے خوش ہونا ہے۔

ان صفحوں میں یہ میرے بڑے بھائی مولوی محمد صاحب کا نمونہ ہیں اور ان کی محبت سے بھرپور بھی ہیں۔ یہ غالباً اسی کی برکت ہے۔ بس اس کا علاج بجز اخلاق اور مقامی مدرسین کی مسابقت کے کچھ نہیں۔ آدمی کو ہٹا دینا سہل ہے، ہٹے ہٹائے ہیں۔ ساری دنیا سے ہوسکے تو کوشش جمانے کی کرو۔

مجھے آپ کے گرامی نامے صرف دو آئے یاد ہیں، جن میں کا دوسرا انتیس ۲۹ ذی الحجہ کو چل کر مدینہ منورہ کو ہوتا ہوا چھبیس ۲۶ محرم کو ملا۔ اور پہلا حج کے متصل آیا تھا۔ مجھے آپ کے اور حضرت[1] حافظ صاحب کے خط کا خصوصیت سے انتظار رہتا ہے۔ کیوں کہ اصل بنیاد تبلیغ کی آپ کے قلوب کی اہمیت اور آپ کی متانت اور استقلال پر دل تسلیم کیے ہوئے ہے۔ باقی سب آپ کے قلوب کی کٹھ پتلی ہیں۔

مدینہ طیبہ کے متعلق ابھی کوئی رائے قائم نہیں ہوئی، جانا، نہ جانا بھی طے نہیں آپ بے تکلف مکہ کے پتہ سے خط بھیجتے رہیں۔

---

[1] حضرت حافظ صاحب سے مراد جناب الحاج حافظ فخرالدین صاحب دہلوی ہیں جو حضرت اقدس سہارنپوری کے خلیفہ ومجاز بیعت تھے ۲۴ر شوال ۱۳۷۲ھ ۲۶ر جون ۱۹۵۳ء میں آپ کا وصال ہوا۔ ۱۲

ہندوستان کی تبلیغ اور یہاں کی تبلیغ کے وزن پر ارادہ دائر ہے. کل کی کچھ خبر نہیں کہ ہندوستان سے کیا اندازہ پہونچتا ہے اور یہاں کی کچھ خبر نہیں کہ کل کیا پیش آتا ہے.

اس وقت تک الحمد للہ یہاں کے احوال سے تباشیر امید چمک رہی ہیں مگر جم کر انہماک والے بہت کم ہیں بلکہ نہیں ہیں. پھر بھی بحمد للہ جو کچھ بھی ہے خلاف امید ہے.

اس سے پہلے خط میں بہت سے نمبر ہر جگہ کی تبلیغ میں کوشش کے لکھ چکا ہوں. میرا جی چاہتا ہے کہ ان سب پر عمیق نظر اور طمانیت اور دل بستگی کی کوشش کے متعلق آپ دونوں صاحبوں کی کوئی آنکھوں کی ٹھنڈک دینے والی تحریر آجاوے تو سلسلہ تحریک جاری ہونے کی امید بندھے.

اب میں نئی بات لکھوں. شاید ایک بات میں نے کسی خط میں نہیں لکھی جو بہت ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ سنگار کے جانے میں اپنے جتنے دوست احباب ہیں ان کا اپنے ساتھ تعلق تو ہے پرانا اور ان لوگوں کا سلسلہ آمد ورفت وملاقات کبھی ہوا نہیں، اس لیے وہاں کے احباب کی ہماری معاشرت سے ناواقفیت کی بدولت وہاں کی پبلک سے ایسا غلط برتاؤ ہے جو ساری دنیا میں اپنے معاصرین دنیوی سے ہوتا ہے.

جس کی وجہ سے وہاں عناد کا راستہ فروغ پاتا رہتا ہے اس لیے میرے نزدیک بہت ضرورت ہے کہ اپنے دوستوں کی جماعت سنگار کے جانے کی احباب کو اپنے طرز معاشرت پر بحث کرنے اور ذہن نشین اور سمجھانے میں بہت زیادہ سعی کریں، وہاں خود بھی جائیں اور وہاں کے احباب کو اپنے ساتھ تبلیغ میں کثرت سے رکھیں.

منجملہ سابق تحریر کردہ نمبروں کے اس نمبر کے سعی کے نتیجہ سے بھی مشرف فرمادیں، بار بار پچھلے نمبر زبان پر آنے کے لیے تقاضا طبیعت پر کرتے ہیں مگر میں اپنی طبیعت کو بہت ضبط سے روکتا ہوں کہ تکرار سے کیا فائدہ. مگر آپ کو لکھنا

ہوں کہ پچھلے خطوط کو دیکھ کر سب نمبروں میں سعی کریں۔ میرا خیال یہ ہے کہ اس جلسہ کو تمام جلسوں سے بڑا بنانا سراسر غلط ہے۔ دو چار برس سے جلسوں کی جو مقداریں نظر آرہی ہیں وہی ذہن میں رہے۔ سنگار کے بڑے بڑے جلسے یاد نہیں رہے۔ سنگار کی ناقدری کر کے غفلت سے زاویہ ذھول میں ڈال رکھا ہے۔ کوشش سے یہاں کے لوگوں کو تبلیغ میں کھڑا کر دیا جائے تو کام کی کھونٹ ہے۔

جلسہ کی کامیابی کی کوشش کرنے والوں کو مژدہ سنا دو کہ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ جب کہ باہمی جدال کے منظر کو اعلاء کلمۃ اللہ کی مجلس سے بدلنے کی کوشش کی ہے تو انشاء اللہ قیامت کے دن اس بڑے مجمع میں جس میں اولین وآخرین جن و انس اور سب مخلوق انبیاء و ملائکہ کی جماعتیں ہوں گی تو یہ کارنامہ انشاء اللہ برسر منبر مذکور ہوگا۔ اللہ اس دن کی نیک نامی کے لیے ہمیں جانوں کا دینا اور مرنا نصیب فرمادیں۔ جو جاتی ہیں یوں نہیں تو دوں جائیں گی۔

مولوی قاری محمد طیب صاحب و مولانا ظفر احمد صاحب کی عدم شرکت سے افسوس ہے۔ دونوں کی خدمت میں میری طرف سے بلجاجت لکھ دیں کہ میرے جلسہ کی خود خبر رکھتے ہوئے شرکت کو ضروری سمجھا کریں۔ اس کو میرا جلسہ کہنا غلط ہے۔ آپ کا اس طرح خبر گیری نہ کرنا تغافل اور عدم تعاون ہے۔ لہٰذا الحذر الحذر۔

مولانا میں سچ عرض کر رہا ہوں۔ اس تحریک کی اہمیت کو دیکھئے اور میرے ضعف اور تنہائیت کو دیکھئے۔ جب آپ کا بھی فریضہ ہے تو آپ کیوں خبر نہ لیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ چوتھا مجھے نام لکھنا مشکل ہے، مگر الحمد للہ میرے قلب پر لکھے ہوئے ہیں، آپ نے تین تجویز فرما لیے آپ کا کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے کارنامے کو قبول فرمادیں اور وہ اپنے ساتھ ایسی وابستگی فرمادیں کہ طبائع بڑھنے کے لیے اسی کے اوپر کی نظر کافی ہو اور اس کے علاوہ کی تحسین و ذم میں برابر ہو، وجود

وعدم۔ اللّٰھم آمین۔

میرے دوستوں کا قدم بڑھتا ہی رہے گا آفرینی کی لائن اور تحسین کی قدر اپنے یہاں یقیناً زائد کر دو۔ اللہ تعالیٰ سید رضا حسن کو اپنے خلوص اور قوت ایمان کے ساتھ تبلیغ کے تمام اصول کی پابندی نصیب فرمادیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ان کو اور ان کی قوم کو جو اس تحریک کے اصل اہل ہیں کمر ہمت مضبوط کرکے متانت سے کھڑا کر دیں، ان کی ہمت سے جوش آدے وہ ہم کوتاہوں کی نظروں میں گو عالی ہوں: مگر ان کی ہمت سے بہت کم۔

ان کو سادات کے متوجہ کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہیں تعلیم میں بھی اور تبلیغ میں بھی اور یہ یاد رکھیں اور سمجھتے رہیں کہ جو لوگ جس قدر زیادہ اہل ہیں ان کے اصلی مرکز تک پہونچنے میں نزاکتیں بھی بہت زیادہ ہیں۔ بس میں اس سے زیادہ کیا لکھوں نزاکتیں ہیں اور شدید نزاکتیں ہیں۔ ان کو متوجہ کرنا نہایت استقلال اور نہایت متانت اور عمیق توجہ اور بڑی بصیرت کو چاہتا ہے۔ اللّٰھمّ ارزقنا حبھم کما ینبغی لنا ولھم۔ بڑی پاک قوم ہے۔

حافظ حبیب صاحب ہمیشہ سے قابل قدر کام کرنے والے ہیں ان کی جانفشانی قابل رشک ہے، اسی طرح محراب خاں کے خلوص اور مساعی کا کیا ذکر ہے، اللہ دونوں کو اپنی شان کے موافق جزا دیں لیکن دونوں کو ذکر و فکر کی طرف توجہ کی زیادہ ضرورت ہے۔

میری بڑھیا کو بہت بہت سلام عرب میں سب کچھ ہے مگر وہ نہیں میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ برکات کے ساتھ اور باقی رہتے ہوئے شوق کے ساتھ جو اس دیار میں قدم رکھتے ہوئے روز بروز بڑھتے ہوئے حتی کہ واپسی کے وقت آنے کے وقت سے زیادہ شوق کے ساتھ رفاقت نصیب کرے۔

حقیقت میں اس سفر کا یہی حق ہے کہ بڑے ادب اور بڑی استقامت کے ساتھ بڑھتے ہوئے شوق کے ساتھ یہاں کا زمانہ گذر جاوے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح

کی رفاقت و ہم سفری نصیب کریں۔ حق تعالیٰ سے تو یہ تبلیغی اصول کے ساتھ ہر غریب آدمی سے تواضع و خدمت گذاری کے ساتھ پیش آتے رہنے سے ایسے سفر کا مقدر فرمادینا سہل نظر آتا ہے۔ حق تعالیٰ تبلیغ کو دنیا میں سب سے زیادہ پسند فرماتے ہیں۔

ذکیہ، ذاکرہ، عطیہ کو اپنے قرآن شریف اور اپنے چھوٹوں کو صحیح کرنے میں کوشش چاہئے اور ہر زار دو صادر سے تبلیغی اصول پر خود پابند رہتے ہوئے جم کر تذکرہ کرنا چاہئے۔ میرے خطوط میں سے مناسب مضمون دادے محمد حسن صاحب کی اولاد کو بحق قرابت لکھتے رہا کیجئے۔

عین الحسن کا خط آیا جس میں تبلیغ کا ذکر نہیں تھا بھلا کیا دیکھا جاتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ بچوں کو ہمارے استقلال و علو ہمت، سادگی، علم و عمل کی پیراستگی اخلاق کا زیور و استقامت کا سہارا نصیب فرماویں۔

آج کل جوہر انسانیت ناپید ہوتا چلا جارہا ہے جس کا باعث ہوی و ہوس شہوات کے اثر کا بڑھ جانا ہے۔ اللہ اس سے محفوظ رکھے اور اپنے راستہ پر چلنا اور قرآن شریف سے اثرات لینے کی اہلیت محمدی زندگی سے سبق لینے کی قابلیت ہمارے بچوں کو دوستوں کو نصیب کرے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کو ہمارے لیے مفید کریں۔ ان کی آمد کو رائیگاں اور غفلت کی زندگی سے بچاویں بس یہی سب میرے سب دوستوں کے لیے ہے، یہی اظہار کے لیے ہے، اور یہی ملنے والے پوچھنے والے کے لیے ہے۔ میوات میں مدرسین کی تعطیل کا زمانہ ہے جس قدر جلد سے جلد اور جتنے کثیر طرق سے ممکن ہو، منشیوں کی جماعت اصول کی پابندی کے ساتھ تبلیغ میں کوشش کریں۔

بندہ محمد الیاس عفرلہ بقلم انعام الحسن اٹھائیس محرم الحرام یوم سہ شنبہ ۵۶ھ

از کاتب الحروف انعام الحسن، بعد سلام مسنون، خدمت عالیہ میں گذارش ہے کہ جملہ متعلقین بخیر و عافیت ہیں کوئی خاص بات قابل تحریر نہیں۔

(۲) عزیزی محترم ــــــــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط موصول ہوا، نہایت خوشی ہوئی، عین انتظار کے وقت پہونچا، اپنی نارسا ضعیف ایچ در ایچ بے ہمتی کے ساتھ میں آپ کی اور ــــ بیوی بچوں اور دوستوں کی طرف سے صلوٰۃ وسلام ودعائیں کچھ نہیں چاہتا۔ آپ بھی میرے لیے دعا کریں اور جم کر کریں کہ حق تعالیٰ اپنی محویت ومصروفیت کو اپنی شان کے مناسب توفیق بخشیں۔

عطیہ اور اس کی والدہ کی کیفیت نے طبیعت پر بہت اثر کیا ہے۔ کل جہاز کے چھوٹنے کی خبر ہے، میں نے یوسف انعام سے جانے کو کہا بھی۔ بہر حال میں نہ آسکتا تو ان کو بھیجتا۔ میں ان دونوں کو اس قدر کمزور نہیں سمجھوں تھا۔

تم خیال کر کے دیکھو کہ دنیوی غرض کی وجہ سے لوگ اپنے اہل وعیال کو کتنی طویل مدت کے لیے چھوڑتے ہیں، خیال تو کر کے دیکھو کہ اس وقت بھی کفار کے لشکر میں ہزاروں مسلمان سر بکف جان خطر میں محض ایک پیٹ کے کارن ہر وقت سدا کو دنیا سے چلے جانے کے لیے موت کے کنارہ پر ہیں۔ ایسی کم ہمتی ہرگز نہیں چاہیے، تم ہمت اور جواں مردی کے ساتھ خوشی سے دین کی خدمت کے لیے ہجر اور فرقت پر راضی ہو کر چھوڑے رکھو تو خوشی کے بقدر اجر وثواب میں شریک ہوگی۔ دنیا ہی غنیمت سمجھو کہ تمہارے گھر والے دین کی خدمت کے لیے تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ شکر کرو اس تکلیف کا جب اجر وثواب ملے گا تو کبھی ختم نہ ہوگا۔ ایک ایک صدمہ باغ وبہار ہو کر ملے گا۔

کچھ عجب نہیں کہ اگلے جہاز میں آجاؤں۔ پکی خبر ہونے پر کراچی میں تبلیغی مناسب جماعت ہونی چاہیے۔

مولوی .... صاحب کے متعلق تم نے کچھ نہ کہنے کا ارادہ کیا بہت اچھا کیا، کاش مسلمانوں کو غبطہ اور حسد اور علم وعمل میں کافی امتیاز نصیب ہو، اور تعاون علی البر والتقویٰ کے رمز آشنا ہوں۔

کسی بھلے کام کرنے والے کی بھلائی میں اعانت کرتے ہوئے اور اس کے کام پر اس سے محبت کرکے المرءمع من احب کے مقتضیٰ کے موافق اس کے کام میں عملی شریک ثواب ہوکر پھر اپنے بھی سبقت کی کوشش کریں۔ یہ شرافت اور مسلمانی کی بات ہے" خود سے نہ ہوسکے دوسروں کی راہ میں مانع ہیں۔ یہ مضمون ان کو سمجھانا چاہئے۔

آپ کے سارے فقرے بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ خط ضرور لکھتے رہا کریں۔

میوات کی تبلیغ سے بہت اطمینان ہوا تم نے بہت ٹھیک لکھا۔ میرا دل دہلی اور میوات کی تبلیغ سے بہت مسرور ہے۔ حافظ صاحب بھی دہلی کی سرسبزی کو میری آنکھوں سے دیکھیں اور حسن ظن رکھیں اور اپنی مردانہ ہمت کو ادھر بھی چلتا کریں؛ اللہ چاہے طرفین کو نفع ہوگا۔

جملہ مدرسین کو اظہار و عین کو سلام فرماویں۔ اچھا السلام علیکم

الیاس عفی عنہ بقلم انعام الحسن کاندھلوی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ

میوات کے چند اہم اجتماعات

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے بڑی تعداد میں میوات میں چھوٹے بڑے اجتماعات اور جلسے کیے۔ جو اجتماعات مختلف حیثیتوں سے ممتاز اور کام کے جمنے کے اعتبار سے اہم ثابت ہوئے ان کی ضروری تفصیلات یہاں لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ ۲۴، شوال ۱۳۵۵ھ (۸، جنوری ۱۹۳۷ء) جمعہ میں نگوان (میوات) میں تبلیغی اجتماع ہوا، یہاں کی زمین بڑی سنگلاخ اور دعوت و تبلیغ کے لیے سخت جان تھی لیکن اللہ جل شانہٗ کے بھروسہ اور اعتماد پر حضرت مولانا نے یہ سفر فرمایا! اللہ تعالےٰ کی کھلی مدد شامل حال رہی اور ماحول میں زبردست تبدیلی آئی۔ اس سفر کی جو کارگذاری حضرت مولانا نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو سہارنپور لکھ کر بھیجی تھی اس کو یہاں پیش کیا جاتا ہے دعوت و تبلیغ کے ابتدائی مراحل کو اس کارگذاری کی روشنی میں بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔

بخدمت عزیز محترم جناب مولانا شیخ الحدیث صاحب دامت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
کئی روز سے تمہارے گھر کی طرف سے خیال لاحق ہے اس کی خیریت وقتاً فوقتاً لکھتے رہا کریں باعث طمانیت رہے ہے۔ جلسہ نوبجے وقت کے قرار داد کے موافق ۲۴؍ شوال یوم جمعہ کو نیگوان جانا ہوا۔ اور اس کے بعد کہانی کا اصرار کی وجہ سے جانا ہوا۔ ان دونوں جگہوں میں تمام لوگ دیوبندیت کے نہایت مخالف اور نہایت برے خیالات ہم سے لیے ہوئے ملے۔ لیکن ان سفروں میں غیبی ازلی سرمدی قدسی مدد اور برکت دستگیری ایسی شامل حال ہوئی ہے کہ جس سے حیرت اور عجب کیفیت رہتی ہے، خدا کی عجیب قدرت ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قلوب کو نرم ہونے کی عجیب تاثیر پیدا فرماتے ہیں۔ یہ لوگ دونوں جگہ جانے سے پہلے ستانے اور پرخاش پر مشتعل تھے لیکن پہونچنے پر سب لوگ بیعت ہو گئے اور مقاصد میں کوشش کرنے کے لیے تیار۔

میرے عزیز مولوی صاحب اگر آپ حضرات بارگاہ ایزدی میں ہمت و استقلال کے ساتھ ان مقاصد کے دنیا میں جمنے کے لیے ملتجی رہیں تو یہ آپ لوگوں کی ہمت سے جڑ پکڑ جانے اور خصوصاً ان آمادہ ہونے والے اور ہاں کرنے والوں کا نتیجہ اور کام کر گزرنے کی صورت بہت جلد ظہور میں آسکتی ہے بہرحال اس آنے والے جمعہ کو ایک دفعہ پھر جانا ہے اور اس کے اگلے جمعہ کو ہاپوڑ کی جانب میں کسی اسٹیشن سے ویٹ جانا ہے یہاں کے لیے حافظ محمد حسین صاحب اجراڑوی جو اس سفر میں شریک بھی تھے بہت تقاضا فرما گئے ہیں، سہارنپور کے نواح میں سب بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہونے کو جی چاہتا ہے لیکن حضرت مدنی رحمہ اللہ کا دربار اس قدر بے قابو ہے کہ سمجھ ہی میں نہیں آتا کہ حضرت موصوف کے دربار میں بطمانیت حاضری کی کیا صورت ہے تمام اوقات یا تعلیم میں مشغول یا سفروں میں مصروف، اگر ہیٹ یا رائے پور میں حضرت موصوف کی تشریف آوری کا کوئی وقت ہو تو ایسی جگہ پر مل لینا خود دیوبند

کی حاضری کی نسبت زیادہ اطمینان اور فراغت سے ہوسکے گا اگر ایسا ہو سکے تو
مجھے مطلع فرماویں۔" فقط

بندہ محمد الیاس عفی عنہ ۴ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ (۱۸ جنوری ۱۹۳۷ء)

(۲) چینور تحصیل فیروز پور میوات میں آٹھ شوال ۱۳۵۶ھ (۱۲ دسمبر ۱۹۳۷ء) میں ایک اجتماع منعقد ہوا۔ حضرت مولانا غیبی طاقت پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے اپنے جذبات و خیالات اور تاثرات کا تذکرہ ایک مکتوب کے ذریعہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے اس طرح کرتے ہیں:

"بخدمت شریف مولانا المحترم شیخ الحدیث صاحب! زادت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ بزرگوں کی ہمت و توجہات و دعوات کا بقدر اپنے کام کی نزاکت کے محتاج ہوں، رمضان المبارک کے بعد ۸ شوال کو میوات میں ایک جلسہ ہونے والا ہے جس میں ہزار پانچ سو جتنے جانے والے ہوں گے مل کر جائیں گے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ کثرت سے مناسب لوگوں کو جو اگر دوسروں کی مدد نہ کر سکیں تو کم از کم اپنا بوجھ تو اٹھائیں ساتھ لے کر شامل ہوں، مجھے جب اتنے بڑے مجمع کی دو ماہہ گشت کے خرچہ یا کسی فکر کی بات کی طرف کھٹکے کا کھٹکا ہوتا ہے تو الحمدللہ ثم الحمدللہ اندرونی غیبی طاقت بہت زور سے اس کو رد کر دیتی ہے کہ اتنا بڑا کام کیا تو اس کا سلسلہ اپنی طاقت سے چھیڑ سکتا تھا سو جس خدائے عظیم نے اس کی تحریک اپنی قدرت سے کرائی ہے وہی ولی العمل اور کفیل ہے وہی ہر آفت سے حفاظت اور ہر سامان کا مہیا کرنے والا ہے۔ یہی مضمون حضرت رائے پوری کی خدمت میں پہونچا کر میری طرف سے دعا کی سفارش فرمادیں۔ حکیم صاحب میر صاحب خان صاحب کو بعد سلام مسنون شرکت جلسہ کی خصوصیت سے دعوت دے دیں، مقبول حسن اور زندہ حسن کو نہ چھوڑیں۔ والسلام بندہ محمد الیاس عفی عنہ"

چیتور کے اس اجتماع میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔
روزنامچہ کے مطابق سات شوال میں آپ دہلی اور آٹھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی معیت میں بتیس علماء و مبلغین کے ساتھ میوات تشریف لے گئے اور ۹ شوال میں بعد عشا لاری سے دہلی واپسی ہوئی۔

الحاج میاں جی رحیم بخش صاحب (روپڑاکا ضلع فرید آباد میوات) اس اجتماع کا آنکھوں دیکھا حال اس طرح لکھتے ہیں۔

"اس اجتماع میں حضرت جی نے بہت دیر تقریر فرمائی اور کہا کہ دین سیکھنے کے لیے ایک چلہ کے واسطے جماعت میں نام لکھوا دو۔ یہ سن کر لوگ گھبرا گئے اور ایک نام بھی کسی نے نہیں بولا۔ تو یہ منظر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے آسمان کی طرف بہت دیر تک نظر فرمائی اور جب سر نیچے کو کیا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے مگر انگوٹھوں سے آنکھوں میں جذب کر لیے، نیچے نہیں گرنے دیئے۔ اس کے بعد مخاطب ہو کر پورے مجمع کو خفگی کے لہجہ میں للکارا کہ آج میرے کہنے سے نام نہیں لکھوا رہے ہو، اللہ کی قسم وہ وقت دور نہیں جب تمہاری جماعتیں عرب کو جائیں گی امریکہ کو جائیں گی، افریقہ کو جائیں گی۔ حضرت جی کے ان الفاظ کا یہ اثر ہوا کہ ڈیڑھ سو لوگوں نے نام لکھوائے۔" (تبلیغی جماعت کے تاریخی حالات)

اس اجتماع سے سولہ جماعتیں بن کر نکلیں، ہر جماعت میں ایک امیر، اور چار جماعتوں پر ایک امیر الامراء کا تقرر ہوا۔ اور پورے علاقہ میں ان جماعتوں کا گشت ہوا جس کی صورت یہ اختیار کی گئی کہ چار جماعتوں کو پہاڑ کے اوپر بھیجا گیا، چار جماعتوں کو ان گاؤں میں جو سڑک اور پہاڑ کے درمیان آباد ہیں، اور چار جماعتیں ہوڈل الور اور دہلی کے درمیان جانے والے راستہ کے لیے اور چار جماعتیں ہوڈل سے دہلی آنے والے راستہ پر جا کے درمیان کام کرنے کے لیے متعین کی گئیں یہ تمام جماعتیں اپنے اپنے متعینہ علاقوں میں وقت لگا کر کام کرتے ہوئے دہلی جامع مسجد میں جمع ہوئیں، یہاں ایک اجتماع ہوا جس میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی بھی تشریف لائے

اور دعوت و تبلیغ پر زوردار بیان فرمایا، تقریر کے دوران بڑے جوش و جذبہ کے ساتھ فرمایا کہ یہ وہ کام ہے جس سے باطل ختم ہوگا اور لال قلعہ پر یہ جو انگریزی جھنڈا لہرا رہا ہے یہ سرنگوں ہوگا انشاء اللہ حضرتؒ نے جس وقت جھنڈے کے متعلق یہ جملے ارشاد فرمائے، لال قلعہ کا جھنڈا بغیر کسی ظاہری سبب کے گر گیا، جامع مسجد میں موجود لوگوں نے یہ منظر دیکھ کر نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔ حضرت اقدس مدنی نے ڈانٹ کر فرمایا کہ میں ایک کام بتلا رہا ہوں، اس کو کرو۔ سارے جوش کو نعروں میں ختم مت کرو۔ بیان کے بعد حضرت مدنی کی دعا ہوئی۔ اور پھر اس اجتماع سے کرنال، پانی پت، سونی پت کاندھلہ اور سہارنپور کے اطراف میں جماعتیں بھیجی گئیں۔ جو جماعتیں کاندھلہ کے اطراف میں گئیں، وہ وقت پورا ہونے کے بعد کاندھلہ میں جمع ہوئیں۔ حضرت مولانا بھی وہاں تشریف لے آئے اور اپنے خاندان کے حضرات سے ان کا اکرام و اعزاز کرایا۔۔۔ پُرتکلف دعوتیں کھلائیں۔ اور پھر یہیں سے حضرت مولانا نے ایک آٹھ نفری جماعت (جس میں نمبردار محراب خاں، میاں جی رحیم بخش روپڑاکا، منشی نصر اللہ صاحب، حافظ عبدالرحمٰن، میاں جی محمد صاحب چلی، میاں جی منگل اٹاوڑ وغیرہ تھے) تیار کر کے تھانہ بھون بھیجی۔ اس جماعت نے تھانہ بھون کے اطراف میں جم کر محنت کی جس کی اطلاعات اور خبریں متواتر حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچتی رہیں۔ حضرت کی طلب پر یہ جماعت خانقاہ شریف بھی گئی، حضرتؒ سے ملاقات و استفادہ بھی کیا۔ حضرت نے کام کے اصول و ضوابط معلوم کیے اور طریقہ کار کے متعلق بھی تحقیق فرمائی۔

(۳) ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ (۲۵ مئی ۱۹۴۰ء) شنبہ میں قصبہ گھاسیڑہ ضلع گڑگانواں میں ایک اہم تبلیغی اجتماع ہوا۔ اس موقع پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے حضرت شیخ کو دو خط تحریر فرمائے۔ پہلے خط میں جلسہ کی اطلاع دے کر اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اس میں شرکت کریں دوسرے خط میں دعا اور ہمت کی طرف متوجہ فرمایا۔ یہ دونوں خط یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) عزیز محترم جناب شیخ الحدیث صاحب! دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میرے محترم عزیز قابلِ وقعت واقتدار عزیز! مجھ کو خبر نہیں کہ میرے الفاظ کو واقعی اور حقیقی مدلول ومعنی پر مخاطب حمل کریں گے یا نہیں۔ بہرحال، میں جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک کو اپنی اس اسکیم کے زندہ ہوئے بغیر بے چین پا رہا ہوں۔ اور اس وقت دنیا میں مذہب کی تازگی اور تمام دنیا کی اسلامی مخلوق کی بلاؤں اور آفات کا دفعیہ مجھے کھلی آنکھوں اپنی اس تحریک کی تازگی میں منحصر نظر آ رہا ہے اور اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کے ساتھ اس کی نصرت اور تائید کی کھلی آیات نظر آ رہی ہیں، اور امیدیں بہت اچھی کامیابی کی سرسبزیوں سے شاداب ہیں۔ میں اس امر میں مبادرت ومسابقت کرنے والوں کے لیے خوش نصیبی اور سعادت کا بہت بڑا حصہ نمایاں دیکھ رہا ہوں۔ لیکن کھلی رغبت کے ساتھ مبادرت ومسابقت کرنے والے بہت ہی کم ہیں۔

بہرحال صرف اتنا کہنا تھا کہ پچیس مئی کو منعقد ہونے والا موضع گھاسیڑہ کا جلسہ اپنی نوعیت میں جہاں تک بظاہر امیدیں ہیں گویا پہلا جلسہ ہے۔ کامیابی کی اور اللہ کے فضل ونصرت ورحمت کی اس جلسہ میں امیدیں بہت ہیں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ دوسری جانب کا احتمال خطرات بھی اس عالم میں لازمی ہے۔۔۔ امن کلی ممنوع شرعی ہے۔ اس لیے اگر آپ اس میں شرکت کی تکلیف کو گوارا فرماویں تو آپ کی کلفت پر نظر کرتے ہوئے ہمت تو بالکل نہیں پڑتی لیکن ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ سر رحیم بخش کے عزیز صوفی عبدالحمید اور ان کی دل بستگی کے لوگوں کو بھی لے آویں تو ایک زیبا امر ہوگا۔

بہرحال اس کے لیے نہایت کامیاب ہو کر اور نہایت صحیح اصول کے ساتھ خود بھی مشغول رہیں اور دوستوں کو بھی مشغول رکھیں۔ والسلام

محمد الیاس عفی عنہٗ (مہر ڈاکخانہ ۲۲ مئی ۱۹۴۰ء مطابق ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ چہار شنبہ)

(۲) از نظام الدین۔

"بخدمت عزیز محترم جناب مولانا الحاج محمد زکریا صاحب، زادت محاسنکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض اینکہ ایک جلسہ مقام گھاسیڑہ قریب نوح کے علاقہ میوات میں ہونے والا ہے اور جلسہ اپنی نوعیت میں سب سے پہلا جلسہ ہے، دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنی غیبی نصرت سے کامیاب فرمادیں اور آپ جیسے انفاس کی بابرکت دعا اور عالی ہمت شامل ہوگی تو انشاء اللہ کامیابی ضرور ہوگی اور جلسہ بصورت کامیابی اسلام اور علمائے اسلام کی جڑوں کو جمانے والا اور عظمت و وقار کو قائم کرنے والا ہوگا۔ والسلام بندہ محمد الیاس عفی عنہ

بقلم حبیب الرحمٰن ۲۲ مئی ۱۹۴۰ء بروز پنجشنبہ مطابق ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت مولانا کی تعمیل ارشاد میں گھاسیڑہ کا یہ سفر فرمایا۔ روزنامچہ حضرت شیخ میں اس سفر کے متعلق مختصر یادداشت ان الفاظ میں تحریر ہے۔

"۱۵ ربیع الثانی، روانگی زکریا و ناظم صاحب دہلی برائے جلسہ گھاسیڑہ میوات چار بجے شام وصول نظام الدین بعد عشاء روانگی گھاسیڑہ صبح شنبہ (۱۶ ربیع الثانی) مع ابو الحسن[1] ندوی، مولوی عبد الباری ندوی و دیگر اہل دہلی کل ۲۲ نفر واپسی صبح یک شنبہ دس بجے"۔

اس اہم تبلیغی اجتماع کے تقریباً چار ماہ بعد حضرت مولانا نے نوح اور فیروزپور جھرکہ (علاقہ میوات) کا ایک طویل دورہ ماہ رمضان المبارک میں صرف اس مقصد اور نیت سے کیا کہ ان تمام مقامات کی مساجد میں سنت اعتکاف کا رواج پڑ جائے، تاکہ حضرت مولانا سے تعلق وعقیدت رکھنے والے ماہ رمضان المبارک کے اعتکاف کی قدر و قیمت سمجھ کر اس کا اہتمام کریں میوات سے واپس تشریف لاکر آپ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو اس سفر کی غرض وغایت

---

[1] مولانا سید ابوالحسن علی کو حضرت مولانا نے خاص طور پر اپنے مکتوب کے ذریعہ اس اجتماع میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب میں یہ مکتوب چوتھے نمبر پر درج ہے اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے قلم سے ہے۔

کی اطلاع اور دعا کا امر فرماتے ہوئے یہ مکتوب تحریر فرمایا،

"از بستی نظام الدین۔ (صرف دعا اور توجہ ہمت کی طمع میں عریضہ ارسال ہے)

عزیز محترم ــــ زادت محاسنکم ــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ"

بندۂ ناچیز رمضان المبارک میں نوح اور فیروزپور، جھرکہ ملک ہیں تمام مساجد کے اندر سنت اعتکاف جو سنت کفایہ ہے اس کی ادائیگی کی ترغیب اور علم دین کے سیکھنے کے لیے جس کی مقدار کم سے کم نماز کی ضروریات سیکھنے کی مقدار ہر ایک شخص کے لیے بڑا اہم فریضہ ہے اس فریضہ کا طلب علم کے لیے بصورت تبلیغ فی گھر ایک آدمی کا نکلنے کو جز، زندگی بنانے کی کوشش کے لیے دونوں جگہ چلا گیا ناچیز اپنی سی کوشش کر کے چلا آیا۔ امید ہے کہ دونوں امر اللہ چاہے نتیجہ خیز ہوں گے، لیکن آپ سے دعا کا طالب ہوں کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کوشش میں ہر طرح کی کامیابی نصیب فرماویں یعنی خلوص نصیب فرما کر موجب قرب اور باعث رضامندی وخوشنودی اور سبب ترقی درجات بھی فرماویں اور ہماری کوششوں کو مشکور فرماویں۔ اور نیز یہ مقصد مسلمانوں کا عام مقصد ہو کہ عرب وعجم میں مسلمانوں کا جز، زندگی بن جاوے۔ بندہ کے نزدیک اصل جہاد یہی ہے، جہاد اور چیز ہے، قتال اور چیز ہے۔ بہر حال آپ اس طرف توجہ اور ہمت فرمائیں۔ اس سال رمضان المبارک کے بعد لوگوں کے کثرت کے ساتھ تبلیغ کے لیے نکلنے کی امیدیں ہیں۔ حق تعالیٰ اپنی بہترین نصرت ورحمت و کامل ترین وسعت مغفرت شامل حال رکھیں۔ فقط والسلام

بندہ ناکارۂ دوجہاں محمد الیاس عفی عنہٗ

بقلم: حبیب الرحمٰن (مہر ڈاک خانہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۴۰ء مطابق ۲۲ر رمضان ۱۳۵۹ھ)"

۴ــــــ ۸، ۹، ۱۰ر ذی قعدہ ۱۳۶۰ھ (۲۸ تا ۳۰ر نومبر ۱۹۴۱ء) میں قصبہ نوح میں ایک بڑا تبلیغی اجتماع ہوا! اس سے قبل اتنا بڑا اجتماع میوات میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ شرکاء اجتماع تقریباً پچیس ہزار تھے۔ شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی، حضرت شیخ رح، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب

دہلوی، مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ، مولانا سید ابوالحسن علی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا عبداللطیف صاحب ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، خان بہادر، الحاج رشید احمد صاحب حاجی وجیہہ الدین صاحب، جناب الحاج محمد شفیع صاحب قریشی بھی اس اجتماع میں شریک تھے بیرونی مہمانوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی جن کے قیام وطعام کا انتظام مدرسہ معین الاسلام میں تھا، نماز جمعہ کی امامت حضرت اقدس مدنی ؒ نے فرمائی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بھی اس اجتماع میں شریک تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ جلسہ، جلسہ سے زیادہ ایک زندہ خانقاہ معلوم ہوتا تھا، جس میں عبادت و ذکر، نمازوں کی پابندی اور ذوق، نوافل کے ساتھ چستی و مستعدی جفاکشی و مجاہدہ سادگی اور بے تکلفی، تواضع و خدمت اہل علم و دین کی توقیر اور اسلامی اخلاق کے مؤثر مناظر دیکھنے میں آئے تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے بھی اپنے روزنامچہ میں اس اجتماع کو اہم بتلاتے ہوئے مختصر الفاظ میں یہ یادداشت قلم بند فرمائی ہے۔

> "سفر میوات اہم جلسہ تبلیغ در نوح روانگی زکریا ناظم صاحب۔ قدوسی بارہ بجے دوپہر، اور حضرت مدنی پانچ بجے شام و قیام جملہ در نظام الدین و روانگی جملہ مع حضرات دہلی صبح جمعہ در کار و لاری۔ تقریر حضرت مولانا مدنی بعد جمعہ واپسی بعد عصر و تقریر مولوی منظور نعمانی شب شنبہ و مولوی طیب و مولوی فخر الحسن صبح شنبہ آمد و رفت مولوی طیب در کار۔ شیخ رشید احمد و مفتی کفایت اللہ صاحب و مولانا احمد سعید در کار، حاجی نسیم و تقریر ہر دو شب یک شنبہ و حاج عبدالرحمٰن دہلوی۔۔۔ ابوالحسن و مولوی زکریا قدوسی صبح یک شنبہ تا دو بجے، و ختم جلسہ واپسی ناظم مولانا عبداللطیف صاحب در کار حاجی نسیم و مولوی زکریا قدوسی مع مدرسین فتح پور در کار حاجی وجیہہ الدین و روانگی زکریا و چچا جان مع رفقا، در لاری شب دو شنبہ و ابوالحسن ندوی مع ۱۳ نفر طلبۂ آمد شب نظام الدین شب جمعہ واپسی لکھنؤ، شام سہ شنبہ دو دسمبر ۱۹۳۹ء"

۵ ــــــ مذکورہ اجتماع کے کچھ عرصہ بعد ایک بڑا اجتماع اس قصبہ نوح میں دوبارہ منعقد

ہوا جس کی خصوصیت یہ تھی کہ یہ پوری جماعت ایک ماہ تک مختلف علاقوں اور اہم قصبات میں جاجاکر محنت کرتی اور وہاں سے جماعتوں اور افراد کی تشکیل کرتی رہی' آٹھ آٹھ دن کے لیے جماعتوں کی چلت پھرت کا جو نقشہ بنا وہ یہ تھا۔

سوھنہ ضلع گڑگاؤں ———— میں پہلا ہفتہ

تاوڑ ضلع ———— میں دوسرا ہفتہ

نگینہ تحصیل فیروزپور ———— میں تیسرا ہفتہ

یہ جماعت جمعہ کے دن ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتی تھی حضرت مولانا بھی ... نظام الدین سے ہر جمعہ کو اس جماعت کے پاس پہنچ کر اگلے جمعہ تک نظام طے فرما دیتے تھے۔

مدارس عربیہ میں کام کا آغاز اور حکمت عملی

حضرت مولانا کا روز اول ہی سے یہ رجحان اور قلبی تقاضا تھا کہ اہل علم حضرات اور مدارس عربیہ کے ذمہ دار اصحاب اس دعوت و تبلیغ کی محنت کو اپنائیں اور اس کام کو علوم نبوت کے حصول میں پختگی اور مضبوطی کا ذریعہ اور سبب سمجھیں۔ اور اسلاف کے طرز پر علم نبوت اور عمل نبوت کو جمع کرنے والے بن جائیں۔ چنانچہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو ایک موقع پر اس کی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"عرصہ سے میرا اپنا خیال ہے کہ جب تک علمی طبقہ کے حضرات اشاعت دین کے لیے خود جاکر عوام کے دروازوں کو نہ کھٹکھٹائیں اور عوام کی طرح یہ بھی گاؤں گاؤں اور شہر شہر اس کام کے لیے گشت نہ کریں اس وقت تک یہ کام درجہ تکمیل کو نہیں پہونچ سکتا۔ کیوں کہ عوام پر جو اثر اہل علم کے عمل و حرکت سے ہوگا وہ ان کی دھواں دھار تقریروں سے نہیں ہو سکتا۔ اپنے اسلاف کی زندگی سے بھی یہی نمایاں ہے جو کہ آپ حضرات اہل علم پر بخوبی روشن ہے۔"

حضرت مولانا خود بھی اپنے وقت کے علماء و مشائخ کو اس طرف متوجہ فرماتے رہے اور مدارس کے ارباب اہتمام کو دعوت دیتے رہے، چنانچہ ۱۱ محرم ۱۳۶۱ھ (۲۹ جنوری ۱۹۴۲ء) میں اسی مقصد کو لے کر دہلی کے قدیم علمی ادارہ مدرسہ امینیہ تشریف لے گئے' آپ کی آمد پر حضرت مولانا مفتی ———

کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند نے تمام اساتذہ و طلبہ کو جمع کر کے کام کی اہمیت و ضرورت پر تقریر فرما کر حضرت مولانا کی تائید و تحسین فرمائی۔

ایسے ہی دار العلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ، اور مظاہر علوم سہارنپور کے متعلق آپ کی دلی خواہش تھی کہ ان علمی اداروں میں بھی دعوتی کام کی جڑیں گہری اور مضبوط ہو جائیں چنانچہ ۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ھ (۲۲ر مئی ۱۹۴۲ء) میں حضرت شیخ کو ایک مفصل گرامی نامہ دیوبند کے متعلق تحریر فرما کر یہ مشورہ دیا کہ حضرت مولانا طیب صاحب اور حضرت عالی مولانا مدنی کے زیر سایہ اور ان کی توجہات کو ساتھ لے کر مولوی عبد اللہ بلیاوی جو اس وقت مظاہر علوم میں زیر تعلیم تھے، ایک وفد کے ساتھ حضرات کو دیوبند جا کر کوشش کریں۔

جامعہ مظاہر علوم کے متعلق مولانا عبد اللطیف صاحب، مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب مولانا امیر احمد صاحب اور سب سے بڑھ کر حضرت شیخ کو متواتر تحریض و ترغیب دیتے رہتے۔ ایک مرتبہ اپنے گرامی نامہ میں حضرت شیخ کو یہ جملہ بھی تحریر فرمایا کہ۔

"مدرسہ کی خیر چاہو تو تبلیغ میں جس قدر ہو سکے مدرسین کو لگاؤ، اس کی برکات سوچو اور قوت سے متوجہ کرو۔"

مختلف علمی جامعات و اداروں میں کام اگرچہ شروع ہو چکا تھا لیکن حضرت مولانا چاہتے تھے کہ نظم و ضبط اور اصول کے ساتھ یہ کام ہو اس مقصد کے لیے حضرت مولانا کی تحریک پر تین ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ مطابق ۲۹ر مارچ ۱۹۴۴ء چہار شنبہ میں ایک اہم مشورہ نظام الدین میں ہوا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس مشورہ کی تفصیل اپنے روزنامچہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"آج یکم ربیع الثانی میں حضرت رائے پوری دفعۃً چار بجے شام لدھیانہ سے (سہارنپور) تشریف لائے۔ یہ تشریف آوری چچا جان کی طلب پر ہوئی تھی ——— دو ربیع الثانی سہ شنبہ ۷ بجے صبح مع زکریا دہلی روانگی ہوئی۔ اور اسی دن شام چار بجے ناظم (مولانا عبد اللطیف) صاحب، قاری سعید صاحب اور دیوبند سے مولانا طیب صاحب، مولانا اعزاز علی صاحب دہلی روانہ ہوئے۔ چند سال سے چچا جان پر علماء میں کام کی ترقی پر بہت اصرار ہو رہا ہے۔ چہار شنبہ کی صبح میں

نظام الدین میں مشورہ ہوا جس میں مفتی کفایت اللہ صاحب، مولوی شفیع صاحب مدرسہ عبدالرب اور مولوی سجاد صاحب بھی شریک ہوئے۔ بحث و تحیص کے بعد طے پایا کہ دس طلبہ اور دو اساتذہ دارالعلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور سے لیے جائیں اور ان کو بھیجا جائے۔ مشورہ سے فراغ پر باقی حضرات ۴ ربیع الثانی پنج شنبہ میں لوٹ گئے۔ اور زکریا مع حضرت رائے پوری ۹ ربیع الثانی صبح سہ شنبہ میں واپس ہوا۔"

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اپنی تالیف مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت میں اس مشورہ کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں۔

"ایک مرتبہ مولانا کے تقاضے سے مدارس کے علماء اور ارباب اہتمام بھی جمع ہوئے اور اس پر مشورہ کیا کہ ان کے مدارس اس کام میں کیا حصہ لے سکتے ہیں۔ مولانا طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب، مولانا محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ عبدالرب دہلی، مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، مولانا اعزاز علی صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے اس مجلس مشاورت میں شرکت کی۔

مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری بھی نظام الدین تشریف لے آئے اور نظام الدین کی رونق دوبالا ہو گئی۔"

اس مجلس مشاورت میں طلبۂ مدارس عربیہ کے لیے جو اہم ضابطہ اور لائحہ عمل تیار ہوا وہ یہ تھا۔

"اس تحریک کا خلاصہ یہ ہے کہ مدرسہ کی تعلیم کے زمانہ میں جو کچائی باقی رہ گئی ہے اس کو دور کرنے کے لیے کلمہ، نماز، چھوٹوں بڑوں کے آداب باہمی حقوق درستی نیت، اور لغزش کے موقعوں سے بچنے کے ساتھ علم و عمل سیکھنے کے لیے ان اصول کے ساتھ اپنے بڑوں سے لیتے ہوئے ان لوگوں کے پاس جائیں جو ان سے بالکل محروم ہیں۔ تاکہ ان کی کچائی دور ہو جائے اور ان کو واقفیت حاصل ہو۔"

ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ میں ہونے والے اس مشورہ کی صدائے باز گشت جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں بھی سنی گئی اور یہاں کے اکابر حضرات اساتذہ حضرت شیخ، مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی، مولانا امیر احمد صاحب وغیرہ نے باہمی مشورہ و گفتگو سے طلبۂ مظاہر علوم کے لیے یہ لائحہ عمل تیار کیا۔

۱ ــــــ ہر جمعہ کو طلبہ کی جماعت جو کہ پہلے سے دیہات میں گشت کر رہی ہے اس کا اہتمام کیا جاوے اور زیادہ سے زیادہ اس کے وسیع کرنے کی جو صورت ہو سکتی ہو اس کی سعی کی جاوے۔

۲ ــــــ حضرات مدرسین اس کی تحریض و ترغیب طلبہ میں شروع فرماویں کہ تعطیل کا زمانہ زیادہ سے زیادہ طلبہ کا نظام الدین میں گذرے۔

۳ ــــــ اس سال کے فارغ التحصیل طلبہ میں سے جو لوگ کچھ تبلیغ کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوں یا اس کام سے مناسبت رکھنے کا داعیہ رکھتے ہوں جن کی تصدیق مولانا امیر احمد صاحب اور مفتی محمود صاحب فرمادیں ان کو ایک سال کے لیے وظیفہ دے کر تبلیغ کے لیے روکا جائے۔ ان کا ایک مہینہ نظام الدین میں گذرے اور ایک مہینہ سہارنپور میں بھی، مسلسل سال بھر تک رہے۔ ان کے وظیفہ کا تعلق مدرسہ سے ہوگا۔ ایک سال اس نمبر پر تجربہ کرنے کے بعد آئندہ سال کوئی دوسری رائے قائم کی جائے۔

۴ ــــــ ہر مہینہ کا پہلا دوشنبہ تبلیغی مشورہ کے لیے تجویز ہو جس میں مولانا امیر احمد صاحب کو اطلاع کر کے اہم امور پیش کر دیا کریں اور نظام الدین سے آمدہ اہم خطوط سنا دیا کریں۔ (فقط)

جامعہ مظاہر علوم کے رئیس الاساتذہ مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی (م۔ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ) کو دعوت و تبلیغ کی اس عالی محنت سے بڑی مناسبت اور شیفتگی تھی۔ کثرت سے دعوتی اسفار کرتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے ساتھ بھی متعدد اسفار بھی کیے۔ حضرت کی امارت میں جو جماعت پہلی مرتبہ کانپور گئی اس میں مولانا مرحوم بھی شامل تھے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اپنی تالیف دینی دعوت میں سہارنپور اور جامعہ مظاہر علوم سے حضرت مولانا کے اس تعلق وربط کی مزید وضاحت اس طرح فرماتے ہیں۔

"مولانا سہارنپور کے دینی وعلمی مرکز کو نظرانداز نہیں کرنا چاہتے تھے، وہاں کے اہل علم و اہل دین کو اور عام مسلمانوں کو اپنے کام میں زیادہ سے زیادہ شریک کرنا چاہتے تھے، زبانی دعوت اور تحریک تو برابر ہی فرمایا کرتے تھے اور مدرسہ مظاہر علوم کے اساتذہ اور معلمین مولانا سے شخصی طور پر سب سے زیادہ واقف اور آپ سے مانوس اور قریب تر بھی تھے، نیز میوات کے جلسوں میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور جناب مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم کے علاوہ بھی مدرسہ کے اساتذہ و مدرسین برابر شرکت کرتے تھے۔ اور مولانا کی دعوت وطلب پر ہمیشہ نظام الدین پہنچ جاتے تھے لیکن اب مولانا نے اس مقدار کو بڑھانے کے لیے سہارنپور کی طرف تبلیغی جماعتوں کا خاص رخ کر دیا۔

مولانا نے مدرسہ مظاہر علوم کے اساتذہ کے ساتھ سہارنپور کے نواح بہٹ، مرزاپور، سلیم پور، اور دوسرے دیہاتوں اور مواضعات میں تبلیغی دورے فرمائے اور جلسے کیے۔

۱۳؍ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ سے ۲۰؍ جمادی الثانی تک ایک بڑی جماعت کے ساتھ کاندھلہ کے نواح کے دیہاتوں میں دورے کیے اور جماعتیں قائم کیں۔ شیخ الحدیث صاحب بھی اس سفر میں ہمراہ تھے اس سفر میں مولانا پر حقوق الوطن کا بہت غلبہ تھا۔ مولانا کے نزدیک ان حقوق کی ادائیگی کی کوئی اور صورت اور اہلِ وطن کے لیے اس تبلیغ سے بہتر کوئی اور سوغات اور تحفہ نہیں تھا۔

۱۳۵۹ھ میں قرار پایا کہ میوات کی جماعتوں کا تسلسل سہارنپور میں رہنا چاہئے اور پہلی جماعت جب جائے تو دوسری آجائے۔ ایک سال تک مدرسہ کے مکانات میں (جماعتوں کا) قیام رہا، محرم ۱۳۶۰ھ سے مستقل اس کے لیے ایک مکان کرایہ پر لیا گیا، مگر چند ماہ بعد وہ چھوٹ گیا۔ آخر ۱۳۶۲ھ تک مسلسل چار سال تک

یہ دور رہا[1]

محرم ۱۳۶۱ھ میں حضرت مولانا نے ایک جماعت تھانہ بھون[2] بھیجی تو اس موقع پر ایک بڑا وقیع اور زور دار خط حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو تحریر فرمایا۔ اس خط میں کام کی وسعت اور فروغ پر مسرت و خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ تھانہ بھون جانے والی جماعت کی نصرت پر بھی متوجہ فرمایا۔ خط کی ابتداء میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے لیے جو القاب و آداب تحریر فرمائے گئے ہیں وہ بھی بطور خاص توجہ کیے جانے کے لائق ہیں۔

”بخدمت شریف مکرم و محترم بندہ جناب الحاج الحافظ جناب مولانا عبد اللطیف صاحب و گرامی قدر عزیز محترم منبع الاخلاق والشیم، معدن جود و کرم، مخزن فضل و علم مولانا شیخ الحافظ الحاج شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب و دیگر دردمندان دین متین حاملان علم النبی الامین حضرات مدرسین جعلنا اللہ وایاکم بحبل اللہ المعتصمین وعلی الاعتصام مجتمعین لا متفرقین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ حضرات کی برکات اور آپ کی خوبی اعانت اور پُرخلوص دستگیری سے یہ امر تبلیغ جس مقدار کو پہنچ گیا ہے وہ الحمد للہ ثم الحمد للہ کیفاً یعنی قلوب میں عظمت اور قدر کے اعتبار سے بہت کچھ ہے۔ یہ چیز تو صاف صاف بمنزلۂ عالم گیر ہے۔ حضرات عالی کی اس بارے میں سعی کا قدم ذرا عملی ظہور پذیر ہو، تو انشاء اللہ وہ قدر عملی جامہ

---

[1] دینی دعوت

[2] تھانہ بھون اور اس کے قرب و جوار میں جماعتیں حضرت مولانا کے حکم سے گذشتہ کئی سالوں سے جاری تھیں ۱۰ ارمحرم ۱۳۵۸ھ (۱۰ مارچ ۱۹۳۹ء) میں ایک جماعت جب وہاں بھیجی گئی تو حضرت اقدس تھانوی قدس سرہٗ نے یہ یادگار جملہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے یہاں کے قواعد سے مستثنیٰ ہو۔ یکم صفر (۲۳ مارچ) میں یہ جماعت تھانہ بھون سے دیوبند پہنچی اور اسی تاریخ میں حضرت مولانا نے دہلی سے دیوبند تشریف لا کر اس جماعت کی نصرت فرمائی اور دار العلوم کی دار الحدیث میں بعد نماز عشاء اساتذہ و طلبہ سے خطاب فرمایا

میں مضبوطی کا راستہ پکڑے۔

حضرات اگر ان کی آمد کو اپنی کوشش کا ذریعہ اور اپنا ہاتھ پاؤں بنا دیں یعنی اپنی نگرانی سے ان کے ذریعہ اپنے زیر اثر محلوں میں اس طرز زندگی کی دعوات کیلیے پنچایتیں کرانے کی کچھ عملی حرکت شروع فرمادیں تو اس قوم (میو) میں خصوصاً اور اس ضمن میں اطراف عالم دین کے جونسے شعبہ کی کوشش کرلیں گے وہ اس میں پھیل سکتا ہے۔

اس جمعہ کو کچھ جماعتیں تھانہ بھون بھی پہونچی ہوئی ہوں گی۔ انشاء اللہ العزیز وہ جگہ بہت نازک ہے، اگر کچھ یہاں سے اپنے حضرات چلے جائیں تو وہ حضرت (تھانوی) کی زیارت بھی کرلیں گے، اور ان کی تسلی کا بھی باعث ہوں گے اور حضرت عالی کی بارگاہ کے لیے ان غرباء کے واسطے حسن وساطت کا بھی باعث ہوں گے۔

میرے خیال میں مولوی زکریا صاحب، قدوسی اور جناب ہمارے مولانا اسعد اللہ صاحب بہت مناسب رہیں گے۔ فقط والسلام

بندۂ ناچیز خاکسار ناکارۂ دو جہاں، آپ کا خادم محمد الیاس عفی عنہ ۱۰ر محرم الحرام ۱۳۶۱ھ

حادثہ وفات

حضرت مولانا ابتداء سے ہی کمزور اور ضعیف الجثہ تھے۔ مجاہدات کی کثرت متواتر مشغولیت، دعوتی اسفار اور راحت و آرام کے فقدان نے مزید نحیف کردیا تھا، ذی قعدہ ۱۳۶۲ھ (نومبر ۱۹۴۳ء) میں آنتوں کی شکایت اور پیچش کا عارضہ بھی لاحق ہوگیا تھا۔ ان تمام عوارض و آلام کے ساتھ ساتھ وہ درد والم اور غم وحزن مسلسل بے چین کیے رکھتا تھا جو دین کے ضعف اور اس کی ناقدری اور اہل دین کے استخفاف کے عام ماحول کی وجہ سے آپ کے رگ وپے میں سما گیا تھا۔ مارچ ۱۹۴۴ء (ربیع الاول ۱۳۶۳ھ) میں ضعف میں بے حد اضافہ ہوا، کہ امامت سے بھی معذور ہوگئے تاہم دو آدمیوں کے سہارے جماعت میں شامل ہوتے رہے لیکن معمولات تبلیغ اور اوراد و وظائف اسی طرح اہتمام کے ساتھ پورے ہوتے رہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ مرض الوفات تک آپ کا معمول ذکر بالجہر کا نہیں چھوٹا، تمام سال تہجد کے بعد ذکر کیا کرتے تھے، اور ماہ مبارک میں عصر سے مغرب تک ذکر کرتے وقت ان کے ذکر میں ایسی حلاوت

وتراوٹ محسوس ہوتی تھی کہ سننے والوں کو بھی بہت صاف محسوس ہوتی تھی۔
اجتماعی معمولات کے ساتھ انفرادی و شخصی معمولات کی بھی اپنے خدام و مقیمین مرکز کو آخر تک تاکید و ہدایت فرماتے رہے اسی کا یہ اثر تھا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی مرتب کردہ فہرست کے مطابق آپ کے حادثۂ وفات کے موقع پر ایسے بیس اصحاب مرکز میں موجود تھے جو بڑے اہتمام سے ذکر کرتے تھے۔

حضرت مولانا کی آخری علالت کا آغاز ۵ رجمادی الاول ۱۳۶۳ھ (۲۰ / ۲۹ اپریل ۱۹۴۴ء) میں شدید دورہ سے ہوا۔ جس سے تقریباً دو گھنٹے غشی کی کیفیت رہی۔ کافی دیر کے بعد آنکھیں کھولی تو زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔ الحق یعلو الحق یعلو الحق یعلو و لا یُعْلٰی پھر بلند آواز سے خوش الحانی اور ترنم کے ساتھ یہ آیت شریفہ پڑھی۔ کان حقا علینا نصر المؤمنین (ایمان والوں کی مدد کرنا ہمارا حق ہے)۔ اسی تاریخ میں حضرت شیخ دہلی تشریف لے گئے اور متواتر پندرہ روز قیام فرما کر سہارنپور واپس ہوئے۔ تیس جمادی الثانی (۲۲ رجون ۱۹۴۴ء) میں دوسری مرتبہ دہلی تشریف لے گئے اور ۸ ررجب میں دو دن کے لیے سہارنپور آکر حضرت رائے پوری کی معیت میں دہلی تشریف لے گئے اور وفات تک وہیں مقیم رہے۔

وفات سے کچھ یوم قبل ضعف کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مشکل ہو گیا تو چارپائی مسجد میں صف کے کنارے لگائی جانے لگی اور آپ اس طرح جماعت سے نماز ادا فرمانے لگے۔

۱۹ ررجب (۱۱ رجولائی) میں صبح کے وقت زمزم پیتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ مشہور دعا پڑھی۔ اللهم ارزقني الشهادة في سبيلك واجعل موتي في بلد رسولك (یا اللہ مجھے اپنے راستہ میں شہادت مرحمت فرما اور میری موت اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ منورہ میں عطا فرما)

علالت کی اسی شدت کے دوران فرمایا کہ میرے پاس ایسے لوگ رہنے چاہئیں جو شیاطین اور ملائکہ کے اثرات میں امتیاز کر سکیں۔ مولانا انعام الحسن صاحب سے فرمایا کہ یہ دعا کس طرح سے ہے اللهم ان مغفرتك، جواباً آپ نے پوری دعا پڑھ کر سنا دی اللهم ان مغفرتك اوسع من ذنوبي و رحمتك ارجى عندي من عملي (یا اللہ آپ کی مغفرت میرے گناہوں

سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے اپنے عمل کے مقابلہ میں آپ کی رحمت کا زیادہ بھروسہ ہے، یہ دعا برابر آپ کے ورد زبان رہی، انتقال سے چند یوم قبل فرمایا کہ لوگ آدمی چھوڑ کر جاتے ہیں میں اپنے پیچھے الحمدللہ پورا ملک چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

انتقال سے تھوڑی دیر قبل مولانا یوسف صاحب کو یاد فرمایا، وہ تشریف لائے تو فرمایا: یوسف آ مل لے، ہم تو چلے۔ اس ملاقات کے بعد اذان صبح سے پہلے انتقال فرما گئے رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔ انتقال کی تاریخ ۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ (۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء) پنجشنبہ ہے۔

تجہیز و تکفین کے موقع پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہٗ مجمع کی کثرت نماز جنازہ کی تفصیل کا آنکھوں دیکھا حال اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"شہر میں عام اطلاع ہو گئی تھی اور لوگوں کی آمد صبح سے شروع ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر میں بڑا مجمع ہو گیا وہ مجمع جس کو مولانا کبھی فارغ نہیں دیکھ سکتے تھے، شیخ الحدیث صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کا حکم ہوا کہ لوگوں کو نیچے میدان میں جمع کیا جائے اور ان سے خطاب کیا جائے وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کے مضمون سے بڑھ کر اس موقع کے لیے تعزیت اور موعظت کیا ہو سکتی تھی۔ مولانا ظفر احمد صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب نے بھی لوگوں کو صبر و استقامت کی تلقین کی اور نصائح فرمائے۔

مجمع برابر بڑھ رہا تھا ظہر کی نماز کے وقت بے اندازہ مجمع تھا، حوض کا پانی وضو کرنے والوں کی کثرت سے نیچا ہو گیا، مسجد کی تمام وسعتیں زیریں و بالائی حصے بالکل بھر گئے، جنازہ نماز پڑھنے کے لیے باہر لایا گیا۔ مجمع قابو اور نظم و ضبط سے باہر تھا، بلیاں باندھ دی گئی تھیں تاکہ لوگ کاندھا دے سکیں، بمشکل بڑی کشمکش کے بعد جنازہ درختوں کے نیچے لایا گیا۔ شیخ الحدیث صاحب نے نماز پڑھائی اور دفن کے لیے جنازہ واپس ہوا۔ مسجد کے اندر پہنچنا مشکل تھا بہت سے لوگ رسیاں ڈال ڈال کر اندر پہنچے، مسجد کے جنوبی مشرقی گوشہ میں باپ اور بھائی کے پہلو میں لحد تیار تھی، بڑی مشکل اور کشمکش سے جنازہ

قبر تک پہنچا، نعش قبر میں اتار دی گئی اور دین کی یہ امانت خاک کے سپرد کی گئی سورج جب غروب ہوا تو دین کا یہ آفتاب جس کی تابش سے ہزاروں خاک کے ذرّے چمک اٹھے تھے، اور دور دور تک دین کی حرارت پیدا ہو گئی تھی، خاک میں ڈھل ہو چکا تھا۔" (دینی دعوت)

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے جو حضرت مولانا کی علالت کے زمانہ میں کثرت کے ساتھ دہلی تشریف لے جاتے رہے اور سانحہ ارتحال کے موقع پر آپ دہلی میں ہی قیام پذیر تھے، اپنی یادداشتوں (روزنامہ اور تاریخ کبیر وغیرہ) میں حضرت مولانا کی علالت، سانحۂ وفات، تجہیز و تکفین اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی امارت و جانشینی کے متعلق بڑی اہم تفصیلات سپرد قلم فرمائی ہیں، بہتر معلوم ہوتا ہے کہ بنروار انکو مرتب شکل میں یہاں پیش کر دیا جائے۔ تحریر فرماتے ہیں:

ا۔۔۔ چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کی طویل بیماری کے پیش نظر حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کئی مرتبہ نظام الدین تشریف لے گئے، آخری دو ایک پھیروں میں مجھ سے فرمایا کہ مولوی یوسف کو ذکر و شغل کی تاکید کیجیے۔ مگر وہ مرحوم اپنے علمی مشغلہ میں بہت منہمک رہتا تھا، حضرت اقدس رائے پوری کی آخری تشریف آوری ۱۱ر رجب ۱۳۶۳ھ (جولائی ۱۹۴۴ء) دوشنبہ کو ہوئی۔ اس وقت انھوں نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حضرت سے کہہ کر مولوی یوسف کو اجازت دلوا دو۔ میں نے عرض کیا کہ ابھی اس نے کچھ کیا کرایا نہیں۔ حضرت نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، تمہاری بہت چیزوں کی ابتداء وہاں سے ہوتی ہے جہاں ہماری انتہا ہوتی ہے۔ اس کے بعد خود چچا جان سے بھی ارشاد فرمایا۔

چچا جان (حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) کا انتقال ۲۱ر رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳ر جولائی ۱۹۴۴ء پنج شنبہ کو صبح کی اذان کے وقت ہوا۔ اس سے دو روز قبل چچا جان نے ارشاد فرمایا کہ میرے آدمیوں میں سے یہ چند قابل اجازت ہیں۔

(۱) حافظ مقبول حسن صاحب (۲) قاری داؤد صاحب (۳) مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی (۴) مولوی محمد یوسف صاحب کاندھلوی (۵) مولوی محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی (۶) مولوی سید رضا حسن صاحب بھوپالی۔ ان میں سے تم اور حضرت

رائے پوری کے مشورہ سے جس کو تجویز کرو، میرے سامنے ہی بیعت کرا دو۔ میری رائے حافظ مقبول کے متعلق تھی اس لیے کہ وہ بہت قدیم اجازت یافتہ تھے اور بہت عرصہ سے انہماک سے ذکر و شغل کرتے تھے، لیکن حضرت رائے پوری کی رائے مولوی یوسف کے متعلق تھی۔ چچا جان نور اللہ مرقدہ کے سامنے جب دونوں رائیں آئیں تو انھوں نے فرمایا اہل میوات جتنا یوسف پر جمع ہو سکتے ہیں اور کسی پر نہیں ہو سکتے۔ میں نے کہا بس ونتیٔن ہے۔

۳ ــــــ بسم اللہ الرحمن الرحیم، آج صبح حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب کا یہ پیام پہونچا کہ میری جماعت میں بہت سے اہل ہیں، شیخ الحدیث اور مولانا ظفر احمد صاحب جس کو ان میں سے منتخب کریں، اس سے ان لوگوں کی بیعت کرا دیں جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ پھر یہ پیغام بھیجا کہ مجھے چند لوگوں پر (جن کے نام بھی بتلائے تھے) اعتماد ہے، بعد ظہر ہم اس ارشاد کی توضیح کے لیے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں یہ پیام پہونچا تھا کہ مجھے ان چند لوگوں پر اعتماد ہے۔ اس اعتماد کا مفہوم خلافت اور اجازت تھی۔ یا کیا تھا، سکوت کے بعد فرمایا کہ مولوی شفیع الدین صاحب نے قاری داؤد اور حافظ مقبول حسن پر اعتماد کیا تھا، اس وقت میں نے ان کے احترام کی وجہ سے کہ حرم کے رہنے والے ہیں۔ ان کو اجازت دے دی تھی۔ مگر اب مجھے ان پر پہلے سے بہت زیادہ اعتماد ہے اور ان کے علاوہ اور بھی چند لوگوں پر اعتماد ہے۔ مولوی یوسف میں استعداد بہت ہے میں نے اس کو پاس انفاس بتلایا ہے اور بہت دنوں سے کر رہا ہے، سید رضا بھی ذکر و شغل میں لگے ہوئے ہیں اور سوزش و درد سے کام کرتے ہیں، مولوی احتشام کو میں نے اجازت دے دی ہے مگر ایک شرط کے ساتھ جو انھیں نے معلوم کر لینا (مولوی احتشام کو وہ شرط یاد نہ آئی تو ہمارے دریافت کرنے پر) پھر فرمایا کہ وہ شرط یہ ہے کہ علماء کا احترام کریں، علماء سے نیاز مندی کا تعلق رکھیں، ہمارے مزید دریافت کرنے پر فرمایا کہ مولوی انعام بھی بہت اچھے ہیں، انھوں نے بھی ذکر و شغل بہت کیا ہے۔ یہ بھی اسی قبیل سے ہیں، البتہ علم کا احترام زیادہ ہے، ہم نے عرض کیا کہ

ہم تینوں کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ مولوی محمد یوسف سلمہٗ کو اجازت دے دیں کیوں کہ ہمارے نزدیک ان میں شرائط اجازت موجود ہیں، عالم ہیں باعمل ہیں، متورع ہیں اور ہمیں امید ہے کہ وہ اپنی تکمیل کر لیں گے۔ اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی اس شرط سے اجازت دی جائے کہ وہ اپنی تکمیل سے غافل نہ ہوں۔ فرمایا، ہاں جو آپ تینوں کی رائے ہے، بہت مبارک ہے اور تکمیل کے لیے تم خود ان سے تاکید کے ساتھ کہہ دینا۔

سلسلہ کا قیام یوں ہی رہتا ہے اس کے بعد فرمایا کہ یہ میری طرف سے نہیں بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سمجھنا چاہیے، پھر دعا فرمائی کہ اے اللہ ان تینوں صاحبوں نے جو تجویز کی ہے، اس میں برکت فرما اور جو اس میں ہم سے کوتاہی ہوئی ہو۔ اس کو معاف فرما اور ہمیں خلوص عطا فرما۔ اس کے بعد ہم نے عرض کیا کہ جو لوگ اس وقت بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ان کو آپ ہی بیعت فرمالیں جس کی صورت یہ ہو کہ کپڑے کا ایک سرا حضرت کے ہاتھ میں ہو اور بیعت ہونے والوں کو ایک شخص کلمات بیعت تلقین کرتا ہے۔ فرمایا نہیں، اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بہت گر گیا ہوں، مجھے بہت تعب ہوگا، ہم نے عرض کیا کہ پھر اعلان کر دیا جائے کہ جو بیعت ہونا چاہیں وہ مولوی یوسف صاحب سے بیعت ہو جائیں، وہ بیعت حضرت ہی سے ہوگی، فرمایا ہاں مناسب ہے۔ اور آپ تینوں کا ہاتھ اس پر ہوگا۔

ظفر احمد عفی عنہ تھانوی

۲۰ رجب ۱۳۶۳ھ ۱۲ جولائی ۱۹۴۴ء بروز چہار شنبہ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی آخری تحریر)

۴ ـــــ بدھ کے روز چار بجے کے قریب حضرت رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً ورفع درجاتہ فی الآخرۃ والدنیا ورزقنا حبہ واتباعہ حق الحب والاتباع۔ بندہ داہنی جانب بیٹھا ہوا تھا آواز دی تو بندہ بائیں جانب چہرۂ انور کے متصل آبیٹھا۔ فرمایا حضرات کہاں ہیں، میں نے عرض کیا کہ مولوی احتشام صاحب کے حجرے میں مشورہ فرما رہے ہیں فرمایا تم اس مشورے میں شریک نہیں۔ میں نے عرض کیا اگر جناب اجازت فرما دیں تو میں جا بیٹھوں۔ فرمایا

تمہارے متعلق تو مشورہ ہے اور تم اس میں شریک نہیں، خیر جب بلاویں تو چلے جانا۔ پھر فرمایا۔ میرا تمہارا معاملہ کھیل ہو کر نہ رہ جائے، اہل اللہ کی طرف سے جو چیز ملا کرتی ہے وہ حق ہوتی ہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

دادوے را قابلیت شرط نیست ۔۔۔ بلکہ شرط قابلیت دادویست

پھر ارشاد فرمایا کہ علماء کے لیے قصیدہ بردہ اور شیم الحبیب کا مطالعہ عظمت و احترام کے ساتھ کہ بغیر عظمت و شوق کے بے کار ہے۔ شیم الحبیب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت منکشف ہوگی، اس کے بعد غالباً فرمایا قصیدے سے تعلق پیدا ہوگا۔ پھر فرمایا آخر شب میں قرآن شریف پڑھنے کی دعوت دیتے رہنا اور اپنے لیے اس کی صورت پیدا ہونے تک تمنا رکھنا۔ فقط۔

(حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ساتھ آخری گفتگو)

حضرت اقدس مدنی کا تعزیتی مکتوب

شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی، اس سانحہ کے موقعہ پر الٰہ آباد جیل میں تھے، ۶ر رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ (۲۶ر اگست ۱۹۴۴ء) میں رہائی کے بعد پندرہ رمضان المبارک میں نظام الدین تشریف لائے اور تعزیت فرمائی، نیز اس شب کی تراویح بھی حضرت رح نے مرکز کی مسجد میں پڑھائی۔ جیل کے زمانہ قیام میں آپ نے مولانا محمد یوسف صاحب کو جو تعزیتی مکتوب تحریر فرمایا، وہ یہ ہے۔

"جناب مولانا محمد یوسف صاحب زید مجدہم صاحبزادہ مولانا محمد الیاس صاحب مرحوم

وماکان قیس هلکه هلك واحد . ولکنه ارکان قوم تهدما

میرے عزیز محترم سلمکم اللہ تعالیٰ ورقاکم علیٰ اعلیٰ درجات الرضوان والقرب۔ آمین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جب کہ میرا قلب ان آرزؤں اور امیدوں سے بھرا ہوا تھا جن کو میں مولانا محمد الیاس صاحب کی ملاقات سے حاصل کرنے کا شرف حاصل کرنا اور احوال حاضرہ ان کی تقریب کی خوش خبری دے رہے تھے، ناگاہ مایوسی اور حزن

وملال سے اخبار انصاری نے یکایک مبدل کر دیا، دل پر سخت چوٹ لگی، یقیناً مولانا مرحوم کے لیے تو شادمانی کا سامان ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الٰی حبیبہ "ان اولیاء اللّٰہ لایموتون بل من دار الی دار ینتقلون۔

آج مرحوم کے لیے تو حضرات صحابہ رضوان اللّٰہ علیہم اجمعین کا سماں ہے جو کہ فرماتے ہیں غدا نلقی الاحبۃ محمد او حزبہ مگر ہم ناکاروں کے لیے ایسے ظل رحمانی کا اٹھ جانا سخت سے سخت جان کاہی کا موجب ہے۔

جب کہ ہم اجانب اور دور افتادوں کا یہ حال ہے، تو مرحوم کے متوسلین اور خصوصی اعزہ اور اشبال کرام کا کیا نہ ہوگا۔

مگر میرے عزیز حضرات! ہم کو ہر قدم پر قرآنی ہدایات اور سنن نبوی، اور اسلاف کرام رحمہم اللّٰہ تعالیٰ کے طرق کا اتباع کرنا اشد ضروری ہے، قدرت کی آنکھیں ہم سے اسی کی طلب گار ہیں ونبلونکم بالشر والخیر فتنہ۔ و لنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس الآیۃ

مجھ کو قوی امید ہے کہ آپ اور دوسرے اعزہ واحباب اس امتحان میں نہ صرف پاس ہوں گے بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری حاصل کریں گے۔

مرحوم ہمارے درمیان میں ودائع خداوندیہ میں سے عزیز ترین ودیعت تھے مالک نے ہم سے واپس لے لیا، اس لیے شکریہ کا موقع ہے، نہ کہ حزن وملال کا۔

— وما المال والاھلون الا ودیعۃ —— ولابد یوما ان ترد الودائع —

میرے عزیزو! اگرچہ ہمارے لیے اسلاف کرام نے منہاج قدیم پہلے سے مشعل کے طور پر مہیا کر دیا تھا، مگر مرحوم نے اس کی تجدید اور بہترین تجدید کر دی ہے۔ ہماری جدوجہد اور ہمارا نصب العین وہی ہونا چاہئے اور آپ کو بعزم راسخ تہد الجبال میدان میں ڈٹے رہنا چاہئے اور نعم الخلف کا طرۂ امتیاز حاصل کرنا چاہئے فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللّٰہ وما ضعفوا وما استکانوا کا مظاہرہ قول وعمل سے ہمیشہ کرتے رہنا چاہئے وفقکم اللّٰہ تعالیٰ وایانا

جمیعًا لما یحب ویرضیٰ۔

میں جانتا ہوں کہ میرا کچھ عرض کرنا حکمت بلقمان آموختن اور شعل بآفتاب نمودن کے مرادف ہے اور ممکن ہے کہ خدام بارگاہ کو ناگوار خاطر بھی گذرے، مگر حسب ارشاد وذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین۔ تذکیر کی جسارت کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب ادام اللہ ظلہ علینا اور اہلیہ محترمہ اور دیگر اعزہ و احباب کی خدمت عالیہ میں بھی بتاکید صبر وشکر مع سلام مسنون اور استدعا دعوات صالحہ پہونچادیں۔ والسلام عظم اللہ اجرکم وغفر میتکم وخلف علیکم بخیر۔ آمین۔ دور افتادہ نیاز مند قدیم

چراغ محمد[1] غفرلہ، ۱۲؍رجب ۱۳۶۳ھ"

حادثۂ وفات پر ایک مرثیہ

مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے حادثۂ وفات پر مولانا اکرام الحسن صاحب (والد ماجد مولانا انعام الحسن صاحب) نے ایک طویل مرثیہ لکھا جس میں حضرت کے اوصاف جلیلہ کے ساتھ ساتھ ان کی مرجعیت ومرکزیت اور دعوت وتبلیغ میں ان کی فکر وکڑھن کو مؤثر اور دل گداز انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ مرثیہ ایک سو تیرہ اشعار پر مشتمل ہے، یہاں اس کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

غم ابھی اے شاد حضرت تھانوی کا تازہ تھا
منتشر اپنے شکیب وصبر کا ــــــ شیرازہ تھا

ہوش میں لانے نہ پائے تھے حواسوں کو ابھی
جمع بھی کرنے نہ پائے تھے خیالوں کو ابھی

اضطراب قلب میں ہونے نہ پائی تھی کمی
بخیہ گر پر آرہی تھی چاک داماں کو ــــ ہنسی

خشک آنکھوں سے نہ ہونے پائے تھے آنسو ابھی
دفعتہً ہم پر یہ اک دوسری بجلی گری

رکھ دیا جس نے جلاکر ــــ خرمن صبر وقرار
دامن امید کو جس نے کیا ــــ اف تار تار

---

[1] یہ حضرت اقدس مدنی کا تاریخی نام تھا اور اکثر وبیشتر اخفا کے پیش نظر جیل وغیرہ سے لکھے جانے والے خطوط پر یہی نام تحریر فرماتے تھے

امت مرحوم بے سر ہوگئی ـــــ افسوس آج — لٹ گیا اسلامیانِ ہند کا ـــــ ناموس آج
مسلم خوابیدہ اب تو تو بھی کروٹ لے ذرا — پردۂ غفلت کو اپنے دل کی آنکھوں سے ہٹا
سال بھر سے دل کو تھا جس بات کا کھٹکا لگا — سن لیا کانوں سے اپنے آج آخر سن لیا
یعنی وہ شیخ طریقت، عاشق ربّ جلیل — نخل گلزار رشید د ـــــ میوۂ باغ جلیل
واقف اسرار فقر ـــــ وعالم دین ہدیٰ — باغبانِ گلشن ـــــ شرع محمد مصطفیٰ
وہ رگ باطن کا نشتر ـــــ حکیم بے نظیر — وہ طبیب حاذق امراض درمان ناپذیر
آج سنتے ہیں کہ اس دنیا سے رخصت ہوگیا — رہنمائے گمرہاں ـــــ حضرت الیاس ما
حضرت الیاس وہ نور نگاہ عاشقاں — حضرت الیاس وہ روح رواں سالکاں
حضرت الیاس وہ غواص بحر معرفت — حضرت الیاس وہ رمز آشنائے عبدیت
حضرت الیاس وہ پروانۂ خیر الانام — حضرت الیاس وہ راہ ہدایت کا امام
حضرت الیاس وہ جرعہ لب تشنگاں — حضرت الیاس وہ تسکین وہ دل بستگاں
حضرت الیاس وہ ـــــ اللہ سچا ولی — حضرت الیاس وہ ـــــ محو تولائے حق
حضرت الیاس وہ دلیوں کا منظور نظر — حضرت الیاس وہ دل دادۂ خیر البشر
حضرت الیاس وہ رونق دہ بزم ہدیٰ — حضرت الیاس وہ سرتاج جملہ اولیاء
حضرت الیاس وہ ملک ولایت کا امیر — حضرت الیاس وہ جس کی نہ تھی کوئی نظیر
اب یقیں آئے نہ آئے پر حقیقت ہے یہی — دل اسے مانے نہ مانے پر حقیقت ہے یہی
آج دنیا سے وہ ـــــ سوئے عالم بالا گیا — جنت الفردوس کو وہ حق کا متوالا گیا
دستگیری جو کیا کرتا تھا ـــــ وہ رخصت ہوا — جو غریبوں کی سنا کرتا تھا وہ رخصت ہوا
چھان ڈالیں اب اگر اہل جہاں روئے زمیں — حضرت الیاس جیسا اب نہ پائیں گے کہیں
اب سنیں گے ہم کہاں دنیا میں وہ حسن کلام — ایک گردش میں بدل ڈالا فلک نے سب نظام
چھوٹے چھوٹے اس کے فقرے میٹھی میٹھی گفتگو — دل نشیں باتیں وہ اس کی پیاری پیاری گفتگو
اپنے دو لفظوں میں کر دیتا تھا وہ سب پر عیاں — جو کتابوں میں نہاں تھیں دین کی باریکیاں
حال بے حال مسلماناں ـــــ تھا اسے — امت مرحوم کا غم کھائے جاتا تھا اسے

زندگی جب تک رہی بیٹھا نہ اک دن چین سے
رات دن تبلیغ ہی تبلیغ کا تھا — مشغلہ
اب حقیقت بن گئی پہلے جو تھی ضرب المثل
خلوت وجلوت میں دیکھا اس کو بارہا
ہم کو سمجھانے میں اس نے دن کبھی دیکھا نہ رات
غرق ہونے پر ہمیں اصرار تھا — حد سے سوا
راہ دوزخ سے ہمیں ہر دم ہٹاتا ہی رہا
رہ گئیں آنکھیں کھلی — اہل نظر کو دیکھ کر
جتنی کوشش اس میں اس اللہ کے بندہ نے کی
تھا وہی نقشہ وہی حالت وہی سب رنگ ڈھنگ
تھی وہی صورت وہی سیرت وہی طرز کلام
صدق بھی وہی تھی، دین کی غیرت وہی
آتش سوزاں وہی دل میں بھری تھی بے حساب
آتش الفت وہی سینہ میں اس کے تھی لگی
اس کی درویشی بھی تھی اک شان استغنا لیے
فقر میں شاہی تھی اور شاہی میں اسکے فقر تھا
آہ وہ منظر کہاں سے آئے گا اب لوٹ کر
جس نے اس ظلمت کدے کو ہٹ کے روشن کر دیا
جس نے بتلایا ہمیں منزل رسی کا قاعدہ
جس نے سکھلایا ہمیں آداب عشق لم یزل
جس نے دل میں کر دیا جذبات کا محشر بپا
جس سبق کو بھول بیٹھے تھے دیا ہم کو پڑھا
جس نے دکھلادی ہر اک لیے راہ کو راہ صواب

ایک — وہ ہٹا اپنے ز نصب العین سے
فکر تھی تبلیغ کی، تبلیغ ہی کا — تذکرہ
یوں کیا اک گیر محکم گیر پر اس نے عمل
غم نہ تھا اس کو کوئی تبلیغ کے غم کے سوا
پر سمجھ کر ہی نہ دی ہم نے کبھی بھی اس کی بات
وہ ہمارے غرق ہونے پر مگر راضی نہ تھا
سوئے راہ خلد وہ ہم کو بلاتا — ہی رہا
اس نے کی احیائے سنت میں وہ کوشش عمر بھر
چاہیئے ہم سب کو اتنی کے لیے پوری صدی
اہل باطل سے وہی حق کیلیے ہر وقت جنگ
تھا وہی تبلیغ دین — مصطفٰی کا اہتمام
تھا وہی اخلاص اور اخلاص کی وسعت وہی
امت مرحوم کے غم میں — جگر اور دل کباب
عشق پیغمبر نے رکھ دی بدل کر زندگی
وہ فقیری میں لیا کرتا تھا شاہی کے مزے
فقر و شاہی کو سمو کر اس نے یکجا کر دیا
تا قیامت ہم رہیں گے منتظر با چشم تر
خارزار ہند کو پھر رنگ گلشن — کر دیا
جس نے دکھلایا ہمیں خلد بریں کا راستہ
جس نے دکھلائی ہمیں راہ خدائے عز وجل
از سر نو جس نے ہم کو پھر — مسلماں کر دیا
نخل دیں جس کی بدولت پھر ہوا اپنا ہرا
جس نے روشن کر دیا ظلمات میں یہ آفتاب

جس نے اونچا کر دیا ـــــ اللہ کے پھر نام کو   جس نے زندہ کر دیا دنیا میں پھر اسلام کو
جس نے روشن کر دیا شہروں کو اور دیہات کو   جس نے زندہ کر دیا کل خطہ ـــ میوات کو
دل کو دل سمجھا نہ جان سمجھا ـــــ جان کو   رکھ دیا جس نے ہلا کر سارے ہندوستان کو
جب نہ ہوتا تھا محبت کے تقاضوں کا اثر   جب نہ ہوتی تھی وہ سب شیریں کلامی کارگر
دیکھتا تھا جب کہ ان کے دل پگھلتے ہی نہیں   ٹھوکریں کھاتے ہیں لیکن یہ سنبھلتے ہی نہیں
یا دل ناخواستہ تیور ـــــ بدل لیتا تھا وُہ   گفتگو کا طرز ہی اپنی ـــ بدل لیتا تھا وہ
یہ طرق گفتگو تھا اس کے دل پہ ـــ گو گراں   ذوق ایمانی کا لیتا تھا وسب کی امتحان
وہ پرکھتا تھا ہماری ـــــ قوت ایمانی کو   جانچتا تھا وہ ہماری ـــــ لذت ایمان کو
جس سے تھا جتنا تعلق اس پہ تھا اتنا عتاب   جس سے تھا جتنا تکلف اس سے اتنا اجتناب
اسکا غصہ اس کی دل سوزی کو کرتا تھا عیاں   اسکا غصہ اس کی ہمدردی کا دیتا تھا نشاں
وہ نگاہ واپسیں اے شاد مجھ کو یاد ہے   چوٹ سے جس کی دل ناشاد اب تک شاد ہے
کام جو کہتا تھا وہ ایسا کوئی ـــ مشکل نہ تھا   تھا بدلنا بس نگا کا ـــــ ہم کو اپنی زاویہ
چاہتا تھا وہ کہ جتنے کام ہیں ـــ یونہی رہیں   ہوں وہ سب لیکن خدا کے حکم کی تعمیل میں
اک ذرا صالح عمل ہوں اک ذرا نیت درست   ہو طبیعت اک اوامر کے ادا کرنے میں چست
اور اک بچ کر چلو اس کے نواہی سے ذرا   مدعا اتنا تھا بس تبلیغ سے اتنا ہی تھا
لے کے نام اللہ کا ہو جاؤ اس پر کاربند   بس یہی اک راستہ ہے حق تعالیٰ کو پسند

پسماندگان

حضرت مولانا کی وفات پر پسماندگان میں اہلیہ محترمہ ایک صاحب زادی صاحبہ عطیہ خاتون اور صاحب زادہ مولانا محمد یوسف صاحب موجود تھے۔

ا ـــــ اہلیہ محترمہ مکرمہ "جویریہ خاتون" مولانا رؤف الحسن صاحب کاندھلوی ـــ کی صاحب زادی تھیں۔ یہ مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات کے بعد صرف پانچ ماہ حیات رہیں ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ ۲۸ اگست ۱۹۶۵ء شنبہ کی صبح میں حضرت شیخ سہارنپور سے دہلی تشریف لے گئے اور اسی دن بعد مغرب باہر حجرہ میں گھر کی مستورات کو ملاقات کے لیے بلایا۔ آپ بھی تشریف لے گئیں۔ حجرہ میں پہنچ کر بیٹے کی جگہ خالی دیکھ کر ناقابلِ برداشت بوجھ پڑا اور قلبی دورہ

کا شکار ہو کر چند ہی لمحوں میں انتقال فرما گئیں۔

مولانا محمد شمیم صاحب (مرحوم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ) کے نام حضرت شیخ رہ اس حادثہ کی مزید تفصیل اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"چچی صاحبہ والدہ مولانا محمد یوسف صاحب کے حادثہ انتقال کی خبر تو سن لی ہو گی۔ یہ ناکارہ ۲۸ر اگست شنبہ کی صبح کو حسب قرارداد سابق نظام الدین گیا اپنی عادت کے مطابق دن میں مستورات سے ملنے کا وقت نہیں ملا معلوم ہوا کہ عصر کے بعد سے چچی جان مجھ سے ملنے کا برابر اصرار کر رہی تھیں لیکن بعد مغرب آٹھ بجے سب طرف سے کواڑ لگا کر کھڑکی سے جب مستورات کو بلایا تو چچی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ مجھے وہاں جا کر یوسف کی یاد آئے گی، مگر سب مستورات کے تقاضہ پر چلی آئیں اور آتے ہی دورہ کے آثار شروع ہو گئے وہ خلاف معمول جوانوں کی طرح سے ایک دم کھڑکی میں کو بھاگی چلی گئیں، اندر جانے کے بعد دورہ پڑا۔ میں نے سب مستورات کو تقاضہ کر کے پیچھے پیچھے بھیج دیا تھا، وہاں جاتے ہی پندرہ منٹ کے بعد انتقال ہو گیا۔ نو بجے کے قریب انتقال محقق ہوا۔ ڈھائی بجے کے قریب زکیہ مرحومہ کے برابر میں غربی حصہ میں تدفین عمل میں آئی۔

(مکتوب محررہ ۲۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ)

۲——— صاحب زادی صاحبہ کا عقد مسنون ۱۸ر ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۸ر جون ۱۹۳۷ء جمعہ میں ——— شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ سے ہوا۔

اس نکاح سے تقریباً ایک ماہ قبل حضرت مولانا نے اپنی ان صاحب زادی کو گرامی نامہ کے ذریعہ یہ پند و نصائح فرمائی تھیں۔

"میری بی بی! اگر تو سلیقہ دار بیٹی ہے تو دین کی اور آخرت کے کاموں کے اندر اچھی طرح جی لگانے اور ان کاموں کے ساتھ الفت اور محبت پیدا کرنے کی کوشش میں کمی نہیں کرے گی۔ جیسے نماز، قرآن، درود، تسبیح اور غریبوں سے محبت

دل داری اور خدمت گذاری اور خوش کلامی، شیریں زبانی اور دنیا کی زندگی سے جی نہ لگائے گی اور اس کی تکلیف اور راحت کی پروہ نہ کرے گی۔

فقط والسلام (۲۶ رمئی ۱۹۳۶ء)"

۱۳۵۶ھ میں اپنے والد ماجد کے سفر حرمین شریفین پر روانہ ہونے سے قبل آپ ان سے بیعت ہو گئی تھیں۔ حضرت مولانا نے مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ کو یہ مکتوب تحریر فرمایا۔ اس میں نصائح دینی کے ساتھ کچھ اوراد معمولات بھی تحریر فرمائے گئے ہیں۔

"بچی عطیہ سلمک اللہ تعالیٰ۔ خدا کرے تیرا جی تیرے کام دینے والی چیز میں خوب لگا ہوا ہو، جیسا کہ مجھے امید ہے، حضرت حافظ صاحب کے الطاف کو نہایت قدر و قیمتی سمجھ کر ان کے حکم کی احترام سے وقعت کرتی رہیں۔ میں بیعت کر کے کچھ بتلا کر نہ آیا ہوں۔ تو حافظ صاحب سے درود استغفار سویم اور نماز و تلاوت قرآن کو پوچھ کر کرتی رہیں اور یہی مشورہ دونوں بچیوں ذکیہ و ذاکرہ کے لیے ہے۔ بھائی جی (حضرت شیخ) سے سب دعا کراتی رہا کرو اور ان ہی کے خط کے ساتھ خط بھیجتی رہا کرو۔ فقط والسلام بندہ محمد الیاس بقلم انعام

۱۲ محرم ۱۳۵۷ھ یوم یکشنبہ، مکہ مکرمہ"

بارہ ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ (۲۵ دسمبر ۱۹۵۸ء بدھ) کی صبح میں معمولی سی علالت کے بعد نظام الدین دہلی میں وصال ہوا، اور اسی دن بعد نماز عشاء حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی زیر امامت نماز جنازہ ہو کر مرکز کے عقبی حصہ میں اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں دفن ہوئیں، صاحب زادہ گرامی —— مولانا محمد طلحہ صاحب اور دو صاحب زادیاں آپ نے یادگار چھوڑیں۔

۲ —— صاحب زادہ محترم مولانا محمد یوسف صاحب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی وفات پر آپ امیر دوم منتخب ہوئے اور اپنی وفات تک تبلیغی و دعوتی خدمات میں مصروف و مشغول رہے آپ کے تفصیلی حالات باب دوم میں ملاحظہ کریں۔

دوسرا باب

دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثانی

مولانا محمد یوسف صاحب

کاندھلوی

حکایت از قد آں یار دل نواز کنیم

بایں بہانہ مگر عمر خود دراز کنیم

مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی

مولانا محمد یوسف ابن مولانا محمد الیاس ابن مولانا محمد اسماعیل کی پیدائش ۲۵ رجمادی الاول ۱۳۳۵ھ (۲۰ مارچ ۱۹۱۷ء) چہار شنبہ کو قصبہ کاندھلہ میں ہوئی۔ ساتویں دن ۲ رجمادی الآخر ۲۶ مارچ دوشنبہ کو عقیقہ ہوا۔ والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اس وقت مظاہر علوم سہارنپور میں استاذ تھے۔ ماحول اور گھرانہ خالص علمی دینی مذہبی تھا، اس لیے دینی تعلیم کی داغ بیل بچپن ہی میں پڑ گئی۔ اسی کا اثر تھا کہ دس سال کی عمر میں حافظ قرآن شریف بن گئے تھے۔

مولانا کی والدہ ماجدہ محترمہ جویریہ خاتون خاندان کے ایک معزز بزرگ مولانا رؤف الحسن کی صاحب زادی تھیں اور پورے گھرانہ میں "اماں جی" کے نام سے مشہور تھیں۔ انھوں نے اور والد محترم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے خوش اسلوبی اور فکر و تدبر کے ساتھ بیٹے کی تربیت فرمائی۔ نہ صرف زیور تعلیم سے آراستہ کیا بلکہ اخلاق و آداب شائستگی و شگفتگی کے بھی انداز و طریقے سکھائے۔ معاشرہ کی خرابیوں اور اس سے پیدا ہونے والے غلط اثرات سے بچا کر رکھا ——— ابتدا میں تنگی اور فاقہ مستی بھی پیش آئی لیکن حسن تربیت کے ثمرات اتنے نمایاں اور واضح تھے کہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کی خاطر جھیل

گئے اور کئی کئی دن کے فاقوں کی کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہونے دی، پھر بعد میں اللہ جل شانہٗ نے وسعت وبرکت کے دروازے مفتوح فرمائے۔

آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارات، ان کے لیے کھانا تیار کرنا، مصالحہ پیسنا، جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کرکے لانا، ان تمام کاموں میں مولانا محمد یوسف صاحب اپنی باری پر برابر مصروف ومشغول رہتے۔ ایک مرتبہ آگ جلانا تھی، جنگل سے کریل تازہ لاکر آگ جلانے لگے چونکہ کریل تازہ اور گیلی تھی اس لیے وہ جل نہ سکی اور دھواں ہی دھواں ہونے لگا، مولانا برابر پھونکتے رہے اور بڑی مشقت اٹھائی، پھونکتے پھونکتے تھک گئے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ دور سے دیکھ رہے تھے، کچھ دیر انتظار کیا، پھر تشریف لے گئے اور کاغذ کا ایک ٹکڑا لکڑیوں میں رکھ کر دیاسلائی سے آگ لگادی جس سے وہ لکڑیاں جلنے لگیں۔ پھر یہ عملی تعلیم دے کر فرمایا، ہر کام سیکھنے سے آتا ہے۔

ابتدائی تعلیم

عمر کے گیارھویں سال میں والد ماجد سے عربی پڑھنی شروع کی سب سے اوّل میزان الصرف اس کے بعد میزان منشعب، صرف میر، نحو میر، قصیدہ بردہ، قصیدہ بانت سعاد، مجموعہ چہل حدیث از حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ وغیرہ وغیرہ کتابیں والد ماجد سے پڑھیں۔ تجوید کی مشق قاری معین الدین صاحب آروی سے حاصل کی۔ مولانا میرالدین صاحب اور حافظ مقبول حسن صاحب بھی آپ کے اساتذہ میں تھے جن سے آپ نے کتب ابتدائی سے لے کر کنز الدقائق وغیرہ تک پڑھی ہیں۔

مولانا محمد ادریس صاحب انصاری جو قصیدہ بردہ کے سبق میں آپکے شریک ورفیق تھے وہ حضرت مولانا الیاس صاحب کے طریقہ درس کے متعلق حضرت شیخ کو اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

> "مجھے اچھی طرح یاد ہے جب ہم نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی سے قصیدہ بردہ شروع کیا تو حضرت نے مجھے اور مولانا محمد یوسف صاحب کو اس پر صرفی ونحوی اجزا کی غرض سے شرح لکھنے کا حکم دیا، پھر ایک ایک کلمہ کو لکھتے تھے، صرفی ونحوی وضاحتیں کرتے تھے اور مطلب لکھتے تھے اور پھر حضرت

ہم سے سنا کرتے اور اصلاح فرماتے۔ بہر التبلیغ کے نام سے میں نے پہلا رسالہ لکھا، اس کے ایک ایک لفظ کو حضرت نے عصر کی وضو فرماتے ہوئے سننے کا معمول بنایا اور اس کی اصلاح فرماتے تھے۔ آخر وہ رسالہ حضرت کی رائے کے ساتھ حضرت کی زندگی میں دہلی میں چھپا تو حضرت اس پر بہت خوش ہوئے“

(مکتوب مولانا موصوف محررہ ۶؍صفر ۱۳۹۶ھ)

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ

شوال ۱۳۵۱ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سفر حج پر تشریف لے گئے تو آپ کو سہارنپور بھیج دیا۔ مولانا محمد انعام صاحب بھی آپ کے ہمراہ تشریف لائے۔ یہاں آپ نے مظاہر علوم میں داخلہ لے کر بحث اسم، ہدایہ اولین، میر قطبی تصدیقات، سلم العلوم، کنز الدقائق، رشیدیہ، اور میبذی وغیرہ پڑھی۔

آپ نے ہدایہ اولین مولانا محمد زکریا قدوسی گنگوہی سے میبذی اور قطبی تصدیقات مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی سے بحث اسم علامہ صدیق احمد صاحب سے کنز الدقائق مولانا عبدالشکور صاحب سے پڑھی۔

ایک سال مظاہر علوم میں رہ کر امتحان سالانہ سے فراغت کے بعد آپ دہلی واپس آگئے اور مزید تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے جلالین مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلوی سے اور مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے پڑھی۔ مولانا محمد یوسف صاحب فرماتے تھے کہ جب ہمیں مشکوٰۃ شریف شروع کرائی گئی تو میرے ذمہ سبق کی تیاری میں حضرات صحابہؓ کے حالات کا تلاش کرنا بھی تھا اور دوسرے ساتھیوں کے ذمہ مسائل اور اختلاف مذاہب کا تلاش کرنا تھا اور جب ہم پڑھنا شروع کرتے تو ہم میں سے ہر ایک سے ان چیزوں کو دریافت کیا جاتا جو اس کے ذمہ تھیں۔

مظاہر علوم میں دوبارہ داخلہ

شوال ۱۳۵۴ھ (جنوری ۱۹۳۶ء) میں مولانا محمد یوسف صاحب مع مولانا انعام الحسن صاحبؒ دوبارہ مظاہر علوم میں داخلہ کے لیے تشریف لائے۔ یہاں اس سال آپ نے بخاری شریف جلد اول اور ابوداؤد

حضرت شیخ رح سے اور بخاری جلد ثانی مولانا عبد اللطیف صاحب رح سے صحیح مسلم ونسائی مولانا منظور احمد خانصاحب نے ترمذی طحاوی مولانا عبد الرحمن صاحب کامل پوری رح سے پڑھی ہیں۔

یہ تعلیمی سال ابھی ختم نہیں ہو پایا تھا کہ مولانا محمد یوسف صاحب علیل ہو گئے جس کی بنا پر دس جمادی الاول ۱۳۵۵ھ (۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء) میں بادل ناخواستہ آپ کو نظام الدین واپس جانا پڑا۔ مولانا انعام الحسن صاحب بھی ساتھ آئے۔ یہاں پہنچ کر باقی ماندہ حصہ کی تکمیل کے بعد اسی سال ابن ماجہ، نسائی، شرح معانی الآثار، طحاوی اور مستدرک حاکم بھی حضرت مولانا سے پڑھیں۔

جذبۂ دعوت و تبلیغ سے بھرپور ایک مکتوب

مولانا محمد یوسف صاحب جس زمانہ میں جامعہ مظاہر علوم میں دورۂ حدیث شریف پڑھ رہے تھے، اس موقع پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا ایک گرامی نامہ ان کے اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے نام سہارنپور آیا ــــ یہ گرامی نامہ دعوت و تبلیغ کے تعلق سے حضرت مولانا کے دلی جذبات کا ترجمان اور اس عمیق و وسیع فکر و سوچ کا جیتا جاگتا ثبوت ہے جو حضرت مولانا پر ہمہ وقت طاری رہتی تھی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ خط ہمارے قارئین کے مطالعہ میں بھی آجائے۔

"عزیزانم سرمایہ فخر والاقام دنور چشمی عالی مرام سلمکما اللہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ وکرمہ ومغفرتہٗ ورحمتہ ورضوانہٗ

اللہ تعالیٰ شانہٗ تم دونوں کو اپنے حفظ وامان میں اور مقاصد خیر کے اندر مواظب ومداوم اور مستقیم و متمکن رکھے۔ آپ دونوں صاحبوں نے مجھ غریب کو یاد فرمایا۔ حق تعالیٰ آپ دونوں کو جزائے خیر دے۔

بظاہر مرض کچھ نہیں، نہ کھانسی ہے اگر ہے تو معمولی ہے اور نہ بخار ہے اگر ہے تو نامعلوم۔ لیکن ضعف اور اضمحلال اس قدر بے حد ہے کہ اس نے بڑے مرضوں کو طاق میں بٹھا رکھا ہے، اس قدر ضعف ہے کہ خلاف طبع اچھی ہوئی بات سے اختلاج اور خفقان ہوتا ہے اور آرام کے ساتھ موٹر کی دہلی

تک کی سواری سے بخار آتا ہے۔

اس پر الحمد للہ ثم الحمد للہ ایک مہینہ کی مسافت کے لیے میوات کی سخت ترین باد سموم اور نہایت جہال کی باتوں کے الجھاؤ کا نشانہ بن کر موت کے لیے اپنی جان کو پیش کرنے کی نیت سے اس سفر کو کارزار کا میدان تصور کرتے ہوئے ارادہ سفر ہے، گویا یہ سفر جہاد ہے مگر اپنے ضعف سے اور اپنی مجربہ کم ہمتی سے نہایت خوف ہے۔

نہ معلوم کس جگہ یہ نفس شریر کرب و شدائد کے مقابلہ سے فرار سے ہو کر نامردی کے ساتھ واپس ہوگا۔ دعا کرو کہ جان کے جانے تک تحمل حق تعالیٰ شانہ شدائد کرب کا نصیب کریں وما ذلک علی اللہ بعزیز یا کام کو پورا کر کے سلامتی کے ساتھ بہ غنیمت عود نصیب فرماویں۔

حضرت جمیل[1] بہر کمالات کے در فرید، سرور گروہ رشید نہایت استقلال و طمانیت کے ساتھ تہجد کی نماز معہود وقت سے پہلے ادا کر کے اور اس کے بعد نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ آنکھوں کو ساون بھادوں کی لڑیاں بنا کر اور آدھ گھنٹے آرام فرما کر ڈھائی بجے شب کے ملاء اعلیٰ میں جا پہنچے۔

ایسے استقلال و طمانیت کی موت اللہ ہر کسی کو نصیب کرے۔ آمین۔

اپنے اس سفر کو اہم فریضہ اور صحت کی رعایت کو سنگین ترین معصیت سمجھ کر اپنی زندگی سے مایوس ہو کر سفر کر رہا ہوں۔ بندہ محمد الیاس عفی عنہ

(مہر ڈاک خانہ) ۱۲ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۲ صفر ۱۳۵۵ھ

مطالعہ کا ذوق اور کتابوں کا شوق

حصول علم کے زمانہ میں مولانا محمد یوسف صاحب نے بڑی محنت اور جد و جہد فرمائی

---

[1] اس کا مصداق مولانا حکیم جمیل الدین نگینوی ہیں۔ موصوف بڑے ذاکر و شاغل شب بیدار اور حضرت اقدس گنگوہی کے خواص منتسبین میں تھے۔ ۲۲ صفر ۱۳۵۵ھ تاریخ وصال ہے۔

مطالعہ اور کتب بینی میں استغراق کی حد تک مشغول رہتے تھے۔ آدھی آدھی رات تک کتاب کے مطالعہ میں مصروف رہنا معمولی بات تھی۔ تصنیف وتالیف کا ذوق چونکہ ابتدا سے تھا اس لیے طلب علم کے زمانہ میں ہی رواتِ صحابہ اور تابعین کی تحقیق واحوال پر باقاعدہ اپنی محنت کا آغاز فرمادیا تھا۔ مختلف علوم وفنون بالخصوص حدیث وفقہ کی کتابوں کو جمع کرنے کا بے حد شوق تھا دہلی کے کباڑیوں اور کتب خانوں سے مسلسل رابطہ رکھتے تھے، جو کتاب عمدہ اور مفید مطلب ملتی، اس کو فوراً خرید لیتے۔ گاہ بگاہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو بھی اپنی خرید کردہ کتابوں کی اطلاع دے کر ترغیب دیتے کہ وہ بھی یہ کتاب خرید لیں۔ ایسے ہی موقع پر لکھا گیا ایک خط یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ اس خط کا بے تکلفانہ طرز تحریر اور پتہ پر حضرت شیخ کے نام کے ساتھ لکھے جانے والے القاب وآداب محبت وسادگی کی گہری اتھاہ کا پتہ دیتے ہیں۔ اس مکتوب کے تحریر کیے جانے کے وقت آپ اپنی عمر کے سولہویں سال میں تھے۔

"المستشار موتمن المستشار موتمن المستشار موتمن

مخدومی ومکرمی ومعظمی جناب بھائی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعدہٗ گزارش یہ ہے کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے طالب ہوں۔ دیگر احوال یہ ہے کہ میں آج دہلی نور محمد اصح المطابع کے مالک کے یہاں سے مسلم شریف جس کے حاشیہ پر نووی کی شرح ہے اور لاثانی ہے پانچ روپیہ میں لایا ہوں اور مسلم شریف کی قیمت اگلی اتوار تک آٹھ روپیہ ہو جائے گی، اگر مناسب خیال فرمادیں تو اپنے کتب خانہ کے واسطے لے لیں اور ــــ مشکوٰۃ شریف خالی چھپ رہی ہے جس کی قیمت ـــــ دو روپیہ ہے ـــ اور بیضاوی شریف چھپ رہی ہے، قیمت عام ۲/۰۰ روپیہ ہے طیبی اور بخاری شریف قیمت ۵ روپے آٹھ آنے ہے، جلالین ۲/۰۰ روپے۔ اور اگر آپ مناسب خیال فرمادیں تو لے لیں۔ اور اگر مناسب خیال نہ فرمادیں تو نہ لیں اور باقی آپ اپنی خیریت سے جلد مطلع فرماتے رہا کریں۔

اور چچا جان صاحب کی خدمت میں میرا سلام فرما کر دعا فرما دیں اور مولانا عبد القادر
صاحب کی خدمت میں سلام کے بعد دعا کے واسطے فرما دیں۔ باقی سب خیریت
ہے اور بھابی صاحبہ کی خدمت میں سلام مسنون۔ آپ بھی بندہ کے واسطے دعا
فرما دیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائے گا۔ فقط والسلام

بندہ محمد یوسف۔ (مہر ڈاک خانہ ۴ مارچ ۱۹۳۲ء بروز جمعہ)

مولانا محمد یوسف صاحب نے اس خط پر پتہ ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے۔

"بخدمت شریف حضور پُرنور، قدوۃ الواصلین، زبدۃ الکاملین، عارف بالیقین حقائق آگاہ، سراج الفضلاء والمحققین، تاج العلماء المحدثین، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حبر الشریعت والطریقت مجدد الملت والدین، کنز الہدایۃ والیقین، مرشد السالکین مقتداء اعظم قبلہ سیدنا و مولانا شاہ محمد زکریا صاحب مدظلہ، شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور"

نکاح

(۳ محرم ۱۳۵۴ھ (۷ اپریل ۱۹۳۵ء) میں جامعہ مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت شیخ کی صاحب زادی ذکیہ خاتون سے آپ کا نکاح ہوا۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب کا عقد بھی اسی موقع پر حضرت شیخ کی دوسری صاحب زادی ذاکرہ خاتون سے ہوا تھا۔ حضرت اقدس مدنی نے دونوں نکاح پڑھائے۔ ایک سال بعد بارہ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۲ جون ۱۹۳۶ء میں رخصتی ہوئی۔ ان ایام میں جامعہ مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہو رہا تھا اس لیے متعدد اکابر و مشائخ حضرت رائے پوری، مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی، مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی وغیرہ اس موقع پر تشریف فرما تھے۔

خالہ ذکیہ صاحبہ کی ولادت ۴ شعبان ۱۳۳۷ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ اس حساب سے نکاح کے وقت ان کی عمر سولہ سال تھی۔ یہ مولانا محمد یوسف صاحب کے نکاح میں کم و بیش تیرہ سال رہیں۔ اور کئی سال کی علالت کے بعد ۲۹ شوال ۱۳۶۶ھ (۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء) بروز دوشنبہ مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں انتقال کیا۔ موصوفہ مرحومہ مولانا محمد ہارون صاحب کی والدہ ماجدہ تھیں۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے دوسرا نکاح حضرت شیخ کی دوسری صاحب زادی خالہ راشدہ صاحبہ سے کیا۔ یہ نکاح ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ (۸ فروری ۱۹۵۰ء) چہار شنبہ کو ہوا۔ اس نکاح کا ذکر حضرت شیخ روزنامچہ میں اس طرح ۔۔۔ فرماتے ہیں۔

"آج (۱۹ ربیع الثانی) بعد عصر عقد نکاح مولوی یوسف بازاشدہ، حکیم الیاس باشاہدہ، زبیدہ بنت مولوی نصیر بعبارۃ حضرت مدنی، بمہر فاطمی، بشرکت حضرت رائے پوری، حافظ فخر الدین صاحب، حافظ مقبول، مولوی احتشام، مولوی انعام افتخار الحسن، عین الحسن، برادران محمود و اکرام حضرات کے علاوہ بقیہ کا اجتماع اتفاقی تھا۔"

(روزنامچہ نمبر ا صفحہ ۱۴۲)

یہ اہلیہ محترمہ مولانا محمد یوسف صاحب کے بعد تئیس ۲۳ سال حیات رہ کر ۱۳ محرم ۱۳۹۶ھ (یکم جون ۱۹۷۶ء) میں عالم آخرت کو سدھاریں۔

اور اسی تاریخ میں بعد نماز مغرب مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی امامت میں نماز جنازہ ہو کر مرکز کے عقبی حصہ میں اپنی ہر دو ہمشیران خالہ ذکیہ و خالہ ذاکرہ کے پہلو میں دفن ہوئیں۔

رحمہا اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

بیعت وارادت

۱۹۳۵ء (مطابق ۱۳۵۴ھ) میں مولانا محمد یوسف صاحب اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے بیعت ہوئے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے توجہ دلانے پر یہ مبارک عمل وجود میں آیا تھا۔ بیعت کے بعد حضرت مولانا نے آپ کو پاس انفاس کی تعلیم دی اور روزانہ تین ہزار مرتبہ اسم ذات تلقین فرمایا۔ یہ روحانی تعلق قائم ہونے کے بعد آپ کی عالی حوصلگی اور نسبت واستعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ خود حضرت مولانا الیاس صاحب نے ایک موقع پر حضرت مولانا علی میاں سے فرمایا کہ یہاں جتنے لوگ رہتے ہیں ان سب میں یوسف کی استعداد اعلیٰ ہے۔

دعوتی محنت کا عملی آغاز

مولانا محمد یوسف صاحب کا مزاج ابتدا میں خالص علمی و مطالعاتی تھا۔ درس وتصنیف ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ حضرت مولانا الیاس صاحب کی شدید خواہش تھی کہ وہ دعوتی لائن میں بھی اپنی محنت کا آغاز کریں اور اس

جدو جہد میں ان کے دست و بازو بنیں۔ چنانچہ تحریض و ترغیب کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب نے دعوتی اسفار شروع فرمائے اور اس سلسلہ کی سب سے پہلی تقریر میوات کے قصبہ نوح میں کی اس کے بعد دوسری تقریر موضع کنسالی میں کی۔ دونوں تقریروں کے موقع پر حضرت مولانا الیاس صاحب موجود تھے۔

میوات میں ایک چلّہ

قصبہ نوح اور کنسالی کے دعوتی و تبلیغی سفر کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب کی طبیعت میں انشراح و انبساط کی کیفیت پیدا ہو چلی تھی اور اپنے علمی شغل کے ساتھ دعوت و تبلیغ کو بھی شامل کر لیا تھا۔ اسی زمانہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے میوات میں ایک چلہ گذارنے کی ترغیب دی تو تیار ہو گئے۔ اور ۱۴؍محرم ۱۳۶۲ھ (۲۱؍جنوری ۱۹۴۳ء) میں بمعیت مولانا انعام الحسن صاحب و مولانا معین الحسن صاحب کاندھلوی میوات کے لیے روانہ ہو گئے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے اس سفر کی کامیابی اور استقلال و طمانیت کے ساتھ وقت پورا ہو جانے کے لیے دعا و توجہ کے ارادہ سے ایک مکتوب مولانا عبداللطیف صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری، حضرت شیخ اور مولانا اسعد اللہ صاحب نوراللہ مرقدہم کے نام تحریر فرمایا۔ ذیل میں وہ مکتوب پیش کیا جاتا ہے۔

"بخدمت السامی ناظم صاحب و حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب و حضرت شیخ الحدیث صاحب و حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب! دامت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آپ حضرات بخیریت ہوں گے، بندہ بفضلہ تعالیٰ بعافیت ہے۔

عرصہ سے میرا اپنا یہ خیال ہے کہ جب تک علمی طبقہ کے حضرات اشاعتِ دین کے لیے خود جا کر عوام کے دروازوں کو خود نہ کھٹکھٹائیں اور عوام کی طرح یہ بھی گاؤں گاؤں اور شہر شہر اس کام کے لیے گشت نہ کریں، اس وقت تک یہ کام درجۂ تکمیل کو نہیں پہونچ سکتا، کیوں کہ عوام پر جو اثر اہلِ علم کے عمل و حرکت سے ہوگا، وہ ان کی دھواں دار تقریروں سے نہیں ہو سکتا۔ اپنے اسلاف کی زندگی

سے بھی یہی نمایاں ہے جو کہ آپ حضرات اہلِ علم پر بخوبی روشن ہے۔
میں اپنے اسی نظریہ کے ماتحت نامیٔ عزیز مولوی یوسف صاحب کو اس سلسلہ میں باہر نکلنے کے لیے کہتا رہتا ہوں، جس کے نتیجہ میں وہ کل بروز جمعرات چودہ محرام الحرام ۱۳۶۲ھ بہمراہی عزیزم مولوی انعام الحسن و عزیزم مولوی عین الحسن صاحبان وغیرہ پورے ایک ماہ کے گشت کے لیے میوات تشریف لے گئے ہیں۔
غرض اس عریضہ سے یہ ہے کہ اس قسم کے مواقع مزلۃ الاقدام بھی ہو جایا کرتے ہیں اور اہلِ خیر کو خصوصی چیز سے وحشت پیدا کرنے کے لیے اور اس کام سے انس پیدا ہونے سے بچانے کے لیے شیطان کو موقع ہاتھ آجاتا ہے۔ خدمت حدیث جو کہ فی الحال مولوی یوسف صاحب کا موضوع زندگی ہے اپنی بے شمار عظمت و خوبیوں کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے، مجھے ڈر ہے کہ ان کا یہ سفر باعث اس امر کا نہ ہو جائے کہ تبلیغ سے تو پوری دلچسپی پیدا نہ ہو اور اس مقدس خدمت سے دل بستگی نہ رہے، لہٰذا آپ حضرات اہل خیر و برکت کی خدمت عالیہ میں گذارش ہے کہ اپنے اس برخوردار کے لیے جناب باری میں خصوصیت سے دعا فرمادیں کہ اس کی وابستگی و دل بستگی ان ہر دو خدمات سے عملی حسب المقدر پوری پوری قائم رہے۔ حق تعالیٰ آپ حضرات کا بابرکت سایہ مجھ پر تا دیر قائم رکھے۔ والسلام

بندہ محمد الیاس عفی عنہ، ۵ / محرم الحرام ۱۳۶۲ھ"

میوات کے اس سفر میں لوگوں نے بڑے ذوق و شوق کے ساتھ جماعتوں میں نکلنے کی ترتیب بنائی اور کثیر مقدار میں جماعتیں بنا کر نظام الدین بھیجیں۔ حضرت مولانا اپنے ایک مکتوب میں اس کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔

"مکرمی و محترمی ... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ــــــ مزاج مبارک۔
کارڈ آپ کا موصول ہوا حالات معلوم ہوئے، عزیزم محمد یوسف و انعام الحسن وغیرہ کی جماعت نے میوات سے اس دفعہ بہت سی جماعتیں نکالی ہیں۔ بحمد اللہ

ان کی مساعی سے کثرت سے آدمی آرہے ہیں........ اس ہفتہ میں غالباً
آخر تک مولوی یوسف وغیرہ بھی اپنے ایک ماہ کے گشت سے فارغ ہو کر
واپس ہو جائیں گے۔ فقط والسلام

(مکتوب گرامی بنام حضرت مولانا علی میاں زید مجدہٗ۔ محررہ ۱۴؍ فروری ۱۹۴۳ء)

اس کے بعد مولانا یوسف صاحب نے ایک چلہ میوات میں اور ایک چلہ کراچی و سندھ میں لگایا۔ کراچی اور سندھ کا یہ سفر جمادی الاول ۱۳۶۲ھ (مئی ۱۹۴۳ء) میں ہوا۔

مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی جانشینی

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی علالت کے دوران امارت کا مسئلہ اس وقت کے اکابر ومشائخ کی توجہ اور فکر کا مرکز بنا ہوا تھا۔ حضرت مولانا کے متعدد خلفاء اور کام کو بہتر طور پر سمجھے ہوئے متعدد حضرات اس وقت موجود تھے۔ حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری، حضرت شیخ رح، حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، حضرت حافظ فخر الدین صاحب، حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کے باہمی مشورے اس مسئلہ میں متعدد مرتبہ ہو چکے تھے اسی موقع پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا پیغام ان حضرات کو پہنچا کر "مجھے اپنے آدمیوں میں ان چند پر اعتبار ہے۔ آپ لوگ جسے مناسب سمجھیں، اس کے ہاتھ پر ان لوگوں کو بیعت کرادیں جو مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ ان حضرات نے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی یوسف ماشاء اللہ ہر طرح اہل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے خلافت کے لیے القول الجمیل میں جو شرائط لکھے ہیں۔ وہ سب بحمد اللہ ان میں پائے جاتے ہیں، عالم ہیں، متورع ہیں اور علوم دینیہ سے اشتغال رکھتے ہیں۔

فرمایا، اگر تم نے یہی انتخاب کیا ہے تو انشاء اللہ اسی میں خیر و برکت فرمائے گا۔ مجھے منظور ہے یہ بھی فرمایا کہ پہلے مجھے بڑا کھٹکا اور بے اطمینانی تھی۔ اب بہت اطمینان ہو گیا ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ میرے بعد کام چلے گا۔

اس طرح سے آپ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی حیات ہی میں ان کے نائب و

جانشین کی حیثیت سے منتخب ہو گئے تھے۔ ۲۱ر رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳ر جولائی ۱۹۴۴ء میں حضرت مولانا کے وصال کے بعد فوراً ہی آپ کی جانشینی عمل میں آئی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت مولانا مرحوم کا عمامہ مولانا محمد یوسف صاحب کے سر پر باندھا اور برابر میں بیٹھ کر لوگوں کو موصوف سے بیعت کرایا۔ حضرت مولانا عبد القادر صاحب، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، جناب حافظ فخر الدین صاحب بھی اس موقع پر تشریف فرما تھے، امیر دعوت و تبلیغ اور جانشین ہونے کی حیثیت سے آپ کی سب سے پہلی تقریر مسجد سے باہر نیم کے درخت کے پاس ہوئی جہاں ہزاروں لوگوں کا مجمع نماز جنازہ میں شرکت کے لیے سراپا انتظار تھا۔

مراکز تبلیغ کے نام ایک تفصیلی خط

مولانا محمد یوسف صاحب کی جانشینی کی اطلاع اور مرکز سے تعلق و ربط کی تاکید پر مشتمل ایک خط بھی نظام الدین سے تمام مراکز تبلیغ کو بھیجا گیا۔ یہ خط یہاں بھی پیش کیا جاتا ہے۔

مدرسہ کاشف العلوم بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخوانا فی اللہ! ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

غالباً آپ حضرات کو ریڈیو و اخبارات کے ذریعہ یہ غمناک خبر مل چکی ہوگی کہ داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان طویل علالت کے بعد ۲۱ر رجب بروز پنجشنبہ صبح صادق کے وقت واصل بحق ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

واقفین کو معلوم ہے کہ حضرت مرحوم کا وجود دعوت الی اللہ کا پیکر تھا بالخصوص اس آخری علالت میں اور خصوصاً اس کے بھی آخری ایام میں جب کہ حالت نازک سے نازک تر ہو چکی تھی اور جب کہ پورے جملہ کے تلفظ پر بھی قدرت نہ تھی اور چھوٹے چھوٹے ایک ایک جملہ کو کئی کئی سانس میں ادا کیا جا سکتا تھا اس وقت بھی خدام کو قریب بلا کر اور ان کے کان اپنے لبوں پر رکھوا کر اپنا کام پورا کرتے رہے اور الحمد للہ پورا کر کے گئے۔

ان سطور کے ذریعہ حضرت قدس سرہٗ کے محبین و مخلصین کو خصوصاً اور جملہ اہل ایمان کو عموماً یہ پیغام پہونچانا ہے کہ حضرت کا ظاہری وجود اب ہماری آنکھوں سے اگرچہ اوجھل ہوگیا ہے لیکن جس کام کو آپ نے اپنا خون پسینہ ایک کر کے زندہ کیا اور اللہ کے بندوں کو نصرت و خدمتِ دین کے جس سلسلہ میں لگایا وہ بحمد اللہ حضرت کی ہدایت و وصیت کے مطابق انہیں اصولوں کے ساتھ جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا۔ حضرت مرحوم کی اس دینی دعوت کا پیغام جہاں جہاں اور جن جن حضرات تک پہونچ چکا ہے۔ بالخصوص جن حضرات کو کچھ عملی حصہ لینے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور ان میں خاص کر وہ حضرات جو اپنے یہاں جماعتیں قائم کر چکے ہیں، ان کی خدمت میں خصوصیت کے ساتھ گذارش ہے کہ حضرت کے وصال کو معاذ اللہ ان کے کام کے اختتام کے مرادف ہرگز نہ سمجھ لیں اور اٹھے ہوئے قدم کو ہرگز نہ روکیں۔ حضرت مرحوم کا اصل کام ہی غافلوں کو بیدار کرنا اور کام پر لگا دینا تھا۔ سو حضرت اس کو کر کے تشریف لے گئے۔ اس وقت ہم میں سے ہر ایک کے سامنے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہ خطبہ ہونا چاہیئے جو آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسجد نبوی میں صحابہ کرام کے سامنے دیا تھا۔ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کے بعد آپ نے فرمایا تھا

لوگو! جو تم میں سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتا ہو اسے مایوس ہو جانا چاہیئے کہ حضرت کی وفات ہو چکی، اور جس نے حضور کی رہنمائی سے اللہ سے بندگی کا رشتہ جوڑا ہو اور وہ اللہ کی عبادت کرتا ہو، وہ مطمئن رہے کہ وہ اللہ زندہ ہے اور اسی طرح ہمیشہ زندہ رہے گا۔

قرآن مجید ہم کو پہلے ہی سنا چکا ہے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔

ترجمہ: یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں بے شک آپ سے قبل بھی رسول گذر چکے ہیں کیا اگر آپ انتقال فرما جاویں یا (خدانخواستہ) شہید کر دیئے جاویں تو تم دین سے پھر جاؤ گے، اور جو کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تعالے کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا اور اللہ شاکرین کو اجر دیں گے۔

اسوقت مایوس ہو کر ہم لوگوں کا بیٹھ جانا اور دین کی جس خدمت میں ہم لوگ لگ چکے ہیں، صرف حضرت کی وفات کی وجہ سے اس کو چھوڑ بیٹھنا ہی شیطان کی بڑی فتح ہے اور اللہ تبارک وتعالی کے لیے ناراضگی کا موجب اس کے معنی خدانخواستہ یہ ہوں گے کہ ہم جو کچھ اب تک کر رہے تھے وہ اللہ کے لیے نہیں بلکہ حضرت مرحوم کے لیے اور انھیں کے بھروسہ پر کر رہے تھے یہ ہمارا خود اپنے اوپر بھی ظلم ہوگا اور حضرت مرحوم کی روح مبارک پر بھی، کیوں کہ انھوں نے کسی ایک دن بھی اپنی طرف نہیں بلایا بلکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ ہی کی طرف بلانے میں وقف تھا۔ انھوں نے ہمیشہ اور بالخصوص اس آخری علالت میں بار بار مبلغوں اور اپنے خاص خادموں کو ہدایت کی ہے کہ ہرگز ہرگز اپنی شخصیت کی طرف دعوت نہ دی جائے بلکہ بندگان خدا کو براہ راست اللہ کے نام کی دعوت دی جائے لہذا اب اس کام کو اسی طریق پر جاری رکھنا ہمارا اور آپ کا اولین فرض ہے۔

دوستو! اس وقت حضرت کی وفات سے عموماً تاثر کی لہر دوڑ گئی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اس کام میں لگانے کی جدو جہد کرنا ہمارا اور آپ کا خاص کام ہونا چاہیئے۔ دیکھو یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا بس کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ یہی چیز حضرت کی روح پاک کو ہماری طرف سے خوش کرے گی۔ اور انشاء اللہ حسب وعدہ احادیث نبویہ اسی کے ذریعہ حضرت والا کی روح پاک کو درجات عالیہ نصیب ہوں گے۔ نیز ہم خدام وپسماندگان کے ساتھ ہمدردی وتعزیت بھی یہی ہے کہ حضرت کے اس کام کو جاری رکھنے کی جو ذمہ داری ہمارے ضعیف کاندھوں پر ہے اس میں ہمارا ہاتھ

بتایا جائے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کام کو اسی طرح جاری رکھنے اور آگے بڑھانے کی ذمہ داری اب ہماری اور آپ کی ہے اور خود اپنے فریضہ کی ادائیگی بھی ہے اور اپنی ذاتی فلاح اور ترقی بھی ——— نیز اللہ و رسول کی رضا اور حضرت والا کی روح مبارک کو خوشی بھی ہے اور یہی ہم متوسلین کی تعزیت کی صورت بھی ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جاری کردہ کام انشاء اللہ ان کے متوسلین اور خدام بدستور جاری رکھیں گے اور حضرت کے صاحب زادے مولوی محمد یوسف صاحب اور دیگر خدام بستی حضرت نظام الدینؒ میں قیام کریں گے۔ اس سلسلہ میں تمام خط و کتابت وغیرہ صاحب زادہ مولوی محمد یوسف سلمہٗ سے کی جائے۔ والسلام

(خدام و متوسلین حضرت رحمۃ اللہ علیہ)[1]"

حضرت شیخ کا پشت پناہ بننا

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی وفات کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب کے ابتدائی دور امارت میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بہت کثرت کے ساتھ دہلی تشریف لے جا کر طویل طویل قیام فرماتے رہے اور اپنی خداداد قوت و جرأت کے ساتھ وہاں کے معاملات و مسائل کو حل فرماتے رہے۔ قدیم تبلیغی احباب کی دل داری اور ان کو مرکز اور کام سے وابستہ رکھنے کی فکر، نئے آنے والے لوگوں کے جذبات و خیالات کا احساس اور ان کو کام سے جوڑنے کی تدبیر بڑی فراست اور دور بینی کے ساتھ فرماتے رہے۔ مرکز اور اہل مرکز کو کسی بھی طرح کے انتشار و خلفشار سے محفوظ رکھنے میں حضرت کی دعا نیم شبی اور توجہات کو خصوصی دخل رہا۔ کئی سال متواتر ماہ رمضان المبارک وہاں گذارے اور اعتکاف بھی کیے، تاکہ مرکز میں کسی قسم کا ضعف نہ آنے پائے۔ شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری حیات تھے ان کی بھی تشریف آوری بکثرت ہوتی

---

[1] اس خط کی مطبوعہ کاپی راقم سطور کے یہاں محفوظ ہے۔

رہی جس کی وجہ سے ان کی برکات حاصل رہیں، ان کے اہل تعلق اور خواص کی آمد و رفت بھی مرکز میں رہی۔

اسی زمانہ میں مرکز کے قیام اور متواتر آمد و رفت کا تذکرہ حضرت شیخ رح اپنے ایک مکتوب میں اس طرح فرماتے ہیں۔

"چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد چار پانچ ماہ اس ناکارہ کا مستقل قیام نظام الدین رہا اور خوب حاکمانہ رہا۔ اس کے بعد بھی کئی سال تک ہر ماہ ایک سفر اور میوات کے ہر اہم جلسہ کی شرکت مسلسل رہی۔"

(مکتوب بنام مولانا الحاج محمد سلیم صاحب مکہ مکرمہ)

اپنے روزنامچہ کے مطابق حضرت شیخ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی وفات کے تین دن بعد سہارنپور تشریف لائے اور پھر دو یوم بعد (۲۸ رجب ۔ ۲۰ جولائی) میں طویل قیام کے ارادہ سے دہلی تشریف لے گئے۔

تبلیغ اکابر تبلیغ اور مرکز تبلیغ کو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کی یہ پشت پناہی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے دور مسعود ہی سے متواتر اور مسلسل ملتی رہی، اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کو عمل تبلیغ کے آغاز ہی میں اس پشت پناہی کی حقیقت اور کیفیت ایک خواب کے ذریعہ دکھلا دی گئی تھی جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے الفاظ میں اس طرح ہے۔

"ایک دفعہ نظام الدین میں یہ ناکارہ اور حضرت رائے پوری تشریف فرما تھے چچا جان قدس سرہٗ نے خواب دیکھا کہ سب سے آگے چچا جان چل رہے ہیں، ان کے پیچھے میں چل رہا ہوں، میرے پیچھے حضرت اقدس مرشدی و مولائی۔ سہارنپوری چل رہے ہیں۔ فرمایا کہ تعبیر دو۔ حضرت اقدس رائے پوری نے تو عادت کے موافق فرمایا کہ اس کی تعبیر تو حضرت شیخ دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ پہلا جز تو صاف ہے کہ میں تو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہوں مگر چلا نہیں جاتا۔ مگر دوسرا جز بالکل سمجھ میں نہیں آیا۔ فرمانے لگے بس یہ خواب تو بالکل صاف اور واقعہ ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں، میری پشت پناہی صرف

تم سے ہو رہی ہے اگر تم نہ ہو تو میرے معاصرین مجھ کو دبا لیں گے اور تمہاری
پشت پناہی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ سے ہو رہی ہے حضرت
کی وجہ سے یہ حضرات تم سے دب جاتے ہیں!"

نوح کا جلسہ

قصبۂ نوح میں متعدد تبلیغی جلسے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی حیات میں ہو چکے تھے. آخری جلسہ ۲۰ر جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ (۲۳ر جون ۱۹۴۴ء) میں آپ کی حیات میں ہوا تھا لیکن اس میں حضرت مولانا اپنی شدت علالت کی وجہ سے شرکت نہ فرما سکے تھے۔ اب ان کے وصال کے ٹھیک ایک ماہ — اور دو یوم بعد ۲۳ر شعبان مطابق ۱۳ر اگست میں نوح کا یہ اجتماع منعقد ہوا۔ یہ پہلا اجتماع ہے جو مولانا محمد یوسف صاحب کے دور امارت میں وہاں پر ہوا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے بھی اس میں شرکت فرمائی۔

اس اجتماع کے پانچ ماہ بعد میوات میں دوسرا تبلیغی اجتماع بمقام مالب ہوا۔ حضرت شیخ ۱۰ر محرم ۱۳۶۴ھ (۲۶ر دسمبر ۱۹۴۴ء) کو سہارنپور سے نظام الدین، اور وہاں سے ۱۲ر محرم میں مولانا محمد یوسف صاحب و مولانا محمد انعام الحسن صاحب وغیرہ کے ساتھ جناب الحاج محمد شفیع صاحب قریشی کی کار میں مالب تشریف لے گئے۔ اسی اجتماع سے کلکتہ اور پٹودر وغیرہ کے لیے میوات کی جماعتیں روانہ ہوئیں۔

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔ اسی سفر میں موصوف نے سوانح حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت کا مسودہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو سنایا تھا۔

مرکز نظام الدین میں ایک اہم مشورہ

سات شوال ۱۳۶۴ھ (۵ر ستمبر ۱۹۴۵ء) میں مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب سہارنپور تشریف لائے اور ایک اہم اجتماعی مشورہ بلانے پر حضرت شیخ سے تبادلہ خیال کیا باہمی مذاکرہ اور حضرت شیخ رح کے فیصلہ کے مطابق ۴ تا ۱۲ر ذیقعدہ مطابق ۱۱ تا ۱۹ر اکتوبر ۱۹۴۵ء میں اس اجتماع کی تاریخیں طے ہوئیں۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے نظام الدین واپس

ہو کر مختلف علاقوں کے پرانے احباب اور مراکز کے ذمہ داروں کو اس اجتماعی شورہ میں آنے کے لیے خطوط تحریر فرمائے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے زمانہ کے فعال اور اصحاب فہم حضرات کو اس میں خصوصیت سے مدعو کیا گیا۔ اس موقع پر مولانا محمد یوسف صاحب نے جماعتی احباب کو عمومی دعوت نامہ اور علماء و مشائخ کو خصوصی دعوت نامہ تحریر فرمایا۔ یہ دونوں دعوت نامے یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

عمومی دعوت نامہ

"مکرم بندہ! —— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ اور حضرت رائے پوری مدظلہ نے ذی قعدہ کا درمیانی عشرہ یہاں قیام کا طے فرمایا ہے اس کے لیے کثرت سے لوگوں کو کافی اوقات کے لیے تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ کام بفضلہ تعالیٰ بڑھتا جا رہا ہے اور حق تعالیٰ کے یہاں پرانے لگنے والوں کے بہت بڑے درجے ہیں، لیکن اسی کے بقدر کام کی ذمہ داریاں اور اس کے متعلق وسعتوں اور پھیلاؤ کے لیے غور و خوض اور دوڑ دھوپ کی بھی پہلے سے کہیں زیادہ اضافہ کی ضرورت ہے، اس کام میں اوقات کو بڑھاتے چلے جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب کے درجات پر فائز ہوتے چلے جاؤ اور دوسروں کو ہمراہ لیتے چلے جاؤ۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام —— ابھی باقی ہے

بندہ محمد یوسف عفرلہٗ ۲۴؍شوال المکرم ۱۳۶۲ھ"

خصوصی دعوت نامہ

"مخدوم ومکرم متعنا اللہ والمسلمین بفیوضکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ تبلیغ کا اہم کام جو اس فتن اور انحطاط کے زمانہ میں ان کے دور کرنے کے لیے ایک غیبی اور غیر مترقبہ نعمت ہے۔ ہم اپنے جاننے والوں کے قربان ہونے کے لیے ایک دعوت ہے جس کا اگر استقبال کر لیا جائے اور وقت

کے مناسب اپنے اعذار و مشاغل کو قربان کر دیا جائے کہ جس کا موضوع مسلمانوں کے لیے قربان کر دینا ہی ہے تو یہ چیز مستحکم ہو جائے اور اسلام کی چمک کی صورت ظاہر ہو۔ اسی کام کے لیے آپ جیسی متبرک ہستی متوجہ ہے اگر یہ توجہات اور فکر اس کام کی جڑوں کے مستحکم کرنے کی طرف ہوئیں اور ایسے وقت میں جب کہ ہر طرف سے اہم اور ناکے کے لوگ بکثرت متوجہ ہیں۔ حضرت اقدس ان تک نفس پہونچانے کی طرف متوجہ ہونے اور ہم ضعفاء کی اس کس مپرسی کے وقت ہاتھ بٹانے کا ارادہ فرماتے تو نہ معلوم اس سے کتنی اعلیٰ اونچی صورتیں نمودار ہوتیں مگر کس طرح عرض کروں کہ وہ صورتیں آپ جیسے مخزن ظاہر و باطن حضرات کے گراں بہا اوقات حاصل کر کے اس اہم کام کے فروغ دینے کے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کی وجہ سے عمل خیال میں ہیں اور اب تک کی پیدا شدہ صورتیں بھی خطرہ میں ہیں۔ نہ معلوم کون سا وقت آئے گا کہ آپ سی بابرکت ذاتیں اپنے وقتوں کی زکوٰۃ ہم پر تصدق فرمائیں جس سے وہ نتائج مثمر اور ہماری جدوجہد منتج ہو۔ بہر حال بہت سا وقت اسی تہی دستی میں گذر چکا ہے اور بہت سی صورتیں ضائع ہو چکیں۔ اگر آں جناب اب بھی تشریف آوریوں سے ان غرباء کو مالا مال فرمائیں۔ بالخصوص قریبی اجتماع میں تشریف لائیں تو آپ کے یہاں کام کے متعلق بھی اور اس کے مضافات کے متعلق بھی اور جہاں جہاں کام ہو رہا ہے جناب کی بصیرتوں کے ذریعہ غور و فکر کی نعمت بھی حاصل ہو جائے۔ آں مخدوم ہماری موجودہ صورتوں اور حالات کا بھی جائزہ لیں اور موجودہ سطح تک پہنچنے والے کام کی ذمہ داریاں بھی محسوس فرمائیں اور افاضہ و افادہ کا تاحیات مبارکہ عزم مصمم فرمائیں تو انتہائی خیروں کی توقعات ہیں۔

حضرت رائے پوری دام مجدہٗ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب و دیگر اکابر و اصاغر شہر ذی قعدہ کو تشریف لا رہے ہیں اور بہت سے اصحاب خیر کے مجتمع ہونے کی اس اجتماع میں امید ہے۔ اگر جناب بھی قدم رنجہ فرمائیں تو ہم صدرنشینگان کی

بہت کچھ اشک شوئی اور کام کی سرپرستی ہو اور اسلام اور اس کے اہم کام کی غربت مبدل بہ عزت ہو۔ والسلام

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ"

یہ اجتماعی مشورہ مرکز میں متواتر ایک ہفتہ جاری رہا اور اپنے وقت کے علماء و مشائخ نیز دعوت کا درد و فکر رکھنے والے احباب کی ایک بڑی تعداد اس میں شریک ہوئی۔

مدرسہ کاشف العلوم میں دورۂ حدیث کا آغاز

مولانا محمد یوسف صاحب رح کو طلب علم کے زمانہ ہی سے حدیث پاک سے شغف اور خصوصی مناسبت تھی۔ ان کی مشہور عالم تصنیف امانی الاحبار فی رجال معانی الآثار اس شغف و مناسبت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ مولانا کی خواہش تھی کہ مدرسہ کاشف العلوم میں حدیث شریف پڑھانے کا جو سلسلہ مشکوٰۃ شریف تک ہے اس کو ترقی دے کر دورۂ حدیث شریف تک کر دیا جائے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے بھی متعدد مرتبہ مشورہ کی نوبت آئی۔ بالآخر ۱۳۷۲ھ سے اس مبارک سلسلہ کا آغاز ہوا۔ اور چار ربیع الاول ۱۳۷۲ھ (یکم نومبر ۱۹۵۲ء) جمعہ کو بعد نماز عصر مولانا یوسف صاحب نے ابو داؤد شروع کرائی اور سات ربیع الاول دوشنبہ میں مولانا انعام الحسن صاحب نے بخاری شریف اور مولانا عبید اللہ صاحب نے ترمذی شروع کرائی۔

مولانا محمد یوسف صاحب ابو داؤد شریف کا درس عامۃً نماز ظہر کے بعد دیا کرتے تھے۔ اولاً تھوڑی دیر مطالعہ کرتے اور پھر طلبہ درس کے لیے آجاتے۔ آپ کے درس کا انداز یہ تھا کہ پہلے عبارت پڑھواتے، اس کے بعد باب پر تفصیلی کلام کر کے حدیث شریف کا مطلب و مفہوم بیان فرماتے اور پھر آخر میں اختلاف مذاہب اور حنفی مسلک کے دلائل بتلاتے تھے۔

بیعت و طریقت

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا، مولانا محمد یوسف صاحب کو بیعت کی اجازت اپنے والد ماجد سے حاصل تھی اور سب سے پہلی بیعت انھوں نے امیر جماعت تبلیغ بننے کے فوراً بعد کی تھی۔ آپ کے بیعت لینے کا طریقہ مولانا سید محمد ثانی حسنی اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ کا طریقہ بیعت یہ تھا کہ سب سے پہلے بیعت کی حقیقت واہمیت اس کے آداب اس کی ذمہ داریاں اور اس کے فضائل بیان فرماتے اس کے بعد عام طریقۂ بیعت (جو ان کے مشائخ کے یہاں مروج تھا) سے کام لیتے پھر دینی دعوت کے فضائل سنا کر اس کے لیے مرٹنے اور اوقات دینے کا عہد کراتے اور اس عہد کو اتنی اہمیت دیتے کہ عہد کرنے والا اس کو اصل سمجھتا اور بیعت ہونے والا اسی رنگ میں رنگ جاتا اور اس کام میں لگ جاتا۔

مولانا کے بیعت لینے کے وقت بیعت ہونے والوں کا ایک مجمع ہوتا معلوم ہوتا کہ پورا جلسہ یا اجتماع بیعت ہو رہا ہے۔ سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ بیعت ہوتے۔ کئی کئی چادریں ایک دوسرے سے باندھی جاتیں اور دور تک پھیلادی جاتیں اور سارے لوگ جن میں چھوٹے بڑے سب ہی ہوتے ان چادروں کو پکڑ کر بیعت ہوتے۔ اسی طرح عورتوں کا ایک بڑا مجمع اسی طرح کی چادروں کو تھام کر بیعت ہوتا"

مولانا محمد اشرف صاحب پشاوری ایک بیعت کا حال اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"ایک مرتبہ رائے ونڈ (پاکستان) میں ایک کثیر مجمع نے بیعت کی۔ بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں میں پگڑیاں اور چادریں وغیرہ تھیں اور اتنا کثیر مجمع تھا کہ کئی حضرات مکبر کی طرح پکار پکار کر بیعت کے الفاظ کو بیعت کرنے والوں تک پہونچا رہے تھے۔ عجیب دل کش منظر تھا۔ میرے ایک عزیز کہنے لگے کہ آج تو حضرت جی نے امام شہید (سید) احمد شہید رائے بریلوی) کی یاد تازہ کردی۔

سب سے زیادہ دل کش اور دل نواز کیفیت میوات میں پیدا ہو جاتی۔ میواتی پروانوں کی طرح گرتے اور شمع کے اردگرد جمع ہو جاتے اور کئی طرف پگڑیاں، عمامے لنگیاں اور چادریں پھیلادی جاتیں اور اس کے بعد بھی جگہ نہ رہتی۔ ایک پر ایک ٹوٹ پڑتا۔ تل دھرنے کی جگہ نہ رہتی۔ ہاتھوں پر ہاتھ پڑ جاتے۔ جن کا ہاتھ چادر پر نہ پڑتا وہ دوسروں کے ہاتھ تھام لیتے۔ حضرت مولانا بیعت کے الفاظ

اپنے خاص انداز اور مؤثر لہجے میں فرماتے، مکبرین ان کو دہراتے، پھر پورا مجمع بلند آواز سے ان کو کہتا، پوری فضا گونج اٹھتی اور مسجد کے اندر باہر کے حصوں میں ارتعاش پیدا ہو جاتا، ہچکیاں بندھ جاتیں اور سارا مجمع خواہ بیعت ہونیوالوں میں ہو یا نہ ہو، سب ہی ان الفاظ کو بے اختیار دہرانے لگتے۔[1]

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ملک و بیرون ملک میں جہاں بھی تشریف لے جاتے ہزاروں بندگانِ خدا آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر داخل سلسلہ ہوتے اور اپنی اصلاح کی کوشش میں لگ جاتے۔ پاکستان میں عمومی اجتماعات کے موقع پر بھی یہ روحانی و اصلاحی مجالس روزانہ منعقد ہوتی تھیں اور چونکہ پورے سال میں صرف چند ایام کے لیے ہی وہاں جانا ہوتا تھا اس لیے محبین و مخلصین پورا سال انتظار میں گذارتے اور اجتماع رائے ونڈ کے موقع پر بیعت ہوتے۔

مشرقی پنجاب کی حالت زار اور جماعتوں کی روانگی

ہندوستان کی تقسیم اور اس موقع پر جو خوں ریز فسادات ملک کے طول و عرض میں ہوئے اور بڑے پیمانہ پر جان و مال کی تباہی ہوئی اس کا سب سے زیادہ ہولناک اور دل ہلا دینے والا منظر مشرقی پنجاب میں پیش آیا۔ یہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی دینی مدارس چھوٹے بڑے مکاتب اور خانقاہیں بڑی تعداد میں تھیں لیکن وہ سب تقسیم ملک کی بھینٹ چڑھ گئیں، اسلامی آثار اور دینی شعائر تلاش کر کر کے نیست و نابود کیے گئے مسلمانوں کی ـــــ بڑی تعداد یا تو پاکستان منتقل ہو گئی یا شہید کر دیئے گئے۔ تمام علمائے کرام اور مشائخ اس صورتِ حال سے دل گرفتہ اور غم زدہ تھے۔ بالخصوص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری اور شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی پر حزن و ملال کی ایسی کیفیت تھی کہ قلم اس کے لکھنے سے قاصر ہے:

ان حالات میں مولانا محمد یوسف صاحب کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ان علاقوں میں ایسی جماعت بھیجی جائے جو عزم و ہمت اور ایمان و یقین سے بھرپور کیفیات رکھتی ہو۔ حضرت شیخ

---

[1] سوانح مولانا محمد یوسف ص۱۰۰

نور اللہ مرقدہ سے مشورہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جانے والی جماعت درج ذیل شرائط پر پورا پورا عمل کرتے ہوئے یہ سفر کرے۔

اوّل یہ کہ صلوٰۃ الحاجۃ کا پورا پورا اہتمام ہو۔

دوم یہ کہ اجتماعی دعاؤں کا خوب اہتمام کیا جائے۔

سوم یہ کہ رات میں اٹھ کر نماز تہجد کا اہتمام ہو۔

چنانچہ سات آدمیوں کی جماعت نے اس آگ و خون کے سمندر میں کودپڑنے کے لیے اور گویا موت کے منہ میں جانے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ۱۰ر مارچ ۱۹۵۱ء ۹ر جمادی الثانی ۱۳۷۰ھ میں نماز جمعہ کے بعد یہ جماعت رائے پور سے روانہ ہو کر جمنا کے راستہ سے مشرقی پنجاب میں داخل ہوئی۔ اس جماعت پر بڑے سخت حالات آئے، لیکن اللہ جل شانہ نے قدم قدم پر نصرت فرمائی اور اپنی غیبی تائید ان کے ساتھ رکھی۔ یہ جماعت ــــ کام پورا کر کے واپس ہوئی، اس کے بعد جماعتوں کے لیے دروازہ کھل گیا اور کثرت سے ان کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔

پناہ گزینوں میں تبلیغی کام

اطراف ملک سے مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اجڑ کر اور تباہ و برباد ہو کر دہلی کے مختلف علاقوں خاص کر جامع مسجد کے قرب و جوار میں بھی جمع ہو گئی تھی۔ مولانا محمد یوسف نے ان میں دینی محنت کرنے اور ان کو کلمہ و نماز سکھانے کے لیے بھرپور کوشش اور جد و جہد کا آغاز کیا اور اپنے تمام اہل تعلق (جن میں خصوصیت کے ساتھ حاجی عبدالجبار صاحب، سید اکبر علی شاہ اور مولانا محمد اسلم صاحب قابل ذکر ہیں) کو پوری فکر و تندہی کے ساتھ ان علاقوں میں بار بار بھیجا۔

مولانا انعام الحسن صاحب اس کوشش و جد و جہد کی اطلاع حضرت شیخ کو اس طرح دیتے ہیں۔

> "پرسوں شام ایک خیال ہوا تھا کہ دہلی میں مختلف اطراف کے مسلمین اس وقت موجود ہیں، ان میں کام کی صورت کی جاوے۔ کل صبح سید علی اکبر شاہ کو جو آج کل آئے ہوئے ہیں اور نظام الدین میں مقیم ہیں اور حاجی عبدالجبار اور دفتری چند صاحبان کو اس کے لیے بھیجا گیا ہے، کل کچھ لوگوں سے ملے اور آج پورا ارادہ

کر رہے ہیں کہ ان کے مقامات اور قیام گاہوں پر جاکر ملاقات کریں، حق تعالےٰ شانہٗ خیر فرماویں۔ (کلکتہ والی جماعت کلکتہ کے قریب پہونچ گئی۔ شیخ عبد المجید ایک ہفتہ سے اس جماعت کے ساتھ پیدل سفر کر رہے ہیں اور بہت کچھ جذبات کا خط انھوں نے تحریر کیا ہے) حق تعالےٰ شانہٗ اسلام کی فروغ کی صورتیں غیب سے پیدا فرمائیں اور ہر قسم کی آفات و فتن سے حفاظت فرمائیں۔ فقط والسلام

انعام الحسن عفرلہٗ"

(مکتوب محررہ ۸؍ جمادی الاول ۱۳۶۶ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۴۷ء)

فتنہ و فساد کے اسی زمانہ میں مولانا محمد یوسف صاحب کی خواہش پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے مرکز کے مقیم حضرات کے لیے ذیل کے اعمال و وظائف تحریر فرما کر مرکز کی مسجد میں آویزاں کرائے تھے۔

"(ضروری درخواست)

مسلمان بالخصوص دہلی و نواح کے حضرات جس فتنہ کے دور سے گذر رہے ہیں، اس کا علاج اللہ کے ذکر کے سوا کچھ نہیں۔ مادی اسباب دن بدن بے اثر اور بے کار ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسی پریشانی کے اوقات میں جس قدر بھی اللہ کا ذکر اور اس کی طرف توجہ ہوگی، اتنی ہی جلد پریشانی دور ہو سکتی ہے یہاں رہنے والے اور آنے والے حضرات بے کار وقت ہرگز خرچ نہ کریں۔ صبح سے کھانے تک آیت کریمہ اور ظہر سے مغرب تک سوم کلمہ، اور مغرب سے سونے تک یا ارحم الراحمین کے ختم کا اہتمام رکھیں۔ جو حضرات اپنی ضروریات کے واسطے اٹھیں اس سے فراغت کے بعد فوراً مشغول ہو جائیں۔ ان کے علاوہ ہر شخص کے جو اپنے معمولات ہوں، ان کو اہتمام سے پورا کریں، فضول باتیں کرنا اس وقت مضر ہے۔ جو صاحب جتنا بھی زیادہ توجہ اور رغبت سے پڑھیں گے، دارین میں ان کے لیے مفید ہے اور جو نہ پڑھیں گے اپنا ہی کچھ نقصان کریں گے۔ کوئی دوسرا شخص ایسے لوگوں پر جبر نہ کرے، نرمی سے ترغیب

ضرور دے دے۔ بسکون قلب اور حفاظت کے لیے اللہ کا ذکر اکسیر ہے۔" بندہ محمد یوسف عفی عنہ

قلات کا سفر

قلات بلوچستان میں کام کا تعارف حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے دور مسعود میں ہوگیا تھا۔ جناب الحاج محمد شفیع صاحب قریشی اس تعارف کا ذریعہ اور سبب بنے تھے۔ قلات سے سب سے پہلی جماعت اپریل ۱۹۴۶ء (جمادی الاولی ۱۳۶۵ھ) میں مرکز نظام الدین آئی تھی۔ اس جماعت کا زیادہ وقت دہلی اور میوات میں گذرا۔ یہ جماعت قلات کے اہم اور سرکردہ حضرات پر مشتمل تھی، اس میں عبد الصمد صاحب قلاتی قاضی القضاۃ دوسرے ناظم امور دینیہ، تیسرے مستوفی اور پانچ افراد ریاست کے مبلغ تھے۔ اس جماعت کی آمد کا مقصد کام کو سیکھنا اور اپنی ریاست میں کام کو صحیح نہج پر — چلانا تھا۔ ایک سال بعد مارچ ۱۹۴۷ء (ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ) میں قلات سے دوسری جماعت مرکز نظام الدین آئی جس کو کام سیکھنے کی غرض سے میوات بھیج دیا گیا۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب اس جماعت کی آمد اور اس کی اہمیت و حیثیت حضرت شیخ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"قلات سے اس وقت سات نفر کی ایک جماعت آئی ہوئی ہے — خود نواب صاحب نے روانہ فرمایا ہے، وہاں کے ذمہ دار حضرات ہیں، ایک قاضی القضاۃ ہیں، ایک ناظم امور دینیہ ہیں، ایک مستوفی صاحب ہیں جو یہاں کی اصطلاح میں تحصیل دار کہلایا جاتا ہے۔ ریاست کے چار صوبے ہیں ہر صوبہ میں دو مبلغ متعین ہیں، ان میں سے چار مبلغ آئے ہیں۔ نواب صاحب کی ہدایت ہے کہ اب ریاست میں تبلیغ نظام الدین کی ہدایات کے موافق کی جائے۔ ایک ماہ کے لیے آئے ہیں۔ دوشنبہ کو نواب قلات کے داماد بھی آئے تھے۔ متأثر ہوئے جماعت کی اہمیت روس کا دروازہ ہونے کی حیثیت سے نیز اشخاص کی حیثیات سے بہت زیادہ ہے۔ لاہور سے کالج کے طلبہ کی دس نفر کی جماعت آئی ہوئی ہے جو مع قلاتی مبلغین کل شام میوات کو روانہ ہوگئی۔ فقط"

ان دو جماعتوں کی آمد و رفت کے بعد قلات میں کام کا مزید پھیلاؤ ہوا تو دہلی سے ایک

جماعت قلات بھیجی گئی یہ اسی آدمیوں پر مشتمل تھی۔ اس جماعت کے امیر جناب حافظ مقبول حسن صاحب گنگوہی مقرر کیے گئے تھے۔

۲۵رجمادی الثانی ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۸رمئی ۱۹۴۶ء میں مولانا محمد یوسف صاحب بذریعہ طیارہ کراچی اور ایک ہفتہ یہاں قیام کے بعد دو رجب تین جون میں قلات روانہ ہوئے۔ مولانا محمد یوسف صاحب حضرت شیخ کو اپنے سفر قلات کی اطلاع دے کر اپنے لیے دعاؤں کی التجا اس طرح فرماتے ہیں۔

"مخدوم و مکرم معظم محترم جناب حضرت شیخ الحدیث دام مجدہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج دوپہر جہاز سے روانگی طے ہو گئی ہے۔ میں اپنے لیے بہت خائف ہوں آپ خصوصیت کے ساتھ دعا فرما دیں۔ حق تعالیٰ شانہ ہر طرح کے رذائل اور کفر و معاصی کے اثرات سے حفاظت فرمادیں، اور اس سفر کو انتہائی بابرکت فرمائیں۔ علمائے سندھ کا تین دن کا اجتماع ہے پرسوں وہ حضرات واپس ہوں گے اس لیے یہ صورت اختیار کرنی پڑی۔

حافظ مقبول حسن صاحب بھی تشریف لے جا رہے ہیں۔ مولوی عبد العزیز نظام الدین میں قیام فرمائیں گے۔ حضرت کی خدمت میں سلام مسنون ــــ اور درخواست دعا۔   فقط

بندہ محمد یوسف عفی عنہ۔ از دکان حاجی نسیم دہیر ڈاکخانہ، ۲۸رمئی ۱۹۴۶ء"

قلات کا یہ سفر ایک ہفتہ کا ہوا۔ وہاں سے ۱۱ررجب ۱۳۶۵ھ ۱۲رجون ۱۹۴۶ء میں سہارنپور ہوتے ہوئے نظام الدین تشریف لے گئے۔ مولانا احتشام الحسن صاحب، جناب محمد شفیع قریشی مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی بھی اس سفر میں معیت رہی۔ مولانا انعام الحسن صاحب اس موقع پر نظام الدین تشریف فرما رہے اور اپنی علالت طبع کی بنا پر یہ سفر نہیں کر سکے۔

قیام پاکستان کے بعد دعوتی جدوجہد

۱۵راگست ۱۹۴۷ء مطابق ــــــ ۲۷ررمضان المبارک ۱۳۶۶ھ میں پاکستان

کا قیام عمل میں آیا اور لاکھوں لاکھ مسلمان وہاں منتقل ہو گئے۔ علما مشائخ اور خواص کے ساتھ ساتھ دعوت و تبلیغ سے وابستہ حضرات بھی جب بڑی مقدار میں چلے گئے تو وہاں بھی کام کی داغ بیل ڈالی گئی۔ کام اگرچہ وہاں پہلے سے بھی تھا لیکن اب ایک نئے ملک کی حیثیت سے کام کا آغاز کرنا تھا' اس مقصد کے لیے قیام پاکستان کے آٹھ ماہ بعد ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ میں آپ وہاں تشریف لے گئے۔ مختلف شہروں کا دورہ فرما کر بڑے بڑے اجتماعات کیے اور ان میں بہت صاف واضح اور واشگاف الفاظ میں اس تباہی اور بربادی کا اصل سبب بتلایا کہ جو کچھ ہو رہا ہے' دین سے بیزاری' خدا سے بے تعلقی کا نتیجہ ہے چنانچہ نیلا گنبد لاہور کی مسجد میں ہونے والے اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"جو عذاب معاصی کی وجہ سے اور اللہ کے فرائض اور اس کے حدود توڑنے کی وجہ سے آ رہا ہے اور آنے والا ہے اسے تمہاری قواعد پریڈ بلکہ تمہاری توپیں اور تمہارے بم کے گولے بھی نہیں روک سکیں گے۔ اصل علاج یہ ہے کہ اپنے اندر ایمان پیدا کرو' اللہ کی طرف رجوع کرو صرف یہی چیز تمہیں اور پورے عالم اسلام کو بچا سکتی ہے۔"

پاکستان میں آپ نے اہل تعلق کے مشورے سے سات مرکز کراچی' راولپنڈی' لاہور حیدرآباد' پشاور' کوئٹہ' ملتان میں قائم کیے۔ ایسے ہی کگرائل' چاٹگام اور کھلنا میں تین مرکز قائم کیے گئے۔ اس طور پر تمام پاکستان میں تبلیغی محنت وجدوجہد ایک صحیح رخ اور صحیح نہج پر پڑ گئی اور پورے ملک کے کام کرنے والے ان مراکز سے وابستہ ہو گئے۔ نیز پورے پاکستان کے لیے ایک مرکز رائے ونڈ ضلع لاہور کو متعین کیا گیا۔ مولانا محمد یوسف صاحب کا یہ دورۂ پاکستان حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے حکم اور اصرار پر ہوا تھا۔

حجاز میں دعوتی محنت اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے دو سفر

حجاز میں تبلیغی محنت کا آغاز حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے دور مسعود سے ہو چکا تھا۔ آپ کی یہ بھی خواہش تھی کہ

ہندوستان میں کام کی بنیاد مضبوط ہو جائے تو پھر حرمین شریفین میں قیام کر کے عربوں کو اس محنت پر کھڑا کیا جائے اور اطراف عالم سے حج پر آنے والوں کو اس محنت کے لیے تیار کیا جائے لیکن قیام حرمین شریفین کی خواہش تو ہندوستانی کام کی نزاکت کے پیش نظر پوری نہ ہو سکی تاہم اس مبارک سرزمین پر کام کی ابتدا آپ سے ہو گئی اور اس میں پختگی اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد یوسف کے ذریعہ اور وسعت و ترقی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے ذریعہ دی اس مقصد کے لیے آپ نے ایک مضبوط اور مفید خاکہ تشکیل دیا جس کے چند بنیادی اصول یہ تھے۔

- مرکزی مقامات جہاں حجاج جمع ہوتے ہیں۔ مثلاً اسٹیشن، بمبئی کے مسافر خانے اور بیت الحجاج میں جماعتوں کو بھیجنا۔
- بندرگاہوں اور ساحلوں پر دعوتی آواز پہنچانا اور جماعتی گشت کرنا۔
- بحری اور ہوائی جہازوں میں تعلیم مذاکرہ اور حج جیسی قیمتی دولت کو صحیح طور پر کرنے کی تربیت دینا۔

اس مقصد کے لیے جو جماعتیں جاتی تھیں ان کو خصوصی طور پر تاکید تھی کہ حجاج میں دینی احساس و فکرمندی پیدا کرائیں، باجماعت نمازوں کا ان کو عادی بنائیں۔ اپنے اپنے وطن واپس لوٹ کر ان کو مساجد میں بیٹھنے کی عادت پختہ کرائیں اور وہاں ہونے والے تعلیمی حلقوں میں شرکت کا ان کو شوق دلائیں، اوقات کی حفاظت کا پابند بنائیں۔

حجاز میں اس عالی محنت کو استحکام بخشنے کے لیے جو سب سے پہلی جماعت تیار ہوئی اس میں دہلی اور مرادآباد کے کام کرنے والے حضرات نمایاں تھے۔

دوسری جماعت ۱۹۴۶ء میں وہاں گئی، مولانا عبید اللہ بلیاوی، حافظ سلطان دہلوی، جناب الحاج محمد شفیع قریشی، مولانا عبد الملک مرادآبادی اس جماعت کے نمایاں افراد تھے۔

تیسری جماعت ۱۹۴۷ء میں مولانا سعید خاں صاحب کی زیر امارت گئی۔ ان تینوں جماعتوں نے خوب جم کر محنت کی، اور اصولوں کے مطابق کام کی بنیادیں قائم کیں۔

چار شعبان ۱۳۶۶ھ (۲۶ر جون ۱۹۴۷ء) میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہٗ بمعیت مولانا محمد ثانی حسنی مرحوم اور سات شعبان میں مولانا محمد یوسف صاحب بمعیت مولانا

احتشام الحسن صاحب کراچی تشریف لے گئے۔ دس بارہ یوم وہاں قیام کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب دہلی واپس تشریف لے آئے۔ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی و مولانا مفتی زین العابدین صاحب وغیرہ حجاز کے لیے روانہ ہوگئے۔

مولانا علی میاں زید مجدہٗ نے کراچی کے قیام میں وہاں سے ایک تفصیلی خط حضرت شیخ کو تحریر فرمایا۔ سفر کی سرگذشت اور کراچی میں کام کی نوعیت معلوم ہونے کے لیے اس خط کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔ یہ خط ۹ر شعبان ۱۳۶۶ھ (۲۹ر جون ۱۹۴۷ء) میں لکھا گیا تھا۔

"مشفق محترم مخدوم معظم جعنا اللہ وایاہٗ فی خیر البقاع!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ کہ آپ کا یہ نیاز مند خادم ۲۴ر جون سہ شنبہ کو لکھنؤ سے روانہ ہوکر بعافیت وسہولت ۲۶ کی شب کو کراچی پہونچ گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے الطاف ہر جگہ شامل حال رہے، دوسرے روز مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا احتشام الحسن صاحب بذریعہ طیارہ پہونچ گئے۔ اور اس وقت سے برابر اپنے کام میں مشغول ہیں۔ لکھنؤ سے روانگی ہوئی تو والدہ صاحبہ مدظلہا کو بخار تھا اور گرمی سخت تھی، راستہ میں بھی دوسرے روز تک بخار رہا، لیکن سفر ہی میں طبیعت درست ہوگئی۔ سندھ کی گرمی کا سخت خطرہ تھا اور وقت دوپہر کا تھا لیکن وہ بھی زیادہ محسوس نہیں ہوئی اور ہر طرح عافیت رہی۔ ایک رات حاجی کیمپ میں قیام رہا، وہاں مہاجرین بہار کی وجہ سے جو اصل عمارت میں مقیم ہیں، عازمین حج کے لیے بے پردہ خیموں کا انتظام تھا اور بیت الخلاء کی خصوصاً مستورات کو تکلیف تھی۔ لیکن صبح ہی حاجی عبدالجبار صاحب نے کار بھیج کر سب کو بلوالیا، اور حاجی عبدالستار صاحب کی کوٹھی کے ایک حصہ میں قیام کا انتظام کردیا۔ باوجود اصرار کے کھانے کا بھی علیحدہ انتظام انھوں نے منظور نہیں کیا اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کل سندھ کے ایک وزیر میر غلام علی صاحب کے یہاں مجلس تھی جس میں

مولانا محمد یوسف صاحب اور اس ناچیز نے تقریر کی، آج سندھ مدرسہ میں جلسہ تھا وہاں بھی یہی انتظام رہا۔ جی ایم سید سابق وزیر اعظم اور بعض دوسرے وزراء خان بھی موجود تھے۔ دو تین روز یہ مجالس رہیں گی۔ سندھ کے زمیندار حضرات پیر ہاشم جان صاحب کی دعوت پر آئے ہوئے ہیں اور مولانا یوسف صاحب ان میں مشغول ہیں۔ ہم لوگوں کی روانگی ان شاء اللہ ۵ر جولائی کے جہاز میں ہوگی اللہ تعالیٰ نے دو نون مزید ہم سفروں کا انتظام بھی فرمادیا ہے۔ یہ تو سب سفر اور یہاں کی مختصر روداد ہے۔ باقی حال یہ ہے کہ یہاں سے ایسے حال میں جارہا ہوں کہ جناب کی دعاؤں کا سخت محتاج ہوں، آپ کی شفقتوں نے یہ دن دکھایا اب دعا کی امداد کی بڑی ہی ضرورت ہے، کسی قسم کی تیاری اور وہاں کی استعداد نہیں پہلے خیال تھا کہ جناب کی محبت و ملازمت میں یہ سفر ہوگا۔ اس وقت ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے دامن میں لپٹے ہوئے نکل جائیں گے کہ ھم القوم لایشقی بھم جلیسھم بل وکلبھم لیکن اب یہ سفر تنہا سر پڑ گیا اپنا دکھ کس طرح عرض کروں۔ یوں ہی مبالغہ اور عبارت آرائی میں متہم ہوں۔ جو شخص ہندوستان کی بابرکت جگہوں سے استفادہ اور وہاں کے انوار و برکات کے ادراک سے بھی مناسبت نہ رکھتا ہو اور بالکل عامیوں اور بے حسوں کی طرح گذر جاتا ہو اور جیسا خالی جاتا ہو، خالی آتا ہو، وہ اس بارگاہ عالی میں چلا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ فضل فرمائیں اور آپ حضرات کے دل میں ترس پیدا کریں کہ دعاؤں سے متوجہ ہو جائیں۔ جی چاہتا ہے کہ مدینہ طیبہ حاضری ہو تو پہلے جناب ہی کا شفقت نامہ ملے۔ پتہ تو معلوم ہی ہے۔ مدرسہ علوم شرعیہ کی معرفت یاد فرمائیں لکھنؤ کا پرچہ مل گیا۔ ان شاء اللہ سلام و پیغام پہونچ گیا اور ان شاء اللہ بکثرت طواف کی نوبت آئے گی۔ پھر عرض ہے کہ دعا میں فراموش نہ فرمایا جائے خصوصاً بارگاہ رسالت کی حاضری کے ذوق اور رعایت آداب کے لیے ضرور دعا فرمائی جائے ان اللہ یجزی المتصدقین۔ اہل خانہ کی طرف سے اپنے

شیخ کی خدمت میں سلام۔

آپ کا ـــــ علی ـــــ ۲۹ر جون ۱۹۴۷ء کراچی"

کراچی میں گیارہ روز قیام کے بعد ۱۶ر شعبان ۱۳۶۶ھ (۶ر جولائی ۱۹۴۷ء) یک شنبہ میں کراچی سے مغل لائن کے اسلامی جہاز سے جدہ روانگی ہوئی۔ مولانا مفتی زین العابدین بھی اس سفر میں ساتھ تھے۔ ۲۹ر شعبان ۱۹ر جولائی میں جدہ پہونچے۔ رمضان المبارک کا چاند جدہ ہی میں دیکھ لیا گیا تھا۔ دو روز جدہ قیام کے بعد مراد آباد اور میوات کے تبلیغی حجاج کے ہمراہ حضرت موصوف مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ دو رات ایک دن متواتر سفر کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تقریباً تین ماہ یہاں قیام کے بعد ۲۰ر ذی قعدہ کو مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کاروان زندگی میں قیام حجاز کی مختصر روداد اس طرح تحریر فرماتے ہیں،

"۳ر رمضان سے ۲۰ر ذی قعدہ تک مدینہ طیبہ میں قیام رہا۔ مدینہ طیبہ میں تراویح کے بعد علماء کے حلقوں میں اور جمعہ کے بعد مدرسہ شرعیہ کے ایک ہال میں اور شہر کے مضافات و قریوں میں اجتماعات، تقریریں اور تبلیغی کام ہوتا۔ آخر ذیقعدہ میں مکہ معظمہ حاضری ہوئی۔ یہاں کے کبار علماء سے بڑا ربط پیدا ہوا جن میں علامہ سید علوی مالکی، شیخ امین کتبی، شیخ حسن مشاط، شیخ ابن عربی، شیخ محمود شویل اور شیخ عبدالرزاق حمزہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مکہ معظمہ کے طویل قیام کا ایک بڑا ثمرہ شیخ عمر بن الحسن آل الشیخ سے تعارف اور ان کے انس و اعتماد کا حصول ہے جو دعوت و جماعت کے حق میں بہت مفید ثابت ہوا۔ وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی اولاد میں تھے۔ قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلام مملکت سعودیہ شیخ عبداللہ بن حسن کے وہ حقیقی بھائی اور ریاض کی ہیئت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے رئیس تھے، وہ ولی عہد مملکت امیر سعود کے بڑے معتمد اور مشیر تھے اور ان کو منجانب اللہ مجھ سے ایک خاص تعلق پیدا ہو گیا، میرے رسائل پڑھتے اور پڑھوا کر سنتے۔ ان کے اس تعلق اور اعتماد نے ان لوگوں کی باتوں

کو بے اثر بنا دیا جو مختلف اسباب کی بنا پر جماعت کے بارے میں بدگمانی اور شکوک پیدا کرتے تھے اور مختلف افواہیں اڑاتے تھے۔ شیخ عمر کو اس بارے میں اتنا اطمینان پیدا ہوگیا کہ انھوں نے کھل کر جماعت کی حمایت اور بارہا اس کی طرف سے مدافعت کی ظاہری اسباب کے لحاظ سے اگر شیخ عمر کا یہ طرز عمل نہ ہوتا تو شاید جماعت کے لیے آزادی سے وہاں کام کرنے کا اس وقت موقع جاتا رہتا۔"

(کاروان زندگی جلد ۱ صفحہ ۲۳۴)

مولانا علی میاں زید مجدہٗ نے اس موقع پر اپنا مشہور و معروف دعوتی رسالہ "بین الجبایۃ والہدایۃ" مرتب فرماکر مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی کے حوالہ کیا تھا جس کو موصوف نے شیخ عمر بن الحسن تک پہونچایا۔ اور شیخ موصوف نے ولی عہد مملکت امیر سعود کو پڑھ کر سنایا۔

اس دعوتی و تبلیغی سفر سے حضرت مولانا علی میاں کی لکھنؤ واپسی ۸؍ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ (۲۰؍ جنوری ۱۹۴۸ء) جمعہ میں ہوئی۔

دوسرا سفر دعوت و تبلیغ کے سلسلہ کا دوسرا سفر حضرت مولانا ندوی نے ۱۳۶۹ھ (۱۹۵۰ء) میں کیا۔ بیس ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ (۳؍ ستمبر ۱۹۵۰ء) میں حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری قدس اللہ سرہٗ کی ہمرکابی و سرپرستی میں اس سفر کا آغاز ہوا۔ مولانا عبد اللہ عباس صاحب ندوی حال استاذ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ، مولانا سید رضوان صاحب ندوی (حال استاذ جامعہ الامام محمد بن سعود ریاض) مولانا سید محمد طاہر صاحب مظاہری (حال مددگار ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) مولانا محمد رابع صاحب ندوی (حال استاذ دار العلوم ندوہ لکھنؤ) بھی اس سفر میں ساتھ تھے اور اس نیت سے شریک سفر ہوئے تھے کہ حج کے بعد دعوتی و تبلیغی کام کے لیے حجاز میں قیام کریں گے۔

اپنی دعوتی و تبلیغی مصروفیت و مشغولیت نیز سفر مصر، سوڈان، شام کی تفصیلات حضرت مولانا زید مجدہٗ نے کاروان زندگی میں وضاحت کے ساتھ سپرد قلم فرمائی ہے یہاں احتیاط کے ساتھ اس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں،

"اس سفر میں میرا قیام بالکل حضرت اقدس رائے پوری کے ساتھ ہی

تھا، نماز کے اوقات میں حضرت کا قیام حرم شریف کے ایک خیمہ میں رہتا تھا، دوپہر کا کھانا بھی وہیں تناول فرماتے تھے۔ میں تبلیغی اجتماعات اور علماء وخواص کی ملاقاتوں میں ایسا منہمک رہتا کہ اکثر کھانے کے وقت دیر سے حاضری ہوتی، خیمہ میں قدم رکھتا تو دیکھتا کہ حضرت بیٹھے ہوئے ہیں، سامنے رومال میں روٹیاں لپٹی ہوئی رکھی ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر فرماتے، علی میاں تم کو کھانے کا بھی ہوش نہیں ہے یہ دیکھو میں تمہارے لیے چپاتیاں لیے بیٹھا ہوں کہ خمیری روٹی تم کو نقصان کرتی ہے۔ مدینہ طیبہ حاضری کا موقع آیا تو مجھ سے فرمایا کہ بس اب حضرت شیخ کی ضیافت اور انتظام ختم ہوا، اب تم ہمارے ساتھ رہو گے۔

(یہ اس لیے فرمایا کہ راقم کا یہ سفر حضرت شیخ الحدیث کی صاحب زادی شاکرہ مرحومہ کے حج بدل میں تھا) حضرت نے ہوائی جہاز سے سفر کا فیصلہ کیا اور میرا ٹکٹ بھی لیا، مدینہ طیبہ میں بھی قیام حضرت کے ساتھ مدرسہ علوم شرعیہ[1] میں رہا۔

۲۰ محرم ۱۳۷۰ھ (۲ نومبر ۱۹۵۰ء) کو حضرت کی مع اپنے رائے پوری رفقاء وخدام محمدی جہاز سے بمبئی کے لیے روانگی ہوئی مجھے حجاز میں مزید قیام کرنا تھا اور کچھ مصر کے سفر کی نیت تھی اس لیے واپسی کے سفر میں ہم رکابی نہیں رہی۔ ہم لوگوں نے جدہ کی بندرگاہ پر حضرت کو رخصت کیا۔

اس سفر میں جہاز میں خواص کے طبقہ ادباء واہل قلم اور اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات

---

[1] حضرت اقدس رائے پوری مع رفقاء مولانا علی میاں وغیرہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ (۱۳ اکتوبر ۱۹۵۰ء) جمعہ کی شام کو مکہ مکرمہ سے جدہ پہونچے اور اگلے روز شنبہ کی صبح کو ہوائی جہاز سے مدینہ طیبہ اور وہاں سے ۱۶ محرم ۱۳۷۰ھ ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۰ء یوم یک شنبہ کو ہوائی جہاز سے جدہ آکر بذریعہ کار عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ آئے اور ایک شب قیام کے بعد جدہ واپس آگئے اور ۲۰ محرم ۲ نومبر پنج شنبہ کو حضرت اقدس رائے پوری بمبئی کے لیے روانہ ہوئے۔
(روزنامچہ حضرت شیخ جلد اول ص ۱۲۸)

کے ملنے سے بھی تعارف اور روابط پیدا ہوئے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی ملاقات مولانا مفتی زین العابدین صاحب کی معیت میں حافظ سید محمود صاحب نائب مدیر مطبع الحکومت سے ہوئی؛ موصوف اپنے دینی رجحان کی بنا پر ہم لوگوں سے بہت مانوس تھے۔

موصوف ہی نے ہمارا تعارف شیخ احمد عبدالغفور عطار سے کرایا جو حجاز کے ایک معروف اہل قلم، علمی و تحقیقی ذوق رکھنے والے فاضل تھے۔ شیخ احمد موصوف نے بستان بخارا میں اپنے ادیب و اہل قلم دوستوں اور ریڈیو اور صحافت سے تعلق رکھنے والے عرب فضلاء کو دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا اور ہم لوگوں کو دعوت دی۔ ہم وہاں پہونچے تو عرب فضلاء اور نوجوان ادیبوں اور صحافیوں کا ایک مجمع دیکھا، کھانے کے بعد مجلس شروع ہوئی۔ اس مجلس میں درج ذیل عرب ادیبوں کا شریک ہونا یاد ہے۔

- شیخ سعید العامودی مدیر رسالہ الحج و رکن شوریٰ مملکت سعودیہ۔
- شیخ عبدالقدوس انصاری مدیر رسالہ المنہل۔
- سید علی حسن فدعق ایک ادیب اور وزارت مالیہ کے ایک عہدہ دار۔
- سید محسن احمد باردم وزارت تعلیم اور ریڈیو کے ایک عہدہ دار۔
- شیخ حسین عرب جو بعد میں وزیر حج و اوقاف بھی ہوئے۔

حجاز میں تقریباً چار ماہ قیام کے بعد بارہ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ (۲۰ جنوری ۱۹۵۱ء) کو دو عزیز و رفیقوں مولانا معین اللہ ندوی اور مولانا عبدالرشید کی معیت میں جدہ سے سوئس کو روانگی ہوئی۔ قاہرہ میں ہمارا قیام چھ مہینے سے کچھ دن کم رہا اور یہ قیام دعوتی، علمی، ادبی ہر حیثیت سے بہت مفید رہا۔ قاہرہ پہونچ کر مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی جو ایک دعوتی دورہ پر سوڈان گئے ہوئے تھے ہم لوگوں کے ساتھ شامل ہوگئے۔

تقریباً پانچ ماہ مصر میں قیام کے بعد ۲۸ رشعبان ۱۳۷۰ھ (۳ رجون ۱۹۵۱ء)

کو ہم قاہرہ سے روانہ ہو کر دو رمضان، ۷؍جون کو سوڈان پہونچے اور وہاں کے مشہور دینی وروحانی قائد سید میرغنی پاشا کا مہمان بن کر ہم نے ان کے ایک معتمد خاص شیخ خطیب عبدالمقصود کے یہاں قیام کیا۔ اس سفر میں مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی میرے ساتھ تھے۔ سوڈان میں دس روز قیام کیا۔ رمضان کا زمانہ تھا، اور سوڈان میں سخت گرمی کے ایام پھر بھی ہم نے مختصر قیام سے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے سوڈان کے اعیان اور معززین سے طویل اور مفصل ملاقاتیں کیں اور دعوتی کام کا تعارف کرایا۔

۱۲؍رمضان ۱۳۷۰ھ (۱۷؍جون ۱۹۵۱ء) کو سوڈان سے قاہرہ کے لیے روانہ ہوئے، سوڈان سے قاہرہ اور وہاں سے ملک شام ہوتے ہوئے ۱۲؍اگست ۱۹۵۱ء کو بذریعہ ہوائی جہاز مدینہ منورہ آمد ہوئی۔ اس پورے سفر میں مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی ہمارے ساتھ رہے، چند دن مدینہ طیبہ میں قیام کر کے ہم لوگ مکہ مکرمہ آئے اور مکہ مکرمہ میں پانچ مہینے مزید قیام رہا۔ اس طرح تقریباً ۱۳؍۱۴ مہینے حجاز و مشرق کے طویل سفر کے بعد اکتوبر ۱۹۵۱ء میں ہندوستان واپسی ہوئی۔[1]

اس ڈیڑھ سالہ دعوتی، تبلیغی اور علمی سفر کی سرگذشت کا حسن اختتام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے اس گرامی نامہ پر کیا جاتا ہے جو آپ نے ۲۴؍ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ (۷؍اکتوبر ۱۹۵۰ء) میں مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو مکہ مکرمہ سے تحریر فرمایا تھا اس گرامی نامہ سے آپ کی دعوتی اور تبلیغی مصروفیات کا مزید علم و اندازہ ہوگا۔

"مخدوم زادہ و مخدوم گرامی جناب مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ و محب مخدوم مولانا انعام الحسن صاحب زید لطفہ و مجدہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ دونوں حضرات کے گرامی نامہ آئے، روح کو غذا ملی۔ میرا پچھلا عریضہ تو

---

[1] کاروانِ زندگی ص: ۲۵۷ تا ۲۹۴۔

الحمدللہ ایسے وقت پر پہنچا کہ آپ دونوں حضرات اور متعدد مخدوم بزرگ حضرت شیخ کے یہاں تشریف رکھتے تھے۔ الحمدللہ یہ بندہ اور اس کے سب رفقاء و احباب اپنی بساط کے مطابق کام میں مشغول ہیں۔ روزانہ صبح دو بجے (عربی وقت) سے باب الزیادہ پر تعلیم ہوتی ہے۔ عصر کے بعد ایک تقریر اور جماعتوں کی تشکیل ہوتی ہے۔ مغرب بعد کسی کی عربی تقریر اور زیادہ تر ملاقاتیں وغیرہ رہتی ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد اکثر مفصل تقریر جو زیادہ تر مولانا زین العابدین صاحب فرماتے ہیں میرا زیادہ تر وقت عربوں اور دوسرے غربی ممالک کے ممتاز حجاج و وفود بیت اللہ سے ملاقات و گفتگو کرنے میں گزرتا ہے۔ پھر عصر کے بعد کچھ دیر باب الزیادہ پر بیٹھ جاتا ہوں اور مولوی معین اللہ و مولوی عبدالرشید صاحب لوگوں کو جو پہلے سے متعارف و مشتاق ہوتے ہیں ملنے کے لیے لاتے رہتے ہیں ان میں بڑے کام کے لوگ بھی ہوتے ہیں اور وہ لوگ بھی جو جماعتوں کے جانے پر کام میں شریک رہے ہیں۔ ایک جماعت مولوی سعید خاں صاحب کی معیت میں لاری پر مدینہ طیبہ گئی ہے' ایک جماعت پیدل مدینہ منورہ روانہ ہوئی ہے' ایک جماعت ۳۔۴ روز ہوئے' وادی فاطمہ گئی تھی جس میں مولوی حسن خاں' محراب خان وغیرہ تھے۔ اور بعض علماء بہار بھی جو متاثر ہوکر واپس ہوئے جو جماعت بحرین الخبر وغیرہ کے راستہ سے پاکستان سے آئی تھی اس کا ایک حصہ دمشق و بغداد کے راستہ سے مدینہ طیبہ ٹھہرتے ہوئے پاکستان کو واپس ہوگیا۔ مولانا اسلم صاحب دو ایک دن میں روانہ ہوں گے اور مدینہ میں اس میں شامل ہو جائیں گے یہ زیادہ تر وہ لوگ تھے جو کام سے زیادہ متعلق نہیں تھے اور حج کے مقصد اور بعض سہولتوں کی بنا پر اپنی جماعت کے ساتھ ہو گئے تھے' ان کو راستہ میں کام میں لگانے اور ان میں تاثر پیدا کرنے کے لیے مولوی اسلم صاحب کے ساتھ جانا طے ہوا' باقی عبدالحمید صاحب ٹیلیفون والے حاجی عبدالواحد صاحب مولوی احسان اللہ صاحب پشاوری وغیرہ ہم مقیم ہیں۔ عبدالحمید صاحب خوب

مشغول ہیں اور اپنے کام میں مستعد کبھی حرم شریف میں صبح کی تقریر وہی کرتے ہیں، یہاں کے دفتری اور سرکاری لوگوں اور افسران سے ملنے کا پروگرام بنتا ہے اور وہ ملتے رہتے ہیں۔ حیدرآباد سندھ کے سید علی اکبر شاہ آئے ہوئے ہیں اور کبھی کبھی کام میں حصہ لیتے ہیں۔ اس مرتبہ مولانا عبید اللہ صاحب کو بے حد مضمحل اور ضعیف پایا، اگر مولوی زین العابدین صاحب بروقت نہ آجاتے تو کام کا سنبھالنا مشکل تھا۔ مولانا عبید اللہ صاحب کو کام کے تقاضے اور ضرورت سے بھی کچھ دن آرام وعلاج کی بڑی ضرورت ہے ورنہ وہ بالکل معذور ہو جائیں گے اور صاحب فراش ہو جائیں گے، اب بھی ان میں کچھ سکت نہیں ہے۔ منشی انیس صاحب سے بھی کام کو کافی مدد ملی۔ منشی اللہ دتا مستعد و خوب مشغول ہیں، آجکل جدہ گئے ہوئے ہیں، وہاں حجاج کا بڑا ہجوم ہے۔ مولوی زین العابدین صاحب بھی آج کل میں جدہ جانے والے ہیں۔ میاں جی رحیم خاں کی ہڈی ابھی تک نہیں بیٹھی، ان کو ڈاکٹر کو دکھانا ہے۔ حافظ نقیب بہت بیمار تھے اب کچھ اچھے ہیں۔ میاں جی عبد اللہ اور میاں جی عبد الرحمن بخیریت ہیں اور کام میں لگے ہوئے ہیں حضرت کی واپسی کے بعد اور مدینہ طیبہ سے مراجعت پر ارادہ ہے کہ طائف اور چند مقامات پر جہاں جماعتیں جاچکی ہیں ایک ایک سفر کر آؤں۔ جماعت کے ساتھ توفیق وصحت کے لیے دعا کا طالب ہوں۔ ارادہ تھا کہ اس سفر میں شام، مصر عراق بھی ہوتا آؤں۔ پاسپورٹ تو موجود ہے لیکن ابھی تک اور کوئی سامان نہیں۔ اگر اللہ کو منظور ہوا تو جانا ہو سکے گا، ورنہ ہندوستان انشاء اللہ واپسی۔ اپنے گرامی ناموں سے وقتاً فوقتاً مفتخر فرماتے رہیں، ان سے تقویت ہوتی ہے۔ آپ دونوں حضرات کی طرف سے طواف کی سعادت حاصل کرتا رہتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ حضرت حافظ فخر الدین صاحب سے ملاقات ہو تو اس ناچیز کا سلام اور درخواست دعا، نیز جناب حافظ مقبول حسن صاحب کو۔ والسلام

(۲۴ ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ / ۷ اکتوبر ۱۹۵۰ء)

حج کی پیدل جماعتیں

۱۳۶۶ھ میں مولانا محمد یوسف صاحب کو داعیہ پیدا ہوا کہ پیدل حج کی جماعتیں چلائی جائیں تاکہ یہ جماعتیں ملکوں ملکوں کام کرتی ہوئی ایمان ویقین کی صفات کے ساتھ حرمین شریفین پہونچیں۔ اس مقصد کے لیے ابتدائی اور بنیادی مشورہ، ۳ر ربیع الاول ۱۳۶۶ھ (۲۲ر فروری ۱۹۴۷ء) شنبہ میں مرکز نظام الدین میں ہوا۔ ارکانِ مشورہ یہ حضرات تھے۔ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب جہاجر مدنی، مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب، جناب الحاج عبد الجبار صاحب کراچی، جناب الحاج عبد الحمید صاحب کلکتہ۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے اس مشورہ میں شرکت کے لیے حضرت شیخ کو جو گرامی نامہ سہارنپور تحریر فرمایا، اس کا ایک اقتباس یہ ہے:

> "حضرت والا سے جیسا طے ہوا تھا کہ اجتماع ۲۲ر فروری سے رہے گا" وہ یہاں کے مشورہ سے ۲۰ تاریخ جمعرات ہونے کی وجہ سے ۲۰ تاریخ ہی سے کر دیا گیا ہے، جماعتیں ۲۰ر فروری بروز جمعرات ہی سے آنی شروع ہو جاویں گی اس لیے درخواست ہے کہ اگر حضرت والا کی تشریف آوری ۲۰ر فروری بروز جمعرات کو ہی ہو جاوے تو لوگوں کو مستفیض ہونے کا زیادہ موقع مل سکتا ہے۔ سطحی طور پر تو کام بہت پھیل رہا ہے لیکن گہراؤ اہل حق کی صحبت اور اختلاط سے ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، اس وقت جماعتوں کو ایسے موقع بہت کم نصیب ہو رہے ہیں کہ اکابر کی صحبت سے منتفع ہوں۔ اس لیے خیال ہے کہ اگر حضرت والا اور حضرت رائے پوری کی تشریف آوری ۲۰ر فروری کو ہی ہو جائے تو شروع ہی سے ہر طرح کی برکت اور سرپرستی رہے گی اور اگر کچھ دقت و دشواری ہو تو پھر ۲۲ر فروری کو تو ضرور ہی تشریف لاویں، بہت ہی احسان و کرم ہوگا۔ تشریف آوری پر گاڑی کے وقت کی اطلاع فرمائیں تاکہ اسٹیشن پر سواری کا انتظام ہو جائے۔ فقط والسلام بندہ محمد یوسف غفرلہ بقلم بشیر احمد عفی عنہ ۲۵ر ربیع الاول ۱۳۶۶ھ"

نیز اسی اجتماع کے لیے ذیل کا خط حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی خدمت میں رائے پور بھی بھیجا گیا۔

"مخدوم و مکرم و معظم و محترم بندہ جناب حضرت سیدی وماوائی وملجائی دام مجدکم ومتعنا اللہ والمسلمین بفیوضکم ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت عالی کی تشریف آوری کے بعد سے اب تک جو حج اور بہار کے موقع پر کام ہوا جس کا افتتاح جناب عالی کے سامنے ہوا تھا، آنجناب کے توجہات کے برکت سے ہر دو مواقع کے کام کی برکت سے کام کی اور بہت سی بہتر سے بہتر صورتیں سامنے ہیں جس کے لیے اپنے اکابر کی موجودگی میں پرانوں کو مجتمع کر کے تشکیلیں کرنی از حد ضروری ہیں ورنہ بہت سی صورتوں کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے حضرت شیخ کے مشورہ سے ۲۲؍ فروری سے ۲۷؍ فروری تک کا وقت مناسب سمجھ کر طے کیا ہے۔ حضرت عالی کا لکھنؤ کا سفر اگر دہلی کی طرف سے ہو جائے تو اس سے ان سب صورتوں کے بہتر بن ہو جانے کی قوی توقعات ہیں۔ حضرت عالی کی ان سب صورتوں کی تکمیل کی طرف توجہات کی بہت ہی زیادہ احتیاج ہے حضرت عالی اپنے متعلق اگر ہم خدام کو مطمئن فرما دیں تو عین کرم ہو۔ حضرت شیخ نے بھی خدمت عالی میں اس کے متعلق عریضہ ارسال فرمایا تھا اب اسی کی یاددہانی اور تصفیہ مقصود ہے، مولوی عبیداللہ کا مدینہ منورہ سے خط آیا ہے اس کی نقل بھی ارسال ہے۔

بندہ محمد یوسف عفی عنہٗ"

اس مشورہ کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب نے پیدل حج کی جماعتوں کا بھی سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ جماعتیں شدائد و مصائب برداشت کرتے ہوئے ملکوں ——— ملکوں کام کر کے ایک ایک سال کے عرصہ میں حرمین شریفین پہونچیں۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی حیات میں کم و بیش سترہ جماعتوں نے پیدل دعوتی اسفار کیے اس کے بعد مختلف ممالک میں پیدل جماعتیں چلنے کا رواج قائم ہو گیا۔ چنانچہ ایران، افغانستان، بحرین، قطر، کویت، یمن، شام، بیت المقدس، برما، افریقہ ترکی وغیرہ ممالک میں پیدل جماعتوں نے ایک جال بچھا دیا جس سے اجنبیت بھی دور ہو گئی اور کام

کا بھی خوب تعارف ہو گیا۔

مولانا محمد یوسف صاحب کی حیات ہی میں بہت سے عرب ممالک میں کام کا آغاز و تعارف ہو چکا تھا اور صحیح فکر و سمجھ والے احباب کام سے وابستہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ سوڈان، عراق، شام اردن، فلسطین، لبنان، حضر موت، یمن، لیبیا، ٹیونس، الجزائر، مراکش میں جماعتوں کی نقل و حرکت اور اجتماعات تسلسل کے ساتھ ہونے لگے تھے، متعدد ملکوں میں پیدل جماعتیں بھی کام کر چکی تھیں۔

سید سلیمان ندوی کے ذریعہ کام کا تعارف

۱۹۴۹ء میں علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی حج کو تشریف لے گئے۔ سید صاحب سے علمائے عرب پہلے سے واقف تھے چنانچہ حرمین شریفین کے تبلیغی احباب نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے کئی اجتماعات کر لیے جن میں بااثر طبقہ کے افراد نیز علمائے حرمین، حجاز، یمن، شام و عراق، سوڈان وغیرہ بہت شوق و اشتیاق سے شریک ہوئے، سید صاحب نے ان اجتماعات میں بڑے مؤثر اور سلجھے ہوئے انداز میں کام کا تعارف کرایا مولانا مفتی زین العابدین صاحب جو اس زمانہ میں طویل قیام کے لیے حجاز گئے ہوئے تھے، علامہ سید سلیمان صاحب کی کام سے دلچسپی اور شغف کی تفصیل اپنے ایک گرامی نامہ میں حضرت شیخ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

> "حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جب ۱۹۴۹ء میں ہند سے حجاز تشریف لے گئے، ہم مکہ معظمہ میں تین دن مسلسل حاضر ہوتے رہے، تیسرے دن حضرت نے پوچھا کہ آپ کہاں کے ہیں تو بندہ نے عرض کیا کہ پنجاب کا ہوں۔ حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ڈھابیل میں دورہ پڑھا، پھر امرتسر میں پڑھاتا رہا، حضرت شیخ الحدیث صاحب سے بیعت ہے، اس کے بعد سات چلے، تبلیغ میں لگائے پھر ایک سال نظام الدین ــ گذارا، پھر ان حضرات نے یہاں ۱۹۴۷ء میں بھیج دیا۔ اب یہاں اس طرح حجاز میں اور بقیہ وقت یہاں کے عربوں میں کام کرتے رہتے ہیں۔ اس پر فرمایا، تیرا نام بمبئی میں معلوم ہوا تھا اور یہ بھی کہ یہاں کے

امیر جماعت تم ہو۔ میں نے عرض کیا، مجھے ہی امیر بنا رکھا ہے تو فرمایا کہ میرا یہاں کا پورا وقت آپ کے حوالے ہے، میں خود کوئی پروگرام نہیں بناؤں گا۔ چنانچہ اس پر اس شدت سے عمل فرمایا کہ ایک دن میں مدرسہ صولتیہ میں لیٹا ہوا تھا ایک ساتھی نے آکر اٹھایا کہ شیخ عمر ابن حسن رئیس امر بالمعروف نجد شیخ عبداللہ ابن حسن شیخ الاسلام حجاز کے بھائی تشریف لائے ہیں۔ میں حیران ہو کر اٹھا، باہر آکر ملا۔ پھر اندر لے گیا تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ میں شیخ سید سلیمان ندوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ میں یہاں کا وقت تبلیغ میں دے چکا ہوں میرے امیر سے پوچھیں اگر وہ قبول کر لیں تو مجھے قبول ہے۔ چنانچہ میں اسی وقت شیخ عمر بن حسن کی گاڑی میں ان کے ساتھ بیٹھ کر سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، اور حضرت سے استفسار کر کے ان کی دعوت قبول کی اور ان کے چلے جانے کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت ان بڑے لوگوں سے تو براہ کرم آپ خود طے فرمایا کریں۔ تو فرمایا، بالکل نہیں، جو طے کرنا ہوگا تجھے کرنا ہوگا۔" (مکتوب محررہ ۲۶ رمئی ۱۹۷۲ء)

دولت کدۂ شیخ پر دو مشورے

(۱) مولانا محمد یوسف صاحب کی خواہش تھی کہ جامعہ مظاہر علوم سے فارغ ہونے والے علماء سب سے پہلے ایک سال تبلیغ میں لگائیں اس کے بعد اپنے دیگر مشاغل اختیار کریں چونکہ اس کے لیے شورہ سے ترتیب و نظم قائم ہونا ضروری تھا اس لیے مولانا اپنے دیگر رفقاء (مولانا علی میاں، جناب محمد شفیع صاحب قریشی، جناب الحاج محمد نسیم صاحب) کے ہمراہ اٹھائیس جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ (۲۱ رمئی ۱۹۴۷ء) میں سہارنپور تشریف لائے اور حضرت شیخ و دیگر اکابر مظاہر علوم سے اس موضوع پر مشورہ ہو کر طے ہوا کہ فارغین کو ترغیب دے کر ایک سال کے لیے جماعت میں بھیجا جائے نیز مظاہر علوم کے طلبہ کا ہر پنجشنبہ کی شام کو دیہات میں جانا اور عید الاضحی و رمضان مبارک کی تعطیلات میں مرکز نظام الدین جانا طے ہوا۔ اور مدرسہ میں شعبہ تبلیغ نظام الدین کے نام سے ایک شعبہ کی ابتداء ہوئی۔

روزنامچہ شیخ میں اس مشورہ کے متعلق یہ یادداشت تحریر ہے۔

"۲۷ر جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۲ر مئی ۱۹۴۲ء (منگل) بعد عشاء برقیہ قریشی صاحب پہنچا کہ کل گوڑ فرنیٹر سے بندہ بمع حاجی نسیم، مولوی یوسف آرہے ہیں۔ چنانچہ ایک بجے شب چہارشنبہ میں پہونچ کر دو بجے دوپہر کو واپس ہوگئے۔ صبح کا تمام وقت علاوہ صدر مدرس کے بقیہ اہل شوریٰ و مفتی محمود و مولوی میر و علی میاں مشورۂ تبلیغ میں گزرا۔ اور ایک سال کے لیے فارغ طلبہ مظاہر کے لیے تبلیغی کام کے لیے تیس روپئے وظیفہ تجویز ہوا۔"

(۲) تقسیم ہند کے موقع پر مسلمانوں کی منظم اور منصوبہ بند نسل کشی کا سرخ طوفان جب کسی حد تک کم ہوا، تو علماء و مشائخ نے اس ملّی فریضہ پر غور کیا کہ ہندوستان میں دینی نقطۂ نظر سے مسلمانوں کا قیام اگر ممکن ہے تو وہ صرف اسلام کی بقاء اور اس کے تحفظ کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے۔ اس فریضہ پر غور و خوض کے لیے ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ کی ابتدائی تاریخوں میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے دولت کدہ پر ایک اجتماع ہوا جس میں ذیل کے اعیان و مشائخ نے شرکت کی۔

- حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری۔
- شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی۔
- مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی۔
- مولانا سیّد ابوالحسن علی صاحب ندوی لکھنؤ۔
- مولانا محمد منظور صاحب نعمانی لکھنؤ۔
- مولانا شاہ محمد اسعد اللہ صاحب سہارنپور۔

ان تمام حضرات نے متواتر کئی روز تک اسلامیان ہند کے تمام مسائل پر غور و خوض کے بعد ہندوستان میں مسلمانوں کے جمے رہنے بلکہ مر مٹنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اس تاریخی اور یادگار مشورے کو اپنے مختصر ترین الفاظ میں اس طرح لکھتے ہیں:

"۳ر ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ ۱۴ر فروری ۱۹۴۸ء (شنبہ) آمد مولوی یوسف

نو بجے شب شنبہ وعلی میاں ومولوی منظور نعمانی بمع رفقاء، چار بجے صبح از کلکتہ میل روانگی مولوی یوسف بمع مولوی منظور چھ بجے صبح پنج شنبہ دہلی وسفر مولوی منظور بہ سلسلہ شوریٰ از مولانا آزاد ومولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی ومولوی حفظ الرحمٰن درمسئلہ قیام مسلمانان ہند۔ ان تمام ایام میں مدرسہ کا کوئی سبق (زکریا) نہیں پڑھا سکا نہ کوئی دوسرا کام، تمام اوقات کواڑ بند کرکے ان ہی مسائل پر بحث رہی کہ قیام مسلمانان کی دینی حیثیت کیا ممکن ہے"۔

عہد امارت کے بائیس رمضان

اکابر ومشائخ کے یہاں رمضان المبارک خاص ذوق وشوق اور حلاوت کا مہینہ ہے، اس ماہ میں ان کی طاعات وعبادات بالخصوص تلاوت قرآن پاک میں کمیت وکیفیت کے اعتبار سے نمایاں اضافہ ہوجاتا ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے یہاں بھی رمضان المبارک اور اس کے آخری عشرہ کا اعتکاف کا بہت اہتمام ہوتا تھا۔ مولانا محمد یوسف صاحب بھی ان ہی خاصان خدا میں تھے جو اس ماہ سے پورا پورا لطف وسرور حاصل کرتے اور دعوتی مشاغل کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت، تسبیحات، اوراد ووظائف کا کچھ زائد ہی اہتمام فرماتے نیز تصنیف وتالیف کا اوسط اس ماہ میں پورے سال کے مقابلہ میں بڑھ جایا کرتا تھا آپ گاہ بگاہ اپنے روزہ وتراویح کے معمولات حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو بھی تحریر کرتے رہتے تھے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے جانشین ہونے کی حیثیت سے آپ بائیس سال حیات رہے۔ اس بائیس سالہ دور کے رمضان المبارک کے تفصیلات قدرے وضاحت کے ساتھ یہاں پیش کی جاتی ہیں تاکہ دعوت وتبلیغ، تصنیف وتالیف اور خلوت واعتکاف کا ایک مجموعی نقشہ قارئین کے سامنے آجائے۔

دور امارت کے رمضان المبارک کی تفصیلات لکھنے سے قبل یہاں آپ کے دور شباب کا ایک مکتوب پیش کیا جاتا ہے اس میں مولانا نے بڑی وضاحت کے ساتھ اپنے روزہ وتراویح وغیرہ کے معمولات حضرت شیخ کو تحریر فرمائے ہیں۔ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ (۹ جنوری ۱۹۳۴ء) میں لکھے جانے والے اس مکتوب کے موقع پر حضرت مولانا کی عمر صرف

سترہ سال تھی۔

یاکتابی اذا وصلت الیہ — فبحق اللہ لہ قبل یدیہ
صف لہ ما تری من الوجہ عندی — وبکائی وطول شوقی الیہ

۷۸۶

مخدومی ومکرمی جناب حضرت بھائی صاحب دام مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خدا تعالے کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہاں سب خیریت سے ہیں اور آپ کی مع سب اعزہ خیریت مطلوب۔ عبدالحمید کے ہاتھ ایک عطر کی شیشی اور ایک ٹوکری ارسال کر رہا ہوں، شرفِ قبول سے ممنون ومشکور فرمادیں، نیز گھر میں سے کچھ چیزیں ایک ٹوکری میں بندھی ہوئی ارسال ہیں، حضرت والا کا اب تک کوئی والا نامہ صادر نہیں ہوا، جس سے تشویش ہے اگرچہ اس میں اپنی نا اہلیت اور تساہل کو دخل ہے، بندہ کے لیے اوقات خاصہ میں دعا فرمادیں کہ حق تعالے نیک کاموں کی مع اخلاص کے توفیق عطا فرما کر اپنے رضا سے مالا مال فرمادیں۔

آج تک تو اپنا دستور العمل یہ رہا کہ عشاء کے بعد چائے اور اس کے بعد ایک منزل پڑھنی پھر کل والے سپارہ کو ایک دفعہ پڑھنا اس کے بعد ڈیڑھ بجے تک لکھنا، دو سے تین تک اس سپارہ کو تہجد میں پڑھ کر استغفار و درود کی تسبیح پڑھنا، ساڑھے تین بجے سے پونے پانچ بجے تک ڈیڑھ سپارہ کو تین دفعہ پڑھنا پونے پانچ بجے سے سوا پانچ بجے تک سحری، پھر نماز، بعدِ نماز تا طلوعِ شمس جو کچھ کام باقی ہو اس کو پورا کر کے سوم کلمہ کی تسبیح پڑھنا اور بعد طلوعِ فجر اشراق کی نماز پڑھ کر سو رہنا، ظہر کے بعد ایک دفعہ سپارہ کو کہہ کر سنانا۔ نماز مغرب سے قبل چائے و کھانے سے فارغ ہو کر نماز کے بعد اس ڈیڑھ سپارہ کو صلوٰۃ الاوابین میں پڑھنا پھر تراویح، رات قرآن شریف ختم ہو گیا، آج دوسرا قرآن شروع کرنے کا ارادہ ہے حق تعالے کامیاب فرمادیں۔ بھائی ظہیر آج کل دہلی آئے

ہوئے ہیں اور اس وقت وہ اور حافظ صاحب وغیرہ یہیں موجود ہیں۔ اب کے رمضان میں بجائی ظہیر بعیت ہوئے ہیں، دعا فرمادیں کہ حق تعالےٰ بہتر فرمادیں۔

خویدکم الفقیر

محمد یوسف غفرلہٗ (۲۲ رمضان ۱۳۵۲ھ ۷ بجے)

اس تاریخی مکتوب کے بعد آپ کے عہد امارت کے بائیس رمضان کی تفاصیل پیش کی جاتی ہیں۔

رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی وفات کو ابھی ایک ماہ سے کچھ زائد عرصہ گزرا تھا کہ ماہ رمضان المبارک شروع ہو گئے۔ مخلصین ومحبین کے دلوں میں گذشتہ رمضان کی یاد تازہ تھی اور ان پر اس کا گہرا اثر تھا۔ اس لیئے اس رمضان کا پورا پورا اہتمام کیا گیا جماعتوں کی نقل وحرکت اور مرکز میں ان کی زائد سے زائد آمد کو بڑھانے کے لیے مراکز تبلیغ کو متوجہ کیا گیا۔ اس موقع پر خود مولانا محمد یوسف صاحب نے ایک زوردار دعوتی خط رفقائے جماعت کو ارسال فرمایا جس میں رمضان کی اہمیت اور اس ماہ کو ہدایت سے خصوصی مناسبت تحریر فرماتے ہوئے قربانی کی مقدار بڑھانے کی ترغیب دی۔ مولانا کا وہ مکتوب یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

"۲۸ شعبان ۱۳۶۳ھ ـــــــ مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

تبلیغ کا مقصد کسی خاص چیز کی اشاعت نہیں بلکہ اس کے ذریعہ ہمیں اس چیز کو زندہ کرنا ہے جس کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہم مسلمانوں کی فلاح کے لیے لے کر آئے اور تدریجی طور پر ہم مسلمانوں کی استعداد کے مطابق عمل پر ڈالتے رہے اس سب کی بنیاد اللہ کی رضا کے لیئے گھر بار کو چھوڑنے کی عادت کو عمومیت دینا ہے جتنی یہ چیز عام ہو جائے گی، حق تعالےٰ کی رحمت کی بارشیں عام طور پر نازل ہونی شروع ہو جائیں گی۔ ان رحمتوں اور نعمتوں کا اندازہ قائم کرنا جو اس سنت کے زندہ ہونے پر حق تعالےٰ کی طرف سے ہوتی ہیں ایسے لوگوں کے لیے بہت مشکل ہے جن کے لیے ہر دنیاوی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کے لیے سفر سہل اور اس اعلیٰ ترین

مبارک سنت کے احیاء کے لیے سفر کرنا مشکل ہو گیا ہے مشکل اس لیے ہے کہ ہم نے ابھی تک ان تبلیغی اسفار کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا، ہم اس کو تصحیح کلمہ یا تصحیح نماز کی تحریک سمجھتے ہیں، لہٰذا زیادہ اہمیت نہیں دیتے، حالانکہ اس کا مقصد ان سب کو جلا دینا ہے اور منور کرنا ہے جن کے ذریعہ ہمارے اعمال دنیاوی دینی بن جاویں۔ اور دینی اعمال سطحیت کے بجائے حقیقت اختیار کر لیں ایک اور اس کے ذریعہ جو اسلام کا مقصد ہے بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ و تعلق کا، قوی اور مضبوط ہونا یہ کیفیت پیدا ہو کر استقامت کی صورت اختیار کر لیں۔ چونکہ یہ مقصد ایک نورانی و روحانی مقصد ہے لہٰذا اس کے لیے سب سے زیادہ موزوں رمضان کا مہینہ ہے۔ اس کا موضوع نورانیت کو پیدا کرنا اور اس میں ترقی دینا ہے، لہٰذا جتنا زیادہ اس ماہ مبارک میں اس مبارک کام کو زندہ کیا جائے اور اس کی کوشش کی جائے کہ اس مبارک سنت کے احیاء کے لیے عام حرکت ہو جائے تو حق تعالیٰ کی مسلمانوں پر وہ عمومی رحمتیں اور نعمتیں نازل ہونی شروع ہو جائیں گی جو عموم کے بگڑنے کی وجہ سے بند ہیں۔ اس مبارک کام کو اس مبارک ماہ میں رواج دینے سے اور مہینہ کی بہ نسبت ستر گنی زاید استقامت و نورانیت پیدا ہو گی اور اگر اہل دل، اہل درد، حق تعالیٰ کے نام و کام کو بلند دیکھنے والے حضرات اپنی جد و جہد کے ذریعہ بارہ ہزار آدمیوں کو اس کام کیلئے حرکت دے دیں تو پھر یہ کام مستحکم اور مضبوط ہو جائے گا اور یہ رمضان دہریت کی ہواؤں کو مذہب کی ہواؤں سے بدل دے گا، اور مذہب سے اعراض والی کیفیت استقبال سے بدل جائے گی۔ بہر حال رمضان کا کام بقیہ گیارہ مہینوں کے کام سے زائد ہے اور رمضان ہر چیز کو موجودہ سطح سے ترقی دینے کے لیے آتا ہے جس چیز میں ترقی دینا چاہو اس کو اس میں زیادہ کرو، اور اپنی خصوصی ترقی چاہو جو عموم کے تابع اور اس سے مربی ہو گی تو کونے سنبھالو، اور اگر عمومی مذہبی انقلاب چاہتے ہو تو رمضان میں اس مبارک عمل کے لیے فارغ ہو کر نکلو۔ اس

سے علوم درست ہوگا اور خصوصی کاموں میں نورانیت و استقامت پیدا ہوگی۔ بہرحال کام وہی ہے جو صحابہ کرامؓ کا تھا، وہی اجر و ثواب ہے۔ اس کے لیے ان کی سی صورت درکار ہے، صحابہ کرام اس چیز کے لیے رمضان کی تنہائی کو قربان کرتے تھے اور ضرورت سمجھتے تھے تو روزہ کھولتے تھے مگر سفر میں کمی نہیں آنے دیتے تھے اس چیز کی آج بھی اسلام کو ضرورت ہے۔ ہمت کیجیے اور باہر نکل کھڑے ہوجائیے۔

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ"

اسی مبارک ماہ کی نو تاریخ میں مولانا محمد یوسف صاحب نے تمام اکابر و مشائخ کو ایک خط تحریر فرمایا جس میں اُن سے اس دعوتی کام کے لیے دعا و توجہ کی درخواست فرمائی، ذیل میں وہ خط پیش کیا جاتا ہے۔

"گزارش خادمانہ آں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ باوجودیکہ سراپا خلوص اور مجسم دعا تھے اور ہر وقت اس مبارک کام اور تبلیغ کے لیے جلوت و خلوت میں دعا فرماتے رہتے تھے، ساری ساری رات اس کام کے کامیاب ہونے اور اصولوں کی پابندی و نیت رضاء الٰہی کے ساتھ دنیا میں رائج ہونے اور اسلام کے سرسبز ہونے اور اوامر خداوندی کے دنیا میں از سرِ نو چمک جانے کے لیے تڑپتے تھے اور گڑگڑاتے تھے مگر اس کے باوجود اس کو ناکافی سمجھ کر اہل حق کی خدمت میں اس کام کی کامیابی کے لیے تمام اوقات میں عموماً اور رمضان میں خصوصاً (دعا کی) استدعا فرمایا کرتے تھے۔ اور بارہا فرمایا کرتے تھے کہ نظام عالم اہل حق کی توجہات باطنیہ اور دعاؤں کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اب ایسے وقت میں جب کہ ہم خدام ان بے نہایت توجہات اور دعاؤں سے بظاہر محروم ہوگئے ہیں، اس وقت آپ کی دعاؤں اور توجہ کی بے حد ضرورت ہے۔ اب تک بھی یہ کام آپ کی دعاؤں اور توجہات سے چلا اور آئندہ بھی ان شاء اللہ آپ کی توجہات اور دعاؤں سے چلتا رہے گا۔

خویدکم ــــ محمد یوسف غفرلہٗ

۹ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ "

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ یہ رمضان مرکز میں گزارنے کے ارادہ سے ۲۹ شعبان ــ (۱۹ اگست ۱۹۴۴ء) کو دہلی تشریف لے گئے اور مرکز کی مسجد میں آخری عشرہ کا اعتکاف بھی فرمایا، حضرت حافظ مقبول صاحب، مولانا عبید اللہ صاحب اور میوات کے خواص کی ایک جماعت حضرتؒ کے ساتھ معتکف رہی۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے مرکز کی مسجد میں اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے گھر میں قرآن پاک سنایا۔ شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ۷ رمضان (۲۶ اگست ۱۹۴۴ء) میں الہ آباد جیل سے رہائی پائی۔ اور پندرہ رمضان میں بعد مغرب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی تعزیت کے لیے مرکز تشریف لائے۔ سولہویں شب کی تراویح بھی حضرت نے مرکز کی مسجد میں پڑھائی۔ عید سے اگلے روز حضرت شیخ جناب الحاج محمد شفیع قریشی صاحب کی کار میں مظفر نگر اور وہاں سے بذریعہ ریل سہارنپور تشریف لے آئے۔

اسی ماہ مبارک میں حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری اور حضرت شیخ رح کے درمیان حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی نسبتِ خاصہ کے انتقال پر خط و کتابت ہوئی اور حضرت شیخ نے حضرت رائے پوری کو تحریر فرمایا کہ وہ تو عزیز مولوی یوسف سلمہٗ کی طرف منتقل ہو چکی۔

رمضان ۱۳۶۳ھ - امسال مولانا محمد یوسف صاحب نے مرکز کی مسجد میں مولانا انعام الحسن صاحب نے مسجد کی چھت پر اور مولوی سعید الرحمان مرحوم نے گھر میں قرآن پاک سنایا۔ حضرت شیخ سترہ رمضان میں سہارنپور سے دہلی تشریف لے گئے اور وہیں آخری عشرہ کا اعتکاف ــ فرمایا۔ مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا انعام الحسن صاحب، حضرت حافظ مقبول صاحب نے بھی اعتکاف کیا۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب جن کی طبیعت اس ماہ میں علیل تھی، حضرت شیخ کو تحریر فرماتے ہیں۔

> "حق تعالیٰ شانہٗ وعم نوالہ کے فضل و کرم سے باوجود ضعف و کمزوری اور مرض کے قرآن شریف اور روزے دونوں چیزیں ہو رہی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ سہولت کے ساتھ اتمام کو بخیریت پہونچائیں!"
>
> (مکتوب محررہ ۱۰ رمضان)

حفظ کلام اللہ کیے جانے کے بعد یہ پہلا رمضان تھا جس میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب اپنی علالت کی وجہ سے تراویح میں کلام پاک نہیں سنا سکے تاہم اس کی تلافی مولانا محمد یوسف صاحب کا کلام پاک سن کر فرمائی۔ کہ روزانہ کئی کئی سپارے موصوف نے مولانا انعام الحسن صاحب کو سنائے۔

رمضان ۱۳۶۵ھ۔ حضرت شیخ یہ ماہ مبارک مرکز نظام الدین میں گذارنے کے لیے ۲۸ شعبان (۲۹ جولائی ۱۹۴۶ء) میں دہلی تشریف لے گئے اور مرکز کی مسجد میں پورے مہینہ کا آپ نے اعتکاف فرمایا۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے تقریباً چالیس احباب کے ساتھ آخری عشرہ کا اعتکاف کیا، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے بھی یہ پورا مہینہ مرکز میں قیام فرمایا اور آخری عشرہ کا اعتکاف ان حضرات کے ساتھ کیا۔

اس سال مولانا محمد یوسف صاحب نے مسجد میں اور مولوی سعید الرحمان مرحوم نے گھر میں کلام پاک سنایا۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے یہ مہینہ کاندھلہ میں گذارا۔

حضرت شیخ اپنی یادداشت میں تحریر فرماتے ہیں۔

"۲۸ شعبان مطابق ۲۹ جولائی ۴۶ء دوشنبہ کی صبح کو زکریا کی روانگی۔ بارادہ قیام رمضان دہلی ہوئی۔ علی میاں نے بھی یہ رمضان نظام الدین میں گذارا —— مولانا یوسف صاحب ساڑھے گیارہ بجے تراویح ختم کرتے تھے اس کے بعد ڈیڑھ بجے تک ہم سب کی مجلس مشاورت ہوتی تھی۔ بعد ظہر مولانا عبیداللہ صاحب زکریا کو حصن حصین سناتے تھے اور مولانا محمد یوسف صاحب بھی کبھی کبھی اس میں شرکت فرماتے"۔

مولانا محمد ثانی حسنی سوانح مولانا محمد یوسف میں اس ماہ مبارک کے متعلق لکھتے ہیں۔

"یہ رمضان المبارک نظام الدین میں باغ و بہار بن کر آیا تھا۔ ساری مسجد ذکر و تلاوت سے گونجتی رہتی تھی۔ ایک ہی وقت خانقاہ بھی تھی، مدرسہ بھی۔ ہر چھوٹا بڑا سارا دن اور ساری رات بس ذکر و تلاوت میں گذارتا، کوئی ایک قرآن روز پڑھتا

کوئی اس سے کم یا زیادہ، حضرت شیخ الحدیث اور مولانا محمد یوسف کی عبادت وریاضت، مجاہدہ اور تلاوت قرآن کا پوچھنا ہی کیا، کوئی لمحہ ایسا نہ گذرتا جس میں یہ بزرگ خالی بیٹھے ہوں۔ پورے رمضان کی راتوں میں سونا خارج از بحث تھا دن کو چند گھنٹے سو لیتے پھر شب وروز عبادت میں گذار دیتے۔"

رمضان ۱۳۶۶ھ۔ حضرت شیخ نے اس سال کا ماہ مبارک بھی مرکز نظام الدین گذارا۔ ۲۹ شعبان (۱۹ جولائی ۱۹۴۷ء) میں آپ سہارنپور کے مبلغین کی ایک جماعت کے ساتھ نظام الدین تشریف لے گئے اور اسی تاریخ میں بعد عصر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے معتکف میں پورے ماہ اعتکاف کی نیت سے تشریف فرما ہوئے۔ اس سال قاری سید رضا حسن صاحب نے مسجد میں اور مولانا محمد یوسف صاحب نے زنانہ مکان میں کلام پاک پڑھا۔ یہ ہی وہ رمضان ہے جس کی ستائیسویں شب (۱۵ اگست) میں ہندوستان تقسیم ہو کر پاکستان وجود میں آیا۔ اکیس رمضان میں مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی بھی دہلی تشریف آوری ہو کر اٹھائیس میں واپسی ہوئی۔ تقسیم کی رات میں موصوف نے خوب رو رو کر دعا فرمائی، خود بھی روئے اور تمام اہل مرکز وحاضرین کو رلایا۔ ۲۱ رمضان میں میوات کے پناہ گزینوں کا ایک بڑا قافلہ دہلی آکر مقیم ہوا۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی ترغیب پر مولانا محمد اسلم صاحب، مولانا عبدالمنان صاحب، جناب الحاج عبدالجبار صاحب نے ان میں محنت کی اور دعوتی پیغام پہونچایا۔

تقسیم ملک کے فوراً بعد قتل وغارت گری میں شدت ہو گئی، تمام راستے بند ہو گئے اس لیے حضرت شیخ بھی دہلی قیام فرما رہے اور تین محرم (۷ نومبر ۱۹۴۷ء) میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی کی معیت میں سہارنپور واپس تشریف لائے۔

اس ماہ مبارک کی باقیات صالحات اور بابرکت یادگار "فضائل حج" کی شکل میں آج پچاس سال بعد بھی محفوظ وموجود ہے، مولانا محمد یوسف صاحب نے اس رمضان مبارک میں حضرت شیخ سے اس کی تالیف کے لیے باربار درخواست کی جس پر آپ نے ۳ شوال ۱۳۶۶ھ (۲۱ اگست ۱۹۴۷ء) میں یہ تالیف —— شروع کی اور ۱۴ جمادی الاولی ۱۳۶۷ھ (۲۵ مارچ ۱۹۴۸ء) میں اس سے فراغت پائی۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے اپنی علالت کی بنا پر یہ پورا ماہ کاندھلہ گذارا ــــــ رمضان مبارک ختم ہونے پر مولانا محمد یوسف صاحب نے ذیل کا خط مولانا موصوف کو کاندھلہ تحریر فرمایا۔

"عزیزہ ذاکرہ سلمہا و مولانا انعام الحسن صاحب! ـــــ زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ رب العزت کے لطف و کرم سے رمضان بخیریت گذر گیا، مختلف جگہ قریب و بعید جماعتیں گئیں، آج کل پناہ گزینوں میں جو لاکھوں کی مقدار میں مختلف شہروں میں ہیں کام کرنے کی ازحد ضرورت ہے، کام کرنے والے تھوڑی مقدار میں دستیاب ہو رہے ہیں ان کی اور ہماری دینی حالت بہت نازک ہے ادعیہ کے ساتھ پوری طرح متوجہ رہو۔ خدا کرے تم سب کے مزاج اچھی طرح ہوں سب کی خدمات میں سلام مسنون فرمادیں۔ ام ہارون سلمہا کی طبیعت کچھ روز سے زیادہ علیل چل رہی ہے۔ دعا فرمادیں۔

بندہ محمد یوسف عفی عنہٗ"

رمضان ۱۳۶۳ھ ۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے حادثۂ وفات کے بعد یہ پہلا رمضان تھا جو مولانا محمد یوسف صاحب نے حضرت شیخ کی غیر موجودگی میں دہلی میں کیا۔ اس ماہ میں مولانا محمد یوسف صاحب کی طبیعت علالت کی وجہ سے مضمحل رہی لیکن الحمد للہ کہ تمام مشاغل اور معمولات اسی طرح پورے ہوتے رہے، جماعتوں کی نقل و حرکت اور کام کی رفتار میں نمایاں اضافہ ہوا حجاز میں بھی کام کی رفتار بڑھی۔

مولانا محمد یوسف صاحب نے امسال کلام پاک مسجد میں پڑھا، نو رمضان میں مولانا عبید اللہ صاحب مع متعدد رفقاء، اور ۲۳ رمضان میں جناب الحاج عبد الجبار صاحب کراچی نظام الدین سے سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں بغرض اعتکاف آئے۔

مولانا انعام الحسن صاحب نے یہ مہینہ کاندھلہ میں قیام فرمایا۔ اہلیہ محترمہ (والدہ مولانا زبیر الحسن صاحب) بھی وہیں مقیم رہیں۔ عید کے موقع پر حضرت شیخ نے تین روپے عیدی کے

بھی آپ کو بھیجے تھے۔

رمضان ۱۳۶۵ھ ۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے امسال کلام پاک مرکز کی مسجد میں پڑھا گھر میں مولانا نیاز محمد صاحب (خلیفہ حضرت اقدس مدنی) اور مختلف طلبہ نے سنایا۔ مولانا محمد یوسف صاحب کے ساتھ خواص کی ایک جماعت نے آخری عشرہ کا اعتکاف بھی کیا۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے یہ رمضان کاندھلہ میں گذارا اور مکان پر تراویح پڑھائی حضرت حافظ فخر الدین صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کی خواہش تھی کہ مولانا انعام الحسن صاحب یہ مہینہ نظام الدین میں گذاریں۔ اس مقصد کے لیے مولانا نے رمضان سے قبل حضرت شیخ کو ایک خط بھی تحریر کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ "اگر اہلیہ مولوی انعام یہاں آجائیں تو بہت مناسب ہے کہ اس سے مولوی انعام کو دل بستگی اور سکون ہوگا۔ اگر ان کی آمد طے ہو جائے تو ان کو بھی (سہارنپور سے) واپسی میں لیتا آؤں گا"۔ حضرت شیخ نے اس کے جواب میں اپنی منظوری بھی تحریر فرمادی تھی لیکن مولانا محمد انعام صاحب کے ضعف و علالت کے پیش نظر والد ماجد مولانا اکرام الحسن صاحب نے کاندھلہ رمضان گذارنے کو ترجیح دی۔ اس لیے آپ شعبان کی آخری تاریخ میں نظام الدین سے کاندھلہ تشریف لے آئے۔

اس ماہ مبارک کی نو تاریخ میں مولانا محمد یوسف صاحب نے ایک خط حضرت شیخ کو ماہِ مبارک کے دعوتی مشاغل اور مختلف شہروں اور علاقوں میں جماعتوں کی نقل و حرکت نیز حجاج کرام میں دعوت و تبلیغ کی تفصیلات میں تحریر فرمایا تھا۔ یہ خط شاملِ کتاب کیا جاتا ہے۔

مدرسہ کاشف العلوم بستی حضرت نظام الدین اولیاء ۹ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ

مخدوم و مکرم و معظم و محترم جناب حضرت الشیخ ادام اللہ مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

حضرت عالی کا والا نامہ کھجوروں کی تفصیل کا پہونچ کر کاشف احوال ہوا انشاء اللہ حسب تحریر عمل کیا جائے گا' زمزم بالکل نہیں ہے' بندہ کی طبیعت رمضان سے پہلے ہی بڑی کمزور تھی مگر حق تعالےٰ شانہ نے اپنے فضل و کرم سے سنانے کی بھی توفیق مرحمت فرمائی۔ اور روزے کی بھی۔

آنے والوں سے گفت وشنید کہنے سننے کا بھی سلسلہ شروع ہو گیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل سے اس مبارک ماہ میں بمبئی وبہار و پالن پور و آگرہ و علی گڑھ، بجنور، رامپور، مراد آباد اور قرب وجوار میں متعدد جماعتیں گئی ہوئی ہیں پیدل بھی اور سواری کی بھی، دوآبہ کے علاقہ سے پانچ حاجی تیار ہو کر آ چکے ہیں، رمضان تبلیغ میں گذار کر یہاں سے ہی راستہ میں کام کرتے ہوئے حج کو جائیں گے، ان کے ساتھ اور پرانوں کو لگا کر بہار سے حجاج کے لگانے کے لیے روانہ کیا گیا کیوں کہ وہاں سے آئی ہوئی جماعت نے اصرار کیا اور حجاج کے آنے کی امید دلائی اور بھی حجاج کا اس کام کو سیکھ کر جانے کی اطلاعات آئی ہیں۔

حضرت عالی خصوصیت کے ساتھ صحیح اصولوں پر اس جد وجہد کے سرسبز ہونے کے لیے دعا فرمادیں۔ امانت عالی، اصول نازک، ہم کمزور و مغفل بس اکابر کی توجہات اور دعوات کی برکات سے حق تعالیٰ شانہٗ اس راہ کو سرسبز فرمادیں۔ پہلے سے علم تھا، ۱۰،۱۵؍شوال تک جہازوں سے جانے کا مگر اب معلوم ہوا کہ ۳؍شوال ہی سے جہازوں کی روانگی شروع ہو جائے گی۔ اس لیے ایک جماعت مولانا امیر احمد صاحب کے ساتھ بمبئی روانہ کی گئی تاکہ آخر رمضان میں جمع ہونے والے حجاج میں کام کیا جا سکے، فریدی و محراب وغیرہ کو بھی پندرہ بیس رمضان تک بھیج دینے کا ارادہ ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اس سب کو امت محمدیہ مرحومہ کے لیے انتہائی خیر فرمادیں۔ حضرت عالی خود بھی پوری توجہ کے ساتھ اس مبارک عمل کی سرسبزی کے لیے دعائیں فرمادیں اور حضرتِ عالی حضرت مدنی دام مجدہ العالی اور حضرت شاہ عبدالقادر دام مجدہ العالی کی خدمات بابرکات میں بہت ہی اصرار کے ساتھ پوری توجہات کے ساتھ دعوات کی طرف متوجہ فرمادیں، بندہ خود لے کر بیٹھا مگر ابھی تک لکھا نہیں جا سکا۔

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ۔"

رمضان ۱۳۶۹ھ۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے امسال مرکز کی مسجد میں اور مولانا انعام الحسن صاحب نے بستی کی مسجد میں کلام پاک سنایا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری نے یہ رمضان مسجد قصاب پورہ میں کیا تھا اس لیے یہ حضرات بھی گاہ بگاہ حضرت اقدس کی خدمت میں بغرض ملاقات تشریف لے جاتے رہے۔ ایک ملاقات کا تذکرہ مولانا انعام الحسن صاحب حضرت شیخ کے نام گرامی نامہ میں اس طرح کرتے ہیں۔

"مخدوم و مکرم معظم مدظلکم العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

الحمدللہ یہاں پر خیریت ہے۔ پرسوں رات آندھی آکر تمام گرمی کو اپنے ساتھ لے گئی، اور صبح تک بارش کا سلسلہ رہ کر موسم میں تغیر ہوگیا۔ کل عصر کے قریب حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری کی نیت سے قصاب پورہ جانا ہوا یہ معلوم ہوا تھا کہ حضرت کے یہاں صرف مغرب کے بعد نشست ہوتی ہے اس وقت حاضری کے بعد تراویح تک پہونچنا مشکل ہے تاہم کل اسی نیت سے حاضری ہوئی، لیکن حضرت نے عصر کے بعد بھی مخصوص نشست فرمائی مولانا حبیب الرحمٰن بھی اس وقت تشریف لائے تھے۔ بندہ اور مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا امیر احمد صاحب حاضر تھے۔ یہ مجلس انتہائی انبساط اور سرور سے لبریز تھی حضرت اقدس انتہائی مسرور اور انبساط سے تھے۔ خیریت مزاج دریافت کرنے پر فرمایا شکر ہے بس وقت گذار رہے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ گرمی کے رمضان کا ثواب زیادہ ہے۔ ٹھنڈ چھوڑ کر دھلی میں آگئے۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا بے چارے چھڑکاؤ کرتے رہتے ہیں پنکھے اور ٹٹیاں خس کی بھی لگا رکھی ہیں لیکن گرمی اور خشکی تو ہے ہی، یہ فقرات ہیں، شاید کچھ تاثرات کا اندازہ ان ارشادات سے ہو، ایک جملہ یہ بھی ارشاد فرمایا بس جی آج کل اپنی پیری حضرت شیخ کی برکت سے ہے جو ذکر کرنے والے ہیں وہ یہاں بھیج دیتے ہیں اور دوسروں کو نظام الدین، یہ عصر کے

بعد جب کرسی کے حضرات نے ذکر شروع کیا اس وقت فرمایا کہ ان حضرات کے علاوہ شاید دو ایک اور کوئی ذاکر ہوں۔ حضرت کے ہمراہیوں سے کسی گفتگو یا اندازہ کی نوبت نہیں آئی ——— بخدمت اقدس مکرم محترم جناب والد صاحب و ماموں صاحب سلام مسنون عرض ہے۔

انعام الحسن غفرلہٗ ۔ ۵ رمضان ۱۳۶۹ھ

اسی سلسلہ کا دوسرا مکتوب یہ ہے۔

"مخدوم مکرم معظم مدظلکم العالی !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

کل صبح مولوی عامر صاحب رام پوری کی زبانی ناسازی مزاج معلوم ہو کر فکر ہوا تھا حضرت اقدس مدظلہٗ کی خدمت میں روزانہ حاضری کا ارادہ رہتا ہے لیکن گرمی کی اس قدر شدت ہے کہ باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتی، بارش سے دو روز تو کچھ سکون رہا مگر اب خوب شدت سے لو چلتی ہے البتہ شب میں لو نہیں ہوتی۔ کل شام قصاب پورہ حاضری ہوئی تھی، افطار سے ۱۵ منٹ قبل پہونچا ہوا حضرت اقدس باہر تشریف لا چکے تھے۔ خیریت مزاج دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ بہت اچھا ہوں البتہ خشکی بہت زیادہ ہے طبیعت الحمدللہ بہت مسرور محسوس ہوتی ہے بواسطہ بعض حضرات یہ ارشاد معلوم ہوا کہ اگرچہ گرمی کی تکلیف ہے لیکن جس کام کے لیے آنا ہوا ہے الحمدللہ اس میں آنا مفید ہوا۔ اس سال کچھ بندہ نے بھی قرآن خوانی کا سلسلہ شروع کیا ہے اگرچہ دماغ و قلب ساتھ نہیں دے رہا ہے لیکن پانچ سال سے زائد قرآن مجید سنائے ہوئے ہو گئے اس لیے ایک مسجد میں اس مرتبہ بارہ رکعت میں ۱½ پارہ سن کر آٹھ میں جس قدر ہمت ہوئی آدھا پاؤ پڑھنے کی کوشش کرلی فقط۔

محمد انعام الحسن

رمضان ۱۳۷۰ھ

اس رمضان المبارک سے متعلق کچھ
معلومات فراہم نہ ہو سکیں

رمضان ۱۳۷۱ھ ۔ مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے یہ رمضان مرکز میں گزارا اور آخری عشرہ کا اعتکاف بھی ایک بڑے مجمع کے ساتھ مرکز کی مسجد میں کیا۔

جناب الحاج قاری محمد داؤد صاحب کی فرمائش پر پورے ماہ مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ نے بعد عصر خواص کے مجمع میں فضائل رمضان سنائی۔

مولانا مفتی زین العابدین صاحب جو شروع رمضان سے نظام الدین مقیم تھے ـــــ ۸ رمضان (۲۱ جون ۱۹۵۲ء) میں حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور تشریف لائے اور تیرہ رمضان میں دہلی واپس ہوئے۔ اسی موقع پر حضرت شیخؒ نے آپ کو اجازت بعیت و خلافت مرحمت فرمائی۔ اس اجازت ـــ کا تذکرہ روزنامچہ شیخ میں اس طرح کیا گیا ہے۔

"۸ رمضان کو مولوی زین العابدین پاکستانی نظام الدین سے آئے تھے، آج (۱۳ رمضان میں) پرمٹ کی مجبوری کی وجہ سے واپس گئے، روانگی کے وقت ان سے کہا گیا کہ پاکستان میں کوئی بیعت کی درخواست کیا کرے تو کر لیا کریں۔"

رمضان ۱۳۷۲ھ۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے امسال تراویح مرکز کی مسجد میں سنائی اور چالیس علماء اور مبلغین کے ساتھ آخری عشرہ کا اعتکاف بھی فرمایا۔

رمضان ۱۳۷۳ھ۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے امسال تراویح مسجد میں پڑھائی اور گھر میں ایک خاندانی عزیز حافظ محمد فرید الحسن کاندھلوی نے کلام پاک سنایا۔ موصوف کی یہ پہلی محراب تھی۔ بیس کی شب میں یہ قرآن پاک ختم ہوا۔ مولانا اکرام الحسن صاحب اور مولانا محمد طلحہ صاحب نے سہارنپور سے دہلی پہونچ کر اس ختم میں شرکت کی۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب کا قیام بھی اس ماہ میں نظام الدین رہا۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے قدیم معمول کے مطابق

امسال بھی آخری عشرہ کا اعتکاف مسجد میں کیا۔ یہ پہلا رمضان تھا جس میں آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد ہارون صاحب نے پورے ماہ کے روزے رکھے۔

رمضان ۱۳۷۴ھ۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے امسال مرکز کی مسجد میں اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے بستی کی مسجد میں کلام پاک سنایا۔ صاحب زادہ مولانا محمد ہارون صاحب نے امسال پہلی مرتبہ کلام پاک مقامی مسجد میں تراویح میں پڑھا۔

رمضان ۱۳۷۵ھ۔ امسال مولانا محمد یوسف صاحب نے مسجد میں اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے مسجد کے بالائی حصہ پر اور مولانا محمد ہارون صاحب نے نل والی مسجد میں کلام پاک سنایا۔ زنانہ مکان میں مولانا محمد کاندھلوی نے تراویح میں کلام پاک پڑھا۔ موصوف کی یہ پہلی محراب تھی۔ ۲۳ رمضان کی شب میں یہ قرآن شریف ختم ہوا۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے بیس روپئے اس موقع پر موصوف کو مرحمت فرمائے۔

رمضان ۱۳۷۶ھ۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے امسال مرکز کی مسجد میں اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے مرکز کے عقبی حصہ میں تراویح پڑھائی۔ مسجد شاہ جی والی کے اندرونی حصہ میں مولانا ہارون صاحب نے اور بیرونی حصہ میں مولانا محمد طلحہ صاحب نے کلام پاک سنایا مولانا محمد طلحہ صاحب کی یہ پہلی محراب تھی۔

رمضان ۱۳۷۷ھ۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے تراویح کا کلام پاک مسجد میں سنایا۔ نیز آخری عشرہ کا اعتکاف بھی کیا جس میں پچاس علماء و مبلغین بھی شامل تھے۔ حضرت شیخ رہ نے اپنے روزنامچہ میں مولانا موصوف کے اس رمضان کے معمولات یہ تحریر فرمائے ہیں۔

> "اول وقت نماز کے بعد آٹھ بجے تک تقریر پھر روانگی جماعات، دو گھنٹے آرام کے بعد گیارہ بجے سے ظہر تک تعلیم بعد ظہر تا عصر تلاوت وغیرہ، بعد نماز عصر ذکرو اذکار، بعد تراویح بارہ بجے تک اسماع کتاب سیرۃ (حیات صحابہ)"

رمضان ۱۳۷۸ھ۔ امسال مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد ہارون صاحب نے مرکز کی مسجد میں مشترکہ طور پر قرآن پاک سنایا۔ اول آٹھ رکعات میں مولانا محمد ہارون صاحب اور آخری بارہ رکعات میں حضرت مولانا پڑھتے تھے۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے مرکز کے عقبی

حصہ میں تراویح پڑھائی۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب چاند کی اطلاع اور تراویح کی ترتیب نیز مولانا محمد یوسف صاحب کے ایک جدید نظام کے متعلق حضرت شیخ کو ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"رویت ہمارے یہاں بھی نہیں ہوئی۔ کل شب کو ۱۱½ بجے دہلی سے آدمی آئے کہ فتوی ہوگیا، کل کو رمضان ہے۔ چنانچہ رات کو پونے بارہ بجے تراویح پڑھی۔ رات عزیزی ہارون اور مولانا محمد یوسف دونوں نے قرآن پڑھا، ساڑھے آٹھ پر فرض شروع ہوئے اور ساڑھے دس پر فراغت ہوگئی۔ بندہ نے الگ پیچھے پڑھنا شروع کیا ہے۔ اللہ جل شانہ سہولت کے ساتھ تمام فرما کر قبول فرمائے۔

اس مرتبہ مولانا یوسف صاحب نے کھانا تراویح کے بعد بس ایک وقت شروع کیا ہے، افطار اور سحری میں چائے وغیرہ کچھ ہو جاتی ہے۔

(مکتوب محررہ ۲ رمضان پنج شنبہ)

مولانا انعام الحسن صاحب کی طبیعت اس ماہ میں علیل رہی۔ آخر رمضان میں عارضہ قلب بھی لاحق ہوا، مگر الحمد للہ روزہ و تراویح اور دیگر معمولات پورے ہوتے رہے۔ اپنی علالت اور رمضان کے بخیر و عافیت ختم ہونے کی اطلاع حضرت شیخ کو اپنے گرامی نامہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"آج الحمد للہ تیس روزے پورے ہو گئے۔ اللہ جل شانہ قبول فرمائے اور مغفرت فرمائے۔ ۲۶ کی شب میں قلبی دورہ پڑا اور اس کے بعد سے وہ تاثر کی کیفیت شدت سے ہوتی رہی۔ اس بارہ سال کے عرصہ میں یہ بیماری ایسی مستقل سی ہوگئی کہ اب اس سے چھٹکارے کی امید بھی منقطع ہوگئی، اللہ جل شانہ فضل فرما دے۔"

رمضان ۱۳۷۹ھ۔ مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کا تقریباً ہمیشہ معمول یہ رہا کہ ماہ شعبان کے اختتام پر حضرت شیخ سے ملاقات کے لیے سہارنپور تشریف لاتے اور آنے والے ماہ مبارک کے سلسلہ میں ضروری مشورے اور دعا و توجہات کی

درخواست فرماتے۔ نیز دہلی و سہارنپور کی مستورات کا تبادلہ بھی اسی موقع پر ہوتا کہ والدہ مولانا محمد طلحہ صاحب سہارنپور سے دہلی روانہ ہو جاتیں، اور والدہ مولانا زبیر صاحب و اہلیہ محترمہ مولانا محمد یوسف صاحب دہلی سے سہارنپور آجاتیں۔ قدیمی معمول کے مطابق امسال بھی ۲۷ رشعبان (۲۵ ر فروری ۱۹۶۰ء) میں ایک شب و روز کے لیے سہارنپور آمد ہو کر بعد نماز جمعہ دہلی روانگی ہوئی۔ حضرت شیخ اس آمد و رفت کا تذکرہ روزنامچہ میں اس طرح کرتے ہیں۔

"(۲۷ رشعبان) آج قبیل مغرب کار سے مولوی یوسف وانعام مع مستورات والدہ و خالہ زبیر آکر جمعہ کی نماز کے بعد والدہ طلحہ کو لے کر گئے۔ جمعہ کی صبح کو شاہد کا قرآن ختم ہوا۔ خدیجہ کی تفسیر ختم ہوئی اور طاہرہ کا افتتاح پارہ عم مولوی یوسف کی مجلس میں ہوا۔"

مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد ہارون صاحب نے امسال قرآن پاک مرکز کی مسجد میں پڑھا۔

امسال مرکز نظام الدین میں عام مہمانوں کے ساتھ ساتھ مصری علماء اور خواص کی آمد معمول سے زیادہ رہی۔ مصر کے نامور عالم و ادیب شیخ محمد بن حمود یمانی نے بھی ماہ رمضان کا کافی حصہ مرکز میں گذارا۔ اور مولانا عبید اللہ صاحب سے مختلف ملاقاتوں اور مجلسوں میں اپنے اشکالات حل کیے۔ اس سلسلہ میں مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی کے مکتوب سے ایک اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے، جس میں موصوف نے مرکز کے احوال کی اطلاع حضرت شیخ کو دی ہے:

"الحمد للہ اس جگہ بہت زیادہ مہمانوں کی آمد ہے آج ہی سترہ نفر کی جماعت سائیکلوں پر حیدرآباد سے آئی ہے۔ ایک چلہ میں پہونچی ہے۔ رات حافظ عبدالعزیز صاحب اور حاجی یونس صاحب ایک مصری قاری صاحب اور ایک مصری صاحب اور ایک صاحب کو لے کر تراویح کے بعد آئے۔ یہ مصری قاری صاحب جمال عبدالناصر کی جانب سے بھیجے گئے ہیں کہ ان کی آمد ہند کا وقت قریب ہے اس سے پہلے کچھ مصری علماء، قراء وغیرہ ہند کا دورہ کر رہے ہیں اور ان کے دورہ کے لیے زمین ہموار کر رہے ہیں۔ ایک گھنٹہ ان سے گفتگو رہی پھر آنے

کا وعدہ کر گئے ہیں شیخ یمانی صاحب نے ایک ملفوظ آپ تک پہونچانے کے لیے دیا ہے وہ ارسال ہے، الحمد للہ ان کے سارے اشکالات ختم ہو گئے ہیں۔ صرف اب ایک دو رہ گئے ہیں، اللہ کرے وہ بھی ختم ہو جائیں"
(مکتوب محررہ ۱۲ رمضان ۱۳۷۹ھ)

اسی سال ماہ مبارک میں مولانا محمد یوسف صاحب کی مشہور و معروف دعوتی و اصلاحی کتاب "حیات الصحابہ جلد اول" شائع ہو کر آئی۔

رمضان ۱۳۸۰ھ۔ امسال تراویح کا کلام پاک مولانا محمد یوسف صاحب نے مرکز کی مسجد میں اور مولانا محمد ہارون صاحب نے گھر میں پڑھا۔ مولانا انعام الحسن صاحب کا قیام بھی مرکز رہا لیکن علالت وضعف کی بنا پر جسمانی اضمحلال رہا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے متعدد تسلی و تشفی بخش مکاتیب اس ماہ میں آپ کو تحریر کیے جس سے دل بستگی رہی۔

رمضان ۱۳۸۱ھ۔ امسال ماہ رمضان میں بواسیر کی شدت کی وجہ سے مولانا محمد یوسف صاحب نے امامت سے احتیاط فرمائی اور تراویح میں کلام پاک نہیں سنایا، ان کی جگہ مولانا محمد ہارون صاحب نے مرکز کی مسجد میں تراویح پڑھائی۔ سترہ رمضان (۲۳ فروری ۱۹۶۲ء) میں مولانا محمد یوسف و مولانا محمد انعام الحسن سہارنپور تشریف لائے اور فوراً ہی حضرت شیخ کی معیت میں رائے پور روانہ ہو گئے۔ افطار حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ ہوا۔ ان دونوں حضرات کی تو اگلے روز رائے پور سے سہارنپور ہوتے ہوئے دہلی واپسی ہو گئی اور حضرت شیخ بقیہ رمضان وہاں مقیم رہ کر نماز عید الفطر ادا کر کے سہارنپور تشریف لائے۔

رمضان ۱۳۸۲ھ۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے امسال کلام پاک مرکز کی مسجد میں سنایا جو انتیس رمضان کی شب میں ——— ختم ہوا۔ حضرت شیخ کے روزنامچہ کے مطابق تقریباً ساڑھے چار ہزار آدمی اس ختم کی مجلس میں شریک تھے۔ دو رمضان (۲۹ جنوری ۱۹۶۳ء پنجشنبہ) میں مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی سہارنپور تشریف آوری کا تذکرہ حضرت رح اپنے روزنامچہ میں اس طرح فرماتے ہیں۔

"آج ایک بجے دوپہر حاجی نسیم صاحب کی کار میں مولانا یوسف و انعام، عبید اللہ

زیر آکر بدھ کو گیارہ بجے واپس ہوئے، رات کو مسجد مدرسہ قدیم میں تراویح بھی مولانا یوسف صاحب نے سورہ ق اور سورہ مدثر تا سورہ دہر اور چار رکعت قصار میں پڑھائی۔"

اسی روزنامچہ کے مطابق مولانا محمد یوسف صاحب نے مرکز کی مسجد میں آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا۔ پچھتر اشخاص آپ کے ساتھ اعتکاف میں شامل تھے۔

مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب کے روزنامچہ سے اس آمد کی مزید تفصیل یہ معلوم ہوتی ہے۔

"دو رمضان میں بعد ظہر مولانا یوسف صاحب مولانا انعام الحسن صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب بذریعہ کار تشریف لائے۔ حضرت شیخ نے ان حضرات کی خاطر بالکل خلاف معمول عصر کے بعد پارہ سنانا ترک کر کے مدرسہ میں عمومی مجلس کی، اور رات کو بعد عشاء ان حضرات کے ساتھ مدرسہ کے معاملات پر گفتگو فرمائی۔ اگلے دن صبح کی نماز مولانا محمد یوسف صاحب نے ہماری مسجد میں پڑھائی اور نو بجے نظام الدین روانہ ہو گئے۔"

رمضان ۱۳۸۳ھ: حسب معمول اس سال بھی مولانا محمد یوسف صاحب نے مرکز کی مسجد میں کلام پاک سنایا۔ واردین صادرین نیز آخری عشرہ میں اعتکاف کی نیت سے آنے والوں کی بھی کثرت رہی۔ ۲۴ رمضان (۹ فروری ۱۹۶۴ء یک شنبہ) میں مولانا انعام الحسن صاحب نے ذیل کا تفصیلی مکتوب حضرت شیخ کے نام سہارنپور تحریر فرمایا۔ اس مکتوب سے رمضان کے متعلق مزید معلومات حاصل ہوں گی۔

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

۲ رمضان المبارک کا والا نامہ کل ۲۳ کو موصول ہوا، اس رمضان میں شروع ہی سے اس قدر ہجوم اور کثرت واردین کی رہی کہ سفر کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے۔ میوات و دوآبہ کے علاوہ دور کے صوبوں کی آمد بہت کثرت سے رہی اب بھی اعتکاف میں ایک سو نفر بیٹھے ہوئے ہیں اور بہت سے مسجد میں جگہ نہ

ہونے کی وجہ سے اعتکاف نہ کرسکے، بحری جہاز کی طرح معتکفین کو جگہ تقسیم کی گئی۔ اللہ جل شانہٗ ہماری اس کوتاہی کو معاف فرمادیں۔ دعا جیسی کیسی بھی ہے انفرادی و اجتماعی صورتوں میں کرتے رہے اللہ جل شانہٗ قبول فرمادیں اب دعا کے مرکز بھی جناب ہی ہیں، ہم بھی دعا کے متمنی ضرور ہیں اگرچہ لکھنے کی نوبت اس لیے نہ آئی کہ کس منہ سے لکھا جائے۔ اپنی معذوری و مجبوری سے کچھ نہ کیا۔۔۔۔ اللہ جل شانہٗ عم نوالہٗ اپنی خصوصی نعمتوں، رحمتوں، برکتوں سے بھرپور حصہ محض اپنے فضل سے نصیب فرمادیں۔ اب صمیم قلب سے دعاؤں کی درخواست ہے کہ آخر ہفتہ رمضان المبارک کی مبارک ساعات گذر رہی ہیں۔"

رمضان ۱۳۸۴ھ۔ مرکز کی مسجد میں مولانا محمد یوسف صاحب نے قرآن پاک پڑھا اور آخری عشرہ کا اعتکاف ایک بڑی جماعت کے ساتھ کیا۔ مسجد کی دونوں منزلیں معتکفین سے پُر تھیں۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی حیاتِ مستعار کا یہ آخری رمضان اور آخری اعتکاف تھا اور اس کے بعد "آں قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند" مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی اپنے مکتوب (بنام حضرت شیخ) میں مولانا محمد یوسف صاحب کے اس آخری اعتکاف کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں۔

"ماشاء اللہ معتکفین کی مقدار امسال بھی کافی ہے۔ جماعتوں کی آمد و رفت رخصت و واپسی بھی خوب ہے۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زاد مجدہم اور عزیزی مولوی حافظ ہارون سلمہٗ اور عزیزی حافظ زبیر الحسن سلمہٗ، عزیزی حافظ خالد سلمہٗ کے علاوہ حضرت جی دامت برکاتہم اور عزیزی حافظ مولوی۔۔۔ اجتباء الحسن سلمہٗ عزیزی مولوی حافظ محمد سلمہٗ اور اکثر اہل مدرسہ اور احباب معتکف ہیں۔ مولانا محمد عمر صاحب دام مجدہم اور منشی بشیر احمد صاحب، مولوی رحمت اللہ صاحب بمبئی، بھوپال، میسور، حیدرآباد، نظام آباد، ناگپور، میوات دیوپی وغیرہ کے احباب ہیں، سب ہی سلام مسنون عرض کرتے ہیں اور دعا کی درخواست کرتے ہیں۔"

اس ماہ مبارک میں خاندان کی ایک بزرگ ہستی جناب الحاج متولی ریاض الاسلام صاحب کا اپنے وطن کاندھلہ میں انتقال ہوا۔ مولانا محمد یوسف صاحب ماہ مبارک کی وجہ سے فوری طور پر تشریف نہ لا سکے۔ اس لیے چار شوال میں تعزیت کے لیے کاندھلہ کا سفر فرمایا۔ اور پھر وہاں سے پانچ شوال مطابق ۷ر فروری ۱۹۶۵ء یکشنبہ میں آخری مرتبہ سہارنپور تشریف لائے۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب آپ کے ہمراہ تھے۔ ایک یوم قیام کے بعد دہلی واپسی ہوئی۔ اس ایک روزہ قیام میں حضرت شیخ کی معیت میں گنگوہ کا سفر بھی ہوا۔ دہلی واپس پہونچ کر چار یوم وہاں قیام کے بعد دس شوال کی شب میں سفر پاکستان فرمایا جو بالآخر سفر آخرت کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ رحمہ اللہ تعالے رحمۃ واسعۃ۔

رمضان المبارک کے معمولات

گذشتہ صفحات میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے معمولات رمضان لکھے جا چکے ہیں۔ سنہ ۱۳۵۲ھ اور سنہ ۱۳۷۷ھ کے یہ معمولات آپ کی جوانی اور عہد امارت کے تھے اب آپ کی حیات کے آخری رمضان مبارک کے معمولات تفصیل کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔

ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۴ھ میں ملک اور بیرون ملک سے آنے والی جماعتوں اور آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے والوں کا ہجوم گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں کہیں زائد تھا واردین کو شب میں مسجد میں قیام کی جگہ نہیں ملتی تھی جس کی وجہ سے قرب وجوار کی مساجد میں شب گذاری کے لیے جانا پڑتا تھا۔ نماز فجر اذان ہونے کے بعد ادا کرلی جاتی اور پھر مولانا محمد یوسف صاحب کا ڈھائی تین گھنٹے طویل بیان ہوتا اور اس پورے عرصہ میں تقریر کی روانی اور درد وسوز میں کوئی کمی نہ ہوتی تھی۔ بیان سے فراغت پر تشکیل ہوتی اس میں بھی کافی وقت صرف ہوتا۔ اس مرتبہ رمضان مبارک کے شروع ہی سے مولانا نے تین چلوں کا مطالبہ شروع کر دیا تھا۔ تشکیل سے فراغت کے بعد مولانا اپنے حجرے میں نوافل پڑھ کر کچھ دیر قرآن پاک دیکھ کر تلاوت فرماتے۔ تقریباً گیارہ بجے پھر مسجد میں تشریف لاکر دعا فرماتے، اور جماعتوں کو رخصت کرتے۔ اسی طرح جو جماعتیں اپنا وقت گذار کر واپس مرکز میں آئی ہوئی ہوتیں ان سے بھی مصافحہ وملاقات فرماتے۔ اس کے بعد حسب گنجائش وقت آرام فرماتے

اذانِ ظہر پر بیدار ہو کر نماز کی تیاری ہوتی ۔ رمضان المبارک میں چونکہ سفر نہ کرنے کا معمول تھا اسی لیے پانچوں نمازوں کی امامت خود فرماتے نمازِ ظہر سے فارغ ہو کر حافظ محمد شفیع صاحب کو تراویح میں پڑھا جانے والا سپارہ سناتے ۔ بعد ازاں خصوصی خطوط کے جوابات لکھواتے ۔ یہ سلسلہ عصر کی اذان پر ختم ہوتا ۔ نمازِ عصر کے بعد کچھ دیر کے لیے گھر میں تشریف لاتے ؛ والدہ محترمہ اہلیہ محترمہ اور خاندان کی دیگر مستورات سے ملاقات مزاج پرسی اور خانگی امور پر بات چیت فرماتے ۔ غروبِ آفتاب سے دس منٹ قبل قبلہ رُو ہو کر متوجہ الی اللہ ہو جاتے ۔ روزہ افطار کرنے کا معمول حجرہ میں تھا جس میں ۱۵ ۔ ۲۰ کی تعداد میں مخصوص احباب اور خدام کی شرکت ہوتی ۔ نمازِ مغرب سے قبل ہی افطاری کھانا اور چائے سے فراغت ہو جاتی ۔ نمازِ مغرب کے بعد صلوٰۃ اوابین پڑھتے جس میں کم و بیش ایک گھنٹہ صرف ہوتا ۔ اوابین سے فارغ ہو کر کچھ دیر آرام فرماتے ، اتنے میں عشاء کی اذان ہو جاتی تو نماز اور تراویح کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ۔

مولانا محمد یوسف صاحب اطمینان اور ترتیل کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے کے عادی تھے جس کی بنا پر دو گھنٹے میں تراویح پوری ہوتی تھی ۔ وتر سے فارغ ہو کر کچھ دیر کے لیے حجرے میں تشریف فرما ہوتے ، مولانا معین الدین بلند شہری اس وقت کوئی مقوی خمیرہ یا دوا کھلاتے ۔ اس کے بعد پھر مسجد میں آکر کتاب حیات الصحابہ اور اس کا ترجمہ سنا کر اس کی توضیح و تشریح فرماتے ۔ کتاب سے فارغ ہوتے ہوتے تقریباً آدھی رات گذر جاتی ، بمشکل ڈیڑھ دو گھنٹے آرام کے بعد نمازِ تہجد میں مصروف ہو جاتے اور اس سے فارغ ہو کر سحری تناول فرماتے ۔

تین حج اور دو عمرے

مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنی حیات میں تین حج فرمائے پہلا حج حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی معیت میں ۱۳۵۶ھ میں کیا تھا اس سفر کے مختصر حالات باب اول میں گذر چکے مزید تفصیلات قارئین مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے حالات میں پڑھینگے ۔ دوسرا سفرِ حج ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۵ء میں کیا ۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے ۔ ۱۴ر شوال ۱۳۷۴ھ (۶ر جون ۱۹۵۵ء) میں دہلی سے بذریعہ ایکسپریس بمبئی اور وہاں سے ۲۱ر شوال ۱۳ر جون دوشنبہ کو محمدی جہاز سے جدہ روانگی ہوئی ۔ ۲۹ر شوال سہ شنبہ کو

جدہ پہونچ کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت پاکر ۲۳ ذی الحجہ مطابق ۱۳ اگست میں مدینہ منورہ روانگی ہوئی۔ چالیس روز یہاں قیام کے بعد چار صفر ۱۳۷۵ھ میں بحری جہاز سے روانہ ہو کر بمبئی اور وہاں سے پانچ اکتوبر ۱۹۵۵ء (۱۰ صفر ۱۳۷۵ھ) میں دہلی آمد ہوئی۔

تیسرا آخری حج حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی ہم رکابی اور معیت میں ۱۳۸۳ھ میں کیا۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب صاحب زادہ مولانا محمد ہارون اور دیگر تبلیغی خواص بڑی تعداد میں ساتھ تھے ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ (۲۵ مارچ ۱۹۶۴ء) میں دہلی سے یہ سفر شروع ہوا۔ تین دن بمبئی قیام کے بعد ۱۴ ذی قعدہ ۲۹ مارچ میں بذریعہ طیارہ جدہ اور وہاں سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے مشہور و معروف دینی درس گاہ مدرسہ صولتیہ ان حضرات کی قیام گاہ بنی۔ ارکان حج کی ادائیگی کے بعد ۲۷ ذی الحجہ (۱۰ مئی ۱۹۶۴ء) میں مدینہ منورہ کا سفر ہوا۔ ایک ماہ تین یوم قیام کے بعد دو صفر ۱۳۸۴ھ (۱۳ جون) شنبہ کی صبح میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔ ۱۴ صفر ۲۵ جون کو جدہ سے کراچی اور یہاں سے لائل پور سرگودھا ڈھڈیاں راول پنڈی لاہور ہوتے ہوئے ۹ ربیع الاول (۱۹ جولائی) پنج شنبہ کو دہلی تشریف آوری ہوئی۔

عمرے

مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنی حیات میں دو عمرے بھی فرمائے ہیں۔ پہلے عمرہ کے لیے ۲۷ صفر ۱۳۷۹ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۵۹ء بدھ میں دہلی سے بذریعہ ٹرین بمبئی کے لیے روانگی ہوئی۔ اگلے دن جمعرات کا دن گذار کر شب میں نو بجے بمبئی پہونچنا ہوا۔ راستہ کے تمام اہم اسٹیشنوں پر بڑا مجمع ملاقات کے لیے موجود ملتا جن سے حضرت مولانا دعوت کے موضوع پر گفتگو کر کے نقد تشکیل کرتے۔ بمبئی میں تسلسل کے ساتھ جلسے اور اجتماعات ہوتے رہے۔ تبلیغی احباب کی مساعی سے تاجروں کا طبقہ بھی کام میں شامل ہوا۔ بڑی تعداد میں ملک کے مختلف جہات میں پیدل جماعتیں بھی روانہ ہوئیں ——— مولانا محمد عبید اللہ صاحب بلیاوی اس سفر میں مولانا کے ساتھ تھے وہ بمبئی کی رودادِ سفر حضرت شیخ کو اس طرح لکھتے ہیں۔

> "آج علمائے کرام کا اجتماع تھا۔ ناشتہ بھی تھا۔ ائمہ مساجد اور علمائے کرام نے حضرت جی کی گفتگو کا کافی اثر لیا۔ آج عصر کے بعد جماعتوں کی رخصتی بھی ہے

ایک پیدل دہلی، ایک پیدل کلکتہ، ایک پیدل مدراس، ایک پیدل حیدرآباد اور سنواری سے بھی جماعتیں ان شاء اللہ روانہ ہوں گی۔

بمبئی کا نیا تاجر طبقہ مزید متوجہ ہوا۔ حیدرآباد سے روز ایک جماعت آرہی ہے رات مولانا عمران صاحب کا عمومی بیان ہوا۔ کل ان شاء اللہ میاں جی محراب صاحب مولوی یعقوب صاحب اور بمبئی کے احباب بذریعہ آبی جہاز بحرین کے لیے روانہ ہوں گے۔" (مکتوب محررہ ۳۰ر صفر ۱۳۷۹ھ)

بمبئی میں کم وبیش چار یوم قیام کے بعد دو ربیع الاول (۷ر ستمبر دوشنبہ) میں ڈیڑھ بجے دوپہر بذریعہ طیارہ کراچی روانگی ہوئی، یہاں سے اگلے روز ظہران اور وہاں سے مکہ مکرمہ پہونچے۔ ظہران پہنچ کر مولانا محمد یوسف صاحب نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو جو گرامی نامہ تحریر فرمایا وہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

"مخدوم ومکرم ومحترم بندہ دام مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اپنی ہزار گندگیوں کے ساتھ سرزمین مبارک میں قدم رکھ دیا ہے ظاہری صورت اپنے لیے حجاب نہ بن جائے اور یہاں کی باطنی دولتوں سے حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل وکرم سے نواز دیں۔ اور اس دین کی سرسبزی عالمگیر صورت کے ساتھ ہو جائے جس کے لیے آپ جیسوں کو چھوڑ کر یہاں آنا ہوا۔ یہ سب امور انتہائی دعوات اور توجہات کے طالب ہیں۔ آپ خود بھی دعوات وتوجہات سے اعانت فرمادیں۔ اور حضرت اقدس مولانا رائپوری دام مجدہ العالی سے بھی لجاجت کے ساتھ درخواست پیش فرمادیں۔ اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وعلےٰ من لدیکم عرض فرمادیں۔

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ۔ ظہران چہارشنبہ"

ہندوستان وپاکستان کے تقریباً دوسو احباب مع مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری و مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی اس سفر میں مولانا محمد یوسف صاحب کے ہمراہ تھے۔

ذیل میں مولانا عبید اللہ صاحب اور مولانا محمد عمر صاحب کے دو خط (بنام حضرت شیخ) نقل کیے جاتے ہیں۔ ان خطوط سے مکہ مکرمہ میں ہونے والی دعوتی محنت وجدوجہد اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے نظام عمل کا بخوبی علم ہوتا ہے۔

مولانا عبید اللہ صاحب کا مکتوب ۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ (۲۰ ستمبر ۱۹۵۹ء) کا تحریر کردہ ہے اور مدینہ منورہ کے سفر سے پہلے کا ہے۔ مولانا محمد عمر صاحب کا مکتوب ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۹ھ (۱۵ اکتوبر) کا ہے اور مدینہ منورہ سے واپسی پر مکہ مکرمہ پہونچ کر تحریر کیا گیا ہے۔

(۱) ”حضرت اقدس! ــــــ دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج ایک ہفتہ کے بعد عریضہ لکھنے کا موقع ملا ہے۔ اس اثنا میں مشغولی کافی تھی۔ حضرت جی روزانہ صبح کی نماز کے بعد حرم شریف میں حسب اپر حطیم کے سامنے اردو میں بیان فرماتے ہیں۔ اس مرتبہ شہداء میں اجتماع جمعرات وجمعہ کی شب والا پہلے سے بڑا ہوا، اس وقت تک تمام احباب جو مجتمع ہوئے دو سو کے قریب ہو چکے ہیں اور احباب ابھی تک برابر آرہے ہیں۔ مولوی یعقوب ومیاں جی محراب[1] صاحب تو ابھی تک پہونچے نہیں ہیں، آج کل میں آنیوالے ہیں، جمعہ کی نماز تک یہاں قیام ہے۔ انشاء اللہ ۲۵ ستمبر جمعہ کی نماز کے بعد یہاں سے بدر اور مدینہ منورہ کی سب کی روانگی ہے۔ یہاں سے بہت سے ملکوں کے لیے جماعتیں بنی ہیں، انگلستان، ترکیہ، شام، مصر، سوڈان، بحرین وغیرہ جماعتیں انشاء اللہ جائیں گی۔ حبشہ کے لیے بھی جماعت بنائی جا رہی ہے۔ حجاجِ برابر اجتماعات وتعلیم وگشت میں شریک ہو رہے ہیں، ان کی جماعتیں بھی اپنے دونوں ملکوں میں انشاء اللہ برابر آنے کو تیار ہیں۔ بہت سوں کے نام راہِ حق میں نکلنے کے لیے آئے ہوئے ہیں، احباب عمرے وطواف برابر کر رہے ہیں۔ الحمد للہ حضرت جی کی طبیعت مسرور اور خوش ہے، نیند بھی رات اور دن میں آجاتی ہے۔ عرب کے علماء وعوام سب ہی متوجہ ہیں، جماعت

[1] اس موقع پر مولانا محمد یعقوب صاحب ایک بڑی جماعت کے ساتھ مصر اور جناب میاں جی محراب صاحب عمان گئے ہوئے تھے، مؤخر الذکر انیس افراد کی جماعت لے کر ۲۹ اکتوبر میں عمان سے مکہ مکرمہ پہونچے تھے۔

جدھر سے نکل جاتی ہے اسی طرف سے عظمت ومحبت کی نظریات سننے اور ماننے کا اظہار، جماعتوں میں نکلنے کے لیے نام اور فعلاً دواقعۃً کچھ کا آواز پر اٹھ جانا برابر ہو رہا ہے۔ مدرسہ صولتیہ میں ہی سب کا قیام ہے۔ حکیم یامین صاحب اور ڈاکٹر نعیم صاحب اور عزیزم شمیم سلمہٗ اور ——— مولانا سلیم صاحب بہت ہی زیادہ متوجہ ہیں۔ انکے مدرسہ کے لیے دعا فرمائی جائے کہ اللہ پاک اس کو برقرار رکھے اور اس میں علم دین اور تبلیغ دین کی شکلیں پیدا فرمائے۔ شرمسار، عبیداللہ عفی عنہٗ"

(۲۰) " از مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، سعودی عرب

مکرم ومحترم ذوالمجد والکرم حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

حضرت والا خیریت سے ہوں گے ہم لوگ بھی خیریت سے ہیں۔ الحمدللہ عمرہ کے لیے تقریباً دو سو افراد ہند و پاک وغیرہ کے آئے اور روزانہ حضرت جی مدظلہ العالی کا بیان ہوتا رہا۔ ترغیب سے تقریباً پندرہ ملکوں کی جماعتیں افریقہ، لندن، مصر، شام، حضرموت، سوڈان وغیرہ کی تیار ہوئیں۔ ہماری جماعت مصر جائے گی، چار مہینہ انشاء اللہ مصر میں کام کرنا ہے۔ دعا فرمادیں کہ جس علاقہ میں جماعت جارہی ہے، وہاں صحیح اصولوں پر کام کریں اور یہ سفر اخلاص و ایمان واخلاق کے ساتھ ہماری اصلاح کا ذریعہ بنے، عربی زبان پر پوری قدرت نہیں ہے آپ کی دعا سے ——— اللہ تعالیٰ آسان فرمادیں۔ وہاں سے جماعت مل جاوے اور جس علاقے کو چھوڑا ہے اس میں بھی اللہ تعالےٰ کام کرنے والے احباب کی مدد فرماویں اور کام زیادہ ہوتا رہے۔ یہ حضرت والا پر صرف دعا کے لیے لکھ رہا ہوں، ہدایات کا محتاج ہوں، اگر ہدایات کا کوئی خط آجائے تو ذرہ نوازی ہے۔ کثرت مشاغل کی وجہ سے اگر خط کا جواب نہ دیا جائے تو بھی حرج نہیں، صرف دعا اور توجہ کافی ہے۔ فقط

احقر محمد عمر پالن پوری"

سفر مدینہ منورہ مولانا محمد یوسف صاحب اپنے قافلہ کے ساتھ ۲۲ ربیع الاول مطابق ۲۵ ستمبر

میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور دو ہفتہ قیام کے بعد ۶ ربیع الثانی (۹ اکتوبر) کو مکہ مکرمہ واپس ہوئے اور بارہ دن یہاں قیام کے بعد ۲۱ اکتوبر کو بذریعہ ہوائی جہاز ظہران اور ۲۳ اکتوبر کو ظہران سے بحرین اور بحرین سے پانی کے جہاز سے ۲۸ اکتوبر کو کراچی پہونچے اور اسی دن شام کو بذریعہ ٹرین وہاں سے روانہ ہوکر اگلے دن بمبئی تشریف لائے۔ ۲ نومبر مطابق ۲۹ ربیع الثانی صبح کے وقت اپنی قیام گاہ دہلی آمد ہوئی۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب اپنی علالت کی وجہ سے اس عمرہ میں نہیں جا سکے تھے، مولانا محمد یوسف صاحب کی طبیعت پر اس کا گہرا اثر تھا۔ حضرت شیخ اپنے روزنامچہ میں مولانا محمد یوسف صاحب کے طبعی تاثر کے متعلق لکھتے ہیں۔

"مولوی انعام کے ساتھ لے جانے پر مولوی یوسف صاحب کی طرف سے شدید اصرار رہا۔ زکریا نے بجبر لے جانے کے خلاف کیا۔ مولوی یوسف نہایت رنجیدہ گئے۔ ان کی روانگی کے بعد اہل مرکز کے اصرار سے جمعرات ۳ ستمبر کو مولوی انعام کا بعد جمعہ روانہ ہونا طے ہوا، مگر ان کی طبیعت متحمل نہ ہوئی۔ اس لیے جمعہ کو بھی فسخ ہوا۔ اور اتوار کو زکریا برادرم اکرم کے ساتھ سہارنپور آگئے۔"

دوسرا عمرہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں کیا۔ روانگی سفر سے قبل یکم جمادی الاول (۱۲ اکتوبر) میں آپ حضرت شیخ سے الوداعی ملاقات کے لیے سہارنپور تشریف لائے۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب اس سفر میں ساتھ تھے۔ عمرہ کا یہ سفر ۶ جمادی الاول، ۱۷ اکتوبر منگل کی شام کو دہلی سے شروع ہوکر ۸ رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۶۱ء میں دہلی پر ختم ہوا۔ اگلے ہی دن آپ حضرت شیخ سے ملاقات کے لیے سہارنپور تشریف لائے اور دس رجب میں حضرت شیخ کے ہمراہ رائے پور گئے۔ ان اسفار حج و عمرات کی مزید تفصیلات آپ انشاء اللہ آنے والے صفحات میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے حالات میں پڑھیں گے۔

مجلس شوریٰ مظاہر علوم کی رکنیت

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے آپ کا گہرا اور خصوصی تعلق تھا اس لیے کہ یہاں آپ کے

والد ماجد نے ایک طویل عرصہ تک درس دیا تھا، آپ کے مشفق اور مربی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اس ادارہ کے روحِ رواں تھے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ ادارہ آپ کی مادرِ علمی تھی یہاں کے بلند مرتبت اساتذہ کے سامنے آپ زانوئے تلمذ طے کر چکے تھے۔ مظاہرِ علوم کے لیے روحانی برکات اور اس کے استحکام کے لیے ضروری تھا کہ اس کی مجلس شوریٰ کے لیے آپ کا انتخاب کیا جائے۔ تقدیرِ الٰہیہ سے حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب کا وصال بھی ماضی قریب میں ہو چکا تھا ان کی جگہ ہر کس و ناکس سے پوری نہیں ہو سکتی تھی، اس لیے اس خلا کو پر کرنے کے لیے اٹھارہ شعبان ۱۳۸۲ھ (۵ / جنوری ۱۹۶۳ء) میں آپ کا انتخاب عمل میں آیا۔ اور آپ مجلس شوریٰ کے رکن بنائے گئے۔ آپ کی یہ رکنیت تا حیات باقی رہی۔

پاکستان کا آخری سفر

مولانا محمد یوسف صاحب نے پاکستان کا آٹھواں سفر جو ان کی حیات کا آخری سفر ہے ۱۳۸۴ھ میں کیا! اس سفر کے لیے مولانا کی روانگی ۱ / شوال ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۲ / فروری ۱۹۶۵ء میں ہوئی۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب، مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری اس سفر میں ساتھ تھے۔ لاہور سے بذریعہ طیارہ ڈھاکہ تشریف لے گئے اور نواکھالی، چاٹگام، سلہٹ، کمرلا، دیناج پور، راج شاہی، کھلنا فرید پور کا تفصیلی دورہ فرمایا۔ ڈھاکہ میں سہ روزہ تبلیغی اجتماع تھا جس میں تقریباً ایک لاکھ لوگوں نے شرکت کی۔ اس اجتماع سے ایک سو پچاس جماعتیں چلّہ اور تین چلوں کی نکلیں۔ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کا دورہ پورا فرما کر ——— ڈھاکہ سے کراچی مغربی پاکستان واپسی ہوئی۔ یہاں بھی کراچی، ملتان، کنگن پور، ٹل کوہاٹ، راولپنڈی میں اہم اور بڑے بڑے اجتماعات ہوئے۔ کراچی کے قیام میں مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی بھی دہلی سے تشریف لے آئے۔ ۲۱، ۲۲، ۲۳ / مارچ میں رائے ونڈ ضلع لاہور کا عظیم و وسیع سالانہ اجتماع ہوا۔ آخری جمعہ کی ادائیگی گوجرانوالہ میں کی۔ اور نماز جمعہ سے قبل اور اس کے بعد تقریر بھی فرمائی اور اسی دن شام کو لاہور آ گئے۔ منگل، بدھ، جمعرات ۳۰، ۳۱ / مارچ، یکم اپریل ۱۹۶۵ء مطابق ۲۶، ۲۷، ۲۸ / ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ میں تین دن رائے ونڈ میں قیام فرمایا، ان تین دنوں میں بہت مؤثر اور فکر و کرب سے بھرپور بیانات فرمائے۔ منگل کے دن بعد نماز فجر جو تقریر فرمائی اس کی

ابتداء میں اپنی طبیعت کی ناسازی کا ذکر کیا اور پھر بہت ہی حسرت وافسوس کے لہجہ میں اپنی تقریر اس طرح شروع کی۔

"دیکھو! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ساری رات مجھے نیند نہیں آئی، اس کے باوجود ضروری سمجھ کر بول رہا ہوں، جو سمجھ کے عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے چمکائے گا ورنہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارے گا۔

یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے، اس کو امت بنانے میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضؓ نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ان کے دشمنوں یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوشش کی ہے کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں، بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں۔ اب مسلمان امت ہونے کی صفت کھو چکے ہیں جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے چند لاکھ ساری دنیا پر بھاری تھے۔

یہ امت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان، اپنی برادری اپنی پارٹی، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زبان کا حامی نہ تھا۔ مال وجائداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ و رسول ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ امت جب ہی بنتی ہے جب اللہ ورسول ﷺ کے حکم کے مقابلے میں سارے رشتے اور تعلقات کٹ جائیں۔ جب مسلمان ایک امت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جانے سے ساری امت ہل جاتی تھی۔ اب ہزاروں لاکھوں کے گلے کٹتے ہیں اور کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔

امت کسی ایک قوم اور ایک علاقہ کے رہنے والے کا نام نہیں ہے بلکہ سیکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جڑ کر امت بنتی ہے جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے، وہ امت کو ذبح کرتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اور حضور ﷺ اور صحابہ رضؓ کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے، امت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے۔ یہود ونصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو

کاٹا ہے، اگر مسلمان اب بھی امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی۔ ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر سکیں گے لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا سکیں گی۔

صرف کلمہ اور تسبیح سے امت نہیں بنے گی۔ امت میل ملاپ۔ اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی بلکہ جب بنے گی جب دوسروں کے لیے اپنا حق اپنا مفاد قربان کیا جائے گا حضور ؐ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اپنے اوپر تکلیفیں جھیل کے اس امت کو امت بنایا تھا۔

امت کے بنانے اور بگاڑنے میں، جوڑنے اور توڑنے میں سب سے زیادہ دخل زبان کا ہوتا ہے۔ یہ زبان دلوں کو جوڑتی بھی ہے اور پھاڑتی بھی ہے زبان سے ایک بات غلط اور فساد کی نکل جاتی ہے اور اس پر لاٹھی چل جاتی ہے اور پورا فساد کھڑا ہو جاتا ہے اور ایک ہی بات جوڑ پیدا کر دیتی ہے اس لیے سب سے زیادہ ضرورت ہے کہ زبان پر قابو ہو۔ اور یہ جب ہو سکتا ہے جب بندہ ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ خدا ہر وقت ہر جگہ اس کے ساتھ ہے اور اس کی ہر بات کو سن رہا ہے:

قاری رشید احمد صاحب خورجوی جو اس سفر میں ساتھ تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ اس مرتبہ مولانا محمد یوسف صاحب نے یہود و نصاریٰ کے نظام پر زیادہ گفتگو فرمائی اور ان کی اسلام دشمنی کو خوب کھول کھول کر بیان فرمایا، چنانچہ ایک موقعہ پر فرمایا کہ۔

"یہ دونوں قومیں اسلام کی ہمیشہ دشمن رہی ہیں، انہوں نے اپنی معاشرت اور تہذیب کے ذریعہ دین کو ایسا نقصان پہونچایا ہے کہ سدھار دشوار ہو رہا ہے اچھے اچھے دین داروں کو خبر نہیں، تاریخ اسلام، سیرت پاک، لغات قرآن

میں ایسے ایسے تغیرات کیے ہیں کہ اچھے اچھے اہل علم کو دھوکہ لگ جاتا ہے۔"

اسی طرح ایک مجمع عام میں ارشاد فرمایا۔

"حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی معاشرت کی بنیاد پاکیزگی، سادگی اور حیا پر ہے، اور یہود و نصاریٰ کی لائی ہوئی معاشرت کی بنیاد بے حیائی، اسراف اور تعیش پر ہے، تمہیں ان کی معاشرت پسند آنے لگی جنھوں نے تمہارے اسلاف کے خون بہائے، عصمتیں لوٹیں، ملک چھینے اور اب بھی تمہیں امداد دے کر اس طرح پال رہے ہیں جس طرح تم مرغیاں پالتے ہو (یعنی ذبح کرنے کے لیے) اور جس نے تمہارے لیے خون بہایا اور دانت شہید کرائے، حمزہ جیسے چچا شہید کرائے، تمہارے لیے راتیں جاگتے گذاریں، ان کی معاشرت تمہیں پسند نہ آئی، دوستو! حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی معاشرت بھی قیامت تک کے لیے ہے جیسے ان کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے۔"

ملٹری ہائی اسکول راول پنڈی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہمیں ملک کے ساتھ ہونے کی ضرورت نہیں، ہتھیار کے ساتھ ہونے کی ضرورت نہیں، امریکہ و روس کے ساتھ ہونے کی ضرورت نہیں، جب خدا ہمارے ساتھ ہو جائے گا تو ہمیں کسی کے ـــ آگے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں ہوگی، ہم کو گورنری وزیروں، کروڑپتیوں کے آگے ہاتھ جوڑنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ ہمارے آگے ہاتھ جوڑیں گے، امریکہ و روس ہمارے آگے جھکیں گے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو جائیں گے وہ کائنات کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جائے گا۔"

مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنی حیات کی آخری تقریر جمعرات ۲۹ ر ذی قعدہ کو بعد نماز مغرب ہفتہ واری اجتماع بلال پارک لاہور میں فرمائی۔ تعب اور تھکن کی وجہ سے مولانا اس وقت تقریر کے لیے تیار نہیں تھے، مولانا انعام الحسن صاحب سے آپ نے استصواب کیا، تو انھوں نے بھی یہی مشورہ دیا کہ اگر ایسی بات ہے تو تقریر نہ فرمایئے، مگر مقامی احباب کے اصرار

پھر مجمع میں تشریف لے گئے اور تقریر فرمائی۔
یہ تقریر سوا گھنٹہ کی تھی اس میں نماز کی ایک ایک چیز کو بتلایا تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک ہر ہر جزء کی توضیح و تشریح فرمائی۔ اس تقریر کے بعد جب قیام گاہ تشریف لے جا رہے تھے تو لڑکھڑا گئے، غشی طاری ہوگئی اور نبض بند ہوگئی، فوراً جواہر مہرہ دیا گیا جس سے ہوش آیا اور نبض بھی بحال ہوگئی۔ حکیم عبدالحی صاحب اور کرنل ضیاء اللہ صاحب نے نبض دیکھتے ہی بتلایا کہ یہ دل کی بیماری کا شدید حملہ ہے اور اس سے بچ جانا بڑی کرامت ہے۔

آخری ایام میں مولانا انعام الحسن صاحب سے گفتگو

یکم اپریل جمعرات میں مولانا انعام الحسن صاحب، مفتی زین العابدین صاحب قریشی صاحب وغیرہ تشریف فرما تھے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مفتی صاحب میری سانس کی نالی میں چھالیہ سی معدہ سے اٹھ کر اوپر کی جانب آتی ہے جس سے سخت تکلیف ہوتی ہے میں پانی پی کر اس کو دباتا ہوں جب تک وہ نیچے نہ اتر جائے پانی پیتا رہتا ہوں۔ آپ تکلیف کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے ہنستے ہوئے فرمایا، مفتی صاحب فتویٰ دیجیے۔ پھر فرمایا، بھائی ہماری منزل تو پوری ہو چکی، ہمارا کام ختم ہوگیا، اب ہمارے رہنے کی ضرورت نہیں۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا، ابھی کہاں، ابھی تو ملکوں کا فیصلہ کرنا ہے۔ چین، روس، امریکہ میں ابھی کام شروع نہیں ہوا، وہاں جماعتیں بھیجنے کی ضرورت ہے اور ہندوستان میں اور سارے ممالک میں اسلام کی دعوت پہونچانی ہے۔ فرمایا کہ پالیسی مکمل ہو چکی کام کرنے والے کرتے رہیں گے۔

پھر پوچھا حضرت رحمہ اللہ نے کس عمر میں وصال فرمایا۔
مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا باسٹھ سال میں۔
فرمایا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا۔
مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا، ترسیٹھ سال کی عمر میں۔
پھر خود فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ترسیٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور ہمارے لیے اڑتالیس سال بس ہیں

مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا ابھی سے۔؟
ذرا سکتے کے بعد فرمایا "تریسٹھ سال ٹھیک ہے۔"
مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا "یہ مشورہ کی چیز نہیں ہے، پھر تو سب ہی اپنے لیے طے کر لیں گے۔ جس کا وقت آئے گا چلا جائے گا۔

اس موقع پر گفتگو کے دوران مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا کہ اب آپ احتیاط کیجیے، ایک تو کھانا کھاتے ہی سونا مناسب نہیں، کھانا عشاء سے قبل کھانا چاہیے حکماء بھی اس سے منع کرتے ہیں کہ شام کو کھانا کھا کر فوراً لیٹ جائے یا سو جائے۔

انتقال سے تھوڑی دیر قبل مولانا انعام الحسن صاحب سے فرمایا کہ میری کتاب حیاۃ الصحابہ پر جو رقم لگی ہے اس کی زکوٰۃ ادا کر دیجیے، مولانا نے جواباً فرمایا "حضرت بہت اچھا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ حضرت میں آپ کے ساتھ بہت عرصہ رہا ہوں، معاف فرما دیجیے، آپ نے فرمایا" معاف کیا۔

سانحہ وفات

مرض کا آخری جان لیوا حملہ شروع ہونے پر فرمایا مجھے نماز پڑھاؤ اور مختصر پڑھاؤ۔ چنانچہ مولانا انعام الحسن صاحب نے نماز پڑھائی۔ یہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی آخری نماز تھی جو حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی امامت میں آپ نے ادا کی۔

نماز سے فراغت پر سب احباب کے متفقہ فیصلہ کے بعد ہسپتال لے جانے کی غرض سے مولانا کو ایک کار میں لٹا دیا گیا، ساتھ میں مولانا انعام الحسن صاحب، ڈاکٹر محمد اسلم صاحب بیٹھے۔ گاڑی جب گڑھی شاہو کے قریب پہونچی، تو علامات وفات ظاہر ہونی شروع ہو گئیں آنکھوں میں تغیر پیدا ہو گیا، مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے سورہ یٰسٓ شریف پڑھنی شروع کی۔ اور چند ہی لمحوں میں مولانا نے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے جان جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ انتقال کی تاریخ اور وقت ۲۹ر ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲ر اپریل ۱۹۶۵ء بروز جمعہ ۲ بج کر پچاس منٹ ہے۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے بجائے ہسپتال لے جانے کے بلال پارک لے چلنے کا مشورہ دیا لیکن احباب کے اصرار پر ہسپتال لے جایا گیا

ڈاکٹروں نے آکسیجن دی تاکہ قلب کی حرکت شروع ہو جائے مگر ناکامی ہوئی، پوری فضا سوگوار تھی، مولانا انعام الحسن صاحب کی زبان سے نکلا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منہا۔ اور پھر فوراً ہی بھائی بشیر صاحب کو یہ مشورہ دیا کہ جلدی ـــــ بلال پارک لے چلیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہسپتال والے پوسٹ مارٹم کرنے لگیں۔ چنانچہ عجلت کے ساتھ واپسی ہوئی۔ اور قیام گاہ پہونچ کر تجہیز و تکفین شروع ہو گئی۔ نو بجے شب جنازہ بلال پارک میں رکھا گیا اور مولانا انعام الحسن صاحب نے لرزتی اور غم زدہ آواز سے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر شب میں ڈیڑھ بجے جنازہ نظام الدین دہلی کے لیے روانہ ہوا۔ لاہور ہوائی اڈہ پر مولانا انعام الحسن صاحب نے حاضرین کے سامنے درد بھری آواز میں تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت جی نور اللّٰہ مرقدہ کہتے کہتے چلے گئے اب کرتے رہنے کی ضرورت ہے، جو کرے گا اللّٰہ تعالےٰ کی مدد اس کے ساتھ ہوگی۔ اب بوجھ آپ حضرات پر آپڑا ہے اسے ہمت کر کے اٹھاؤ اور کام چلاؤ۔

حادثہ کی اطلاع سہارنپور میں اس حادثۂ جانکاہ کی اطلاع سہارنپور میں لاہور سے آمدہ فون کے ذریعہ کافی وقت پہلے ہو چکی تھی اور حضرت شیخ نے گھر کی تمام مستورات کو جن میں آپ کی اہلیہ محترمہ خالہ راشدہ صاحبہ عرف چھوٹی اماں بھی شامل تھیں، انتہائی صبر و تحمل کی تلقین کے ساتھ یہ خبر سنادی تھی لیکن دہلی کے حضرات کو یہ اطلاع مغرب کے وقت ملی۔ صاحب زادہ مولانا محمد ہارون صاحب مغرب بعد فوراً بذریعہ کار حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور کے لیے روانہ ہو گئے۔ سہارنپور پہونچ کر ان کو جنازہ کے دہلی آنے کا نظام معلوم ہوا۔ چنانچہ نماز عشا ادا کر کے حضرت شیخ نور اللّٰہ مرقدہ کے ساتھ وہ فوراً دہلی واپس ہو گئے اور ایسے وقت نظام الدین پہونچے کہ جنازہ آکر مرکز میں رکھا جا چکا تھا۔

تدفین لاہور میں حادثۂ وفات کے بعد بہت سے اہل تعلق خواص کی رائے تھی کہ جنازہ نظام الدین لے جایا جائے۔ مولانا انعام الحسن صاحب کی رائے تھی کہ وہیں لاہور میں تدفین کی جائے، اس لیے کہ مولانا محمد یوسف صاحب اُن سے متعدد بار فرما چکے

تھے کہ میرا انتقال جہاں ہو جائے وہیں دفن کر دیا جائے کہیں نہ لے جایا جائے۔ حتی کہ اگر ریل میں ہو جائے تو بھی کہیں لے جانے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ جو اسٹیشن قریب آئے وہاں اتار کر دفن کر دیا جائے۔ لیکن تدفین کے اس مسئلہ نے جب نزاعی شکل اختیار کر لی، تو حضرت شیخ سے ٹیلی فون پر رابطہ کیا گیا آپ نے مشورہ دیا کہ اگر نظام الدین آنے کی صورت ہو سکتی ہو تو اچھا ہے ورنہ رائے ونڈ کے مرکز میں تدفین کر دی جائے۔ چنانچہ نظام الدین لانے کی تدابیر و کوشش میں کامیابی ملی اور جمعہ و شنبہ کی درمیانی شب میں جنازہ مرکز نظام الدین پہونچا۔ اگلے دن صبح دس بجے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے قریبی عمارت چونسٹھ کھمبہ میں نماز جنازہ پڑھائی اور والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔

اس موقعہ پر ملک کے طول و عرض سے نکلنے والے اخبارات و رسائل میں آپ کے حادثۂ وفات اور نماز جنازہ کی تفصیلات شائع ہوئیں، یہاں ایک اخبار الجمعیۃ دہلی کی رپورٹ شائع کی جاتی ہے۔

"رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بستی نظام الدین میں سپرد خاک نماز جنازہ میں دلی اور بیرون دلی کے ہزاروں اشخاص نے شرکت کی ——— مولانا انعام صاحب کاندھلوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آج بستی نظام الدین نئی دہلی کی بنگلہ والی مسجد میں جو تبلیغی جماعت کا عظیم مرکز ہے اصلاح و تبلیغ اور رشد و ہدایت کے درخشندہ آفتاب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کی تدفین ۱۱½ بجے آپ کے والد محترم اور جماعت تبلیغ کے مؤسس حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں پہلو میں عمل میں لائی گئی۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا انتقال جمعہ یکم اپریل کو ٹھیک دو بج کر ۴۰ منٹ پر لاہور میں اس وقت ہوا جب کہ آپ کو بذریعہ موٹر ہسپتال لے جایا جا رہا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ اب وقت آخر آپہونچا، سب لوگ اللہ کا ذکر کریں، اور

خود کلمۂ طیبہ پڑھتے ہوئے خدا کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ آپ کی لاش کو جمعہ اور شنبہ کی درمیانی شب میں بذریعہ ہوائی جہاز دہلی کے پالم ہوائی اڈہ پر لایا گیا اور پھر بذریعہ موٹر چار بجے صبح آپ کے مستقر بنگلہ والی مسجد بستی حضرت نظام الدین میں لایا گیا۔ پانچ بجے صبح آپ کے مربی و سرپرست حضرت الحاج مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے بذریعہ کار پہونچ گئے۔ بعد نماز فجر حضرت مولانا اسعد میاں صاحب ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند، حضرت مولانا محمد میاں صاحب، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اور دیگر اکابرین بھی نظام الدین پہنچ گئے۔ مسجد میں سیکڑوں آدمی تلاوت کلام پاک کرتے رہے اور ہزاروں اشخاص حضرت مولانا مرحوم کی زیارت کرتے رہے۔ دس بجے کے قریب آپ کا جنازہ چونسٹھ کھمبہ کی عمارت میں لے جایا گیا جہاں آپ کی نماز جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نے پڑھائی۔ نماز میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی، نمازیوں کی صفیں چونسٹھ کھمبا کی تاریخی عمارت کے علاوہ "عرس محل" میں بھی دور تک لگی ہوئی تھیں۔ بعد ازاں آپ کا جنازہ واپس مسجد میں لایا گیا، آپ کے والدِ محترم اور تبلیغی جماعت کے قائد اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے دائیں آغوش میں احاطہ مسجد بنگلہ والی بستی نظام الدین میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کے جنازہ میں شرکت کے لیے ہزاروں آدمی دہلی اور قرب و جوار کے علاوہ دور دراز مقامات سے وقت کی کمی کے باوجود پہونچ گئے۔

میرٹھ، مظفر نگر، دیوبند، بلند شہر، آگرہ، متھرا، ہاپوڑ، خورجہ، بجنور، مرادآباد وغیرہ کے لوگ شامل تھے، ہزاروں اشخاص نماز جنازہ اور تدفین کے بعد بھی آتے رہے، اور اب تک آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ کی نماز جنازہ لاہور، پاکستان میں کل جمعہ کو ادا کی گئی جس میں

ہزاروں اشخاص نے شرکت کی۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات حسرت آیات کو ملت اسلامیہ کا ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا جارہا ہے اور اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ آپ نے مسلمانوں کی اصلاح و تبلیغ کا کام جس بڑے پیمانہ پر اور جس قدر دل سوزی سے کیا، اس کی نظیر ملنی محال ہے۔ آپ کی دن رات کی لگن اور جد و جہد کے نتیجہ میں ہزاروں ہی نہیں بلکہ لاکھوں انسانوں کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ ہندوستان یا پاکستان، برما ہو کر ملایا ممالک عربیہ ہوں یا افریقہ کے ملک حتی کہ انگلینڈ اور امریکہ تک میں آپ کی کوششوں کے طفیل تبلیغی کام زور و شور کے ساتھ جاری ہو گیا اور دین کی خدمت بہت بڑے پیمانے پر ہونے لگی"۔ (روزنامہ الجمعیۃ دہلی ۵ را پریل ۱۹۶۵ء)

دو علمی یادگاریں

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے تمام تر دعوتی مشاغل اور تبلیغی اسفار کی کثرت کے باوجود دو عظیم الشان کتابیں تالیف فرمائیں۔ پہلی کتاب فن حدیث میں "امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار" اور دوسری تاریخ و سیر میں "حیات الصحابہ" ہے۔ یہاں دونوں کتابوں کا تعارف اور عالم عرب و عالم اسلام میں ان کی مقبولیت نیز علماء و خواص کے طبقہ میں ان کی پذیرائی و قدردانی ——— کا تذکرہ قدرے تفصیل سے کیا جاتا ہے۔

ا ——— امانی الاحبار شرح معانی الآثار۔

طحاوی شریف فقہ حنفی کی معتمد و معتبر کتابوں میں ہے۔ ہندوستان و پاکستان وغیرہ ممالک میں داخل نصاب ہے۔ سلسلہ ولی اللہی کے تمام مدارس میں اس کا درس ہوتا ہے لیکن بایں ہمہ اس کی کوئی جامع و سیع شرح ایسی نہیں تھی جو بسہولت میسر آسکے۔ خود علمائے احناف اس کتاب کی شایانِ شان خدمت نہ کر سکے۔ سوائے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ انھوں نے اس کی ایک شرح "مبانی الاخبار" اور پھر اس کی تنقیح و تہذیب "نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح معانی الآثار" کے نام سے آٹھ جلدوں میں تحریر فرمائی اور اس کے رجال کی تحقیق بھی فرمائی جس کا نام معانی الاخیار رکھا۔ لیکن یہ شروح نوادرات اور مخطوطات

کی حیثیت سے کتب خانوں اور لائبریریوں میں محفوظ ہیں اور عام اہل علم کی دسترس سے باہر ہیں یہ تمام صورتِ حال حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے علم میں تھی، اس لیے انھوں نے ۱۳۵۵ھ میں اپنی تعلیم کے زمانہ میں ہی اس کی شرح تحریر فرمانی شروع کر دی تھی یعنی تعلیم کے ساتھ ساتھ تصنیف بھی فرماتے جاتے تھے۔

یہ شرح حامل متن ہے یعنی اوپر متن طحاوی ہے اور اسی اعتبار سے اس کے نیچے اس کی شرح ہے، مشکل الفاظ کا حل، رواۃ کی تحقیق و تفتیش، انظار طحاوی کا تسلی بخش سامان اور احناف کی طرف سے اس کا دفاع اور ان کے دلائل وغیرہ یہ سب اس شرح میں موجود ہیں۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اس کی تالیف میں بڑی علمی رہنمائی فرمائی۔ ماخذ و مصادر تحریر فرما کر بھیجے۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی طرف سے آمدہ سوالات و اشکالات کے مفصل جوابات تحریر فرمائے۔ رواۃ کی تحقیق اور ان کے تراجم کی نشاندہی فرمائی۔ ہمارے ذخیرۂ نوادرات میں طرفین کے اس نوع کے متعدد خطوط محفوظ ہیں۔

مشاغل کی کثرت[1] نیز درمیان میں حیات الصحابہ کی تالیف شروع ہونے کی بنا پر اس کی تکمیل میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔

موصوف یہ شرح باب الرکعتین بعد العصر تک لکھنے پائے تھے کہ وقت موعود آپہنچا اور آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

اس شرح کا ایک ایک لفظ مولانا کی شانِ فقاہت اور حدیث شریف میں معرفت

---

[1] دعوتی مشاغل اور اسفار کی کثرت کی بنا پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اس کی تکمیل کی طرف سے فکرمند تھے اور چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا عالم دین اس کتاب کو مکمل کرے۔ چنانچہ وصال سے تین سال قبل ۱۰ر شوال ۱۳۸۱ھ میں سہارنپور تشریف آوری پر میرے داداجان مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب سے اپنی مشغولیت کا ذکر فرما کر یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ امانی الاحبار کو پورا کریں مگر داداجان اس زمانہ میں طحاوی شریف کی خدمت تراجم الاحبار من رجال معانی الآثار اور تصحیح الاغلاط الکتابیہ الواقعۃ فی النسخ الطحاویہ کے عنوان سے کرنے میں مصروف و مشغول تھے اس لیے معذرت فرمادی تھی ۱۲۔

ومہارت کا گواہ ہے۔ مولانا مفتی عزیز الرحمان صاحب بجنوری اس کتاب کے متعلق اپنے مشاہدات اور تاثرات اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

"حضرت جی اس کتاب کی شرح کو مختلف اوقات میں لکھتے تھے مغرب کی نماز کے بعد نوافل سے فارغ ہو کر اپنے کتب خانہ میں بیٹھ جاتے اور کتابیں اتارنے کے لیے دو تین طلبہ کو اپنے پاس بٹھا لیتے تھے۔ ایک دفعہ مغرب کے بعد پہونچنے کا اتفاق ہوا تو اوپر بلالیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ چاروں طرف کتابیں کھلی ہوئی رکھی ہیں اور حضرت جی باری باری سے ان کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ خود ہی ارشاد فرمایا "یہ امانی الاحبار کی تیاری کر رہا ہوں"۔

میری ناقص رائے میں حضرت جی رح کی یہ کتاب فن حدیث میں اسلاف کے طرز پر نہایت عمدہ اور غیر فانی شاہکار ہے جب زمانہ مستقبل کا مؤرخ اور محدث اس کتاب کو دیکھے گا، اس کو فن حدیث میں حضرت جی کی جلالت علمی کا نہ صرف اعتراف کرنا پڑے گا بلکہ اس کو معتقد ہونا پڑے گا۔"

مشہور عالم محدث مولانا عاشق الٰہی بلند شہری (مدنی) اس کتاب کو بڑی وقعت اور اعتماد کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ موصوف نے اس کی تلخیص بھی تیار کی ہے۔

یہ کتاب ۲۰×۲۶/۸ سائز کی چار ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی جس کے مجموعی صفحات (۱۳۵۶) ہیں پہلی جلد ۱۳۷۹ھ میں شائع ہوئی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تحریر کے مطابق امانی الاحبار کے پہلے صفحہ (ٹائیٹل) کا مضمون حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا تحریر فرمودہ ہے۔ اور کتاب کا یہ نام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم جامعہ مظاہر علوم کا تجویز فرمودہ ہے۔ دوسری جلد ۱۳۸۲ھ میں، تیسری اور چوتھی جلد حضرت مولانا کی وفات کے بعد بالترتیب ۱۳۹۴ھ اور ۱۳۹۶ھ میں شائع ہوئی۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن کتب خانہ یحیوی سہارنپور سے شائع ہوا اس کے بعد متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے۔ پاکستان میں یہ کتاب ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہر گیٹ ملتان سے شائع ہو چکی ——— ادارہ تالیفات کی جانب سے طبع شدہ نسخہ کے پہلے صفحہ کا عکس

قال النبي صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين وانما انا قاسم والله يعطي ولن تزال

هذه الامة قائمة على امر الله لا يضرهم من خالفهم حتى ياتي امر الله (رواه البخاري)

ومن خير من صدق عليهم هذا الحديث الشريف محدثوا الفقهاء وفقهاء المحدثين الذين يجمعون بين صناعة الحديث والتفقه في الدين ويجمعون بين الرواية والدراية والفهم والكفاية والتضلع من الاحاديث والآثار والغوص في المعاني والاسرار وكان الامام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامة الطحاوي المصري الحنفي في مقدمة من ينطبق عليهم هذا الوصف وكان كتابه شرح معاني الآثار من ادق ما الف في شرح معاني السنة والتطبيق بين الفقه وعلم الآثار وتناول هذا الكتاب بالشرح جهابذة العلماء ونوابغ المحدثين والفقهاء ومن اراد اللحوق بهم من المشتغلين بعلوم الدين. ومن اهم الشروح واغزرها مادة واوفاها استيعابا هذا الشرح المسمى

اماني الاحبار

المجلد الاول — في شرح

معاني الآثار

للمفضال المحدث العالم العامل الداعي الى دين الله والى دار السلام المجتهد لاعلاء كلمة الله ونصرة الاسلام الشيخ الحافظ الحاج **محمد يوسف** ادام الله ظله وفضله ابن العلم الشهير المربي الكبير الشيخ الحافظ الحاج مولانا **محمد الياس** الكاندهلوي الدهلوي رحمه الله تعالى واثابه رضاه. فانه اوضح مشكلاته وفتح مغلقاته ودابط مكنوناته واستخرج مكنوزاته. فجاء بعون الله على احسن ما يرام وانفع شيء للانام وعلى ما يروق للنواظر ويسر الخواطر

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ ○ ملتان

شامل کتاب ہے۔

تاریخی اعتبار سے یہاں یہ تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ امانی الاحبار جب اول مرتبہ شائع ہوئی، تو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد پر باسٹھ علماء و مشائخ کی ایک طویل فہرست تیار ہوئی جن کی خدمت میں یہ کتاب ہدیۃً پیش کی گئی، یہاں اس فہرست کو نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت اقدس رائپوری دامت برکاتہم
(۲) مدرسہ عبد الرب دہلی
(۳) مدرسہ فتح پوری دہلی
(۴) مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی
(۵) مدرسہ امینیہ دہلی
(۶) مولانا حبیب اللہ صاحب میواتی
(۷) مولانا علی میاں صاحب لکھنؤ
(۸) مولانا منظور صاحب نعمانی
(۹) دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
(۱۰) دار العلوم تاج المساجد بھوپال
(۱۱) مولانا سعید خان صاحب مکی
(۱۲) مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ
(۱۳) قاری محمد طیب صاحب دیوبند
(۱۴) دار العلوم دیوبند
(۱۵) مظاہر علوم سہارنپور
(۱۶) شیخ علوی مالکی مکی
(۱۷) شیخ یحییٰ امان مکی
(۱۸) شیخ امین الکتبی مکی
(۱۹) مولانا بدر عالم صاحب مدنی
(۲۰) مولانا عبد الغفور صاحب مدنی
(۲۱) سید محمود صاحب مدنی
(۲۲) شیخ رشید صاحب فارسی مکی
(۲۳) مولانا حبیب الرحمان صاحب اعظمی
(۲۴) مولانا وصی اللہ صاحب الہ آبادی
(۲۵) مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ منورہ
(۲۶) مفتی صاحب بھوپال
(۲۷) ڈاکٹر نظام الدین صاحب حیدر آبادی
(۲۸) مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی
(۲۹) مولانا عبد الرحمان صاحب کامل پوری
(۳۰) مولانا ادریس صاحب کاندھلوی
(۳۱) پیر ہاشم صاحب
(۳۲) مدرسہ جلال آباد
(۳۳) مفتی عبد اللہ صاحب ملتانی
(۳۴) مولوی صدیق صاحب اٹاوڑی
(۳۵) مدرسہ خیر المدارس ملتان
(۳۶) مولانا عبد الغنی صاحب پھول پوری
(۳۷) دار العلوم مفتی محمد شفیع صاحب کراچی
(۳۸) دار العلوم مولانا یوسف بنوری کراچی

(۳۹) جامعہ رشیدیہ لاہور	(۵۱) مولانا بادشاہ گل اکوڑہ خٹک
(۴۰) مولانا عبدالواحد صاحب کودانوالہ	(۵۲) مولانا زین العابدین صاحب
(۴۱) مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلہ	(۵۳) قاضی عبدالقادر صاحب سرگودھا
(۴۲) مولانا عمران خاں صاحب بھوپالی	(۵۴) شیخ عبدالفتاح شامی
(۴۳) مولانا تاج الاسلام صاحب مشرقی پاکستان	(۵۵) مولانا فخرالدین صاحب دیوبند
(۴۴) مولانا اطہر علی صاحب کشور گنج مشرقی پاکستان	(۵۶) مولانا ابراہیم صاحب دیوبند
(۴۵) مدرسہ مولانا شمس الحق صاحب ڈھاکہ	(۵۷) مولانا فخرالحسن صاحب دیوبند
(۴۶) مدرسہ معین الاسلام ہاٹ ہزاری چاٹگام	(۵۸) مولانا اسعد صاحب مدنی دیوبند
(۴۷) مولوی عبدالعزیز صاحب کھلنوی	(۵۹) مولانا عبدالجلیل صاحب دیوبند
(۴۸) مدرسہ شاہی مرادآباد	(۶۰) ناظم صاحب مظاہر علوم سہارنپور
(۴۹) کتب خانہ جمعیۃ العلماء دہلی	(۶۱) مولانا منظور صاحب مظاہر علوم
(۵۰) مولانا عبدالرشید نعمانی کراچی	(۶۲) مولانا امیر احمد صاحب مظاہر علوم

۲۔ حیات الصحابہ

عالم عرب کی بے حد مقبول ومحبوب کتاب حیات الصحابہ دراصل عہدِ رسالت اور عہد صحابہ کی ایک مکمل مستند اور وقیع تاریخ ہے جس میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جذبہ دینی، غیرتِ ایمانی، حبِ نبوی، شوقِ شہادت کے واقعات اور حالات کو دعوت کے طرز پر پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رح کی تعمیلِ ارشاد میں لکھی گئی۔ کتاب کا یہ نام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی زید مجدہٗ کا منتخب کردہ ہے۔

مولانا سید محمد ثانی حسنی اس کتاب کے متعلق اپنے تاثرات اس طرح تحریر فرماتے ہیں

"حیات الصحابہ کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کتنے وسیع المطالعہ اور ان کی کتب حدیث ورجال پر اور صحابہ کرام رض کے احوال وواقعات کے ہر ہر گوشہ پر کتنی نظر تھی۔ اس تصنیف میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صرف علمی تحقیقات یا ریسرچ کا کام نہیں ہے کہ ان لوگوں کی تشفی کا باعث بنے جو خالص علمی

ذہن و دماغ رکھتے ہیں بلکہ اس میں داعیانہ طرزِ فکر غالب نظر آتا ہے جس سے دونوں طبقوں کو یکساں فائدہ پہونچتا ہے۔ یہ ایک طرف علمی ذخیرہ ہے۔ دوسری طرف صحابہ کی داعیانہ زندگی اور کردار و اخلاق و سوانح کا نہایت مؤثر مجموعہ ہے"

حکیم الاسلام حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کتاب اور مصنف کتاب کے متعلق اپنے بلند اور وقیع تاثرات ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"حق تعالیٰ شانہٗ داعی الی اللہ امیر جماعت تبلیغ مولانا محمد یوسف کاندھلوی ابن حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ بانی جماعت تبلیغ کی قبر کو اپنے انوار و برکات سے پُر اور معمور فرمائے جنھوں نے حیاۃ الصحابہ لکھ کر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پاک زندگیوں کے ہر ہر شعبہ کو مستند روایتوں کے ساتھ اس کتاب میں یکجا فرما دیا۔ یہ زندگی کتب حدیث و سیر وغیرہ میں منتشر تھی اور بہت سے گوشے ایسے مخفی تھے جو عوام تو عوام، بہت سے خواص کی نظروں سے بھی اوجھل تھے۔ مولانا مرحوم نے ان تمام بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو کر حیاۃ الصحابہؓ کی صورت میں امت کے آگے رکھ دیا۔ آج اگر کوئی اپنی زندگی کو صحابہؓ کرام کی زندگی پر ڈھالنا چاہئے تو اس کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ حیاۃ الصحابہ کو اپنے سامنے رکھ کر اپنی زندگی بنالے اور عمر بھر مولانا محمد یوسف مرحوم کو دعائیں دیتا رہے۔ مولانا مرحوم مجھ سے عمر میں کافی چھوٹے تھے لیکن مراتب کمال میں اللہ نے ان کو بہت سے بڑوں کے منصب سے نوازا تھا۔ وہ بیک وقت عالم دین، عارف باللہ، داعی الی اللہ مدرس، مبلغ، مصنف، مرشد، خطیب اور کتنے ہی دینی شعبوں کے جامع تھے ان کی ہزاروں خوبیوں میں سے یہ دو خوبیاں پوری دنیائے اسلام قیامت تک فراموش نہ کر سکے گی۔ (۱) ایک دعوت اصلاح و تبلیغ دین جسے انھوں نے بام عروج پر پہونچایا، اور ایشیا و یورپ، افریقہ و امریکہ سارے ممالک میں دین کی آواز کو بلند فرمایا ہزارہا بندگان خدا خدا سے وابستہ ہوئے اور داعی بننے

کے بعد جذبات سے پُر ہو گئے۔ اور انھوں نے دعوت دین کو عملاً سنبھالا اور ہزاروں کو کار دعوت میں لگا دیا۔ (۲) دوسرے زیر نظر کتاب "حیاۃ الصحابہ" جس میں انھوں نے دعوت کے نقطۂ نظر سے صحابہ کی پاک زندگی کے سارے عملی گوشے کھول دیئے جس کی تین جلدیں ہیں جو شائع ہو چکی ہیں۔ یہ دونوں خیر کے ذخیرے ان کی باقیات صالحات میں سے ہیں جو ان کے اور ان کے آباء کرام کے لیے دوامی صدقۂ جاریہ ہیں جن سے کتنوں کی زندگیاں بن چکی ہیں، کتنوں ہی کی بنیں گی۔ اور انشاء اللہ تا یوم حساب بنتی رہیں گی۔"[1]

اولین طباعت حیات الصحابہ کا سب سے اول ایڈیشن رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء میں مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن سے تین جلدوں میں شائع ہوا۔

کتاب کے شروع میں حضرت مولانا علی میاں زاد مجدہٗ کا ایک مقدمہ بھی ہے جو سہارنپور کے زمانہ قیام میں دو رجب ۱۳۷۸ھ میں لکھا گیا۔ اشاعت کے بعد کتاب نے بڑی تیزی کے ساتھ علمی اور دعوتی حلقوں میں اپنا سکہ جمایا اور وہ دینی محاذ کی ایک شناخت اور مضبوط بنیاد بن گئی دنیا کی معروف و مشہور زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔ مدارس عربیہ دینیہ کے نامور ہندوستانی علماء، عالم عرب کے مشائخ و محدثین اور اہل علم و اصحاب قلم نے اس کو اپنی تحقیق کا محور و مرکز بنالیا۔ اور اپنی وقیع تحقیقات و تعلیقات کے بعد علمی اداروں اور جامعات سے بڑی تعداد میں اس کی اشاعت کرائی۔

حیدرآباد کی اولین طباعت کو ابھی ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ ۱۹۶۱ء میں حضرت شیخ کے پاس حلب (شام) سے ایک نامور ادارہ کا خط آیا جس میں انھوں نے حیات الصحابہ کے ایک ہزار نسخوں کی خریداری کی خواہش ظاہر کی تھی۔ حضرت شیخ نے جواباً تحریر فرمایا کہ ہمارے لیے بھیجنا مشکل ہے۔ آپ یہ کتاب وہیں شائع کرلیں، ہماری طرف سے اجازت ہے۔

---

[1] مقدمہ برار دو ترجمہ حیات الصحابہ مطبوعہ دہلی۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا
أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ

حياة الصحابة
رضي الله عنهم

الجزء الأول

تأليف العلامة الشيخ الداعي الى الله محمد يوسف

نجل الداعية الكبير الشيخ محمد الياس المغفور له الكاندهلوي

الطبعة الأولى

مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانية بحيدرآباد الدكن الهند

١٣٧٩هـ - ١٩٦٠م

ثمنه ١٥ روبية جديدة

(حیات الصحابہ طبع اول)

پسماندگان مولانا محمد یوسف صاحب کے یہاں زوجہ اولی سے ایک فرزند مولانا محمد ہارون صاحب اور ایک لڑکی مسماۃ اسماء خاتون تولد ہوئیں۔

مولانا محمد ہارون صاحب کی ولادت ۲۳ر ۲۴ر رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ ۸ر نومبر ۱۹۳۹ء دوشنبہ سہ شنبہ کی درمیانی شب میں سہارنپور میں ہوئی۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اپنے پوتے کو دیکھنے کے لیے یکم شوال میں سہارنپور تشریف لائے۔ حضرت حافظ فخر الدین صاحب آپ کے ہمراہ تھے۔ ۸ر شوال میں مولانا محمد یوسف صاحب کی تشریف آوری ہوئی۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب آپ کے ہمراہ تھے۔ ۲۴ر محرم ۱۳۵۹ھ میں دہلی میں آپ کا عقیقہ ہوا مرکز تبلیغ نظام الدین میں حافظ سلطان میواتی و حافظ نور الدین صاحب کے پاس آپ نے کلام اللہ حفظ کیا جس کا اختتام ۸ ار ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ (۱۰ر اگست ۱۹۵۳ء) میں ہوا۔ سب سے پہلی محراب رمضان ۱۳۷۳ھ میں سنائی، اس کے بعد عربی و فارسی تعلیم کا آغاز ہوا۔

۲ر ربیع الاول ۱۳۷۵ھ (۱۰ اکتوبر ۱۹۵۵ء) بروز چہارشنبہ حضرت شیخ رح نے کاندھلہ کی خاندانی مسجد میں بعد نماز صبح کتب فارسی آمد نامہ وغیرہ کی بسم اللہ کرائی اور پھر مختلف اساتذہ سے درس نظامی کی تکمیل کرتے ہوئے ۱۳۸۰ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں دورۂ حدیث شریف کی جماعت میں شریک ہوئے۔ بخاری شریف آپ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی سے پڑھی۔ شوال ۱۳۸۱ھ سے مرکز میں قائم مدرسہ کاشف العلوم میں استاذ مقرر ہو گئے۔ اور فارسی کی متعدد کتب کے ساتھ عربی میں الادب المفرد اور ـــــــ ریاض الصالحین سے اپنے درسی دور کا آغاز کیا۔

۸ر ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ (۱۹ر ستمبر ۱۹۶۱ء) میں مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلوی کی صاحبزادی سے حضرت اقدس رائے پوری کی موجودگی میں خانقاہ رائے پور میں نکاح ہوا۔ عزیز القدر مولوی محمد سعد سلمہ اور فاطمہ خاتون و عائشہ خاتون آپ کی یادگار ہیں۔

مولوی محمد سعد سلمہ ـــــــ ولادت ۸ر محرم الحرام ۱۳۸۵ھ ـــــــ ۱۰ر مئی ۱۹۶۵ء ـــــــ مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ـــــــ وہیں علمی و دعوتی خدمات میں مشغول ہیں ـــــــ

مولانا محمد سلمان صاحب سہارنپوری کی بڑی صاحبزادی ــــ بریرہ خاتون ــــ آپ کے نکاح میں ہیں۔

مولانا محمد ہارون صاحب، بیعت وارشاد کی لائن سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری سے وابستہ تھے۔ حضرت کی وفات کے بعد حضرت شیخ کے زیر تربیت رہ کر ذکر و شغل میں لگے رہے۔ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ (۲۰ جون ۱۹۷۱ء) میں حضرت شیخ کی جانب سے آپ کو اجازت بیعت وخلافت ملی۔ موصوف اس وقت مدینہ منورہ [illegible] قیام پذیر تھے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے مولانا الحاج عبدالحفیظ صاحب (مکہ مکرمہ) کے قلم سے جو اجازت نامہ بیعت وخلافت لکھوا کر دیا، اس کی نقل یہ ہے:

"مکرمان ومحترمان مولانا الحاج انعام الحسن صاحب، مولانا الحاج علی میاں صاحب ومولانا محمد منظور صاحب نعمانی ومولانا منور حسین صاحب ومفتی محمود الحسن صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون

تبلیغی مصالح کی بنا پر آج ۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ کو اقدام عالیہ میں عزیز ہارون کو میں نے توکلاً علی اللہ بیعت کی اجازت دی ہے، البتہ دینی مصلحت اور تبلیغی مصلحت کی بنا پر اس کو یہ بھی کہدیا کہ مولانا انعام الحسن صاحب کی حیات میں نظام الدین یا میوات میں کسی کو بیعت نہ کرے۔ حب جاہ اور حب مال سے بہت زیادہ احتراز کرے۔ اہل دنیا سے ان کی دنیوی وجاہت کی وجہ سے تعلق نہ رکھے، دینی مصالح کی بنا پر اجازت میں تقدیم وتاخیر اکابر سے بھی منقول ہے اور بیک وقت کئی مشائخ کا ایک جگہ موجود ہونا بسا اوقات موجب ترقیات بھی ہوا ہے۔

تھانہ بھون میں حضرت اقدس حاجی امداداللہ صاحب۔ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب اور حضرت مولانا شیخ محمد صاحب بیک وقت ایک ہی مسجد میں مقیم رہے اور حضرت شیخ الہند اور مفتی ــــ عزیزالرحمان صاحب دارالعلوم میں بیک وقت موجود رہے۔ یہ ناکارہ اور مولانا اسعداللہ صاحب، ان کی خلافت کے بعد

سے مظاہر علوم میں موجود رہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم دونوں کا بیک وقت موجود ہونا دونوں کے لیے موجبِ ترقی بنا۔ چچا جان نور اللہ مرقدہ کے بعد عزیز مولانا یوسف صاحب اور قاری رضا صاحب رحمہم اللہ تعالےٰ اور مولانا انعام الحسن صاحب اور حافظ مقبول صاحب کا بیک وقت نظام الدین میں قیام رہا۔

میری دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ ان دونوں عزیزوں کے بیک وقت قیام کو دونوں کے لیے موجب ترقیات بناوے۔ لیکن زمانہ ــ فساد کی طرف دوڑ کر چل رہا ہے اس لیے میں نے عزیز ہارون کو یہ بھی کہہ دیا ہے کہ مولانا انعام الحسن صاحب (اللہ تعالےٰ تا دیر ان کو زندہ اور سلامت رکھے) کی حیات میں نظام الدین اور میوات میں کسی کی بیعت نہ کریں۔ اگرچہ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں لوگ مولانا انعام الحسن صاحب سے بیعت ہوتے رہے ہیں چونکہ اس ناکارہ کو بھی اپنی زندگی کا اعتبار نہیں، اس لیے تم دوستوں کو اس کی اطلاع بھی کرتا ہوں۔ نیز میرے جستی بکسہ میں چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کا وہ عمامہ ہے جو مجھے بیعت کے لیے دیا تھا۔ اسے عزیز ہارون کے حوالے کر دیا جائے کہ یہ سیہ کار تو اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اللہ تعالےٰ عزیز موصوف کو اس سے تمتع نصیب فرمائے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی۔ بقلم عبد الحفیظ

۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ بروز جمعۃ المبارک "

عالم جوانی میں مولانا محمد ہارون صاحب کی وفات: ۳۰ شعبان ۱۳۹۳ھ (۲۸ ستمبر ۱۹۷۳ء) بروز جمعہ دہلی میں ہوئی۔ نماز جنازہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے پڑھائی۔ بعد نماز مغرب مرکز کے عقبی حصہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

اس حادثہ فاجعہ کے موقع پر حضرت شیخ مدینہ منورہ تشریف فرما تھے۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے ذیل کا مکتوب آپ کو مدینہ منورہ تحریر فرما کر اس سانحہ کی تفصیلات سے آگاہ کیا!

"مخدوم و مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
اس سے پہلے مختلف عرائض عزیز ہارون کی بیماری کے متعلق تحریر کیے گئے۔ پرسوں بھی مفصل کیفیت یونس سلیم کے ہمراہ بھیجنے کے لیے تحریر کی تھی کہ وہ چہارشنبہ کو یہاں سے بمبئی اور جمعہ کو مکہ مکرمہ حاضر ہونے والے تھے۔ لیکن اپنی اہلیہ کی بیماری کی بنا پر ان کا سفر ملتوی ہوگیا اور آج ۲۰ر ستمبر کو ساڑھے گیارہ بجے لخت جگر عزیز ہارون ہم سے رخصت ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون، اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منہا۔ کل جمعرات کو مولوی منور سہارنپور گئے وہاں جاکر حالت کی تشویشناکی کا ذکر کیا جس سے رات کو مولوی طلحہ وحکیم الیاس تشریف لائے۔ کاندھلہ سے مولوی افتخار پیر کے روز آگئے تھے۔ اماں جی کے قبر کے برابر مغرب کے بعد سات بجے تدفین ہوئی۔ والدہ زبیر اور اس کی خالہ کو دورہ پڑا، والدہ سعد ایک سکتہ کے عالم میں ہے۔ ہم سب بہت دعاؤں کے محتاج ہیں۔
کل جمعرات کی شام کو اسی بے حواسی کے عالم میں زور سے چلا کر کہا ''جی'' دریافت کرنے پر بتایا ''بلا رہے ہیں'' پوچھا کون تو بتایا ابا جی' یہ کل جمعرات کو پیش آیا ورنہ عام طور پر جناب کو اور بندہ کو یاد کرتا تھا۔ والسلام۔ محمد انعام الحسن غفرلہ'

۲۹ر ستمبر ۱۹۷۳ء حضرت نظام الدین دھلی ۱۳'

مولانا محمد یوسف صاحب کی چھوٹی صاحب زادی اسماء خاتون کی ولادت ۴ر شوال ۱۳۶۱ھ (۲۵ر اکتوبر ۱۹۴۲ء) میں ہوئی۔ تقریباً تین سال حیات رہ کر ۲۶ر شوال ۱۳۶۴ھ (۴ار اکتوبر ۱۹۴۵ء) میں انتقال ہوا۔ سہارنپور میں مولانا حکیم سید محمد ایوب صاحب کے والد ماجد حکیم سید محمد یعقوب صاحب کے وقف کردہ قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات پر مولانا محمد انعام الحسن صاحب جماعت تبلیغ کے امیر سوم منتخب ہوئے۔ آپ اپنی وفات تک تبلیغی اور دعوتی خدمات میں مصروف و مشغول رہے۔ تفصیلی حالات باب سوم میں ملاحظہ کریں۔

تیسرا باب

دعوت و تبلیغ کے حضرت جی ثالث

مولانا محمد انعام الحسن صاحب

کاندھلوی

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کارکشا، کارساز

مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی

نام ونسب آپ کا نام نامی محمد انعام الحسن اور والد ماجد کا نام مولانا اکرام الحسن ہے۔ والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے،

محمد انعام الحسن ابن امۃ العظیم بنت مولانا عبد الحمید (ساکن بڈولی) ابن محمودہ عرف بی سودی بنت مبارک ابن محمد اشرف ابن مولانا امام الدین (تلمیذ حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی) ابن مولانا کلیم شیخ الاسلام ابن مولانا کلیم قطب الدین جھنجھانوی۔

اور والد ماجد کی جانب سے آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

محمد انعام الحسن بن مولانا اکرام الحسن بن مولانا رضی الحسن ابن مولانا حکیم محمد ظہور الحسن عرف محمد ابراہیم ابن مولانا محمد نور الحسن ابن مولانا ابو الحسن ابن حضرت مولانا الحاج مفتی الٰہی بخش رح (متوفی ۱۵ رجمادی الثانی ۱۲۴۵ھ)۔

والد محترم آپ کے والد ماجد مولانا اکرام الحسن حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے حقیقی بھانجے اور حضرت شیخ کے پھوپازاد بھائی ہیں۔ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ / ۳۰ نومبر ۱۸۹۱ء چہارشنبہ میں آپ کی ولادت کاندھلہ میں ہوئی۔ نظیر الحسن تاریخی نام ہے۔ کاندھلہ میں حافظ منگتو صاحب کے پاس قرآنِ پاک حفظ کیا۔ اردو، فارسی اور دینی تعلیم خاندان کے ذی علم حضرات سے حاصل کرکے پانچ جولائی ۱۹۰۹ء میں مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں فسٹ ایر میں داخلہ لیا۔ جون ۱۹۱۳ء میں علی گڑھ سے بی اے ایل ایل بی کا امتحان دے کر وکالت کی ڈگری حاصل کی، یکم رمضان ۱۳۳۵ھ / ۲۲ جون ۱۹۱۷ء جمعہ کے دن وکالت کے امتحان

ہیں کامیابی کی اطلاع بذریعہ تار ملی۔ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۲۰ء تک سہارنپور اور کیرانہ ضلع کی عدالتوں میں وکالت کی۔ اس مقصد کے لیے سہارنپور آمد کی تاریخ یکشنبہ ۱۰ر صفر ۱۳۳۶ھ ر ۲ر دسمبر ۱۹۱۷ء اور کیرانہ آمد کی تاریخ ۴ر رجب ۱۳۳۷ھ ر ۶ر اپریل ۱۹۱۹ء یکشنبہ ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد دین و دیانت کے تقاضے مجروح ہونے کے خطرہ کے پیش نظر اس پیشہ کو ترک کر کے کاندھلہ واپس ہو گئے۔ اور وہیں رہائش اختیار کر کے جدی جائداد اور زمین و باغات کی نگہداشت کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے اسی کو ثروت اور معاش کا ذریعہ بنایا۔

بیعت ابتدا میں شکار کا بہت شوق تھا، ہاکی کے عمدہ کھلاڑی جانے جاتے تھے لیکن والد مرحوم مولانا رضی الحسن صاحب کے حادثہ انتقال سے طبیعت کا رخ اک دم پلٹ گیا اور ذوق و حلاوت اعمال و اشغال وظیفۂ زندگی بن گئے۔ سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری سے عشق کی حد تک تعلق قائم ہو گیا۔ بالآخر ۲۵ر شوال ۱۳۵۰ھ ۴ر مارچ ۱۹۳۲ء (بروز جمعرات بعد نماز عشاء) ان کے دست حق پر بیعت ہو گئے اور پھر اس کے بعد دل کی دنیا بدلنے میں دیر نہیں لگی۔ ہاتھ میں تسبیح اور زبان پر ذکر خداوندی محبوب و پسندیدہ مشغلہ بن گیا۔ صورت و شکل سے کوئی پہچاننے کو تیار نہیں ہوتا تھا کہ یہ علیگڑھ یونیورسٹی کے ایل ایل بی ہیں۔ حضرت اقدس رائے پوری سے بیعت کا یہ تعلق حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی موجودگی میں سہارنپور میں قائم ہوا تھا، تعلیم کے دوران قرآن پاک کچھ زیادہ محفوظ نہ رہ سکا تھا، اس کو دوبارہ یاد کر کے ماہ رمضان میں تراویح سنانے کا اہتمام کیا۔ اور سالہا سال تک اپنے مکان پر یا مختلف مساجد میں سناتے رہے۔

اپنے وقت کے مشہور و معروف اکابر ـــــ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، ـــــ شیخ الطریقت حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ، ـــــ اور ـــــ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ سے غایت درجہ عقیدت و عظمت اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سے بے حد انسیت، موانست اور محبت رکھتے تھے۔

حضرت مولانا الیاس کو آپ سے بہت تعلق خاطر تھا مولانا بھی بکثرت نظام الدین جاتے رہتے تھے، کبھی کبھی طویل قیام کی بھی نوبت آجاتی تھی۔ ایک مرتبہ متواتر سولہ ماہ دہلی میں آپ کا قیام رہا۔

حضرت مولانا کے مرضِ وفات میں آپ علاج و معالجہ اور تمام دوائیں وقت پر استعمال کرانے کے ذمہ دار تھے۔ اس تیمارداری کی بنا پر طویل صحبت اور خصوصی خدمت کا آپ کو موقع ملا۔

ادبی ذوق آپ کو ادبی ذوق اور سخن فہمی میں اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل تھا۔ اردو، فارسی کے بلند پایہ شعراء کا کلام خوب یاد تھا۔ ایسے برجستہ اور برموقع اشعار سناتے کہ سننے والا محسوس کرتا کہ یہ اسی موقعہ کے لیے کہے گئے تھے۔ شاؔد آپ کا تخلص تھا۔ خود بھی اشعار کہتے تھے جس میں آبشار کی سی روانی ہوتی تھی۔ بقول حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی!

"اساتذۂ ایران و ہندوستان کے منتخب اشعار یاد رکھنے میں، ان کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ اردو، فارسی کلام کا نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔"

سفرِ حج سنہ ۱۳۷۴ھ ۱۹۵۵ء میں آپ نے شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی کی ہمرکابی و معیت میں سفرِ حج کیا۔ مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا افتخار الحسن صاحب، مولانا عبید اللہ صاحب، مولانا حکیم عین الحسن صاحب بھی اس قافلہ کے شرکاء تھے۔

حرمین شریفین سے جو تفصیلی خطوط آپ نے حضرت شیخ کو تحریر فرمائے، ان میں سے صرف دو خط یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ پہلا خط مکہ مکرمہ پہونچ کر لکھا گیا، اور دوسرا ہندوستان روانگی کے وقت تحریر کیا گیا۔ آغازِ سفر اور اختتامِ سفر کے یہ دونوں خط ذوق و شوق کے جذبات اور حزن و ملال کی کیفیات کو بخوبی واضح کر رہے ہیں۔

(۱) ہو مکہ مکرمہ جمعہ ۱۴ ذیقعدہ سنہ ۱۳۷۴ھ

برادرِ مکرم و محترم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم بخیر ہو گے اور حضرت اقدس مدظلہ کی طبیعت بھی خدا کے فضل سے روبہ افاقہ ہو گی۔ کل حکیم ایوب صاحب کے خط سے مختصراً یہ معلوم ہوا کہ حضرت مدظلہ کی شدید بیماری کی وجہ سے شیخ الحدیث ۲۲ کو منصوری تشریف لے گئے تھے اور آج واپس تشریف لائے اور حضرت کو بفضلہٖ افاقہ ہے۔ طبیعت کی جو کیفیت ہوئی وہ بیان نہیں کی جا سکتی، میں کیا اور میری

دعا کیا، مگر بیت اللہ شریف کا پردہ پکڑ کر خوب دعائیں کیں اور ہر ملنے والے سے اسی کی درخواست کی۔ مولوی یوسف و انعام اور اپنے رفقاء سے تو کہنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ جن کو معلوم ہوا اس نے اپنی جیسی دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائیں اور تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھیں (آمین) آج تمہارے خط سے مفصل خیریت معلوم ہو کر یک گونہ اطمینان تو ضرور ہوا مگر ہر وقت ہر گھڑی مزید صحت یابی کی اطلاعات کا انتظار ہے۔ یہاں پہونچ کر راستہ بھر کی تکان نے مجھے تو بالکل زیر کر لیا ہے انشاء اللہ دو چار روز میں طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ فی الحال تو اٹھنا اور چلنا پھرنا بہت ہی مشکل ہو رہا ہے، اتفاق سے سفر کے آخری دو دن اور دو رات بالکل سونا نہیں ہوا، اس کی وجہ سے اور بھی طبیعت میں کمزوری پیدا ہو گئی۔

اللہ اللہ یہ پاک اور مقدس مقام اور مجھ جیسا سیہ کار اور عصیاں شعار یہ اس مالک الملک کے دین کی بات نہیں تو اور کیا ہے۔ ؎

مرا طبیب دوگا ہے خبر بدی نکی ندید از من
نمی دانم کدامی جرم ایزد بر گزید از من

مکان کرایہ پر لے لیا گیا ہے، تفصیل مولوی الیاس لکھ دیں گے، مگر کمرے ایسے ہیں کہ ہر وقت بیت اللہ شریف سامنے ہے۔ جب ذرا گردن اٹھائی، دیکھ لی۔ نیچے صولتیہ کا دفتر ہے، اس وقت رات کے پانچ بجے ہیں۔ مولوی یوسف ہارون، طلحہ زیر برابر میں قالین پر سو رہے ہیں، مولوی افتخار مستورات کو طواف کرا کر ابھی آئے ہیں۔ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں، اور بیچ بیچ میں بیت اللہ شریف کی زیارت کرتا رہتا ہوں۔ کمرے کی کھڑکیاں مسجد حرام کی دیوار میں ہیں، یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔ ؎

چشم رو خم راز نور کعبہ بینا کردہ اند
کعبہ را بہر مناجاتم مہیا کردہ اند

اب یہ اپنی اپنی اہلیت اور استعداد پر منحصر ہے کہ یہاں سے کیا کیا مانگنا ہے، اور کیا کیا حاصل کرنا ہے، یہاں تو مانگنے کی بھی اہلیت نہیں مگر پھر بھی سب کچھ امیدیں لیے بیٹھا ہوں۔ مجھے آتا نہیں اچھی طرح اظہار غم کرنا۔ مگر اس پر نہیں موقوف کچھ ان کا کرم کرنا۔ بذاتِ خود میں اتنے پر بھی مگن ہوں کہ سنگِ در تک تو بہرکیف رسائی بخشی۔ خود ہی طلب فرمایا، خود ہی اسباب مہیا فرمائے، خود ہی ساری راحتیں پہونچائیں اور اب سنتے ہیں کہ ہم سب خاص ان کے مہمان ہیں تو اب انشاء اللہ العزیز محروم تو نہ رکھیں گے۔ جو لوگ اپنی عبادت و ریاضت، ذکر فکر لے کر آئے ان کے ساتھ تو خصوصی معاملہ ہوگا۔ مگر جو میری طرح بالکل تہی دست حاضر ہو گیا ہے اور محض ان کی رحمانیت اور رحیمیت پر بھروسہ کئے ہوئے ہے ـــ وہ بھی انشاء اللہ خصوصی مراحم خسروانہ کا مستحق ٹھہرایا جائے گا۔

جہاز میں حضرت مدنی مدظلہ تک بھی روزانہ رسائی ہوتی رہی، پان ہمارے پاس تو بمبئی کے تھے۔ پہلے روز حاضری ہوئی تو میں نہیں لے گیا کہ حضرت کے پاس تو بڑھیا پان ہوں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد خود ہی فرمایا کہ ہمارا پان کہاں ہے، میں نے وجہ بتا کر معذرت خواہی کی۔ مگر اصرار کرنے پر ایک پان صاف کر کے پیش کیا۔ اس کے بعد روزانہ دو تین پان پیش ہوتے رہے۔ جس روز میں نے احرام باندھ لیا، اس روز پان تو پیش کر دیا مگر مصالحہ سے معذرت کر دی کہ ہمارے مفتی (مولوی عبید اللہ) نے کھانا تو درکنار ہاتھ لگانا بھی ممنوع قرار دے دیا ہے۔ حضرت کو بہت ہی حیرت ہوئی، بار بار دریافت فرمایا کیا زردہ بھی نہیں کھا سکتے، عرض کیا گیا کہ ہر خوشبو کی ممانعت ہے۔ فرمایا خوشبو کی بھی تو قسمیں ہوتی ہیں: اگر کسی طعام یا پھل میں خوشبو ہو تو کیا اس کا کھانا ممنوع ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت آج تک تو ہر اچھے سے اچھے تمباکو کو بدبو کہہ کر مسجد میں کھا کر جانے کی بندش تھی، آج وہ خوشبو میں شمار ہو گیا ـــ بہت ہی محظوظ ہوتے رہے، اور بار بار حیرت کا اظہار فرماتے رہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت والا

خود احرام کی حالت میں اس مصالحہ کا استعمال فرماتے ہیں یا نہیں۔ فرمایا کہ جب سے یہ مصالحہ شروع ہوا ہے احرام کی نوبت نہیں آئی۔ البتہ اب جا کر تحقیقات اور چھان بین کریں گے۔ پہلے جب حاضری ہوئی تو مولوی یوسف سے فرمایا کہ ہم بھی آپ کے ساتھیوں میں ہو گئے۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت اصل تو جناب والا ہی ہیں، ساتھی تو ہم ہیں۔ فرمایا آپ ہم سے آگے آگے ہیں، ایک روز پہلے روانہ ہوئے۔ انھوں نے فرمایا کہ مقدمۃ الجیش تو آگے ہی ہوتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت ہم جیسوں کو تو بہر حال درمیان میں لے لیجیے اس پر بہت ہی محظوظ ہوئے۔ غرض روزانہ بہت ہی انبساط کے ساتھ ملتے رہے یہاں صرف اذان ہی نہیں بلکہ نماز بھی مکبر الصوت پر ہو رہی ہے اور ہم سب بے تکلف پڑھ رہے ہیں۔ گفتگو اس میں ہے کہ آیا اپنی اپنی بعد میں لوٹائی جائے یا نہیں، اس کے متعلق رائے معلوم ہو جانے کی ضرورت ہے۔

مدرسہ صولتیہ کل سے بند ہو گیا ہے، وہاں کے قاری عبدالرؤف صاحب کے سپرد ہارون، طلحہ اور سلمان کو کر دیا گیا ہے کل سے انشاء اللہ پڑھائی شروع ہو جائے گی۔ جہاز میں بھی تین چار دن پڑھائی ہوئی۔ شروع کے تین چار دن تو تینوں کو بالکل ہوش نہیں آیا۔ والسلام

اکرام الحسن

(مکتوب نمبر ۲) "مجھے معلوم تھی بے مائگی اپنی محبت کی

میں ان کے آستانِ ناز کی رفعت سے واقف تھا

میں اپنی حسرت پرواز کی رفعت سے واقف تھا

مجھے معلوم تھی بے چارگی اپنی محبت کی

برادرم! ـــــــــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بالآخر رخصت کا وقت پہونچ ہی گیا۔ اور ہم سب رات سوا دو بجے مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر چار بجے جدہ پہونچ گئے۔ آج صبح ایک بجے مظفری جہاز بھی پہونچ گیا

کل ۲۲ ستمبر کو انشاء اللہ یہاں سے بھی رخصت ہو جائیں گے ہندوستان سے چلتے وقت تو سارے ذوق و شوق دل میں تھے۔ مکہ مکرمہ سے چلے تو مدینہ منورہ سامنے تھا وہاں سے چلے تب بھی یہ امید بھی کہ دوبارہ مکہ مکرمہ کی حاضری انشاء اللہ نصیب ہو جائے گی۔ مگر اب تو آگے کچھ بھی نہیں اور پھر وہی کنج قفس اور وہی صیاد کا گھر ـــــ بس اب صرف اس امید پر مدار ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے پھر وہ دن نصیب فرما دیں کہ ہم حج بیت اللہ کے لیے جدہ پہونچیں۔ سب بحمد للہ بخیر ہیں، چونکہ وقت نہیں ہے ڈاک کا اس لیے بس۔ السلام علیکم

اکرام الحسن (۲۱ ستمبر ۱۹۵۵ء، ۴ صفر ۱۳۷۵ھ)

مولانا اکرام الحسن صاحب اس سفر حج کے لیے ۱۴ شوال ۱۳۷۴ھ مطابق ۶ جون ۱۹۵۵ء میں دہلی سے بمبئی ۱۷ شوال (۱۰ جون) میں بذریعہ بحری جہاز بمبئی سے روانہ ہو کر ۲۹ شوال میں جدہ پہنچے، ارکان حج سے فراغ پر ۲۳ ذی الحجہ (۱۳ اگست) میں مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے، چالیس یوم یہاں قیام کے بعد ۴ صفر ۱۳۷۵ھ (۲۲ ستمبر ۱۹۵۵ء) میں جدہ سے ہندوستان کے لیے روانہ ہو کر ۱۲ صفر (۳۰ ستمبر) جمعہ کے دن بمبئی اور ۱۸ صفر (۵ اکتوبر) کو دہلی پہونچے۔

رکنیت مجلس شوریٰ مظاہر علوم

آپ کا تعلق مظاہر علوم کے ساتھ ہمیشہ مخلصانہ رہا لیکن ذمہ دارانہ تعلق ۱۸ شوال ۱۳۶۰ھ ر ۸ نومبر ۱۹۴۱ء میں قائم ہوا، اس موقع پر آپ مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہو کر خصوصیت کے ساتھ اس کے مالیاتی حساب کے ذمہ دار اور معتمد بنائے گئے۔ اس موقع پر تاریخ مظاہر علوم میں آپ کے متعلق یہ لکھا گیا ہے:

"۱۸ شعبان ۱۳۶۰ھ میں حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب دہلوی کی زیر صدارت سالانہ اجتماع سرپرستان ہوا جس میں تجویز ہوا کہ مدرسہ کی مالیات کا تحفظ بجز اس کے نہیں ہو سکتا کہ ایک سرپرست مستقل طور پر مدرسہ میں قیام کریں۔

اس کے لیے سردست تین ماہ کے لیے مولانا اکرام الحسن صاحب تجویز کیے گئے اور ان کے لیے یہ طے ہوا کہ وہ ماہ رمضان المبارک سے لے کر ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ تک مدرسہ میں قیام فرما کر پورے طور پر مالیات کی نگرانی کریں اور اس نگرانی کی رپورٹ آئندہ اجتماع سرپرستان میں پیش فرمائیں"۔

اس تجویز کے مطابق مولانا موصوف نے جامعہ مظاہر علوم میں قیام کر کے اپنی رپورٹ مرتب کی جو دس محرم ۱۳۶۲ھ کے اجتماع سرپرستان میں پڑھی گئی۔ مجلس شوریٰ کی رکنیت اور عہدۂ اہتمام مالیات پر آپ آخر عمر تک فائز رہے۔

حضرت شیخ سے محبت وتعلق

مولانا اکرام الحسن صاحب موصوف حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے بچپن کے رفیق اور بے تکلف احباب میں تھے اور یہ رفاقت و بے تکلفی آخر تک باقی رہی۔ حضرت شیخ نے آپ بیتی میں چھ سے زائد مقامات پر اپنے اس بے تکلفانہ رفاقت کے متعدد واقعات تحریر فرمائے ہیں۔ چنانچہ سب سے طویل واقعہ کنور اصغر علی خاں مرحوم قصبہ لونی کا تحریر فرمایا ہے جس کی آخری سطور یہ ہیں!

"بھائی اکرام صاحب دام مجدہم جو میرے بہت ہی مخلص، محبوب ترین عزیز ساری عمر رہے، بہت کثرت سے ان کا ذکر کہیں کہیں آئے گا"۔

اسی طرح دوسرے مقام پر جناب الحاج ماموں یامین صاحب مرحوم کی شادی کے موقع پر جو دعوت نامہ مولانا اکرام صاحب موصوف نے حضرت شیخ کو بھیجا تھا اس کو نقل فرمایا ہے۔ یہ دعوت نامہ تین شعروں پر مشتمل تھا جو ایک کارڈ پر لکھ کر بھیجے گئے تھے! وہ شعر یہ ہیں۔

جانتا نہیں میں قبلہ قبلی ——— بس بات یہ ہے کہ بھائی زکی
تکلیف فرماؤ آج کی رات ——— کھانا یہیں کھاؤ آج کی رات
حاضر جو کچھ ہو دال دلیہ ——— سمجھو اس کو پلاؤ قلیہ

اس دعوت نامہ پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اس نکاح میں شرکت فرمائی تھی۔

ہمارے ذخیرہ نوادرات میں حضرت شیخ کے نام مولانا اکرام الحسن صاحب کے خطوط خاصی تعداد میں محفوظ ہیں، ادبی حلاوت سے بھرپور ان مکاتیب میں بڑے شستہ اور برجستہ اشعار تحریر کیے

گئے ہیں جو مولانا کے نفیس اور پاکیزہ ذوق کی شہادت دیتے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ قارئین کتاب بھی ان سے لطف اندوز ہوں' اس لیے ان مکاتیب سے اشعار کا ایک انتخاب پیش کیا جاتا ہے ؎

تمہیں ہو طعنہ زن' اچھا تمہیں انصاف سے کہہ دو
کوئی اپنی خوشی سے خانماں برباد ہوتا ہے

بس میں لے دے کر اگر کچھ ہے تو اک تدبیر ہے
خندہ زن تدبیر پر لیکن مری تقدیر ہے

❀

یک وقتِ خاص' حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم ہی تو میر صاحبِ قبلہ' فقیر ہو

قدم قدم پہ کمندیں یہاں وہاں صیاد
یہ روئدادِ چمن ہے قفس کی بات نہیں

❀

مبارک اور موقع ہو فریب تازہ کھانے کا
کیا ہے مجھ سے پھر پیماں شکن نے وعدہ آنے کا

تیری یاد سے خوش ہے باقی کا دل
ترقی دردِ دروں ہی ـــــ سہی

❀

موت آتی ہے' تم نہ آؤ گے
تم نہ آئے تو موت آئی ہے

خط ترا پڑھ کر مرے دل کی عجب حالت ہوئی
اضطراب شوق نے اک حشر برپا کر دیا

❀

چہ حال است ایں کہ ہر گہ وعدۂ وصلش رسد محی
ہماں دم مانع پیش آید از بخت نگو نسارم

❀

آتے وہ تو فرقت کے دکھ کیا ہیں' اجل کیسی
آئی ہوئی ٹل جاتی' آئے ہوئے ٹل جاتے

❀

آپ سوچا ہی کیے' اُس سے ملوں یا نہ ملوں
موت مشتاق کو ـــــ مٹی میں ملا بھی آئی

❀

تربت میر پر ہیں اہلِ سخن
ہر طرف حرف ہے حکایت ہے
تو بھی تقریبِ فاتحہ سے چل
بخدا واجبُ الزیارت ہے

یہ نمائش کدۂ داغِ عزیزاں تو نہیں
میرا سینہ ہے الٰہی یہ چراغاں تو نہیں

تماشا دور سے دیکھا کیے تم غرق ہونے کا
دراں حالیکہ ممکن تھا تمہارا ناخدا ہونا

اجازت ہو تو آکر میں بھی شامل ان میں ہو جاؤں
سنا ہے کل ترے در پر ہجومِ عاشقاں ہوگا

وہ آئیں اور سکونِ دلِ حزیں کے لیے
الٰہی آج یہ کیا خواب دیکھتا ہوں میں

اب کیا شکایت ستم یار کیجیے
جو کچھ گذر گئی، دلِ مضطر گذر گئی

اے ہمنشین نہ چھیڑ حکایات ماضیہ
اچھی بُری گذرنا تھی جو کچھ گذر گئی

اف رے نگاہِ ناز کی شوخی التفات
تسکین دے گئی مجھے بے تاب کر گئی

مجھ سے نہ پوچھ اپنے دلِ مضطرب سے پوچھ
تھا آہ میں اثر مرے یا بے اثر گئی

اللہ جانے اس نگہِ سحر بار میں
کیا چیز تھی جو تیر سی دل میں اتر گئی

محسوس یہ ہوا کہ کھنچا جارہا ہوں میں
جس وقت میرے دل پہ تمہاری نظر گئی

والسلام

۲۹، فروری ۱۹۲۴ء میں یہ تمام اشعار مولانا اکرام الحسن صاحب نے ایک کارڈ پر تحریر فرماکر حضرت شیخ کو بھیجے تھے۔

خبرم رسیدہ امشب کہ نگار خواہی آمد
سرِ من فدائے راہے کہ سوار خواہی آمد

وفات آخر عمر میں تنفس کا عارضہ لاحق ہوگیا تھا اور یہ ہی مرضِ وفات بنا۔ انتقال سے چند روز قبل ضعف اور تنفس دونوں چیزوں میں شدت پیدا ہوگئی تھی۔ دو یوم اسی حال میں گذرے، تیسرے دن کچھ افاقہ ہوا تو حضرت شیخ سے ملاقات کے لیے کچے گھر تشریف لائے، تھوڑی دیر بعد واپس اپنی قیام گاہ (دفتر مدرسہ قدیم) پہنچ کر ڈیڑھ بجے خود اٹھ کر وضو کی اور ظہر کی سنتیں ادا کرنے لگے۔ پہلی رکعت کا پہلا سجدہ اطمینان سے کرکے دوسرے سجدہ میں گئے ـــ اور وہیں

روح پرواز کرگئی۔ انتقال کی تاریخ ۲۰؍شعبان ۱۳۹۱ھ / ۱۲؍اکتوبر ۱۹۷۱ء یوم سہ شنبہ ہے۔ شب میں نو بجے بامامت حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ نماز جنازہ ہوکر قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

جدِ محترم مولانا انعام الحسن صاحب کے دادا مولانا الحاج رضی الحسن صاحب کی تاریخ پیدائش ۸؍جمادی الثانی ۱۲۸۹ھ / ۱۳؍اگست ۱۸۷۲ء یوم سہ شنبہ ہے۔ حفظِ قرآن پاک کے بعد علوم دینیہ کی تعلیم خاندان کے اکابر سے اور علوم فلسفہ وحکمت کی تحصیل مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی سے کی۔ علم طب حکیم عبدالمجید صاحب دہلوی سے حاصل کیا۔

فقہ میں آپ کے استاذ مولانا یداللہ صاحب سنبھلی تھے۔ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ میں آپ نے ان سے ہدایہ وغیرہ کتابیں پڑھیں، دورۂ حدیث پڑھنے کا جب وقت آیا تو حضرت گنگوہی کی خدمت میں گنگوہ چلے گئے۔ اور وہاں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب (والد ماجد حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی) کے ساتھ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ حضرت گنگوہی کے درسی ارشادات وفرمودات حضرت مولانا یحییٰ صاحب عربی میں قلم بند فرماتے تھے۔ اور مولانا رضی الحسن صاحب اردو میں لکھتے تھے چنانچہ شستہ اور صاف ستھری اردو زبان میں دو ضخیم جلدیں تقریر بخاری شریف اور تقریر ترمذی شریف کی آپ نے مرتب کی۔ آپ کی مرتب کردہ تقریر ترمذی شریف کے پہلے صفحہ کا عکس شامل کتاب ہے جو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے قلم سے ہے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے تاریخ کبیر میں جو یادداشت تحریر فرمائی ہے اس کے مطابق حضرت گنگوہیؒ کے یہاں اس سال ابو داؤد شریف کا افتتاح ۲۲؍ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ میں ہوا تھا۔ اس کے بعد بخاری جلد اول کا آغاز ــــ نوربیع الاول ۱۳۱۳ھ شنبہ اور بخاری جلد ثانی کا آغاز یکم جمادی الاول ۱۳۱۳ھ بروز دوشنبہ ہوا۔

ستائیس شعبان ۱۳۱۳ھ / ۱۲؍فروری ۱۸۹۶ء میں آپ کو حضرت گنگوہی کے یہاں سے تکمیل صحاح ستہ اور اجازت درس پر مشتمل سندِ حدیث دی گئی۔ اس سند کی ایک نقل حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے دستِ مبارک کی تحریر کردہ ہمارے ذخیرۂ نوادرات میں محفوظ تھی جس کا عکس یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولوی احمد علی [illegible] شاہ عبد الغنی صاحب [illegible] اسحاق صاحب [illegible] سند حدیث حاصل کی اور مولوی احمد علی صاحب کی سند

کتاب [illegible] مذکور [illegible] جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی [illegible] مولانا عبد الغنی صاحب سے حدیث حاصل کی اور [illegible]

[illegible] کتاب الابواب [illegible] مولانا احمد علی صاحب [illegible] گذشتہ [illegible] اور صحیح [illegible]

[illegible] شاہ اسحاق [illegible] بالا موجود [illegible] لہذا طبع کرا [illegible] بھی طبع کرادی

[illegible]

[illegible]

[illegible] قال ابو عیسیٰ [illegible]

[illegible] قول ابو العباس

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اصطلاح الحدیث اور [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(تقریر ترمذی شریف مرتب کردہ مولانا رضی الحسن صاحب)

(عکس سند حدیث حضرت اقدس گنگوہیؒ
برائے مولانا رضی الحسن صاحب کاندھلویؒ)

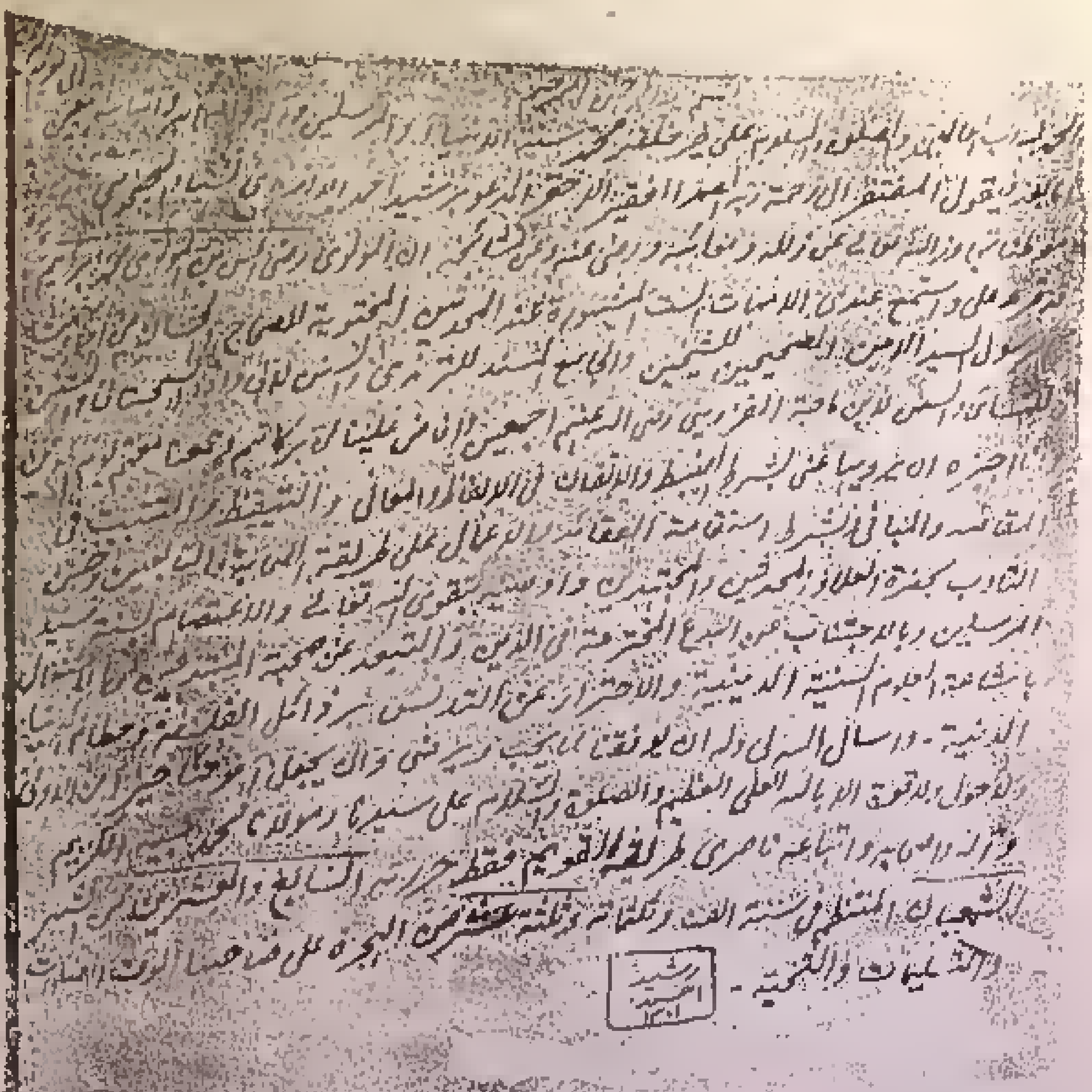
الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد سيد الانبياء والمرسلين وآله واصحابه اجمعين
اما بعد فيقول المفتقر الى رحمة ربه احمد الفقير الى الحق المدعو برشيد احمد الانصاري الكنكوهي [illegible]
[illegible] ان المولوي رضي الحسن [illegible]
[illegible] وسمع عندي الامهات الست المشهورة عند المحدثين المختارة للصحاح [illegible]
[illegible] الصحيحين للشيخين والجامع المسند للترمذي والسنن لابي داؤد [illegible]
[illegible] والسنن لابن ماجة القزويني رضي الله عنهم اجمعين [illegible]
[illegible] بشرط الضبط والاتقان [illegible]
[illegible] استقامة العقائد والاعمال على طريقة [illegible]
[illegible] والاجتناب عن البدع المخترعة في الدين والتبعد عن صحبة [illegible]
[illegible] العلوم السنية الدينية والاحتراز عن التدليس [illegible]
[illegible] واسأل الله ان لا ينساني [illegible]
ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم والصلوة والسلام على سيدنا ومولانا محمد [illegible] الكريم
وآله واصحابه واتباعه [illegible] طريقه القويم فقط حرر [illegible] السابع والعشرين [illegible]
[illegible] سنة الف وثلثمائة وثلثة عشر من الهجرة على صاحبها [illegible] الصلوات والتسليمات والتحية۔
رشيد احمد [illegible]

مولانا رضی الحسن صاحب کا نکاح حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب کی صاحبزادی مسماۃ حمیرا خاتون سے ہوا تھا۔ یہ حمیرا خاتون حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ ان اہلیہ محترمہ سے دو بیٹیاں: امت الودود، امت المعبود اور ایک فرزند مولانا اکرام الحسن صاحب تولد ہوئے۔

مولانا رضی الحسن صاحب نے ۱۳۳۱ھ میں حج کیا، جس کے لیے اسی سال رمضان المبارک مطابق اکتوبر ۱۹۱۳ء میں اپنے وطن سے روانہ ہوئے۔

یکم ربیع الاول ۱۳۳۶ھ/ ۶ دسمبر ۱۹۱۲ء میں اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری سے بیعت ہوئے۔ یہ بیعت موضع بہلوں میں بروز جمعہ بعد نماز صبح ہوئی تھی۔

محرم الحرام ۱۳۳۴ھ میں آپ پچاس روپئے مشاہرہ پر نواب لوہارو کے طبیب خاص متعین ہو کر تشریف لے گئے۔ تقریباً دو سال بعد خاندانی بزرگ نانا سلیمان صاحب کے حادثۂ وفات پر ملازمت ختم کر کے کاندھلہ واپس آ گئے اور پھر یہیں طبابت اور درس و تدریس کو اپنا مشغلہ بنا لیا۔ علوم دینیہ کے ساتھ آپ کا شغف اور تعلق آخر تک باقی رہا۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی چلتا رہتا تھا۔

ایک موقع پر آپ نے کاندھلہ میں بخاری شریف کا درس شروع کیا تو اس کی تفصیلی اطلاع حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو ان الفاظ میں دی۔

"محمد عمر ایک مرتبہ بخاری شریف مولوی صاحب سے پڑھ چکا ہے اور اس نے دوبارہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو میں نے اس خیال سے کہ کچھ سلسلہ شروع ہو جائے تو اچھا ہے اس لیے شروع کرا دیا۔ چونکہ کسی کو پڑھاتے وقت کتاب دیکھنے میں میرا دل لگتا ہے اس لیے میں خود بخاری شریف مع حواشی کے ایک مرتبہ دیکھ لیتا ہوں، اور جس قدر وقت ملتا ہے 'فتح الباری' کے دیکھنے میں صرف کرتا ہوں، اور پھر بڑی جگہ گنگوہ کی پڑھی ہوئی ہے، اس لیے کچھ گرانی نہیں ہوتی اور معمولی مطلب سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی۔

مشکوٰۃ شریف تو دو سال سے پیش نظر ہے۔ مستورات کا سبق اب بھی ہوتا ہے، پہلے دو سبق ہوتے تھے۔ پچھلے سال عائشہ بھی پڑھتی تھی۔ ہمارے یہاں کی مستورات ابھی تک پڑھتی ہیں۔ اس لیے وہ تو دو سال سے پیش نظر ہے، مظاہر حق میں بھی اچھی خاصی تحقیق ہوتی ہے۔ وہ سب دیکھ چکا ہوں۔ چونکہ بخاری شریف کی شروح بہت سی ہیں اسلیے اسکے سمجھنے میں زیادہ مشکل نہیں۔"

یہ مکتوب ۷ رجمادی الثانی ۱۳۴۳ھ/ ۳۰ جنوری ۱۹۲۵ء میں کاندھلہ سے سہارنپور لکھا گیا تھا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے بھی آپ سے کاندھلہ کے زمانہ قیام میں سلم العلوم پڑھی تھی۔

۲۹ر شوال ۱۳۴۵ھ (۲ر مئی ۱۹۲۷ء) میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا اجلاس حکیم الامت حضرت تھانوی کی سربراہی میں تھانہ بھون میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں آپ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۳۴۹ھ تک یہ رکنیت قائم رہی۔

وفات آخر عمر میں آپ کو ضعف معدہ اور پیٹ کے امراض لاحق ہو گئے تھے مختلف علاج کیے لیکن خاطر خواہ فائدہ نہ ہو سکا۔ یکم شوال ۱۳۵۰ھ، ۹ر فروری ۱۹۳۱ء میں عیدگاہ تشریف لے گئے، نماز عید خود پڑھائی۔ عیدگاہ سے مکان واپس آکر چبوترہ پر بیٹھے ہوئے اہل قصبہ و احباب سے ملاقات کر رہے تھے کہ وقتِ موعود آپہونچا اور دفعۃً روح پرواز کر گئی۔

ولادت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی ولادت آٹھ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ ۲۰ر فروری ۱۹۱۸ء چہارشنبہ نو بجے صبح اپنے آبائی وطن قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی، میں ہوئی۔ ۱۴ر جمادی الاولیٰ ۲۶ر فروری سہ شنبہ میں عقیقہ مسنونہ ہو کر دو نام تجویز کیے گئے، محمد انعام الحسن، محمد اعجاز الحسن، لیکن اول نام نے عالمی اور بین الاقوامی شہرت حاصل کی۔

تعلیم و تربیت نیک اور صالح تربیت کے لیے ماحول کی پاکیزگی بہت اہم اور ضروری ہوتی ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے کمالِ فیاضی کے ساتھ اس پورے خاندان کو صفاتِ حسنہ اور اخلاق حمیدہ سے مالامال دینی ماحول مرحمت کر رکھا تھا۔ اس لیے ہر نومولود پر اس کا اثر بھی فطرتی طور پر ہوتا تھا۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا، کہ شروع ہی سے دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت پر پوری پوری توجہ رکھی گئی۔ اسی کا اثر تھا کہ اپنی عمر کے دسویں سال میں آپ پورے کلام اللہ کے جید اور پختہ حافظ بن گئے تھے۔ اور اسی سال اپنی خاندانی مسجد محلہ مولویان میں پہلی محراب سنائی، جس کے اختتام کی تاریخ ۲۸ر رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ ۱۱ر مارچ ۱۹۲۹ء دوشنبہ ہے۔

والد ماجد مرحوم نے تربیت کے معاملہ میں شوق اور رغبت والے پہلو کو ترجیح دے کر سختی

اور درشتی سے احتراز فرمایا۔ چنانچہ نماز باجماعت کی تاکید کے موقع پر فرمایا کہ اہتمام سے اگر نماز پڑھوگے تو بطورِ انعام ایک روپیہ ماہانہ ملے گا۔ اس طرح نماز باجماعت کی عادت پختہ ہوگئی کچھ عرصہ بعد والد ماجد نے نصیحت کے طور پر فرمایا کہ جنت تو خشوع وخضوع والی نماز پر ملتی ہے تو اس دن نماز ظہر بڑے اطمینان وخشوع سے ادا کی، اور پھر ایک روپیہ ماہانہ والی ترتیب ختم ہوگئی۔

تکمیلِ حفظ کے بعد آپ کی اردو، فارسی تعلیم کا آغاز اپنے نانا مولانا حکیم عبدالحمید صاحب[1] (وفات ۱۹ رجب ۱۳۵۲ھ / ۹ نومبر ۱۹۳۳ء) کے پاس ہوا۔ فارسی میں گلستاں بوستان تک آپ نے ان سے تعلیم حاصل کی۔

ابتدائی کتب کے ساتھ درس نظامی میں داخل کتب فارسی، کریما، بوستان پڑھنے کے دوران آپ کو شیخ سعدیؒ سے بڑی مناسبت اور محبت پیدا ہوگئی تھی، چنانچہ ایک مجلس میں اس کا تذکرہ اس طرح فرمایا کہ مجھے بچپن میں شیخ سعدیؒ سے بہت محبت تھی، ان کے وطن شیراز جانے کا بڑا شوق تھا۔ خواب میں ان کا مکان بھی دیکھا تھا لیکن کبھی جانا نہیں ہوا، اور اب وہ بات بھی نہیں رہی۔ بڑے حضرت جی فرمایا کرتے تھے کہ شیخ سعدی کا کلام سب کے لیے مفید ہے کہ بچوں کے لیے تو حکایات ہیں اور بڑوں کے لیے موعظت ونصیحت ہے۔

عربی تعلیم کا آغاز اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خدمت میں حاضری

فارسی نصاب کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب آپ کو اپنے ہمراہ نظام الدین دہلی لے گئے۔ کاندھلہ سے نظام الدین کا یہ یادگار تاریخی سفر ۵ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ

---

[1] آپ کے نانا مولوی عبدالحمید صاحب اصلاً بڈولی کے رہنے والے تھے۔ بڈولی جھنجھانہ کے قریب جمنا کے کنارے ایک گاؤں تھا۔ ۱۹۱۰ء میں وہاں طغیانی آئی اور پورا گاؤں غرقِ آب ہوگیا۔ مولوی عبدالحمید صاحب کاندھلہ منتقل ہوئے، اسی کو وطن قرار دیا اور رہائش کے لیے مکان تعمیر کرایا۔ ۱۹۲۰ء میں آپ حج وزیارت سے مشرف ہوئے، ۲۰ رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹ نومبر ۱۹۳۳ء میں کاندھلہ میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (مشائخ کاندھلہ)

اا/اگست ۱۹۳۰ء میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً تیرہ سال تھی والد ماجد مولانا اکرام الحسن صاحب اس وقت کاندھلہ میں قیام پذیر تھے۔ اس علمی سفر میں ان کے اس جذبۂ عقیدت و محبت کو بھی دخل تھا جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے ان کو تھا۔ اور کچھ بعید نہیں کہ اپنے اس ہونہار فرزند کا ہاتھ حضرت مولانا کے ہاتھ میں دیتے ہوئے انھوں نے زبانِ حال سے یہ بھی فرمایا ہو کہ ؎

روح پدرم شاد کہ فرمودہ بہ استاذ فرزند مرا عشق بیاموز دگر ہیچ

دہلی لے جاکر حضرت مولانا نے بڑی شفقت و محبت کے ساتھ آپ کو عربی پڑھانا شروع کیا۔ میزان الصرف سے لے کر ہدایۃ النحو تک آپ نے حضرت مولانا سے پڑھا۔ ذہانت اور شوق و لگن کے باعث آپ نے میزان الصرف تین یوم میں اور میزان منشعب پانچ یوم میں ختم کرلی تھی۔

ایک مجلس میں آپ نے حصولِ علم کے لیے کاندھلہ سے دہلی آمد اور اس وقت کی کیفیات اور جذبات اس طرح بیان فرمائے کہ:

"میں نے حفظِ قرآن پاک کے بعد فارسی اپنے قصبہ کاندھلہ ہی میں پڑھی عربی کی تعلیم کے لیے مجھے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ نظام الدین لے آئے لیکن اندر سے میں نظام الدین آنے میں زیادہ خوش نہیں تھا بلکہ اندر ہی اندر میں یہ کہتا تھا کہ یہ مولوی لوگ کیسے ہوتے ہیں کہ جس کے بچے کو چاہتے ہیں لے آتے ہیں۔ حضرت نے نظام الدین میں میری میزان الصرف شروع کرائی میں نے اس خیال سے کہ جلدی جلدی پڑھ لوں تو پھر اپنے گھر چلوں گا۔ میزان الصرف بحمدللہ چھ روز میں پوری یاد کرکے ازبر سنادی تھی۔"

بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو گہری سوجھ بوجھ اور فہم و فراست عطا فرمائی تھی صحت بھی اعلیٰ درجہ کی تھی، جسم مضبوط اور کسرتی تھا۔ محترم قاضی سید محمد حسین صاحب دہلوی جنھوں نے آپ کی جوانی و شباب کا یہ عالم دیکھا ہے بیان کرتے ہیں!

"طالب علمی کے دور میں مولانا یوسف صاحب مرحوم اور مولانا انعام الحسن صاحب مدرسے کے طلبہ کے ساتھ کبڈی میں شریک ہوتے تھے، اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مدرسے کے نوجوان قوی ہیکل طالب علم جو پہلوانی کا بھی شوق رکھتے تھے اور یہ احقر بھی جن کے نام میری

یادداشت میں کم از کم رہ گئے ہیں، ان میں حافظ محمد سلیمان محمد ایوب (ریٹائرڈ)، حافظ یامین وغیرہ جو عمر میں بھی اچھے اور جوان تھے، اور قوی و توانا تھے اگر پالے میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب مرحوم کو گھیر لیتے اور کولیاں بھر لیتے تو آپ نہایت چستی و پھرتی کے ساتھ ان کی گرفت سے آزاد ہو کر نکل جاتے تھے۔" (ماہنامہ حسن اخلاق دہلی)

ابتدائی عمر میں آپ کو علوم عقلیہ سے بے حد مناسبت تھی۔ ذہانت و فطانت اور پھر اس پر بکثرت کتب معقولات کے مطالعہ سے والد محترم کو یہ فکر ہوگئی تھی کہ کہیں طبیعت کا میلان معقولات و عقلیات ہی کی طرف نہ ہو جائے۔ لیکن حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے فیضانِ نظر اور حضرت شیخ کی علمی رہنمائی نے آپ کو اس سے باز رکھا، اور پھر صرف قرآن و حدیث آپ کے لیے نشانِ منزل اور میدانِ محنت متعین ہو گیا۔

جامعہ مظاہر علوم میں آمد

شوال ۱۳۵۱ھ (فروری ۱۹۳۳ء) میں آپ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی معیت میں سہارنپور تشریف لائے اور جامعہ مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لے کر یہ کتابیں پڑھیں۔

بحث اسم، میر قطبی، کنز الدقائق، قطبی تصدیقات، اصول الشاشی۔

آپ نے بحث اسم اور اصول الشاشی علامہ صدیق احمد صاحب کشمیری سے، کنز الدقائق مولانا عبد الشکور صاحب سے، قطبی اور میر قطبی مولانا محمد زکریا صاحب قدوسی سے، تصدیقات مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی سے پڑھی ہیں۔ مولانا الحاج مفتی محمود داؤد یوسف صاحب (برما)، مولانا عبید الرحمٰن پسر جناب عبد السلام صاحب اعظمی، مولانا ادریس صاحب انصاری انبیٹھوی، مولانا محمد فضل الرحیم صاحب (حال استاذ جامعہ اسلامیہ نوٹنگھم شائر برطانیہ) اس سال آپ کے رفقائے درس رہے۔

یہ تعلیمی سال پورا ہونے پر آپ نے امتحان سالانہ دیا، اور اس کے بعد نظام الدین دہلی آ گئے اور یہاں کے قیام میں مزید تعلیم حاصل کرتے ہوئے مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے، جلالین مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی سے پڑھی۔ مشکوٰۃ شریف کی بسم اللہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے کرائی تھی ۱۳۵۲ھ

میں آپ کی یہ کتابیں تھیں۔ مطول، حماسہ، ملا حسن، حسامی، ہدایہ۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی رائے اس موقعہ پر یہ تھی کہ آپ حدیث شریف کی کتابیں بھی اس سال پڑھیں۔ اس موقع پر آپ نے حضرت شیخ کو اپنی تعلیمی صورت حال سے آگاہ کرنے کے لیے جو مکتوب تحریر فرمایا وہ یہ ہے!

" از نظام الدین دہلی

مخدوم و مطاع قبلہ حضرت شیخ الحدیث! ـــ دامت فیوضکم

بعد ادا آداب ماوجب کے گذارش خدمت اقدس میں یہ ہے کہ بندہ یہ عریضہ حضرت مولوی جی مدظلہ کے ارشاد سے تحریر کر رہا ہوں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ بندہ کو یوسف وغیرہ کے ساتھ مسلم شریف و دیگر اسباق میں شریک کر دوں، لیکن تنہا اپنی رائے سے میں شریک نہیں کرتا، بلکہ جناب کی رائے کو اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتا ہوں، اور یہاں سے کسی سے میں یوں نہیں کہتا کہ کوئی سننے والا نہیں آج کل بندہ کے جو اسباق ہیں وہ حسب ذیل ہیں، مطول، حماسہ، ملا حسن حسامی، ہدایہ۔ آپ اپنی رائے سے بہت جلد مطلع فرمائیں، آپ کے جواب کا انتظار ہے اور میرے لیے بہت دعاء فرمائیں، دعا کی سخت ضرورت ہے ـــ مولوی نصیر اور مولوی عقیل وغیرہ کو ماوجب۔ دعا کا محتاج

انعام الحسن کاندھلوی

۹ر فروری ۱۹۳۵ء، ۴ر ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ۔"

اس مکتوب کے تحریر کیے جانے کے وقت حضرت مولانا کی عمر صرف سترہ سال تھی، تاریخی اہمیت کے حامل اس یادگار مکتوب کا عکس شامل ـــ کتاب کیا جاتا ہے۔

فن حدیث کی مشہور کتاب مستدرک حاکم بھی آپ اور مولانا محمد یوسف صاحب نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے پڑھی ہے، نماز فجر سے قبل اس کتاب کا درس ہوتا تھا۔

تجوید کی باضابطہ مشق آپ نے مولانا قاری معین الدین صاحب آروی سے حاصل کی نیز فن قرآت کی متعدد کتابیں بھی آپ نے قاری صاحب موصوف سے سبقاً سبقاً پڑھی ہیں۔

(عکس مکتوب حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ)

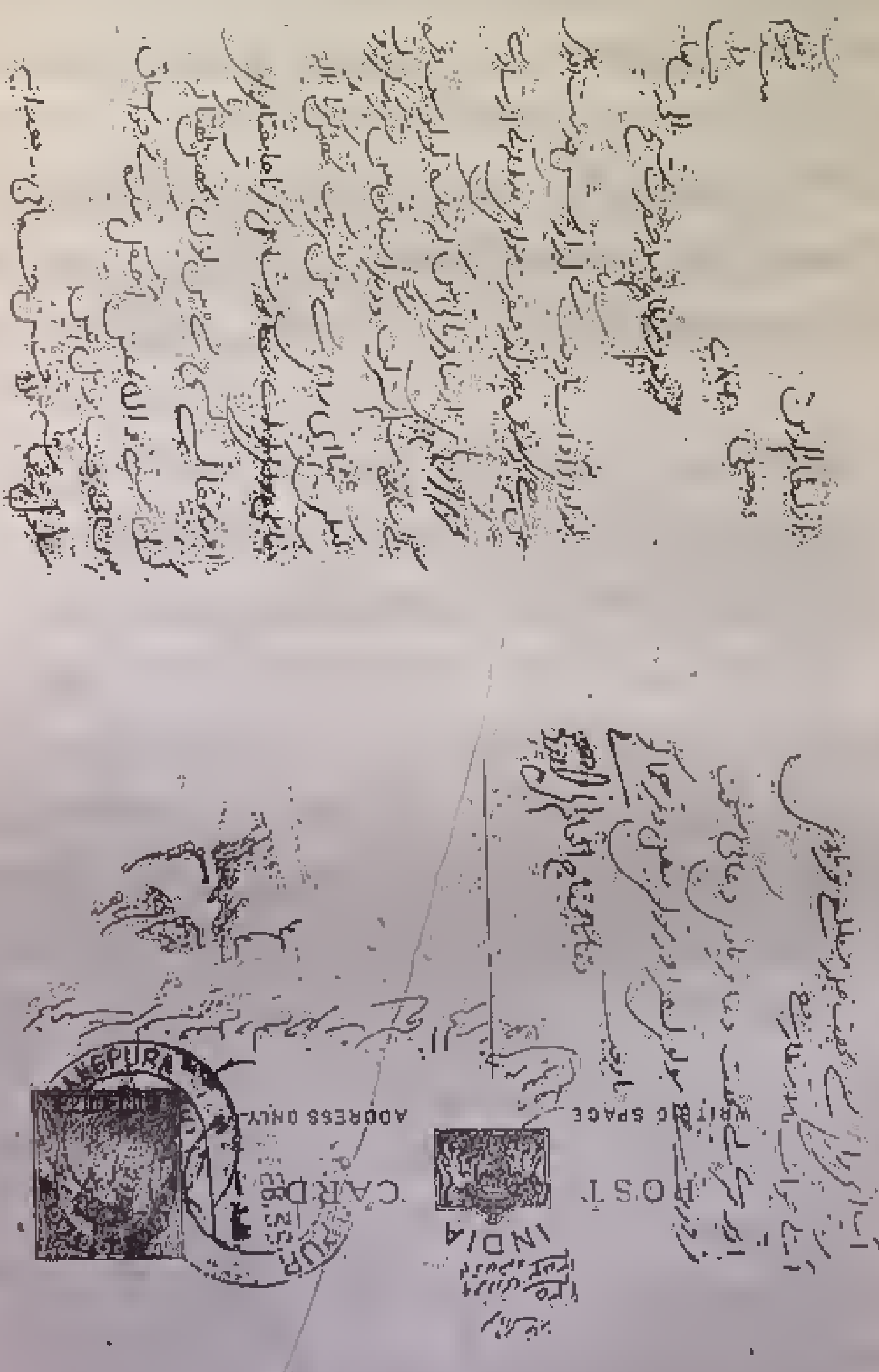

جامعہ مظاہر علوم میں دوبارہ آمد

شوال ۱۳۵۳ھ میں آپ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے مشورہ پر بمعیت مولانا محمد یوسف صاحب دوسری — مرتبہ جامعہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے اور بخاری جلد اول، ابو داؤد، حضرت شیخ سے جلد ثانی، مولانا عبداللطیف صاحب سے مسلم اور نسائی، مولانا منظور احمد خان صاحب سے، ترمذی، طحاوی، مولانا عبدالرحمان صاحب کاملپوری سے پڑھی۔ اس تمام سال میں مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے اپنے مطالعہ اور کتب بینی کی جو ترتیب قائم کر رکھی تھی، اس کو مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے الفاظ میں پڑھیئے — فرماتے ہیں:

> "ہم دونوں نے آپس میں طے کر رکھا تھا کہ رات کے ابتدائی آدھے حصہ میں ہم میں سے ایک مطالعہ کرے گا، اور دوسرا سوئے گا۔ اور آدھی رات ہو جانے پر مطالعہ کرنے والا چائے بنائے گا اور دوسرے ساتھی کو اٹھا کر اور اس کے ساتھ چائے پی کر سو جائے گا اور اس دوسرے کے ذمہ ہوگا کہ فجر کی جماعت کے لیے سونے والے ساتھی کو اٹھائے گا۔ ایک دن مولانا محمد یوسف صاحبؒ شروع رات میں مطالعہ کرتے تھے اور میں سوتا تھا اور دوسرے دن اسکے برعکس ترتیب رہتی تھی"۔

اسی طرح ایک موقع پر فرمایا کہ، طالب علمی کے دور میں دو دو یوم گزر جاتے تھے کہ نیند نہیں آتی تھی اس وجہ سے کہ تعلیم کی فکر تھی، ہمارے درجہ کے ساتھی جب سوتے تھے تو ہمیں ہنسی آتی تھی کہ بے فکر ہو کر سو رہے ہیں۔ دورۂ حدیث شریف میں آپ کے وہ رفقاء جو بعد میں علم و فضل کی دنیا میں مشہور و نیک نام ہوئے یہ ہیں۔ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب، زاد مجدہ، مولانا قاضی مظہر الدین صاحب بلگرامی (سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) مولانا شیخ محمد حامد صاحب الفرغانی النمنکانی (مہاجر مدنی) (مرتب الفتح الرحمانی فی فتاوی السید ثابت ابی المعانی) مولانا خلیل الرحمن صاحب نعمانی استاذ دار العلوم کراچی، (مصنف کتب مختلفہ) مولانا محمد ادریس صاحب انصاری انبیٹھوی (حال مقیم پاکستان)

جامعہ مظاہر علوم میں یہ تعلیمی سال پورا ہونے سے قبل دس جمادی الاول ۱۳۵۵ھ (۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء) میں آپ مولانا محمد یوسف صاحب کی علالت کی وجہ سے ان کی معیت میں مرکز نظام الدین

واپس تشریف لے آئے اور یہاں کر تعلیم کی تکمیل فرمائی۔

حضرت شیخ کی طرف سے انعامی کتب

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اس سال دورۂ حدیث شریف کے شرکاء کے لیے مخصوص نمبرات متعین فرماکر بذل المجہود اور کوکب الدری انعام میں دینا تجویز فرمائیں تھیں۔ اس انعام کی اطلاع طلبۂ حدیث کو حضرت شیخ رحمہ نے اس اعلان کے ذریعہ کی تھی۔

"(اعلان) جو شخص ابوداؤد میں سب سے زیادہ نمبر بلا شرکت غیرے حاصل کرے گا، اس کو بذل کامل بادامی انعام بندہ کی طرف سے موعود ہے، اور بشرکت غیرے جتنے بھی شرکاء ہوں سب کو ایک ایک کوکب الدری موعود ہے۔

زکریا۔ ۲۵ محرم ۱۳۵۵ھ"

چنانچہ اس اعلان کے بموجب کوکب الدری کامل چار عدد درج ذیل مستحقین کو دی گئی۔ مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب، مولانا منظور احمد صاحب بہاول پوری۔ کہ ان سب حضرات کے نمبرات مطلوبہ معیار کے مطابق تھے۔

بخت وتقدیر سے یہ سال ختم ہونے سے قبل مولانا محمد یوسف صاحب علیل ہو گئے، اور تعلیمی سلسلہ سہارنپور میں باقی رہنا مشکل ہو گیا، تو آپ دس جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ (۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء) میں مظاہر علوم سے نظام الدین منتقل ہو گئے۔ مولانا انعام الحسن صاحب بھی ہمراہ تشریف لائے اور کتب صحاح کا جو حصہ باقی رہ گیا تھا وہ اور دیگر کتابیں ابن ماجہ، نسائی، شرح معانی الآثار طحاوی مستدرک حاکم وغیرہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے پڑھیں۔

مولانا انعام الحسن صاحب نے اپنی نظام الدین آمد اور تعلیمی مراحل کی درجہ بدرجہ تفصیل ایک موقعہ پر مولانا مفتی عزیز الرحمن بجنوری کو ان الفاظ میں بیان فرمائی تھی:

"میں ۱۹۲۸ء[1] میں نظام الدین آگیا تھا۔ مولانا محمد یوسف صاحب ان دنوں کافیہ پڑھتے تھے اور میں نے آکر بڑے حضرت جی سے میزان شروع کی تھی۔ اور تین دن میں میزان اور پانچ دن میں منشعب ختم کرلی تھی، ہدایۃ النحو تک میں نے بڑے حضرت جی سے پڑھا ہے۔ مشکوٰۃ شریف مولانا محمد یوسف صاحب نے مجھ سے پہلے

[1] سہو کتابت ہے صحیح ۱۹۳۰ء ہے۔

پڑھ لی تھی، البتہ جلالین شریف میں میرا اوران کا ساتھ رہا ہے۔ اس کے بعد بڑے حضرت جیؒ سے دورہ حدیث پڑھا اوراس کے بعد ۱۳۵۴ھ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ سے ابو داؤد شریف پڑھی اور دونوں نے سہ ماہی امتحان میں کامیابی کے اعلیٰ نمبر حاصل کرنے کی وجہ سے کوکب دری انعام میں حاصل کی۔

میں اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء سے آخر تک بجز چند مواقع کے ایک ہی ساتھ رہے، بچپن سے ہم دونوں میں نہایت محبت تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں کاندھلہ تھا تو میں نے سنا صبح کو "یوسف" دلی سے آرہا ہے، تو وہ رات میں نے جاگ کر گذاری۔ اس وقت میری عمر دس سال سے کم تھی۔"

علمی انہماک اور وسعت مطالعہ

مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو شروع ہی سے علم کا انتہائی ذوق وشوق تھا، بچپن کا پسندیدہ اور محبوب مشغلہ کتابوں کی خریداری اوران کا مطالعہ تھا۔ آپ کا ذاتی کتب خانہ، بنیادی اور منتخب کتابوں پر مشتمل تھا جس میں چیدہ چیدہ کتابوں کا اضافہ ہمیشہ ہوتا رہتا۔ عالم عرب میں شائع ہونے والی تازہ اور جدید مطبوعات بھی اس کتب خانہ کو حاصل ہوتی رہتی تھیں۔ آخر حیات تک علم ومطالعہ سے آپ کا رابطہ قائم رہا۔ علمی استعداد کی پختگی کے ساتھ مطالعہ کی وسعت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اسی جودتِ طبع اور علمی رسوخ کی بنا پر حضرت شیخ کا یہ خیال تھا کہ آپ درس وتدریس میں اہتمام سے لگیں اور پڑھائیں۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں دعوتی مشاغل میں علمی ترقی رک جائے۔ اس کے برخلاف حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی خواہش یہ تھی کہ آپ اپنے اوقات کا بیشتر حصہ دعوت وتبلیغ پر خرچ کریں اور بقیہ اوقات میں پڑھائیں۔ ایک موقع پر حضرت شیخ نے اپنی رائے اور منشاء ظاہر فرماتے ہوئے جب علمی ترقیات پر خطرہ اور خدشہ کا اظہار کیا تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے اپنے گرامی نامہ کے ذریعہ اس خدشہ اور خطرہ کو اس طرح دور فرمایا:

"عزیزم الشیخ زاد مجدہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دوامر کے واسطے میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اول یہ کہ مولوی یوسف کی طرف اپنی

نظر کو اس طرح وافر رکھیں کہ ظاہری تدبیر کی بھی حفاظت رکھتے ہوئے (یعنی معالجین کو اپنی نگرانی میں دکھلانے کا اہتمام کرتے ہوئے) اپنی ہمت و دعاء کو اللہ سے اس کے مانگنے کے واسطے متعلق رکھیں۔ دوسرے مولوی انعام الحسن کے متعلق مجھے عرض کرنا ہے۔ میں عزیز موصوف کو ایک گراں مایہ پونجی سمجھ رہا ہوں جس کے لیے اس وقت کی ابتداء اگر خراب ہوئی تو یہ سدا کے لیے ابتداء ہے ویسے ہی انتہا ہوگی، میں نہ اُن کے رتی بھر ضیاع پر تیار، اور نہ تمہارے انشراح صدر والی صورت کے علاوہ (میں) ذرہ بھر بھی خیر کا احتمال سمجھتا ہوں۔

لہٰذا آپ ان کے لیے جو کچھ بھی طے فرمادیں میں بلاپس وپیش اس کے ماننے کو تیار ہوں۔ علم کے فروغ اور ترقی کے بعد ر اور اہل علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دین پاک فروغ اور ترقی پا سکتا ہے۔ میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہونچے، یہ میرے لیے خسران عظیم ہے۔ میرا مطلب تبلیغ سے علم کی طرف ترقی کرنے والوں کو ذرا بھی روکنا یا نقصان پہونچانا نہیں ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ ترقیات کی ضرورت ہے اور موجودہ جہاں تک ترقی کر رہے ہیں یہ بہت ناکافی ہے۔ فقط والسلام

بندہ محمد الیاس عفی عنہ"

مولانا انعام الحسن صاحب کے مطالعہ اور کتب بینی میں بھی تنوع تھا۔ کتب حدیث وسیرت وتاریخ پر آپ کی گہری نگاہ تھی، ایک زمانہ میں آپ نے حالات وواقعات صحابہ کا بہت گہرا مطالعہ فرمایا تھا جس کی بناء پر صحابۂ کرام کے حالات وواقعات کا بڑا ذخیرہ آپ کے سینہ میں محفوظ تھا۔ لیکن سب سے زائد مناسبت اور تعلق آپ کو فن حدیث شریف سے تھا۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مرکز نظام الدین میں ایک طویل عرصہ تک آپ کے علمی اشتغال اور مطالعہ کے انہماک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی خدمت میں سنہ ۱۹۳۹ء (۱۳۵۸ھ) کے آخر سے جب سے حاضری کا سلسلہ شروع ہوا تو ان کے فرزند گرامی اور بعد میں

جانشینِ اول مولانا محمد یوسف صاحب اوران کے تربیت یافتہ مجاز و معتمد اور فرزند خاندان مولانا انعام الحسن صاحب سے تعارف حاصل ہوا، کچھ علمی وکتابی ذوق، کچھ عمروں کے تقارب اور کچھ ان دونوں حضرات کی کریم النفسی سے ایک ہی بالائی کمرہ میں قیام رہتا تھا، اور علمی ذوق کے اشتراک اور درس وتدریس کی مناسبت کی وجہ سے تبادلہ خیال، بے تکلف گفتگو اور علمی مذاکرات رہتے تھے۔ یہ ربط حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی وفات کے بعد تک جاری رہا۔ اسں قیام اور تبادلۂ خیال اور مذاکرہ کی بنا پر اس کا اندازہ ہوا کہ مولانا انعام الحسن صاحب مرحوم کی اچھی علمی نظر اور فنون و درسیات میں ان کو ملکۂ راسخہ حاصل ہے، بعض علمی ماخذ و شروح حدیث کی بعض تحقیقات و معلومات کی نشاندہی بھی ہوئی، جس سے فائدہ بھی اٹھایا گیا، ان کے ساتھ ان کی اخلاقی و خاندانی خصوصیات ومکارمِ اخلاق کا بھی تجربہ ہوا۔" (تعمیرِ حیات لکھنؤ)

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اپنی شروحاتِ حدیث لامع، کوکب اور اوجز المسالک تحریر فرمانے کے زمانہ میں آپ سے بکثرت مراجعت اور احادیث کے حوالہ جات وغیرہ معلوم فرماتے رہتے تھے۔ سہارنپور تشریف آوری پر اپنی تصانیف کا مسودہ بھی گاہ بگاہ یہ کہہ کر آپ کے حوالہ فرما دیتے کہ "لو مولوی انعام ان کو بھی دیکھ لینا"۔ ایک مرتبہ لامع الدراری کی تالیف کے زمانہ میں آپ کی سہارنپور آمد پر حضرت شیخ نے مولانا محمد عاقل صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ "وہ جو اشکالات ہیں مولوی انعام صاحب سے پوچھ لینا" مولانا عاقل صاحب حضرت مولانا کو حضرت شیخ کے دارالتصنیف میں لے جانے لگے تو چلتے چلتے دریافت فرمایا کہ بتاؤ تو سہی وہ کیا اشکالات ہیں۔ انھوں نے بیان کیے، تو حضرت مولانا نے راستہ ہی میں ان تمام اشکالات کا دفعیہ فرمایا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی آپ سے علمی مراجعت اور مراسلت کے چند نمونے یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔

(۱) اوجز المسالک شرح موطا امام مالک کی تالیف کے دوران تحریر کیے جانے والا یہ مکتوب ہمارے ذخیرہ نوادرات کا ایک اہم اور یادگار مکتوب ہے جو آج سے تریسٹھ سال قبل ماہ رجب ۱۳۵۵ھ

دستمبر ۱۹۳۶ء) میں لکھا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ مکتوب تحریر کیے جانے کے وقت حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی عمر صرف انیس ۱۹ سال تھی۔

"عزیز گرامی قدر مولوی انعام الحسن سلمہ! ــــــ بعد سلام مسنون

میں تمہیں تقریباً ایک ہفتہ سے بہت یاد کر رہا تھا اور ایک ضروری خط تم کو لکھنا چاہتا تھا، اس دوران میں تم آئے بھی مگر میں مولانا وغیرہ مہمانوں کی وجہ سے اپنے ٹھان پر آیا ہی نہیں کہ بات یاد آتی، آج جب فراغت سے لکھنے بیٹھا تو بہت قلق ہوا کہ تم سے زبانی بات ہوتی تو اچھی طرح اشکال سمجھا دیتا۔ اب مجبوراً خط سے لکھتا ہوں۔ ترمذی شریف احمدی ص ۱۲۲ باب ماجاء فی الرخصۃ للرعاۃ ان یرموا یوماً میں جو عاصم بن عدی کی روایت جمع رمی یومین فی احدہما میں وارد ہے، یہ صاحبین کے تو موافق ہے مگر امام صاحبؒ کے مسلک کے خلاف ہے، امام صاحب کی طرف سے کوئی جواب یا توجیہ شروح وغیرہ میں نہیں ملتی۔ اب تک مرقات وغیرہ کی بعض عبارات کی وجہ سے ذہن میں یہ تھا کہ حنفیہ کو اس مسئلہ میں خلاف نہیں مگر اب تتبع سے معلوم ہوا کہ امام صاحب کے خلاف ہے اور ان کے نزدیک اس صورت میں بھی جو امام مالکؒ سے منقول ہے دم واجب ہے ــــ بذل جلد ۳ ص ۱۸۰ کوکب اول ص ۳۰۱ مرقاۃ ۳ ص ۲۵۲ پر یہ حدیث موجود ہے مگر امام صاحبؒ کے خلاف سے نہ بحث ہے نہ جواب، اسی کتب فقہ ہدایہ شامی، لباب کبیر مبسوط بدائع، شروح ہدایہ میں بھی رعاۃ کے اس قصہ کو ذکر نہیں کیا بلکہ دوسرا اختلاف رعاۃ کی رمی باللیل کا ذکر کیا ہے وہ مجھے مطلوب نہیں بلکہ جمع رمی یومین فی یوم والی حدیث کا جواب مطلوب ہے۔

یہ ساری تفصیل اس لیے لکھی ہے کہ ایک مسئلہ کا دوسرے سے اشتباہ نہ ہو جائے لہٰذا تکلیف دہی یہ ہے کہ پھوپا صاحب کی تقریر میں اس حدیث کے متعلق اگر کوئی مضمون ہو تو اس کو بلفظہ نقل کر کے فوراً بھیج دو بشرطیکہ اس مسئلہ کے متعلق ہو۔ نیز مولوی احتشام صاحب کے پاس ایک کتاب بحر زاخر ج

کے بارہ میں ہے اس میں بھی اس کو تلاش کر کے اگر کچھ ملے تو اس کی عبارت صحیح طور پر نقل کر دینا۔ مولوی یوسف صاحب تو غالباً نقل نہ کر سکیں گے لیکن ڈھونڈنے میں بظاہر مدد دے سکیں گے۔ مجھے اس کی عجلت ہے، او جز میں یہ مسئلہ در پیش ہے فقہ کی کتب کی تفصیل میں نے اس لیے لکھ دی کہ ان سب میں بندہ تلاش کر چکا ہے ان میں تلاش کی ضرورت نہیں، جواب کے ساتھ یہ پرچہ بھی واپس کر دینا تاکہ مضمون اس وقت تک مستحضر رہے۔ فقط والسلام

محمد زکریا۔

۲ ـــــ لامع الدراری کی تالیف کے موقع پر عبد الغنی بن رفاعہ اور ابن ابی عقیل کی تحقیق کی ضرورت پیش آئی کہ آیا یہ دو اصحاب الگ الگ ہیں یا ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ حضرت شیخ کے دریافت کرنے پر آپ نے جواباً تحریر فرمایا کہ:

"عجلت میں جو کچھ ذہن میں آیا اور دیکھا جا سکا وہ یہ ہے کہ عبد الغنی بن رفاعہ ہی ابن ابی عقیل سے مراد ہیں کیوں کہ حافظ نے تہذیب میں سنن کے راوی کی علامت ان ہی پر دی ہے احمد پر نہیں دی۔ دوم یہ کہ بذل کی پانچویں جلد میں ص۱۴۲ پر خود ابو داؤد کی سند میں عبد الغنی بن ابی عقیل کی تصریح ہے۔ اس لیے بظاہر ذہن میں یہی متعین ہیں۔ طحاوی میں ابن ابی عقیل کی تعیین بھی عبد الغنی ہی سے کی گئی ہے۔ کیوں کہ حافظ نے عبد الغنی ہی کو مشائخ طحاوی میں ذکر کیا ہے احمد کو نہیں کیا اور طحاوی نے ہر دو جلد میں تقریباً سولہ روایتیں ابن ابی عقیل سے ذکر کی ہیں جس میں دس روایتوں میں عبد الغنی کی تصریح ہے اور چھ روایتیں ابن ابی عقیل کے لفظ سے ہیں۔"

۳ ـــــ مقدمہ لامع الدراری کی تالیف کے زمانہ میں آپ سہارنپور تشریف لائے تو حضرت شیخ کے ارشاد پر آپ نے اس کو از اوّل تا آخر بغور ملاحظہ کیا اور دہلی پہونچ کر علامہ دمامینی کے متعلق حضرت شیخ کو اس طرح تحریر فرمایا۔

"لامع کے مقدمہ میں شروح بخاری کے ذیل میں علامہ دمامینی کی شرح کے متعلق جو

بندہ نے عرض کیا تھا کہ ان کی دو تصنیفیں ہیں۔ چنانچہ اتحاف النبلاء کے صفحہ ۵۳ پر مصابیح الجامع کو ذکر کیا ہے اور ۲۱ پر تعلیق المصابیح علی ابواب الجامع الصحیح لکھا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے بستان میں صرف اس دوسری کو بیان کیا ہے اور مصابیح الجامع کو بیان نہیں فرمایا، یہ اجزاء کے دیکھنے کے وقت عرض کیا تھا لیکن پوری بات ذہن میں نہ تھی۔ اب خیال آیا تو تحریر کردی گئی۔"

۴ — خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی لکھے جانے کے موقع پر حضرت شیخ نے "رامک" اور "سک" کی لغوی تشریح اور اس کا مفہوم دریافت کیا۔ مولانا اس زمانہ میں شدید علیل تھے، چنانچہ اپنی علالت کی اطلاع ان الفاظ میں دے کر کہ "حالت بندہ بدستور مرض بدستور بانواع مختلفہ اور تکالیف شدیدہ" ذیل کا جواب تحریر فرمایا۔

"رامک:۔ بفتح اول و فتح میم و کاف لفظ یونانی است۔ ماہیت آں از ادویٰ مرکبہ واز تراکیب جالینوس است، وآں قرصے است کہ در قدیم از عصارہ بلیج می ساختہ اند و دریں زماں از مازو و در شباب خرما ترتیب می دہند و بہترین آں آنست کہ بگیرند یک جزء مازو و نیم جزء پوست انار سائیدہ سہ روز در آب بخیسانند و بجوشانند و برہم زنند تا مانند خمیر شود، پس ربع جزء زاج ومانند آں صمغ محلول ویک جزء و نیم در شاب خرما یا عسل اضافہ نمودہ طبخ دہند و اقراص سازند و اگر بوزن پوست انار بلیج بسیار نارس اضافہ کنند بسیار عمدہ است۔

(مخزن الادویہ ص۳۔)

سک:۔ بضم سین و تشدید کاف۔ بداں کہ آں اصلی و غیر اصلی می باشد، اصلی آں متخذ از عصارہ آملہ رطب است و آنرا سک چینی نیز نامند۔ و چوں در اکثر بلاد غیر ہند آملہ بہم نمی رسد و تازہ آں بدست نمی آید و لہٰذا از عصارہ بلیج کہ خرما نارس است می سازند و ہر گاہ سک اضافہ آں نمایند آں را سک المسک نامند۔

وگاہ ادویہ دیگر نیز بحسب حاجت داخل می نمایند۔

و غیر اصلی آں مرکب از مازو و عصارہ بلیج است و ایں نوع از رامک است۔"

(مخزن الادویہ ص۴۳۳)

۵ ــــــ کوکب الدری علی جامع الترمذی اور لامع الدراری علی جامع البخاری کی ترتیب اور تحشیہ کے موقع پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زیدمجدہٗ اور مولانا انعام الحسن صاحب رح نے علیحدہ علیحدہ طور پر "ترجمۃ المحشی" کے عنوان سے حضرت شیخ رح کے حالات عربی زبان میں قلم بند فرمائے تھے۔

مولانا ندوی کے تحریر کردہ حالات لامع میں شائع ہو چکے ہیں، لیکن کوکب الدری ہیں مولانا انعام الحسن صاحب کا تحریر کردہ ترجمۃ المحشی شائع نہ ہو سکا تھا غالب گمان یہ ہے کہ وہ کاغذات میں ایسی جگہ رکھا گیا کہ بروقت نہ مل سکا۔ بہر حال اب اس کو سوانح میں شامل کیا جا رہا ہے کہ یہ بھی آپ کے علمی آثر میں سے ہے۔

۶ ــــــ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات کی ابتداء، ازواج مطہرات میں سے کس کے مکان پر ہوئی، اور مرض وعلالت کے ایام کتنے ہیں۔ اس کی تحقیق حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے آپ سے کی تو آپ نے جواباً تحریر فرمایا۔

"طبقات ابن سعد میں متعدد روایات اس قسم کی ہیں کہ مرض کی ابتدا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوئی، اور ایام مرض تیرہ ہیں۔ ایک روایت جو مفصل ہے وہ باب کی پہلی روایت ہے" قالت عائشة بُدِئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشکوہ الذی توفی فیہ وھو فی بیت میمونة فخرج فی یومہ ذالک حتی دخل علیّ قالت فقلت وارأساہ فقال وددت ان ذالک یکون وانا حی۔ الحدیث۔

وفی اٰخرہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بل انا وارأساہ ثم رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی بیت میمونة فاشتد وجعہ ابن سعد ص۲۰۶۔

اول ما بدئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شکوہ یوم الاربعاء فکان شکوہ الی ان قبض صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثة عشر یوما ص۲۰۶ مطبوعہ بیروت۔

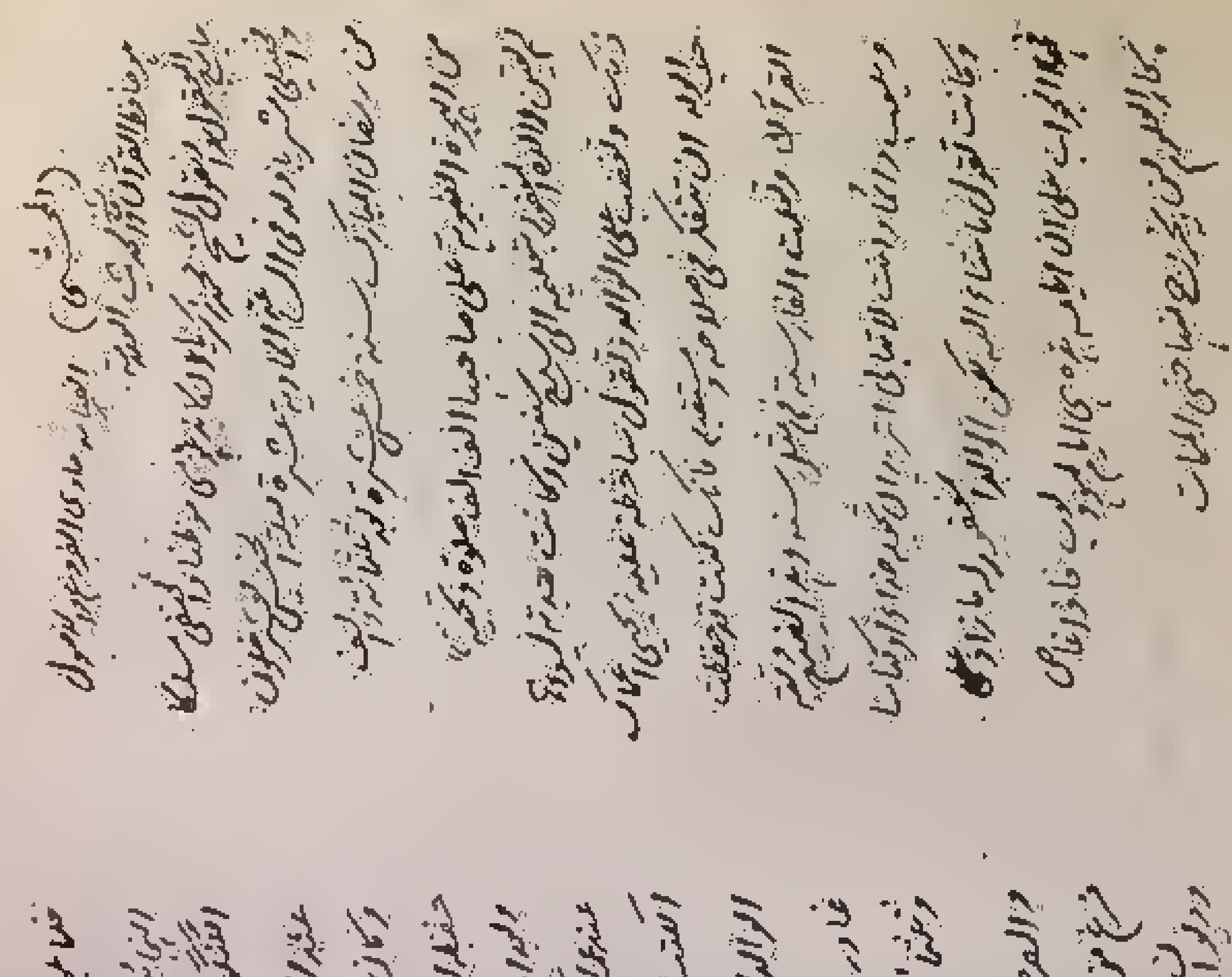

مولانا انعام الحسن صاحب کے قلم سے حضرت شیخ رح کے حالات زندگی ـــــ جو کوکب الدری میں طباعت کے لیے لکھے گئے۔

سنة اثنتين وعشرين بعد ثلاثمائة والف وقرأ شرح معاني الآثار
على الوالد المرحوم

١٣٣٣
وفي السنة الرابعة ١٣٣٣ فرغ من قراءة مقدمتين وحواشيهما
والزواهر المقنعة والتشريح البازغة والتلخيص والتوضيح
للامام مالك والامام محمد وقرأ شرح معاني الآثار مرة
اخرى على حضرة الشيخ خليل احمد، وفي السنة التي تليها
١٣٣٤ فرغ من كتب الحديث الجامع الصحيح للامام
ابي عبد الله محمد بن اسماعيل البخاري والجامع للامام
ابي عيسى الترمذي والسنن للامام ابي داؤد السجستاني
والسنن للامام ابي عبد الرحمن النسائي رحمهم الله الرحيم
شهر الله المحرم وفي السنة التي تليها ١٣٣٥ في شهر ولي التدريس
بالمدرسة الشهيرة بمظاهر علوم وبدأ الاشتغال

بالتدريس قرأ كل عام كتابا من الكتب الست
على حضرة الشيخ خليل احمد
وفي شهر ربيع الاول ١٣٣٥ اشتغل بتاليف بذل المجهود
في حل ابي داؤد باملاء حضرة الشيخ خليل احمد وفرغ منه
رجب ٤٥
في شهر شعبان سنة خمس واربعين وفي شهر
امره حضرة الشيخ شارح ابي داؤد بتدريس ثلاثة اجزاء
من الجامع الصحيح للامام البخاري وبالغ في ذلك حتى الجاه الى
ومنذ ذلك الزمان واصل تدريس مشكوة المصابيح الى ان رحل الى
لزيارة الحرمين الشريفين في شهر شوال سنة اربع واربعين
ثم لما رجع من الحجاز بعد سنة كاملة فوض اليه تدريس
ابي داؤد وفي شهر الله المحرم ١٣٤٦ ودام على ذلك
الى سنة ثلث وسبعين واضاف معه كتابا آخر والنصف الاول

من صحيح الامام البخاري ... ثم لما سافر الشيخ عبد اللطيف
مدير المدرسة الى يورپا وانتقل الى رحمة الله بعدما عاد
من سفره فوض اليه رئيس الجامع الصحيح تماما الى الآن
وتشرف بزيارة الحرمين الشريفين مرتين مصاحبا
بالوالد حضرة الشيخ خليل احمد الاولى في شعبان
سنة ثمان وثلثين ورجع بعد الحج في المحرم الحرام ۱۳۳۹
والثانية في شوال ۱۳۴۴ وبعد
اداء المناسك سعد بزيارة المدينة المنورة
على صاحبها الف الف صلوة وتحية واقام هناك
الى اواخر ذي القعدة وبدأ في اول الرمضان تسويد
اوجز المسالك الى موطأ الامام مالك ورجع
بعدما حج حجة ثالثة الى سهارنفور في شهر المحرم ۱۳۴۶

فلما عزم على الرجوع وشد رحله وكان على شرف الرحيل
من المدينة المنورة حسب حضرة الشيخ خليل احمد
عمامته على رأسه وقد سبا الى الشيخ سيد احمد اخي
الشيخ حسين احمد المدني دام ظله ان يكورها
على رأسه فامتثل امره السامي وكان الشيخ محمد زكريا
لما تواضع ولم يعد نفسه اهلا لهذا الشرف بالغ في اخفاء
هذا الامر الى الآن الشيخ عبد القادر الرائپوري
اطال الله بقائه وشملنا فيوضه حج هذا العام ورافق
في الرجوع فاشاع هذا الخبر واشاره الناس
الى سهارنپوره ومع ذلك تجنب عن هذا الامر مدة
حتى قدر الله بعد اشهر سفرا الى كاندهلة مع عمه

وصفوا بيه الشيخ الكريم محمد الياس المغفور له فبلغت
نسوة الاسرة ان يبايعن الشيخ فاستأذن من ان
يبايعن شيخ الحديث صاحب هذه الكلمة فاخبرنا الشيخ اذن
الا انه لكن ما استجاب وطوقهن فجعلن عمه في بيت وارسل
اليه تحفة وهو الشيء لماذا يدعى وما يراد منه فاذا
عمه اخذ العمامة من ازاره وعلى طاهره منها طرفا وارسل
طرفا آخر الى النسوة من وراء الحجاب وامر ان يبايعن
بين يديه فهذا ابداية عهده بالمبايعة

حضرت شیخ کے نوادرات میں یہ تحریر —— یہیں تک دستیاب ہوئی ہے۔

ابن سعد میں متعدد روایات ہیں جن میں ابتداء مرض حضرت میمونہ کے گھر میں ہونا صراحتاً موجود ہے۔"

۷ ــــ خطبۂ نکاح میں پڑھی جانے والی مشہور حدیث "اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ" کے متعلق حضرت شیخ رحؒ نے استفسار کیا تو یہ جواب تحریر فرمایا:

"ابن ماجہ کی روایت تو ابواب النکاح کے پہلے ہی باب میں ہے اور ہم معنی تو مصنف عبد الرزاق میں بھی ہیں لیکن یہ الفاظ جو اپنے اکابر ہمیشہ نکاح کے خطبہ میں پڑھتے رہے وہ یکجا نہیں ملے اگرچہ تلاش بھی کما حقہٗ نہیں کیا گیا، پوری روایت یکجا تلبیس ابلیس میں ہے لیکن بغیر سند اور بغیر کسی کتاب کی طرف نسبت کیے ہے۔ بندہ تو نکاح پڑھنے میں، بیچ میں لفظ "قال" بڑھا کر دونوں روایت کے ٹکڑوں کو ممتاز کر دیتا ہے جب تک کوئی مستند اور پکی بات نہ ملے، ایسے ہی عمل کرتا رہے گا۔"

۸ ــــ استلام حجر اسود کے موقع پر رفعِ یدین سنت ہے یا نہیں؟ ایک موقع پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو اس کی تحقیق کی ضرورت ہوئی، تو حضرت مولانا سے مراجعت فرمائی آپ نے مدونہ اور مذاہب اربعہ کی کتب دیکھنے کے بعد حضرت رحؒ کو تحریر فرمایا کہ:

"حنفیہ، وشافعیہ، حنابلہ کے یہاں رفعِ یدین عند الاستلام سنت لکھا ہے اور مالکیہ کا قول لا یستحب لکھا ہے۔ نیز مدونہ کی عبارت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ رفعِ یدین نہیں ہے۔"

۹ ــــ صفر ۱۳۸۳ھ (جولائی ۱۹۶۳ء) میں حضرت شیخ رحؒ نے ایک مضمون "اسلام لانے کا طریقہ" مرتب فرمایا۔ چونکہ اہلِ دعوت وتبلیغ کو بھی اس مضمون کی ہر وقت ضرورت رہتی تھی۔ اس لیے حضرت رحؒ نے مولانا انعام الحسن صاحب کو یہ مسودہ نظام الدین بھیج کر اس پر نظرِ ثانی اور کچھ اضافہ کا مشورہ دیا۔ جس پر آپ نے نظرِ ثانی فرما کر ذیل کے مضمون کا اضافہ فرمایا۔

"اسلام کسی برادری اور قوم یا کسی ملک اور خطہ کے ساتھ خاص نہیں ہے کسی فرقہ یا طبقہ کا مذہب نہیں کہ اس فرقہ والے کو یا اس طبقہ والے کو مسلم کہا جائے، اور اس کے غیر کو غیر مسلم کہا جائے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں رہبری کرتا ہے۔ اس کے چند بنیادی اصول اور اساسی ارکان ہیں جو ان بنیادوں اور اصول کا اعتقاد رکھے گا اور اقرار کرے گا خواہ وہ کسی طبقہ یا فرقہ کا ہو اور خواہ کسی ملک کا ہو، وہ مسلمان کہلایا جائے گا اور جو ان اصول وارکان کا انکار کرے گا وہ غیر مسلم ہوگا، چاہے وہ عرب کا رہنے والا ہو یا عجم کا، ہند کا باشندہ ہو یا سندھ کا، ایران کا رہنے والا ہو یا توران کا۔"

یہ اضافہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ارشاد پر اصل مضمون میں شامل کر دیا گیا۔

۱۰۔۔۔۔۔ مذکورہ مراجعت ومراسلت کے علاوہ دیگر مختلف پیش آمدہ مسائل میں بھی حضرت شیخ نے آپ سے علمی وتحقیقی کام لیا ہے۔ چنانچہ۔

ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ میں کلمہ طیبہ کے سننے اور سنانے پر تحدید ثواب کی۔ روایات واحادیث آپ کے ذریعہ کتب احادیث میں تلاش کرائیں۔

• ربیع الثانی ۱۳۸۲ھ میں مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے مسئلہ تدفین پر حضرت شیخ نے آپ سے ایک فقہی سوال کیا تو اس کے لیے آپ نے فقہ حنفی کی کتابیں دیکھ کر اپنی معلومات حضرت رحمہ اللہ کو تحریر کیں۔ اور لکھا کہ کتب فقہ کی تقریباً پچاس ساٹھ کتابیں دیکھ کر یہ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔

دعوت وتبلیغ کی مشغولیت اور طبیعت کے بڑھتے ہوئے ضعف وعلالت کے باوجود آخیر وقت تک آپ کے علم ومطالعہ کی پختگی اور ذہن وحافظہ کی بیداری کا وہی عالم رہا جو آغاز شباب میں تھا۔ مولانا وحید الدین خان صاحب آپ کے "نہایت غیر معمولی حافظہ" اور علمی استعداد کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ مقام کے حامل ہونے کی شہادت دیتے ہوئے اپنا ایک واقعہ اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

حضرت مولانا کا حافظہ نہایت غیر معمولی تھا۔ ایک بار میں نے ایک واقعہ کے بارے میں پوچھا جو کہ صحابہ کے زمانہ میں پیش آیا تھا متداول کتابوں میں یہ واقعہ نہیں مل رہا تھا' میں نے کہا کہ یہ واقعہ عرصہ سے ذہن میں ہے مگر اس کا حوالہ مجھے نہیں مل سکا۔ مولانا نے سنتے ہی فرمایا کہ مشکوٰۃ کے حاشیہ پر اس کا حوالہ موجود ہے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا تو مرقات شرح مشکوٰۃ میں مذکورہ واقعہ مختصر طور پر موجود تھا حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنی بعض قیمتی تصانیف چھوڑیں مگر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے غالباً کوئی مستقل کتاب تصنیف نہیں کی حالانکہ علمی استعداد کے اعتبار سے وہ نہایت اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔

• شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی کے خلیفہ ومجاز ممتاز عالم دین مولانا نیاز محمد صاحب نے الادب المفرد کی شرح الدر المنضد عربی میں لکھی اور خواہش ظاہر کی کہ۔۔ طباعت واشاعت سے قبل مولانا محمد انعام الحسن صاحب اس کو ملاحظہ فرماکر کچھ علمی مشورے دے دیں ایک موقع پر موصوف اسی مقصد کے لیے مرکز آئے اس وقت مولانا کسی دعوتی سفر میں جانے ہی والے تھے۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب طارق (جو اس موقع پر موجود تھے)، وہ بتلاتے ہیں کہ حضرت جی نے سفر پر نکلتے ہوئے کھڑے ہی کھڑے ان سے۔ "ادب المفرد" کے چند مغلق مقامات کے بارے میں پوچھا کہ اچھا اس چیز کا آپ نے کیا مطلب لکھا ہے ؟ اور اس حدیث کا کیا مطلب لکھا ہے ؟ انھوں نے جو حل بیان کیا اس پر حضرت جی نے فرمایا کہ اگر یہ مطلب لیا جاتا ہے تو یہ فلاں حدیث کے خلاف جاتا ہے غرض یہ کہ چند منٹ میں کھڑے ہی کھڑے انھوں نے اس کتاب کے متعدد مشکل مقامات کی طرف ان کو توجہ دلائی کہ آپ ان کو اپنی شرح میں ضرور واضح کر دیں۔

• مولانا عبدالرحمان صاحب (پاکستان) راوی ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت مولانا کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ علمی بحث چل پڑی۔ موضوعِ گفتگو فن معانی کی مشہور و دقیق کتاب مختصر المعانی تھی۔ بحث میں حصہ لیتے ہوئے میں نے کہا کہ "جی حافظ کا یہ مذہب ہے" فرمایا نہیں! اس کے برعکس ہے۔ جب میں نے اپنی بات پر اصرار کیا تو مولانا مختصر المعانی

اٹھاکر لائے اور کتاب کھول کر سیدے سامنے رکھ دی۔ دیکھا تو وہی بات نکلی جو مولانا فرمارہے تھے۔

• مولانا احمد لولات (گجرات) حضرت مولانا کے علمی تبحر اور مطالعہ کے ضمن میں اپنا ایک واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

"حضرت جی کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ سفر و حضر میں فرصت کے موقع پر اپنی طرف سے یا کسی کی طرف سے علمی سوال کا جواب بہت اچھی طرح دیا کرتے تھے اس وقت یہ محسوس ہوتا تھا کہ واقعی ہم کسی بڑے محدث یا عالم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے عرض کیا کہ ابھی بیان میں ایک حدیث سنی ہے کہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو حبشی لوگوں کا کھیل دکھلایا تھا، اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ کو ایک نابینا صحابی سے بھی پردے کا حکم دیا۔ تو دونوں احادیث میں تطبیق کی کیا صورت ہوگی۔ حضرت جی نے مجمع سے جو وہاں پر خصوصی حضرات کا تھا فرمایا کہ کوئی جواب بتا سکتا ہے۔ اس پر بندے نے یہ جواب دیا کہ حضرت عائشہ کو وہ کھیل دکھانا بیانِ جواز کے لیے تھا اور حضرت ام سلمہ کو روکنا بیان تقویٰ کے لیے تھا۔ حضرت جی نے یہ جواب سن کر مسرت کا اظہار فرمایا اور پھر بہت دیر تک دونوں حدیثوں کی شرح فرماتے رہے اور حدیث و فقہ کی رو سے علماء کے مختلف اقوال بیان کرتے رہے۔"

درسِ بخاری شریف

مرکز میں دینی علوم و فنون کا ایک مدرسہ کاشف العلوم کے نام سے تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی حیات میں اس ادارہ کے مہتمم و منتظم مولانا انعام الحسن صاحب تھے۔ اس مدرسہ میں درس نظامی کی تعلیم مشکوٰۃ و جلالین تک تھی۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی خواہش تھی کہ یہاں دورۂ حدیث شریف کا آغاز بھی ہو جائے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مشورہ سے ربیع الاول ۱۳۷۵ھ میں یہاں دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا اور مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا انعام الحسن صاحب

مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی کتب صحاح کے اساتذہ منتخب کیے گئے۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اس اہم اور تاریخی واقعہ کو اپنی یادداشت میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا محمد یوسف صاحب کا نظام الدین میں مستقل دورۂ حدیث جاری کرنے کا اصرار پہلے سے تھا، شروع ۱۳۷۴ھ میں بھی اصرار رہا۔ زکریا کا مشورہ یہ ہوا کہ امسال سفرِ حج درپیش ہے، واپسی پر رکھا جائے۔

حج سے واپسی پر چار ربیع الاول جمعہ (۲۱ اکتوبر ۱۹۵۵ء) کو بعد عصر مولانا محمد یوسف صاحب نے ابوداؤد شروع کرائی اور سات ربیع الاول دوشنبہ کو مولوی انعام صاحب نے بخاری شریف شروع کرائی اور مولانا عبیداللہ صاحب نے ترمذی۔ یہ ان حضرات کی تدریسِ حدیث کی ابتداء ہے۔"

بخاری شریف کا درس کم و بیش بارہ سال آپ کے یہاں ہوتا رہا ہے، اس کے لیے آپ فتح الباری، عینی، قسطلانی، کرمانی وغیرہ کا مطالعہ بڑی دقتِ نظر سے کرتے تھے۔ شروحات بخاری شریف میں سب سے بہتر اور عمدہ شرح آپ کی نگاہ میں شیخ الاسلام تھی جو فارسی میں ہے اور تیسیر القاری کے حاشیہ پر ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نے جب ندوۃ العلماء لکھنؤ میں درسِ بخاری کا آغاز کیا تو آپ نے ان کو یہی شرح خصوصیت سے مطالعہ میں رکھنے کا مشورہ دیا تھا۔ بعد میں دوسرے موقع پر مولانا نعمانی نے اس کی نافعیت کی تائید بھی کی۔

مولانا مفتی عزیز الرحمان صاحب بجنوری سے آپ نے ایک ملاقات میں اپنی علمی مصروفیات اور درسِ بخاری کے لیے مطالعہ و کتاب بینی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ پانچ مرتبہ عمدۃ القاری اور فتح الباری کا مطالعہ کر چکا ہوں۔ نیز فتاویٰ عالمگیری کو دو مرتبہ کامل اور ایک مرتبہ نصف تک دیکھ چکا ہوں۔

بخاری شریف پڑھانے کے زمانہ میں مختلف مدارس عربیہ کے علماء، اساتذہ حدیث آپ کے درسِ حدیث میں شرکت کے لیے آتے اور آپ کی علمی تحقیقات قلم بند کر کے لے جاتے تھے۔

مولانا عبدالکریم صاحب میلوتی راوی ہیں کہ دہلی کی ایک مشہور قدیم دینی درس گاہ کے ایک نامور ذی علم

استاذ کو جو علماء کے وسیع حلقہ میں قاضی صاحب کے نام سے مشہور و معروف تھے) بخاری شریف کی ایک حدیث کا مفہوم واضح ہونے میں کچھ الجھن پیش آئی، انھوں نے دیگر اساتذہ سے بھی رجوع کیا مگر تشفی نہ ہوئی۔ مولانا عبدالکریم صاحب بیان کرتے ہیں کہ قاضی صاحب نے مجھ سے بھی بیان کیا، میری سمجھ میں بھی کچھ نہ آیا، لیکن میں نے کہا کہ میں اس کو حل کرکے آپ کو بتلاؤں گا، میں سیدھا قاضی صاحب کے پاس سے نظام الدین حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب مدظلہ کے پاس پہونچا تو آپ تنہا بیٹھے ہوئے مطالعہ کر رہے تھے، میں سلام کرکے بیٹھ گیا حضرت میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا خیریت ہے، میں نے کہا الحمدللہ! اور فوراً میں نے وہ حدیث شریف اور اس میں جو اشکال تھا پیش کیا۔ حضرت نے وہیں بیٹھے بیٹھے زبانی بیان فرمایا، میں حیران رہ گیا اور مجھے پوری طرح اطمینان ہو گیا اور پھر تکیہ کی ٹیک چھوڑ کر فرمانے لگے مولوی صاحب! اب میں مولوی بن کر کہتا ہوں، الحمدللہ بخاری شریف کی ایک ایک حدیث و روایت پر میری علیٰ وجہ البصیرت نظر ہے اور بخاری شریف کے متعلق میرے پاس اتنا مواد ہے کہ شاید دارالعلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور میں بھی نہ ہو۔ مولانا عبدالکریم صاحب کا بیان ہے کہ میں پھر واپس قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے حدیث شریف کا حل قاضی صاحب کے سامنے پیش کیا، تو قاضی صاحب ایک دم سن کر تڑپ گئے اور کہنے لگے مولوی صاحب! یہ کس نے بتلایا۔ میں نے کہا کہ میں مرکز نظام الدین مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے پاس گیا تھا اور میں نے ان کے سامنے آپ کا اشکال پیش کیا انھوں نے بیٹھے بیٹھے بہت ہی آسانی سے حل فرما دیا، اور حضرت مولانا کا روایات بخاری کے متعلق جو مقولہ تھا وہ بھی دہرایا تو قاضی صاحب کی مزید حیرانی بڑھ گئی اور کہنے لگے کہ میں تو آج تک انھیں ایک تبلیغی آدمی سمجھتا رہا، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ان کا علم اتنا گہرا ہے اس لیے کہ کوئی مائی کا پوت یہ جملہ بخاری کے متعلق کہہ کر تو دیکھے۔

آپ کے ایک قدیم مسترشد و تلمیذ مولانا محمد الیاس صاحب (دتھرالوی میوات) آپ کے درس بخاری کی کیفیت اور طرز تدریس کے متعلق لکھتے ہیں۔

"بندہ نے بخاری شریف مرکز نظام الدین میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ

ہی سے پڑھی تھی آپ کا طرز تدریس بخاری شریف میں یہ رہتا تھا کہ آپ پہلے تراجم ابواب پر خوب سیر حاصل بحث کرتے، پھر اسماء رجال پر، اس کے بعد متن حدیث کے ایک ایک لفظ سے متعلق تمام شراح بخاری کے اقوال نقل فرماتے؛ اس کے بعد فرماتے "ایجاد بندہ گرچہ گندہ" بندہ کی رائے اس میں یہ ہے اور پھر تفصیل سے دلائل کے ساتھ اپنی رائے بیان فرماتے. ہر قریب سے دیکھنے والے کو آپ کا علمی مزاج و ذوق معلوم تھا، چونکہ آپ فطرۃً انتہائی خاموش طبع تھے (میں تو بعض دفعہ حضرت کی خاموشی دیکھ کر یہ سوچتا تھا کہ شاید حضرت کے نامۂ اعمال میں کوئی لایعنی تو ملے گی ہی نہیں) آپ کی تمام تر توجہ علم پر مرکوز تھی، اور کتب بینی تو آپ کا ایسا مشغلہ تھا کہ گویا کتابیں آپ کا اوڑھنا بچھونا تھیں. حضرت مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کے دور حیات میں تو مشوروں و اسفار کے علاوہ سارا وقت مطالعہ ہی میں صرف ہوتا تھا"

—— حضرت مولانا کے درس بخاری شریف کا شہرہ دور دور تک پہونچا ہوا تھا. آپ کے معاصرین اور دیگر علمی اداروں کے اساتذۂ حدیث برملا اس کا اعتراف کرتے تھے — کہ بخاری شریف پر آپ کی نگاہ بڑی عمیق اور وسیع تھی.

مشہور عالم دین اور استاذ حدیث مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری بیان کرتے ہیں کہ :

"۱۳۷۷ھ[1] میں میرا قیام سہارنپور میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے دولت کدہ پر تھا. اس زمانہ میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا بھی تقریباً قیام

---

[1] صحیح ۱۳۷۹ھ ہے. مولانا محمد یوسف صاحب صفر ۱۳۷۹ھ ر اگست ۱۹۵۹ء میں عمرہ پر تشریف لے گئے تھے. اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب اپنی علالت کی وجہ سے اس سفر پر نہ جا کر سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں قیام فرما تھے ۱۲.

سہارنپور ہی تھا تو اکثر ہمارے کمرے میں تشریف لاتے اور بخاری شریف کے بعض تراجم کے بارے میں دریافت فرماتے کہ حضرت شیخ کی کیا تحقیق ہے؟ اس کے بعد اپنی یا مولانا محمد یوسف صاحب کی رائے بیان فرماتے۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت جی کا بخاری شریف کا مطالعہ بہت ہی عمیق و گہرا ہے"۔

بخاری شریف کے علاوہ مشکوٰۃ شریف، الادب المفرد، ہدایہ اولین، مختصر المعانی، قصیدہ بردہ قصیدہ بانت سعاد، شرح جامی وغیرہ بھی آپ نے کاشف العلوم دہلی میں پڑھائیں اور متعدد مرتبہ پڑھائیں مشکوٰۃ شریف کا درس متواتر دس سال آپ کے یہاں ہوتا رہا ______ درس کے دوران طلبہ جہاں آپ کی ذہانت وجلالت علمی سے مسحور ہوتے وہیں آپ کے تعلق مع اللہ اور خداداد رعب سے متاثر اور مرعوب رہتے تھے، کسی کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ وہ کوئی غیر سنجیدہ حرکت یا غیر مہذب انداز سے درس میں نشست و برخواست کرے یا ادھر اُدھر متوجہ ہو۔

آپ کے درس دینے کا انداز یہ تھا کہ پہلے طلبہ سے عبارت پڑھوا کر ان ہی سے اس کا ترجمہ کراتے، ترجمہ میں کوئی غلطی ہوتی تو اس کو درست فرما کر پھر تقریر کرتے۔ متن کتاب کے حل پر زیادہ توجہ فرماتے تھے۔ ہدایہ اولین جس سال آپ کے یہاں پہلی مرتبہ آئی تو مولانا عبیداللہ صاحب سے فرمایا کہ میرا جی چاہتا تھا کہ ہدایہ کو ہدایہ کے طرز پر پڑھاؤں اور ائمہ اربعہ کے اقوال پوری تحقیق اور وضاحت کے ساتھ بیان کروں۔ مگر طلبہ کی علمی استعداد کو دیکھ کر یہ خیال ترک کرنا پڑا۔

علم ومطالعہ سے مولانا کا لگاؤ و تعلق آخر تک قائم رہا لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ موہبت خداوندی سے مزاج وطبیعت پر دعوت وتبلیغ کا ذوق ہر ذوق پر غالب آگیا تھا۔ اور مسلمانانِ عالم کا "دینی زوال دور ہونے اور ان میں امت پنا پیدا ہونے کا جذبہ ہر جذبہ پر بڑھ گیا تھا۔

میوات میں آپ کے تلامذہ

بقول مولانا اکبر القاسمی!
"فن حدیث میں آپ کے بے شمار شاگرد ہوئے، جو بالخصوص میوات اور اطراف میوات میں آباد ہیں۔ سرزمین میوات پر

آج بھی آپ کے ہزاروں شاگرد ہیں اور میوات کا علمی طبقہ آپ کے تبحرِ علمی جامعیت اور فنِ حدیث میں غیر معمولی مہارت میں آپ کا کوئی نظیر نہیں سمجھتا۔"

اطراف وجوانب اور مختلف علاقوں کے جن اصحاب نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، ان کی تعداد چونکہ ہماری دسترس سے باہر ہے، اس لیے یہاں مرکز اور میوات کے درمیان خصوصی نسبت اور رابطہ کے پیشِ نظر صرف علاقہ میوات کے تلامذہ کی ایک مختصر فہرست پیش کی جاتی ہے۔ اور اس فہرست میں ہر وقت اضافہ کی گنجائش ہے۔

مولانا جمیل احمد	کوٹ	مولانا سعید احمد	امام مسجد بڑکلی
مولانا اشرف علی	اٹاوڑ	مولانا فجر الدین	کھیپانان
مولانا محمد الیاس	پتھرالوی	مولانا عبدالکریم	استاذ مدرسہ عربیہ قصبہ ٹاوڑو
مولانا رحیم الدین	مٹھے پور	مولانا جلال الدین	کلیھانجی
مولانا قمر الدین	مٹھے پور	مولانا افضل	دھینکلی
مولانا ظہور الدین	بازید پور	مولانا عبدالشکور	ہینگوٹوٹی
مولانا محمد قاسم	فیروز پور جھرکہ	مولانا نور محمد	بستی
مولانا روزدار	قصبہ سہارا	مولانا شبیر احمد۔ نوح	مقیم مرکز نظام الدین

صاحبزادۂ محترم مولانا محمد طلحہ صاحب نے دورۂ حدیث کی تکمیل شعبان ۱۳۸۱ھ میں مدرسہ ــــ کاشف العلوم دہلی میں کی ہے۔ مفتی عبدالشکور صاحب ہینگوٹوٹی آپ کے رفقائے درس میں سے تھے۔ اس سال بخاری شریف ــــ مولانا انعام الحسن صاحب کے یہاں اور دیگر کتب حدیث مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا اظہار الحسن صاحب اور مولانا عبیداللہ صاحب کے یہاں تھیں۔

چند علمی یادگاریں

(۱) ابواب و تراجم بخاری۔

پہلے تحریر کیا جا چکا — کہ تمام علوم و فنون میں سب سے زیادہ آپ کو تعلق و مناسبت حدیث شریف سے تھی اسی بنا پر ربع صدی سے زائد مدت تک آپ نے مدرسہ کاشف العلوم دہلی میں مشکوٰۃ شریف اور بخاری شریف کا درس دیا۔ بخاری شریف پڑھانے کے زمانہ میں آپ نے تراجم والابواب بخاری پر محققانہ و محدثانہ حیثیت سے جو یادداشتیں قلم بند فرمائیں وہ علم حدیث اور خاص طور پر بخاری شریف پر ایک قابلِ قدر — علمی ذخیرہ ہے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے بھی اپنی مشہور تالیف "الابواب والتراجم للبخاری" کی تالیف کے زمانہ میں آپ کی ان یادداشتوں کا مطالعہ فرمایا تھا۔

(۲) الابواب المنتخبہ من مشکوٰۃ المصابیح۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے اپنی حیات میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے فضائل کی مشہور و معروف کتابیں اور مولانا محمد یوسف صاحب سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تاریخ و سیرت پر حیات الصحابہ تالیف کرائی اور خود اہلِ علم اور عرب حضرات کے تعلیمی حلقوں کے لیے مشکوٰۃ المصابیح سے آٹھ عنوانات پر مشتمل ایک مجموعہ احادیث کا انتخاب فرمایا اور مولانا انعام الحسن صاحب نے اس کو ترتیب دے کر جمع فرمایا۔ ان مذکورہ عنوانات کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) کتاب الایمان	(۴) کتاب الدعوات
(۲) کتاب العلم	(۵) کتاب الجہاد
(۳) کتاب فضائل القرآن	(۶) کتاب الآداب
(۷) کتاب الرقاق	(۸) کتاب الفتن

آٹھ ابواب کا یہ مجموعہ مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے دور امارت میں بڑے اہتمام کے ساتھ عربی کے تعلیمی حلقوں میں پڑھا جاتا رہا۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے اپنی حیات میں اس مجموعہ کی متعدد فوٹو اسٹیٹ تیار کرا کر دور دراز ملکوں اور علاقوں میں بھیجیں، خاص طور پر مسجد حرام، مکہ مکرمہ، مسجد نبوی مدینہ منورہ، مدرسہ عربیہ رائے ونڈ پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (سورة النجم الآية:٣-٤)

وقال تعالى:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾ (سورة الحشر الآية:٧)

الأبواب المنتخبة

من

مشكاة المصابيح

انتخبها

العلامة الشيخ محمد إلياس الكاندهلوي رحمه الله

(م ١٣٦٣هـ — ١٩٤٤م)

ثم جمعها

العلامة الشيخ محمد إنعام الحسن رحمه الله تعالى

(م ١٤١٥هـ — ١٩٩٥م)

راجع أصوله ونصوصه وضبط غريبه وعلق عليه وأعربه

وقام بجمع وترتيب التعليقات الأخرى القيمة لجمع من كبار العلماء

محمد إلياس الباره بنكوي

المطبعة الملية (ملت بريس) دوده پور، علي كره (الهند)

مدرسہ عربیہ کاکرائیل، بنگلہ دیش اور تبلیغی مرکز ڈیوز بری انگلینڈ بھیج کر وہاں کے احباب کو اس کی تعلیم پر متوجہ فرمایا۔ دعوتی و تبلیغی حلقوں نے حضرت مولانا کے اس ارشاد کی اہمیت محسوس کی اور اپنے یہاں کے نصاب تبلیغ میں اس کو شامل کر کے عربی حلقوں میں اس کی تعلیم شروع کر دی۔ لیکن اس مجموعہ میں شامل احادیث شریفہ کی لغوی و معنوی تحقیق و تشریح اور ان کے معنی و مفہوم کی تعیین و توضیح بے حد ضروری تھی۔ چنانچہ ممالک عربیہ کے اہلِ علم اور دعوت سے تعلق رکھنے والے عام عربوں نے حضرت مولانا سے متعدد مرتبہ اس کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ نے کثرت مشاغل اور دعوتی امور میں مصروفیات کے باوجود سولہ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ (۶ اپریل ۱۹۷۷ء) چہار شنبہ میں اس مجموعہ کو اپنی تحقیق و تعلیق سے مزین فرمانا شروع کیا لیکن کچھ عرصہ بعد مشاغل کی کثرت کی وجہ سے مولانا محمد الیاس صاحب بارہ بنکوی (استاذ حدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی) کی طرف یہ کتاب منتقل فرما کر اُن کو اس کی تکمیل کا حکم فرمایا۔ چنانچہ موصوف نے حضرت مولانا کی حیات مبارکہ میں ہی اس کو پایۂ تکمیل تک پہونچا کر حضرت مولانا کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ افسوس ہے کہ اس مجموعہ کی اشاعت حضرت مولانا کی وفات کے بعد ہوئی یہ مجموعہ ۳۰×۲۰ سائز کے ۹۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ دیدہ زیب عربی ٹائپ پر اس کی طباعت مولانا محمد الیاس صاحب موصوف کے زیر اہتمام مکتبۃ العلم خسرو نگر دہلی سے ہوئی ہے۔

کتاب کے پہلے صفحہ کا عکس یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

۳ و ۴ ——— اپنی امارت کے ابتدائی دور میں آپ نے دو مضامین مرتب فرمانے شروع کیے تھے۔ پہلا مضمون ایمان کی اہمیت اور اس کی حقیقت کے عنوان پر تھا۔ اور دوسرا مومنانہ زندگی گذارنے سے متعلق تھا۔ دونوں مضامین دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مولانا قدرے تفصیل کے ساتھ ان کو لکھنا چاہتے تھے اور اسی لیے مسودہ میں مختلف عنوانات جیسے کاشت کار اور زمیندار، حمال، مزدور، مالدار اور اصحاب ثروت، غریب و فقیر وغیرہ متعدد صفحات پر قائم کر کے بیاض چھوڑی گئی تھی۔ ان عنوانات کے ذریعہ حضرت مولانا یہ دکھانا چاہتے تھے کہ دین اور دینی زندگی ہر طبقہ کے لیے ضروری ہے اور ماضی میں ان تمام طبقات میں دین اپنی پوری قوت و شوکت کے ساتھ رہ چکا ہے۔

افسوس ہے کہ مشاغل کا ہجوم ان مضامین کی تکمیل میں مانع بن گیا۔

ذیل میں آپ کے ان علمی افادات کے عکس پیش کیے جاتے ہیں۔ اہل علم حضرات مطالعہ کے بعد یقیناً محسوس کریں گے کہ اگر یہ پایۂ تکمیل کو پہونچ جاتے تو بڑا علمی وتحقیقی مواد ان کے ہاتھ لگ جاتا۔

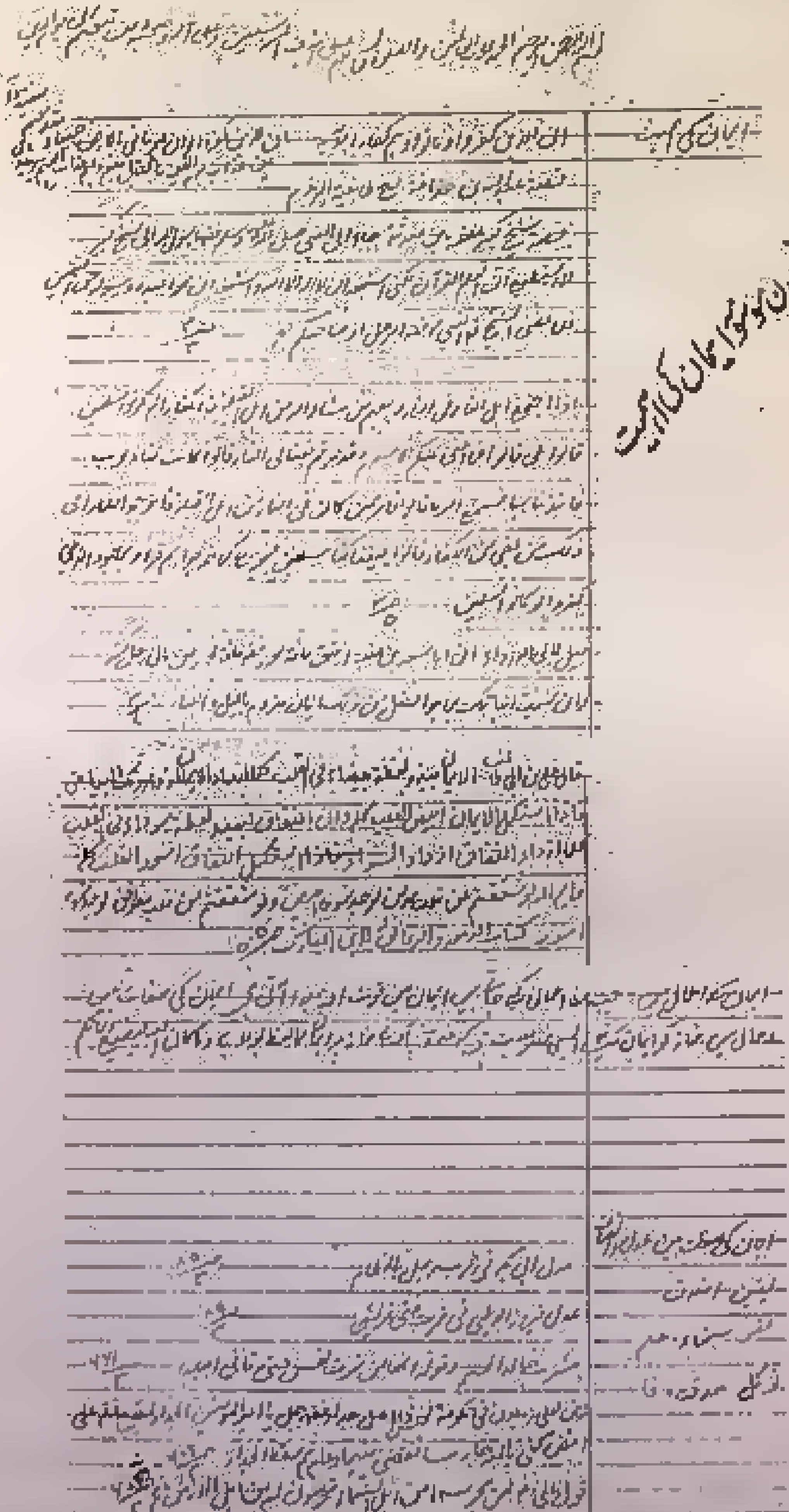

عکس مضمون بموضوع ایمان کی اہمیت

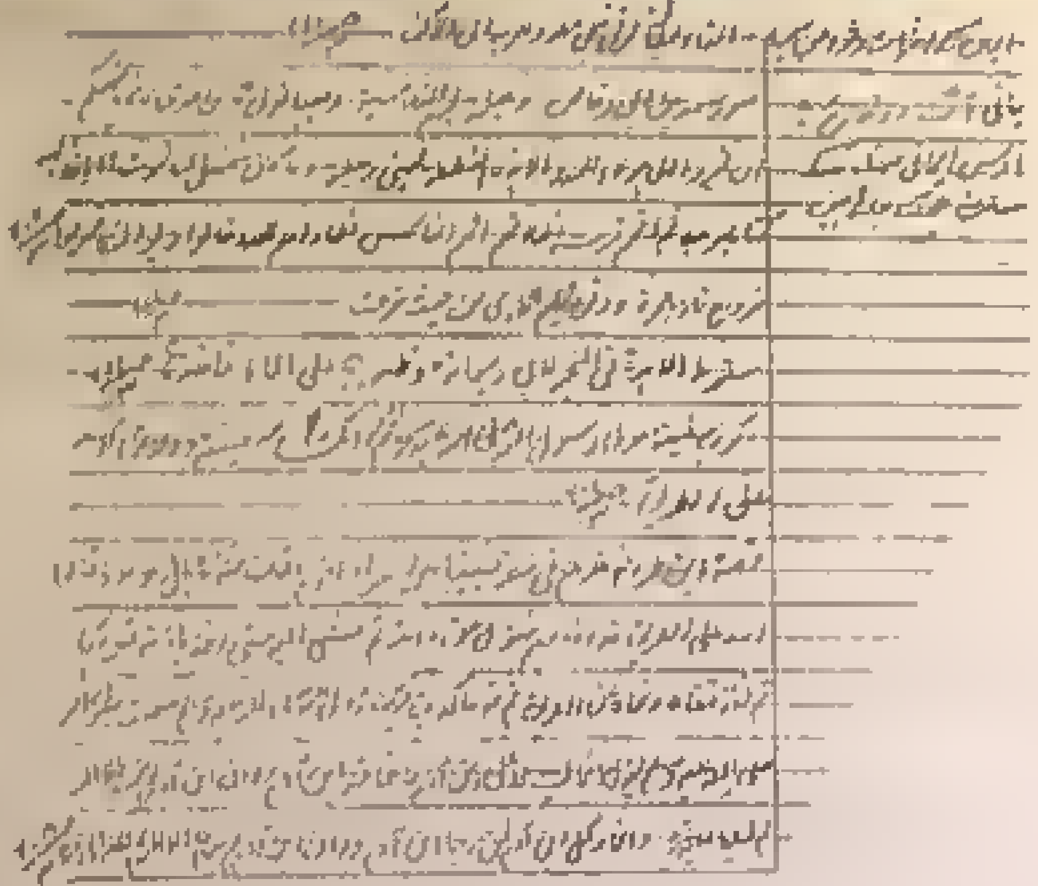

(۴) (عکس مضمون موسومہ مستانہ زندگی)

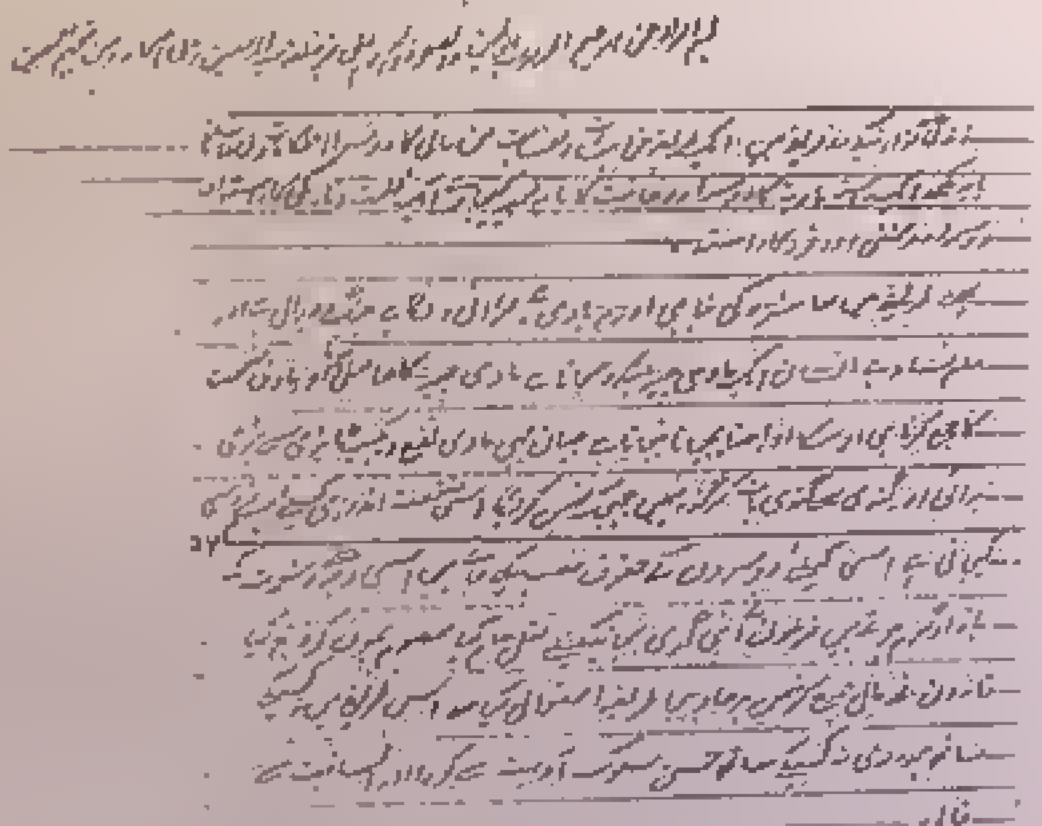

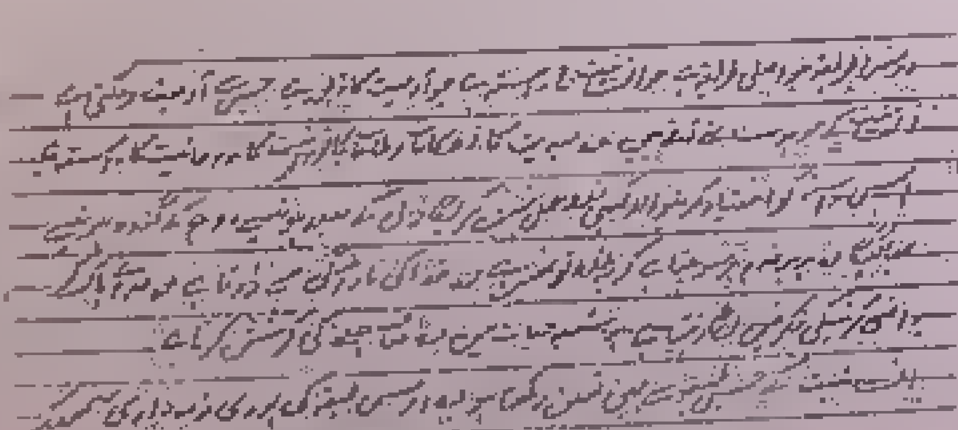

اور سکرات آ کر بھی پوری کوشش کرتا ہے [illegible] حاکم سے باخبر — مثال [illegible] بازار [illegible] خود [illegible]

حاکم اپنی ذمہ داری کا احساس کرتا ہے تاکہ [illegible] استعمال میں احتیاط کرتا ہے — قال عمر [illegible]
[illegible] مال الیتیم

[illegible] المرء المسلم [illegible] الملک [illegible] الاشیاء علی [illegible]

[illegible] وقوله [illegible] التی [illegible] من الدنیا — [illegible]

حاکم ایک [illegible] کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

حاکم رعایا کی [illegible] اور [illegible] کا [illegible] اپنی ذمہ داری کا احساس کرتا ہے

[illegible] ولد [illegible] بن [illegible] علی [illegible]
[illegible] ان [illegible]
[illegible] عبد [illegible] بن [illegible] من [illegible] والا [illegible] الی [illegible]
التی [illegible] من [illegible] [illegible]

کس حال میں اللہ [illegible] نے [illegible] دیا

قصہ ابی بکر [illegible] الی [illegible] الطعام [illegible] بالبیت [illegible] الی [illegible]
[illegible] الی [illegible] فی [illegible] (ج ۱ ص [illegible])

حاکم اپنی [illegible] میں [illegible]
[illegible] الی [illegible]
[illegible] فی احتیاط [illegible]
[illegible] ابی بکر [illegible] بن [illegible] [illegible]

حکمراں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتا ہے — وہ حاکم کی ملامت کو خدا کی خوشنودی کا
ذریعہ سمجھتا ہے

[illegible] [illegible]
[illegible] الا [illegible]

Monday

— تاجر اپنی تجارت میں صدق اور امانت اختیار کرتا ہے [illegible] عیب اور جھوٹ [illegible]
[illegible] کرنا ہے اور عیب [illegible] مال [illegible] چھپا کر بیچنے سے ڈرتا ہے

چوتھا باب

بیعت وارادت سے

خلافت واجازت تک

عشق کی ایک جست نے طے کردیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

بیعت و ارادت سے

خلافت و اجازت تک

مولانا انعام الحسن صاحب ۱۹۳۰ء ۱۳۴۹ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی خدمت میں نظام الدین پہونچ گئے تھے اور اسی وقت سے گویا آپ کی زیر تربیت تھے، لیکن بیعت کا تعلق تقریباً پانچ یا چھ سال بعد قائم کیا۔ خود فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ ابھی تک بڑے حضرت جی سے بیعت نہیں ہوئے تو فرمایا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ تم دونوں بیعت ہو چکے ہوگے، بہر حال اب دیر نہ کرو۔ چنانچہ ہم لوگوں نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے بیعت کی درخواست کی، حضرت نے منظور فرما کر پہلے خود غسل فرمایا اور پھر خوشی کے ساتھ بیعت فرمالیا۔ اور فرمایا، اللہ مبارک کرے اور ان شاء اللہ مبارک ہی ہے۔

مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری کی معلومات کے مطابق بیعت کا یہ واقعہ ۱۳۵۴ھ (۱۹۳۵ء) میں پیش آیا۔ حضرت مولانا نے بیعت کے بعد دونوں حضرات کو پاس انفاس تعلیم فرما کر مولانا محمد یوسف صاحب کو اسم ذات تین ہزار اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو بارہ ہزار تلقین فرمایا۔ اس کے علاوہ اوراد مسنونہ حزب الاعظم اور حصن حصین پڑھنے کی تاکید کی۔

ابتدائی دور کے معمولات

بیعت کے ذریعہ روحانی تعلق قائم ہونے کے بعد آپ نے اس راہ میں بڑی جانفشانی بلکہ جان سوزی اور جانکاہی کا ثبوت دیا اور اپنے آپ کو ہمہ تن دعوت و تبلیغ اور اذکار و اوراد میں مصروف و مشغول کر دیا۔ ذکر اسم ذات جس کی ابتداء بارہ ہزار سے ہوئی تھی آہستہ آہستہ بڑھا کر ستر ہزار کی مقدار تک پہونچا دیا۔ ایک طویل عرصہ تک یہ معمول رہا کہ مقبرہ ہمایوں میں (جو قریب ہی میں قلعہ نما ایک عمارت ہے) چلے جاتے اور ایک گوشہ میں بیٹھ کر اپنا ذکر اور معمولات پورے کرتے۔ بسا اوقات یہ نشست سات سات گھنٹے طویل ہو جاتی تھی۔ اس طویل نشست میں ذکر خفی اور پاس انفاس پر پوری توجہ صرف فرماتے۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب (مکۃ المکرمۃ) راوی ہیں کہ جب میں پہلی مرتبہ جماعت میں مرکز نظام الدین آیا، تو ایک دن آپ مجھے ہمایوں کے اس مقبرہ میں لے گئے اور ایک بڑے پتھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے اس پر سات سات گھنٹے بیٹھ کر اپنے معمولات پورے کیے ہیں۔ مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی فرماتے تھے کہ حضرت جی آٹھ گھنٹے روزانہ ذکر و عبادت اور دعا میں صرف فرماتے تھے۔ معمولات میں آپ کا ایک محبوب ترین عمل اور وظیفہ تلاوت قرآن پاک بھی تھا، حفظ چونکہ غیر معمولی طور پر پختہ تھا اس لیے زبانی تلاوت کرتے رہتے تھے، جس کی یومیہ مقدار پندرہ سولہ سی پارے ہو جاتی تھی۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی مجلس کے حاضر باش بزرگ قاضی سید محمد حسین صاحب دہلوی حضرت مولانا کے قرآن پاک سے بے حد شغف اور اس کے حفظ و ضبط کے متعلق اپنا مشاہدہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> "مولانا انعام صاحبؒ کا بلا کا حافظہ تھا، میں نے اکثر دیکھا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کو نوافل میں تلاوت کرتے ہوئے کہیں متشابہ آجاتا آپ بھول جاتے تو سلام پھیر کر "انعام" کہہ کر آواز دیتے اور آواز کے ساتھ ہی مولانا انعام صاحب بہت تیزی کے ساتھ حضرت جی کے پاس حاضر ہوتے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ وہ آیت تلاوت کرتے جس میں کوئی بھول ہوتی تو مولانا انعام

صاحب مرحوم بلا توقف پوری آیت پڑھ کر سنا دیتے تھے۔"

ماہ مبارک میں تلاوت قرآن پاک میں غیر معمولی بلکہ محیر العقول حد تک، اضافہ ہو جاتا حضرت شیخ کی تحریر کے مطابق ایک مرتبہ رمضان المبارک میں اکسٹھ قرآن پاک آپ نے ختم فرمائے تھے۔

ماہ رمضان المبارک میں آپ کا ایک دوسرا اہم اور قیمتی معمول کلمۂ طیبہ کا ورد تھا جس کے لیے آپ نے عصر بعد کا وقت متعین کر رکھا تھا۔ مولانا شمس الحق ندوی (دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) راوی ہیں کہ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ کی تعطیل میں جب پہلی مرتبہ میری مرکز نظام الدین حاضری ہوئی تو دیکھا کہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب عصر کے بعد مسجد کے صحن میں چہل قدمی فرماتے ہوئے تسبیح پڑھ رہے تھے۔ مولانا کی وہ خاص ادا اور ہونٹوں کی حرکت اب بھی نگاہوں میں سمائی ہوئی ہے۔ اور یاد کر کے لطف آتا ہے۔ اسی حال میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بھی تشریف لے آئے۔ دونوں بزرگوں کا سامنا ہوا تو مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا کہ حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ اس وقت زبان پر یہی ذکر جاری تھا ——— یہ وہ پہلا تاثر تھا جو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا میرے دل پر نقش ہوا۔

بیعت وارادت کے اس ابتدائی دور میں آپ نے ترکِ کلام اور خاموشی[1] کو اپنایا کم گوئی کی عادت کاندھلہ سے لے کر آئے تھے لیکن نظام الدین پہونچ کر اس کو ایک مقصد اور طرز حیات کے طور پر اپنایا، تو اہل تعلق اور مصاحبین حیرت میں پڑ گئے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے اس مہر سکوت کو توڑنے کے لیے یہ تدبیر اختیار فرمائی کہ آپ سے بحث و مباحثہ شروع فرمایا۔ یہ پورا واقعہ حضرت مولانا حضرت شیخ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کم گوئی اور خاموشی کا یہ مزاج حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے فیض صحبت اور ان کے فیضانِ نظر کا نتیجہ تھا، کیوں کہ آپ بھی اپنے ابتدائی دور میں ہونٹوں پر مہر سکوت لگائے رکھتے تھے۔ حضرت شیخ آپ بیتی میں لکھتے ہیں:

"میرا ابتدائی دور چچا جان کے شدید مجاہدوں کا تھا۔ اس زمانہ میں ایک دستور چچا جان کے چپ اور خاموش رہنے کا تھا۔ یاد نہیں کہ دن رات میں کوئی لفظ بولتے ہوں۔

"حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے زمانہ میں ابتداء میں اس عاجز کے متعلق مشہور تھا کہ یہ بالکل بولنا نہیں جانتا' اور حقیقت بھی تھی، مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھ گفتگو کا دروازہ کھولا' اور ہمیشہ اصرار فرماتے رہے کہ مجھ سے خوب گفتگو کیا کرو. گفتگو شروع فرماتے اور خوب بحث وتمحیص فرماتے اور ہم لوگ بھی کھل کے خوب باتیں کرتے' فرمایا کرتے تھے کہ کسی بات کو محض میرے کہنے کی وجہ سے نہ مانو جب تک طبیعت مطمئن نہ ہوجائے یا جسے میں یہ نہ کہہ دوں کہ بغیر سمجھے ہی مان لو۔ ایسی ایسی باتیں فرمایا کرتے تھے کہ جن کو سن کر حیرت ہوتی تھی اسی ذیل میں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ .... صاحب باوجود جیاں اور جلیس ہونے کے میرے راز دار نہیں، راز دار تم لوگ ہو" (مکتوب محررہ ۳ جمادی الاول ۱۳۷۰ھ)

۱۳۵۶ھ (۱۹۳۸ء) کی دستیاب ڈائری کے ایک صفحہ پر آپ نے اپنے دستخط اور قلم سے یہ شعر جو آپ کے حسب حال بھی ہے اور دل کا ترجمان بھی ہے' تحریر فرما رکھا ہے:

میرے سکوت سے مجھے بے حس نہ جانئے
الفاظ کی کمی ہے، خیالات کی نہیں

محمد انعام الحسن - ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ

مکہ مکرمہ، باب العمرہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی معیت اور صحبت میں آپ کی حیات کے کم وبیش پندرہ سال گذرے، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح اور واقعہ کے مطابق ہوگا کہ متواتر پندرہ سال آپ حضرت مولانا کی نگاہوں کے سامنے رہ کر توجہات کا مرکز بنے رہے' دن بھر میں کچھ ہی وقت ایسا گزرتا ہوگا جس میں آپ حضرت مولانا کی خدمت میں یا ان کی مجلس میں موجود نہ ہوتے ہوں۔ دعوت وتبلیغ کی مصروفیت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اسفار میں ہم رکابی اور سفر و حضر میں کاتب خط بن کر آنیوالی ڈاک دیکھنا اور ان کے جوابات لکھنا یہ آپ کی دن بھر کی مشغولیت ومصروفیت تھی۔ شیخ ومرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے بعد آپ نے تعلق وکمال محبت کا پورا پورا حق ادا کرتے ہوئے اپنے آپ کو مکمل سپردگی میں دے دیا تھا اور وجہ اس کی صاف ظاہر تھی کہ!

می نہ روید تخم دل از آب و گل
بے نگاہے از خداوندانِ دل

ابتدائی دور میں سالہا سال تک حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی معیت میں آپ تنہا دعوتی اسفار اور تبلیغی اجتماعات میں جاتے رہے۔ اس زمانہ میں مولانا محمد یوسف صاحب اپنے خالص علمی مشغلہ اور تصنیفی ذوق میں اس درجہ مصروف و منہمک تھے کہ انہیں سفر پر جانے کی ترتیب بھی بن جاتی تو طبیعت پر بہت شاق گذرتا اور حسن تدبیر سے اس کو ختم کرنے کی کوشش فرماتے۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب کا قلم شروع سے پاکیزہ اور صاف ستھرا تھا۔ بہت عمدہ اور خوش خط تحریر فرماتے تھے۔ حضرت مولانا کے کاتب خطوط ہونے میں آپ کی خوش خطی کو بھی دخل تھا، حضرت مولانا اپنے خطوط کے جوابات بکثرت آپ سے لکھواتے تھے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہ کے نام جو سب سے پہلا مکتوب حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے ارسال فرمایا وہ مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے قلم کا تحریر کردہ تھا۔ یہ مکتوب مارچ ۱۹۴۰ء (محرم ۱۳۵۹ھ) میں لکھا گیا تھا۔ گاہ بگاہ ایسا بھی ہوا کہ مشغولیت کی وجہ سے حضرت مولانا کو جواب املاء کرانے کی فرصت نہ ملی تو مضمون بتلا دیا اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے اس کو اپنے الفاظ میں خط کی شکل میں تحریر کر دیا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مرتب کردہ مجموعہ "مکاتیب حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ" میں اس طرح کے متعدد مکاتیب موجود ہیں۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات و صفات پر آنکھیں بند کر کے یقین کرنا اور خداداد کمالات کے باوجود اپنے آپ کو ہیچ در ہیچ سمجھنا یہ بارگاہ الیاسیہ کی سب سے قیمتی اور نادر و نایاب دولت تھی اور یہ دولت بعد میں وراثت کے طور پر مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب میں پورے طور پر منتقل ہو گئی تھی۔ دونوں حضرات کی بچپن سے ہی ایمان و ایقان اور عبدیت و فنائیت کی بنیاد پر تربیت فرمائی اور پھر یہی قیمتی متاع اور دولت ان کا طرز حیات اور مقصد حیات بنی۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی تربیت کا نہج سمجھنے کے لیے حضرت شیخ رح کے الفاظ میں ذیل کا یہ واقعہ بہت کافی ہے کہ:

"میرے چچا جان (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب) چائے کے مخالف تھے اور (مولانا) یوسف اور (مولانا) انعام اس کے عادی تھے۔ دونوں پر خفا ہوتے فہمائش کرتے اور منع فرماتے رہتے تھے۔ ایک دن گھر میں تشریف لائے تو معلوم ہوا کہ دونوں نے چائے پینا ترک کر دیا، یہ سن کر بہت خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔ بعد میں چچا جان کو بتلایا گیا کہ جو چائے تین آنہ میں آتی تھی اب وہ چھ آنہ کی ہوگئی ہے اس لیے چائے چھوڑ دی گئی، یہ سن کر بہت زور سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھ کر فرمایا کہ مہنگائی کی وجہ سے چائے چھوڑنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ جو مالک تین آنہ دیتا تھا وہ چھ آنے بھی دے گا۔"

تزکیہ و تربیت کے متعدد مراحل سے گذرنے کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے اپنے اعتماد و اعتبار کا اظہار کرتے ہوئے ایک موقعہ پر یہاں تک ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے لیے جیسے مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب تھے ایسے ہی میرے لیے یہ یوسف و انعام ہیں۔[1]

نیز حضرت مولانا محمد یوسف کے متعلق ان کی علو استعداد کا تذکرہ متعدد بار فرمایا۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے بارے میں ایک موقع پر حضرت شیخ کو تحریر فرمایا کہ "میں عزیز موصوف کو ایک گراں مایہ پونجی سمجھ رہا ہوں۔"

مولانا انعام الحسن صاحب نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے حادثہ وفات کا اندراج اپنی بیاض میں جن الفاظ کے ساتھ کیا ہے اُن سے مولانا کے دلی جذبات واحساسات اور اُس تعلق و یگانگت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے جو ایک مرشد کامل کے ساتھ اس کے ایک

---

[1] بڑے حضرت جی کا یہ ارشاد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے اپنی مجلس (منعقدہ ۱۰ جنوری ۱۹۹۳ء بمقام ہرواڑی (میوات) میں خود سنایا تھا اور احقر نے اسی وقت اپنی یادداشت میں نوٹ کر لیا تھا۔ (شاہد)

طالب صادق مسترشد کو ہونا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

" آفتاب عالم تاب کہ از نوراو عالمے منور بود، بتاریخ بست یکم رجب المرجب ۱۳۶۳ھ بوقت طلوع فجر غروب شدہ جہانے را تاریک کرد یعنی مرشدی و مولائی و مخدومی و مخدوم العالم حضرت الحاج الشاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ ازیں دیر ناپائدار رحلت فرمودہ برما قیامت برپا شدہ "۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے مرض وفات میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو بھی خدمت اور تیمارداری کا پورا پورا موقع میسر آیا، یہاں تک کہ آخری لمحات میں حضرت مولانا نے جو گفتگو فرمائی ان میں ایک سوال مولانا انعام الحسن صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ مولوی انعام وہ دعا کس طرح ہے اللّٰھمّ ان مغفرتك ؟

اس پر مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے پوری دعا سنائی۔ اللّٰھمّ ان مغفرتك اوسع من ذنوبی و رحمتك ارجی عندی من عملی۔[1]

اجازت و خلافت

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے اپنی حیات کے آخری دن۔ ۱۲ر جولائی ۱۹۴۴ء (چہارشنبہ) میں علماء و مشائخ کی موجودگی میں ان چھ اصحاب کو بیعت کی اجازت دی۔ (۱) حافظ مقبول حسن صاحب (۲) قاری داؤد صاحب (۳) مولانا احتشام الحسن صاحب (۴) مولانا یوسف صاحب (۵) مولانا انعام الحسن صاحب (۶) مولانا قاری سید رضا حسن صاحب اور حضرت شیخ ــــــ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی سے فرمایا کہ مجھے ان لوگوں پر اعتماد ہے۔ اس لیے ان میں سے آپ لوگ جسے مناسب سمجھیں اس کے ہاتھ پر لوگوں کو بیعت کرا دیں اس موقع پر حضرت مولانا نے پانچوں اصحاب کے بارے میں اپنا وجدان و انشراح اور اپنے تاثرات بھی ارشاد فرمائے تھے۔ مولانا انعام الحسن صاحب کے بارے میں ان الفاظ کے ساتھ اپنا تاثر ظاہر فرمایا کہ!

---

[1] دینی دعوت۔ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

"مولوی انعام بھی بہت اچھے ہیں۔ انھوں نے بھی ذکر و شغل بہت کیا ہے۔ یہ بھی اسی قبیل سے ہیں، البتہ علم کا احترام زیادہ ہے۔"

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے سانحۂ ارتحال کے بعد اگرچہ آپ نے سلوک و احسان کی لائن سے باقاعدہ کسی شیخ کی طرف رجوع نہیں فرمایا تھا لیکن جب ملکوتی صفات اور قرب واختصاص کے مقامات عالیہ سے آپ کو سرفرازی عطا کی گئی تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے اس رہرو راہ محبت کو پیش آنے والے ــــ سخت مقامات[1] میں پوری پوری رہبری و رہنمائی فرمائی تھی۔ اس اجمال کی تفصیل قارئین "شدید علالت اور نظام الدین سے کاندھلہ منتقلی" کے عنوان سے آئندہ صفحات میں پڑھیں گے۔

---

[1] یہ مکمل شعر اس طرح ہے ؎

رہرو راہ محبت کا خدا حافظ ہو ــــ اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

پانچواں باب

نکاح — اور — اولاد

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

نکاح اور اولاد

۳ محرم الحرام ۱۳۵۴ھ (۷ اپریل ۱۹۳۵ء) میں مظاہر علوم سہارنپور کا سالانہ جلسہ جامع مسجد سہارنپور میں منعقد ہوا! اس موقع پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی صاحبزادی ذاکرہ خاتون سے آپ کا عقد مسنون ہوا، مولانا محمد یوسف صاحب کا عقد بھی اسی موقع پر حضرت شیخ کی دوسری صاحبزادی زکیہ خاتون سے ہوا تھا۔ شیخ الاسلام حضرت اقدس مدنی نے دونوں نکاح مہر فاطمی پر پڑھائے۔ ایک سال بعد بارہ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ (۳ جون ۱۹۳۶ء) میں بہت سادگی اور خاموشی کے ساتھ حضرت شیخ کے مکان پر ہی رخصتی عمل میں آئی مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری، مولانا محمد الیاس صاحب، مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اس مبارک و مسعود موقع پر موجود تھے۔

رخصتی کے بعد آپ کی اہلیہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی معیت میں پہلی مرتبہ کاندھلہ گئیں موصوفہ محترمہ حضرت شیخ کی پہلی زوجہ سے دوسری صاحبزادی تھیں غالب اندازہ و قیاس کے مطابق آپ کی ولادت ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ (اگست ۱۹۲۰ء) میں سہارنپور میں ہوئی۔ اس اعتبار سے نکاح کے وقت ان کی عمر سترہ اٹھارہ سال تھی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے آپ بیتی میں نکاح اور رخصتی کی جو تفصیلات تحریر فرمائی ہیں، اس کی تلخیص یہاں پیش کی جاتی ہے۔

"چچا جان نور اللہ مرقدہٗ ہر سال مدرسہ مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ میں تشریف لایا کرتے تھے حسب معمول ۲ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مغرب کے قریب تشریف لائے اور فرمایا کہ کل کے جلسہ میں حضرت مدنی رحمہ سے یوسف و انعام کا نکاح پڑھوالو میں نے کہا شوق سے ضرور پڑھوا لیجئے مجھ سے کیا پوچھنا، عشاء کے بعد میں نے اپنی اہلیہ اور دونوں بچیوں سے کہہ دیا کہ چچا جان کا ارادہ یہ ہے کہ کل کے جلسہ میں دونوں بچیوں کا نکاح پڑھوادیں۔ میری اہلیہ مرحومہ نے کہا کہ تم دو چار دن پہلے کہتے تو میں ایک جوڑا تو ان کے لیے سلوادیتی۔ اس پر مجھے اپنا جواب بھی خوب یاد ہے کہ "اچھا مجھے خبر نہیں تھی کہ یہ ننگی پھر رہی ہیں میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ کپڑے پہنے پھرتی ہیں" میرے جواب پر مرحومہ بالکل خاموش ہوگئیں۔

جامع مسجد آتے ہوئے حضرت مدنی رحمہ سے میں نے عرض کردیا کہ یوسف و انعام کا نکاح پڑھنے کے لیے چچا جان فرمارہے ہیں، حضرت نے بہت ہی اظہار مسرت فرمایا، اور جامع مسجد پہونچنے کے بعد بیٹھتے ہی فرمایا مہر کیا ہوگا۔ میں نے عرض کیا، ہمارے یہاں مہر مثل ڈھائی ہزار ہے۔ حضرت مدنی رحمہ کو غصہ آگیا۔ فرمایا کہ میں مہر فاطمی سے زائد پر ہرگز نہ پڑھوں گا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ تو شرعی چیز ہے۔ فقہاء کے نزدیک مہر مثل سے کم پر سکوت کافی نہیں۔ بالتصریح اجازت کی ضرورت ہے۔ چچا جان نے فرمایا بچیوں میں سے کون سی انکار کردے گی اور یہ نکاح، نکاح موقوف بن جائے گا اور جب تم گھر جاکر اظہار کردوگے تو تکمیل ہوجائے گی۔ چنانچہ حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور سادہ نکاحوں کی فضیلت و برکت پر وعظ فرمایا اور دونوں لڑکوں یوسف و انعام کو منبر کے پاس کھڑا کرکے خطبہ پڑھ کر

نکاح کر دیا۔

ربیع الاول ۱۳۵۵ھ میں حضرت اقدس رائے پوری و چچا جان (سہارنپور) تشریف لائے ہوئے تھے، چچا جان نے ارشاد فرمایا کہ خیال یہ ہے کہ کل کو جاتے وقت یوسف و انعام کی بیویوں کو لے کر جاؤں۔ میں نے کہا کہ جیسے رائے عالی ہو، مگر لڑکے تو دونوں یہاں پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا تو انہی کے گھر میں ہوئی تھی۔ میرا خیال یہ ہے کہ ان دونوں کی بنا یہیں کرادیں۔ چچا جان نے فرمایا "بہت اچھا"۔

میں نے بارہ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ (۲؍جون ۱۹۳۶ء) کو عصر کے وقت بچیوں سے کہہ دیا کہ اپنی بہنوں کو کپڑے پہنا دو، ان کی یہیں رخصتی ہے اور پھر مولانا یوسف مرحوم کو اوپر اپنے کمرے اور مولانا انعام الحسن صاحب کو کچے گھر میں تجویز کیا۔ مقدر کی بات کہ خوب بارش ہوئی اور اوپر مولانا یوسف صاحب خوب بھیگے، کہ وہ چھجے کے نیچے تھے چونکہ عزیزان مولویان یوسف و انعام یہیں پڑھتے تھے۔ اس لیے جب سال کے ختم پر وہ نظام الدین گئے تو اپنی اپنی بیویوں کو بھی چچا جان کی معیت میں ساتھ لے گئے"۔

(آپ بیتی ص ۲۸۶ طبع جدید)

اولاد اس نکاح سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے محمد انوار الحسن، محمد معاذ الحسن، مولانا محمد زبیر الحسن اور دو بیٹیاں خولہ خاتون اور صادقہ خاتون مرحمت فرمائیں۔ یہاں ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) انوار الحسن مرحوم کی پیدائش سہارنپور میں ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۸ھ (۱۱؍جولائی ۱۹۳۹ء) میں ہوئی۔ حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب سابق ناظم مظاہر علوم نے تحنیک فرمائی۔ ۲۲ روز بعد ۱۴؍جمادی الثانی (یکم اگست ۱۹۳۹ء) سہ شنبہ کو عقیقہ ہوا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے دہلی سے اس موقع پر مسرت اور مبارکبادی کا جو خط حضرت شیخ کو تحریر فرمایا، وہ یہ ہے:

"از بندہ ناچیز ناکارۂ دو جہاں خاکسار محمد الیاس عفی عنہ بمجمع احکام خداوندیہ ومخزن علوم ایزدیہ، منبع فیوض سرمدیہ متعنا اللہ بطول حیاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تمہارے نو وارد مہمان کی خوشی بہ شرکت آپ کی زیارت کی کشش کے لیے ممد ہو رہی تھی۔ لیکن ابتداءً تمہاری اہلیہ اور خوشدامن کی غم گساری اور دل داری کی وجہ سے اور وسطاً مولوی ادریس والے جلسہ میں آپ کی آمد کی امید کی وجہ سے اور انتہاءً ڈیواڑی میں اب آنے والے جمعہ کو جلسہ ہونے کی وجہ سے سہارنپور کا پہونچنا ٹلا چلا جا رہا ہے۔ جس کا بہت افسوس ہے۔ میری طرف سے بہت ہی کیسی خوش کن پیرایہ سے جس طرح بھی ہو سکے عزیزہ ذاکرہ کے دل کو خوش کر دیجیو، دعا کہہ دیجیو، اور پیار کر دیجیو۔ اور بھی سب بچوں اور اہلیہ ظہیر الحسن کو سلام و دعوات فرما دیں۔

میری تبلیغ کے واسطے دعا بہت ہی ہمت کے ساتھ کرتے رہیں میں بہت ہی دل و ایمان سے متمنی ہوں کہ بہت ہی اہتمام کے ساتھ ہمت کو لگا کر یہ دعا کریں کہ میری یہ تحریک سراسر عملی ہو، اقوال کی کثرت اس کے عمل کو مکدر نہ کر دے بلکہ قول اور تقریر بقدر ضرورت اعانت کے درجہ میں رہے، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ فقط"

انوار الحسن مرحوم کی پیدائش سے ایک یوم قبل حضرت شیخ کے نومولود صاحب زادے عبدالحی کا وصال ہوا تھا۔ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نے اس مسرت و غم کے ملے جلے لمحات میں حضرت شیخ کو جو دوسرا گرامی نامہ تحریر فرمایا، وہ یہ ہے،

"عزیز محترم ذوالمجد والکرم سلمکم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل عشاء سے پہلے آپ کے خط سے اور عشاء کے بعد مولوی محمود سے خوشی کی خبریں موصول ہوئیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اللہ کی ہر بات خوش کن

ہے کوئی چیز خوشی اور غم کے حادی ہونے سے خالی نہیں ہوتی، ظاہر کا رخ کوئی سا اگر ہو تو دوسرا باطنی رخ یقیناً دوسری جانب کا ہے۔ لہٰذا سمجھ دار کے لیے ظاہری غم و خوشی اگر نظر دور بین ہے تو یکساں ہے اگر منگل کی شب میں نو وارد مہمان راہی ملک عدم ہو چکا تو ان شاء اللہ ایسے موقعوں کے لیے جنتی مواعید قرآن و حدیث میں وارد ہیں، اس ذخیرہ کی امید دلاتا ہوا گیا ہے۔ زندگی کے خطرات سے مامون بھی کر گیا۔

حق تعالیٰ شانہٗ مولوی انعام الحسن صاحب کے فرزند کو سعید و رشید کریں اور حق تعالیٰ شانہٗ بہترین تربیت کے نتیجہ خیز سامان فرمادیں اور اپنے فضل سے خاندان کا چمکتا ہوا چراغ کردیں۔ اپنے خاندان کی دینی خصوصیات میں مخصوص فرمادیں، حق تعالیٰ دارین کی کرامات سے مکرم فرمادیں۔ بخدمت شریف حضرت ناظم صاحب و دیگر حضرات اساتذہ بعد سلام مسنون مضمون واحد۔ فقط والسلام

بندہ محمد الیاس عفرلہٗ بقلم انعام الحسن۔

انوار مرحوم نے مختصر حیات پاکر ۱۹ رجمادی الثانی ۱۳۵۹ھ (۲۶ رجولائی ۱۹۴۰ء) جمعہ کی شب میں انتقال کیا اور اسی شب قبرستان حضرت نظام الدین میں تدفین عمل میں آئی۔

(۲) معاذ الحسن مرحوم ۷ رجمادی الثانی ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۱ رجون ۱۹۴۳ء میں بعد نماز جمعہ ولادت ہوئی۔ ۱۳ رجمادی الثانی (۱۷ رجون) کاندھلہ میں عقیقہ ہوا۔ حضرت شیخ اور مولانا اکرام الحسن صاحب نے سہارنپور سے اور مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب، اور والدہ مخدومہ مولانا محمد یوسف صاحب نے دہلی سے کاندھلہ پہونچ کر عقیقہ میں شرکت کی۔ تقریباً سات سال حیات رہ کر ۲۷ ررجب ۱۳۶۹ھ (۱۲ رمئی ۱۹۵۰ء) سہ شنبہ کی شب میں سہارنپور میں انتقال ہوا۔ اور قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔

آخری بیماری کی ابتداء شدید بخار سے ہوئی جس کے ساتھ غفلت بھی رہی۔

انتقال کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ اس انتظار میں گذرا کہ یہ بخار اترے تو غسل دیا جائے۔ چنانچہ شب میں گیارہ بجے غسل دے کر دو بجے تدفین عمل میں آئی۔ ۸ر شعبان ۱۳۶۹ھ میں حضرت اقدس رائے پوری بغرض تعزیت تشریف لائے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب سفر میوات کی وجہ سے نماز جنازہ میں شرکت نہ کر سکے۔ چار دن بعد وہاں کے اجتماع سے فارغ ہو کر سہارنپور تشریف لائے۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے لیے اس ماہ میں یہ دوسرا حادثہ تھا کہ چودہ روز قبل آپ کی صاحب زادی شاکرہ خاتون نے وفات پائی تھی۔

اس موقع پر حضرت اقدس رائے پوری کا وہ تعزیتی مکتوب پیش کیا جاتا ہے جو انھوں نے حضرت شیخ کو تحریر فرمایا،

"سیدی و مولائی حضرت اقدس دامت برکاتہم۔

از احقر عبد القادر — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

والانامہ کل ۲۸ر رجب کو شرف صدور ہوا، معاذ مرحوم کی وفات کا علم ہو کر بہت افسوس ہوا، اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کو محض اپنے فضل وکرم سے آپ حضرات کے واسطے ذخیرۂ آخرت بنا دیں۔ واقعی آپ حضرات کو بہت صدمہ پہونچا ہے بالخصوص جناب مولانا اکرام الحسن صاحب کو تو بہت زیادہ رنج کا باعث ہوا ہوگا۔ مگر سوائے صبر کے اور کیا چارۂ کار ہو سکتا ہے۔ حضرت تو ماشاء اللہ سب کچھ جانتے ہیں، حضرت کو کیا ہم لکھیں حضرت تو ہمیں ہی صبر کی تلقین فرمادیں۔

مرحوم کی والدہ اور خالاؤں کو بہت صدمہ ہوا ہوگا اور قیاس بھی اس کا متقاضی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل وکرم سے ان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل نصیب فرمادے۔ فقط والسلام

از بندہ عبد المنان و مولوی انیس الرحمٰن سلام مسنون، از بہلٹ پور ۲۹ر رجب ۱۳۷۰ھ"

(۲) خولہ خاتون یہ آپ کی بڑی صاحب زادی تھیں۔ ۲۸ر ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ ۱۰ر مارچ

۱۹۴۶ء شنبہ میں حمید منزل کاندھلہ میں ان کی ولادت ہوئی۔ چار سال حیات کے بعد ۱۲ رجب ۱۳۷۱ھ (۱۰ اپریل ۱۹۵۲ء) یوم پنج شنبہ دہلی میں انتقال ہوکر قبرستان بستی حضرت نظام الدین دہلی میں تدفین ہوئی۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ و حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ حضرت حافظ فخر الدین صاحبؒ وغیرہ ان تاریخوں میں سکھر (پاکستان) کے تبلیغی اجتماع میں گئے ہوئے تھے۔

(۴) مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی پیدائش ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ (۲۰ مارچ ۱۹۵۰ء) میں ہوئی۔ حفظ قرآن پاک کی بسم اللہ پانچ جمادی الاولی ۱۳۷۴ھ (یکم جنوری ۱۹۵۵ء شنبہ) میں حضرت اقدس رائے پوری کے پاس قصبہ رائے پور میں ہوئی۔ حضرت شیخ، مولانا اکرام الحسن مولانا محمد یوسف، مولانا محمد انعام الحسن، مولانا محمد ہارون مولانا محمد طلحہ اس مجلس میں موجود تھے۔ حفظ قرآن پاک کے بعد فارسی و عربی کی تعلیم ہدایۃ النحو اور کافیہ تک — گھر پر مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ ۱۵ شوال ۱۳۸۵ھ (۶ فروری ۱۹۶۶ء) میں مظاہر علوم میں داخلہ لے کر آپ نے شرح جامی اور شرح وقایہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۳۹۰ھ میں جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے فراغت پائی اور نظام الدین دہلی واپس پہونچ کر اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی زیر تربیت رہتے ہوئے علمی اور دعوتی مشاغل میں مصروف و منہمک ہوئے اور سفر و حضر میں کسی وقت بھی اپنے والد ماجد کی نگاہ تربیت سے اوجھل نہیں ہوئے۔

مرکز تبلیغ کے تحت قائم مدرسہ کاشف العلوم میں کئی سال تک درجہ ابتدائی عربی میں حمد باری، پنج گنج، میزان الصرف، نور الایضاح اور درجہ وسطی میں کنز الدقائق، — الادب المفرد، ریاض الصالحین وغیرہ پڑھانے کے بعد فن حدیث میں مشکوٰۃ شریف مسلم شریف پڑھائیں۔ اب ایک عرصہ سے بخاری شریف پڑھا رہے ہیں۔

۲۵ شوال ۱۳۹۰ھ (۱۵ جنوری ۱۹۷۰ء) چہار شنبہ میں مولانا الحاج حکیم محمد الیاس صاحب سہارنپوری کی صاحب زادی اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی نواسی طاہرہ خاتون

سے آپ کا نکاح ہوا، مولوی محمد زبیر الحسن، مولوی محمد صہیب، حافظ محمد خبیب اور — تین صاحب زادیاں آپ کی اولاد ہیں۔

دعوت و تبلیغ کے سلسلہ کی سب سے پہلی تقریر آپ نے ۱۹ رجب ۱۳۹۳ھ (۹ اگست ۱۹۷۳ء) جمعہ میں دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں کی، اس تقریر میں آپ نے چھ نمبر بیان کیے تھے۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بھی اس موقع پر مسجد میں موجود تھے لیکن آغاز تقریر سے قبل حضرت شیخ کے ساتھ مسجد سے کچے گھر تشریف لے آئے تھے تاکہ موصوف کسی تکلف و جھجک کے بغیر تقریر کر سکیں۔

تکمیل علوم کے بعد آپ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوئے اور انکی زیر ہدایت رہ کر ذکر و شغل میں مصروف رہے۔

تین ربیع الاول ۱۳۹۵ھ (۱۰ فروری ۱۹۷۵ء) یوم جمعہ میں حضرت شیخ نے آپ کو اجازت بیعت و خلافت سے نوازا۔

اجازت بیعت کے موقع پر جو خلافت نامہ حضرت شیخ نے آپ کو مرحمت فرمایا وہ زریں ہدایات اور بیش قیمت نصائح پر مشتمل ہے یہاں اسکی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔

"عزیزم الحاج مولوی زبیر سلمہٗ ——— بعد سلام مسنون

میں مولانا انعام صاحب کے جانے کے وقت نہ معلوم کس غلط فہمی میں یوں سمجھا کہ تمہارا ایک ماہ کا ویزا ہے اور ایک ماہ بعد ایک ماہ کا اور، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ خروج تھا اور اس میں دو دفعہ کے بعد اضافہ بھی نہیں ہو سکتا اور کل یہ خبر سنکر کہ تمہارے جانے میں تو ایک دو ہی دن رہ گئے ہیں بہت قلق ہوا۔

اسوقت بضرورت تبلیغ توکلاً علی اللہ تعالیٰ تمہیں بیعت کی اجازت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے میرے حسنِ ظن اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کو پورا فرمائے البتہ چند امور پر ضروری تنبیہ کرتا ہوں (۱) مولانا انعام الحسن صاحب کی حیات تک میوات اور نظام الدین میں کسی کو بیعت نہ کرنا، البتہ اگر مولانا انعام الحسن

صاحب کے بغیر تمہارا میوات کے علاوہ کہیں کا سفر ہو اور کوئی درخواست کرے تو ضرور کر لینا۔ معمولات کی پابندی ترقی کا زینہ ہے۔ جتنی پابندی کرو گے اتنی ہی انشاء اللہ تعالیٰ ترقیات ہوں گی۔ میں نے اپنے بڑوں میں حضرت گنگوہی اور حضرت مدنی رہ اور چچا جان کو اخیر تک ذکر بالجہر اہتمام سے کرتے پایا۔ مرض الوفات میں تینوں نے چھوڑا۔ ہردوا علیٰ حضرت رائے پوریان طویل بیمار رہے اس لیے ان کا دور ذکر بالجہر کا تو میں نے نہیں دیکھا البتہ حضرت گنگوہی رہ کا صبح کی نماز کے بعد دو گھنٹے کواڑ بند کرنا اور ظہر کے بعد ایک گھنٹہ۔ اور حضرت رائے پوری ثانی کا ظہر سے عصر تک نہایت اہتمام سے کواڑ بند رکھنا تو اخیر تک دیکھا کہ ان اوقات میں کوئی خاص سے خاص بھی اندر نہیں جا سکتا تھا۔ اگر بیماری یا ضعف کی وجہ سے جہر نہ ہو سکے تو بالسِّر معمول کو پورا کرنا بہت ضروری ہے۔ ارشاد الملوک اکمال الشیم اور صوفی اقبال کا اکابر کا سلوک تمہیں تو پڑھنا مشکل ہے کوئی ایسا شخص جو سلوک سے کچھ دلچسپی رکھتا ہو، اس سے کوئی وقت مقرر کر کے دس پندرہ منٹ ضرور سن لیا کرو۔ اور اگر مولانا عبید اللہ صاحب وقت دے سکیں تو پھر کیا ہی پوچھنا کہ ان کے سنانے میں ان کے انوار بھی شامل ہوں گے ــــــ

ام الامراض تکبر سے بہت ہی بچنا، سلوک میں یہ سم قاتل ہے۔ میرے والد صاحب کی پٹائی کے قصے تو ضرب المثل ہیں۔ اور یہ میں نے ان کی زبان سے ان سے مخفی خود میں نے بھی سنا کہ میں بعض دفعہ اس مصلحت سے مارتا ہوں کہ صاحبزادگی کا سور اخیر تک نہیں نکلا۔ تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اول تو تم صاحبزادے ہو، اور اس کے ساتھ مشیخت بھی مل گئی۔ اپنے کو بہت ہی ذلیل دل سے سمجھنا۔ ہم لوگ زبان سے تو اپنے کو حقیر فقیر بہت لکھتے ہیں مگر دل سے ایسا نہیں سمجھتے، اس کا بہت زیادہ خیال رکھیں۔ مجھے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ نے وصال سے تین دن پہلے ایک بہت اہم نصیحت کی تھی کہ اتباعِ سنت

کا بہت زیادہ اہتمام کیجیو! میں اپنے دوستوں کو اس کی بہت تاکید کرتا ہوں تم نے اس دفعہ سنا ہوگا۔ میرا لکھنے کو تو بہت جی چاہ رہا ہے مگر تمہیں میری حالت معلوم ہے نہ دماغ نہ حافظہ اتنے ہی پر قناعت کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری سعادت سے امید ہے کہ میرے تھوڑے لکھنے کو بہت اہتمام سے یاد رکھو گے عمل بھی کرو گے اللہ وفقنی وایاک لما یحب ویرضی

فقط والسلام

(حضرت شیخ الحدیث بقلم حبیب اللہ ۳ ربیع الاول ۹۸ھ (مدینہ منورہ)"

اس اجازت نامہ کے ساتھ حضرت شیخ کا جو گرامی نامہ مولانا انعام الحسن صاحب کے نام آیا اس کی چند سطور یہ ہیں۔

"میں نے بمصلحت تبلیغ جیسا ہارون کو اجازت دی تھی توکلاً علی اللہ اس کو بھی اجازت دی ہے، بہت ہی دعا کریں اللہ تعالیٰ استقامت ترقیات سے نوازے، آپ بھی توجہ اور دعا سے مدد فرمائیں۔ کچھ وقت میرے پاس زیادہ گذر جاتا تو اچھا تھا مگر آپ کے پاس رہنا انشاء اللہ میرے پاس رہنے کا نعم البدل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہت ہی ترقیات سے نوازے۔"

(مکتوب محررہ ۱۴ر فروری ۱۹۷۸ء از مدینہ منورہ)

یہ اجازت و خلافت مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ میں دی گئی تھی کہ آپ پہلے سے مدینہ منورہ مقیم تھے۔ ۱۲ر ربیع الاول ۱۳۹۸ھ (۲۰ر فروری ۱۹۷۸ء سہ شنبہ) میں دہلی واپس ہوئے اس اجازت و خلافت کے بعد حضرت مولانا نے ذکر و شغل اور احسان و سلوک سے وابستہ افراد کو آپ کی طرف مراجعت کا حکم فرمایا تھا۔ مولانا زبیر الحسن صاحب موصوف کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے سلسلہ میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب سے بھی اجازت بیعت و خلافت حاصل ہے۔

(۵) صادقہ خاتون۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ (۱۹ر دسمبر ۱۹۵۲ء) یوم جمعہ آپ کی تاریخ ولادت ہے۔ ۳ر رجب ۱۳۸۰ھ میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی مجلس میں آپ کا قرآن پاک ختم ہوا۔ حضرت شیخ مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب

بھی اس مجلس ختم میں تشریف فرما تھے ـــــ ۱۸ ر رمضان ۱۳۸۰ھ (۶ ر مارچ ۱۹۶۱ء پیر) میں پہلا روزہ رکھا۔ حضرت شیخ رح اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں۔

"آج صادقہ، طاہرہ، ریحانہ کے پہلا روزہ تھا۔ طاہرہ سب سے کم عمر ہے مگر بہت استقلال سے (روزہ) پورا کیا۔"

عمر کے سولہویں سال میں آپ کا نکاح ہوا۔ حضرت شیخ اس موقع پر تاریخ کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"۲۵ ر شوال ۱۳۸۸ھ چہارشنبہ کی صبح آٹھ بجے افتتاح بخاری کے بعد عزیزان زبیر و شاہد کا نکاح ہر ایک کا دوسرے کی بہن سے بعبارت مولانا انعام الحسن صاحب مہر فاطمی پر ہوا۔"

آپ بیتی میں اس نکاح کی مزید تفصیلات اس طرح درج ہیں۔

"شوال ۱۳۸۸ھ میں مولانا انعام، ہارون وغیرہ کا سفر حج متعین تھا اور اس ناکارہ کے حج کا مسئلہ ہمیشہ ہی بیم و رجا میں رہتا ہے اس وقت بھی میرے حج کا مسئلہ تھا۔ عزیز مولوی انعام نے مجھے دہلی سے لکھا کہ اگر آپ کا ارادہ سفر حجاز کا ہوگیا ہو تو عزیزان زبیر و شاہد کا نکاح پڑھتے آویں، میری شرکت کی وجہ سے تاخیر نہ کریں۔ آپ کی شرکت میری شرکت کا نعم البدل ہے لیکن اس وقت اس سیاہ کار کا سفر پختہ نہ ہوسکا تھا اور بعد میں ـــــ نظام الدین کی بعض ضروریات کی بنا پر جب اس ناکارہ کا سفر ملتوی ہوگیا تو مولانا انعام الحسن صاحب الوداع کے لیے تشریف لائے، ان کی آمد پر حکیم ایوب صاحب کی رائے ہوئی کہ دارالطلبہ جدید کی دارالحدیث کا افتتاح بھی اسی وقت ہو جائے۔ چنانچہ ۲۵ ر شوال ۱۳۸۸ھ یوم چہارشنبہ کی صبح کو اول اس سیاہ کار نے بخاری کا سبق شروع کرایا اور اس کے بعد عزیز مولوی انعام الحسن سلمہ نے دونوں نواسوں کا نکاح دونوں نواسوں کی بہنوں سے مہر فاطمی پر پڑھ دیا۔ خیال تو یہ تھا کہ رخصت بھی اسی وقت

کر دیں مگر چونکہ دونوں طلب علم میں مشغول تھے۔ مولوی انعام صاحب کا خیال ہوا کہ مبادا رخصتی تعلیم میں حارج ہو، میں نے کہا کہ تمہارا اور عزیز یوسف مرحوم کا تو طالب علمی میں نکاح ہوا اور طالب علمی کے زمانہ ہی میں رخصتی ہوئی تھی۔ مگر عزیز مولوی انعام الحسن سلمہ نے یوں کہا کہ اب دور بدل گیا اور صحیح کہا۔"

(آپ بیتی ج۲ ص۳۰۳، طبع جدید)

اہلیہ محترمہؒ کی وفات

حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی اہلیہ محترمہ کو وفات سے چند سال قبل مختلف امراض لاحق ہو گئے تھے۔ اختلاج قلب اور ذیابیطس کی وجہ سے جسمانی ضعف عمر کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔۔۔ یکے بعد دیگرے دونوں آنکھ کے آپریشن بھی موتیا بند کی وجہ سے ہوئے، جن میں ایک آنکھ کا آپریشن تو وفات سے تقریباً دو ماہ قبل ہی ہوا تھا۔ ان تمام تکالیف اور امراض کا اثر بھوک اور نیند پر بھی ہوا کہ دونوں برائے نام رہ گئیں۔ چونکہ گھٹنوں میں بھی درد کی شکایت رہتی تھی اس لیے چلنا پھرنا بھی ختم ہو کر آہستہ آہستہ بستر تک محدود ہو گئی تھیں، پنج وقتہ نماز کے لیے چوکی تک جانا دشوار ہوا تو نمازوں کی ادائیگی میں سہولت کے خیال سے پلنگ کے بجائے ایک بڑے تخت کو آرام اور اٹھنے بیٹھنے کے لیے منتخب کر لیا تھا۔ اور اسی پر آخر تک پنج وقتہ نماز اور یومیہ اوراد و وظائف کے معمولات پورے کرتی رہیں۔

بعد نماز فجر تلاوت قرآن پاک بعد نماز ظہر حصن حصین ۔۔۔۔۔۔

۔۔۔ اور شب میں نماز تہجد کا اہتمام اس علالت میں بھی پورے طور پر رہا، انتقال سے ہفتہ عشرہ قبل طبیعت زیادہ ناساز رہی لیکن صبر و تحمل کا یہ عالم تھا کہ عیادت اور تیمارداری کرنے والی مستورات کو بھی مرض کی سنگینی کا احساس نہ ہونے دیا اور رضا بالقضا کا مجسمہ بنی رہیں، کم و بیش ۲۴ گھنٹہ قبل سکوت اور انقطاع کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اسی حالت میں ۲۳/ مارچ ۱۹۸۸ء مطابق ۵/ شعبان ۱۴۰۸ھ نظام الدین دہلی میں وفات پائی۔

سہارنپور حادثہ کی اطلاع جناب الحاج کرامت اللہ صاحب کے ٹیلیفون سے ہوئی اسی وقت ہم لوگ دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔ ساڑھے تین بجے حضرت مولانا انعام الحسن

صاحب نے مرکز سے متصل عمارت ۲۲ کھمبے میں نماز جنازہ پڑھائی اور مرکز کی پچھلی عمارت میں تدفین عمل میں آئی۔ کہ اسی جگہ آپ کی بڑی ہمشیرہ خالہ ذکیہ اور والدہ محترمہ مولانا محمد یوسف صاحب نیز والدہ محترمہ مولانا محمد طلحہ صاحب اور مولانا محمد ہارون صاحب بھی آرام فرما ہیں۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ اَجْمَعِیْنَ۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب مرض وفات اور آخری لمحات کی تفصیل اپنے ایک مکتوب میں اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"والدہ صاحبہ کو ۲ دن پہلے سے کچھ بے چینی سر میں اور ہاتھ میں کافی ہو گئی تھی، بولنا بات کرنا بھی بند ہو گیا تھا کچھ کہنا تو چاہتی تھیں لیکن بولا نہیں جارہا تھا۔ منگل کے دن ڈاکٹر محسن نے کئی انجکشن بھی لگائے، گلوکوز بھی چڑھائی اور نمک کا پانی بھی دیا اس سے بھی طبیعت نہیں سنبھلی، بدھ کی رات بھی بڑی بے چینی تھی ایک منٹ کو بھی آنکھ نہ لگی۔ پھر پرسوں سات بج کر پچاس منٹ پر رخصت ہو گئیں۔ ایک دن پہلے تو اتنا سمجھ میں آتا تھا جو زبان سے کہتی تھیں کہ جلدی کرو، جلدی کرو اور دو دن پہلے سے سب جانے والوں کے نام لے لے کر کہتی تھیں کہ دیکھ یہ فلاں آیا یہ فلاں آیا۔ شیخ ابا، ماموں یوسف مولوی ہارون، والدہ مولوی طلحہ اور بھی اپنی والدہ اور اپنی بہنوں کو سب کو کہتی تھیں کہ سب آ گئے۔ انتقال کے وقت ایسا سکون اور ایسے چہرہ پر بشاشت تھی کہ چہرہ دیکھ دیکھ کر جی خوش ہوتا تھا۔ والدہ صاحبہ پر تو بہت ہی اثر ہے اور چھوٹی اماں سعد کی ہمشیرہ ان پر بھی خوب اثر ہے۔ ان سب میں سب سے زیادہ کمزور دل اور اختلاج قلب والا میں ہی ہوں لیکن اللہ نے اس وقت کچھ ایسی ہمت دی کہ بیان سے باہر ہے۔ الحمد للہ سارا کام اکثر میں نے ہی کیا ______ خواب میں تو ابھی تک کسی نے دیکھا نہیں لیکن ان کی بیماری و تکالیف اور مہمانوں کی خدمت وغیرہ اور ساری چیزوں کی وجہ سے امید ہے کہ انشاء اللہ خیر ہی سے ہوں گی۔ ویسے سکون بہت تھا

اور اب بھی خوب ہے نہ کسی قسم کی وحشت ہے نہ بحرانی کیفیت ہے بس ایک خلا ضرور ہو گیا ہے۔"

(اقتباس مکتوب بنام مولانا حکیم محمد الیاس صاحب سہارنپور)

اس سانحۂ ارتحال کا رنج وغم اور وحشت اثر خبر کی کسک ہندوستان و پاکستان سے تجاوز کرتے ہوئے عربستان اور انگلستان' افریقہ' یورپ اور دیگر ایشیائی ممالک تک پہونچی اور آنے والے تعزیتی خطوط اور ایصالِ ثواب کی تفصیلات سے اُس عنداللہ مقبولیت کا اندازہ ہوا جو اللہ کی نیک بندیوں کے لیے مخصوص ہے۔

مولانا حکیم شبیر احمد اعظمی اس سانحہ کے موقع پر مرکز نظام الدین موجود تھے وہ آنکھوں دیکھا حال اس طرح لکھتے ہیں:

"حضرت اماں جی رحمہا اللہ کے انتقال پُر ملال کی خبر اس وقت آئی جب کہ بنگلہ والی مسجد میں صبح کا بیان چل رہا تھا۔ مولانا احمد لاٹ صاحب بیان کر رہے تھے' بیان چلتا رہا اور تشکیل بھی ہوتی رہی' ظہر بعد تدفین کا اعلان ہوا سارا مرکز غم میں ڈوب گیا۔ تقریباً ۱۱½ بجے حضرت جی معمول کے مطابق جماعتوں کی روانگی اور مصافحہ کے لیے تشریف لائے' غم کے اثرات چہرہ پر نمایاں تھے بیان میں بھی بار بار رقت ہو جاتی تھی' بھرائی ہوئی آواز سے ارشاد فرماتے رہے' یہی حال دعا میں بھی رہا۔ دعا کے بعد جماعتوں کو رخصت فرمایا پھر ایک بڑے مجمع کو بیعت کیا۔ ظہر کے بعد مولانا اظہار الحسن صاحب نے فرمایا کہ بھائیو! ہماری یہ مسجد بہت سی خصوصیات کی حامل ہے' ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کے انتقال پر بھی اس مسجد کے معمولات اسی طرح چلتے رہتے ہیں' ان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اور حضرت مولانا محمد ہارون صاحب کے انتقال کے وقت بھی مسجد کے معمولات میں فرق نہیں آیا اور جماعتیں اللہ کے راستہ میں اسی طرح نکلتی رہیں۔ آج بھی ہمارے درمیان سے ایک اونچی ہستی کے اٹھ جانے کے باوجود

مسجد کے معمولات اسی طرح ہوتے رہے۔ اب انشاءاللہ ظہر کی سنتوں کے بعد تعلیم ہوگی۔ چنانچہ مولوی سلیمان جھانجی نے تعلیم کرائی، قرآن پاک اور احادیث شریف کا حلقہ ابھی چل ہی رہا تھا کہ جنازہ کی تیاری کی اطلاع ملی۔ ۴۰ کھمبے کی تاریخی عمارت کا میدان کھچا کھچ بھر گیا۔ جنازہ کو کندھا دینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی حضرت جی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور جس طرف طلبہ کا کھانا [illegible] ہے اور خاندان کی مستورات دفن ہیں، اسی جگہ تدفین عمل میں آئی۔ مٹی دیتے وقت بڑا مجمع تھا، کسی کی چپل چھوٹ گئی اور کسی کی ٹوپی گر گئی۔ اسی طرح شام کو مستقل دعا مولانا زبیر الحسن مدظلہ کرایا کرتے تھے، آج موصوف نے بھی بہت غمگین لہجے میں دعا کرائی شروع کی، عربی کی دعاؤں کے بعد جب اردو میں دعا کرانے لگے تو آواز بھرا گئی اور دعا کو مختصر کر کے ختم کر دیا۔"

چھٹا باب

شدید علالت اور نظام الدین

سے کاندھلہ منتقلی

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
ایک آگ سی ہے دل میں برابر لگی ہوئی

شدید علالت
اور
نظام الدین سے کاندھلہ منتقلی

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی وفات (۱۱ رجب ۱۳۶۳ھ ۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء) کے موقع پر مولانا انعام الحسن صاحب کی عمر چوبیس سال تھی۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ نظام الدین آگئے تھے اس لیے گویا پندرہ سال حضرت مولانا کی صحبت وتربیت اور خدمت واطاعت میں گذرے اس طویل عرصہ میں علوم دینیہ کی تکمیل کرکے بیعت واجازت حاصل کی۔ یہ زمانہ مولانا انعام الحسن صاحب کی صحت اور شباب کا زمانہ تھا کوئی طبعی عارض اور جسمانی مرض بھی نہیں تھا۔ لیکن حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی وفات کے بعد مختلف امراض نے آگھیرا جن کی نوعیت جسمانی تکلیف سے زیادہ روحانی کیفیات کی تھی۔

ان تکالیف یا کیفیات کی ابتدا نظام الدین میں ہوئی، اسی حالت میں کچھ عرصہ وہاں قیام کے بعد علاج میں سہولت وآسانی اور طبعی یکسوئی کے خیال سے آپ کاندھلہ منتقل ہوگئے۔

حاصل شدہ معلومات کے مطابق محرم ۱۳۶۶ھ کا پورا مہینہ حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور گزار کر ۸ صفر (۲ جنوری ۱۹۴۷ء) میں کاندھلہ آمد ہوئی۔ حضرت مولانا فخر الدین صاحب دہلوی اور

والد ماجد مولانا اکرام الحسن صاحب بھی سہارنپور سے آپ کے ساتھ کاندھلہ آئے۔ یہاں پہونچ کر جب علالت کا سلسلہ دراز ہوتا گیا تو پھر حضرت شیخ نے آپ کی اہلیہ محترمہ (والدہ مولانا زبیر الحسن صاحب) کو بھی ۱۸ر صفر (۱۴ر جنوری) میں آپ کے پاس کاندھلہ بھیج دیا۔۔۔ موصوفہ محترمہ اس موقع پر کم وبیش دو سال کاندھلہ مقیم رہیں۔

علالت کے اس طویل دور میں بڑے تسلسل واہتمام کے ساتھ اپنے تمام احوال اور اُس میں وقتاً فوقتاً ہونے والے جدید تغیرات کی تفصیلی اطلاعات حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو دیتے رہے۔ ان احوال وکیفیات کی شدت کم وبیش آٹھ سال رہی اور اس عرصہ میں آپ نے سو سے زائد خطوط حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو تحریر فرمائے۔ ان تمام خطوط کو غور وفکر سے پڑھنے پر اُن احوال وکیفیات کی جو نوعیت سامنے آتی ہے وہ مولانا کے الفاظ میں اس طرح ہے۔

- ایک تجلی سی دماغ پر پڑتی ہے اور دماغ کے راستہ سے ہوا لگتی ہے جس سے سوزش اور جلن تمام بدن میں سرایت کر جاتی ہے اور پھر جب تک وہ ہوا اسی طرح واپس نہیں نکل جاتی یہی حالت رہتی ہے۔
- قلب ہر چیز سے متاثر ہوتا ہے اور یہ تاثر تقریباً دو سو گز سے ہوتا رہتا ہے اس کے بعد جسم بالکل ٹھنڈا ہو کر سانس بند ہو جاتا ہے۔ صرف قرآن شریف ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے تھوڑی بہت دیر کو تسلی ہو جاتی ہے۔
- پہلے موت کے خیال سے صحابہ کرام اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ملنے کا اشتیاق ہوتا تھا۔ اب قلب موت کے خیال سے ہی اتنا ڈرتا ہے کہ سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔
- احادیث مرض کو دیکھتے رہنے سے نشاط اور سکون رہتا تھا۔ تبلیغی گفتگو اور مشوروں میں دل بستگی رہتی ہے۔
- اسم ذات کی زور زور سے آواز آتی ہے۔ سلطان الاذکار والی صورت آج (۴ر دسمبر ۱۹۴۶ء کی) رات میں پیش آئی۔ درود شریف کئی کئی ہزار مرتبہ پڑھ لیتا ہوں۔۔۔ "

حضرت رائے پوری سے صلاح ومشورہ

حضرت مولانا کی یہ طویل علالت جو ضعفِ قلب، بے چینی واضطراب اور تاثرات کے مختلف پہلو اور شکلیں لیے ہوئے تھی، سالہا سال تک دامن گیر رہی۔ والد ماجد مولانا اکرام الحسن صاحبؒ نے اس موقع پر بڑی دل سوزی وجانکاہی کے ساتھ ہمہ وقتی تیمار داری میں اپنی جانی مالی توانائیاں صرف فرمائیں۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اپنی تمام توجہات عالیہ کے باوصف حضرات اکابر بالخصوص حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرف متوجہ فرماتے رہے۔ مرض اور اس کی بدلتی ہوئی کیفیات سے بذریعہ خطوط دیوبند اور رائے پور اطلاع فرما کر دعاؤں کے لیے تحریر فرماتے رہے۔

ایک موقع پر حضرت شیخ کے مشورہ سے آپ نے اپنے حالات حضرت اقدس مدنی کی خدمت میں تحریر فرمائے جس کے جواب میں حضرت نے ایک علاج وتدبیر تحریر فرما کر درود شریف بکثرت پڑھتے رہنے کا مشورہ دیا۔

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر حضرت شیخ نے اس علالت کے روحانی ومعنوی اسباب پر حضرت اقدس رائے پوری سے مشورہ کے لیے یہ خط بھی تحریر فرمایا تھا:

"بحضرت اقدس ادام اللہ ظلال برکاتہ"

بعد سلام مسنون!

کئی دن سے حاضری کو چاہ رہا ہے مگر مہمانوں کا کچھ ہجوم سا رہا۔ انشاء اللہ میوات سے واپسی پر حاضری کا قصد ہے جس لیے اس وقت حاضری کا قصد کر رہا تھا وہ مولوی انعام کے خطوط ہیں، دو خط ان کی بیماری کے متعلق ہیں اور ایک خط ان کے حالات کے متعلق ہے، ان تینوں خطوط کا جواب حضرتِ اقدس اگر تحریر کرا دیں تو ان شاء اللہ ان کے لیے مزید ترقی کا سبب ہوگا۔ بچیاں سب بخیر ہیں، سلام مسنون عرض کرتی ہیں اور طالب دعا بھی ہیں حضرت سے ان کے لیے فلاح وصلاح کی خصوصی دعا کی ——— درخواست

ہے۔ فقط زکریا ۲۷ رجمادی الثانی ۱۳۶۵ھ ۲۹ مئی ۱۹۴۶ء"

مذکورہ گرامی نامہ کا جواب حضرت اقدس رائے پوری نے یہ تحریر فرمایا۔

"از احقر عبد القادر

سیدی ومولائی حضرت اقدس مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت کیا عرض کروں۔ حضرت معلوم نہیں کیا سمجھ رہے ہیں، معلوم نہیں کیا دنیا سے الگ ہو رہا ہے، احقر میں نہ عقل ہے نہ سمجھ ہے نہ لیاقت ہے نہ خلوص، ملفوف میں جو حضرت نے بھیجا ہے اس کو خوب غور سے پڑھا۔ اگر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تو خود حضرت ہی سے پوچھتا۔ میں تو بہت ہی کودن ہوں، میں تو ہمیشہ ان بچوں (مولانا محمد یوسف ومولانا محمد انعام الحسن) کو دیکھ کر یہ پڑھا کرتا ہوں ۔

هنيئاً لارباب النعيم نعيمهم
وللعاشق المسكين ما يتجرع

بچوں کو اور آپ کو دیکھ کر سرسری خیال میں جو گزرا ہے وہ عرض ہے۔

یہ حالات آثار ذکر معلوم ہوتے ہیں اور بہت مبارک۔ مگر چونکہ اعضاء بہت ضعیف ہیں اس وجہ سے وہ مرض کی صورت پر آگئے ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ ان کو اپنے شیوخ سے واقعی محبت ہے اور اس کی یہ کیفیت ہے اور دونوں نسبتوں کا فرق وہ خود محسوس کر ہی رہے ہیں۔ مبارک ہو ان کو باقی احقر کے خیال میں تو یہی ہے۔ اگر اعضاء طاقتور ہوتے تو سنبھال لیتے۔ باقی علاج سے غفلت نہ ہو، علاج۔ ضرور۔ کرنا چاہیے۔ فقط والسلام

از رائے پور۔ ۲۹ رجمادی الثانی ۱۳۶۵ھ"

اس گرامی نامہ کے سات ماہ بعد حضرت شیخ کی طرف سے دعاؤں کی گذارش کے جواب میں یہ تحریر فرمایا

"مولانا مولوی انعام الحسن صاحب کی بیماری کے متعلق دعا، ہے کہ اگر ظاہری ہے تو اللہ تبارک وتعالےٰ شفا نصیب فرمائیں، اور اگر روحانی ہے تو اس کا نتیجہ خدا کرے گا "تو اچھا نکل آوے گا"۔

(مکتوب از رائے پور، محررہ ۲۹ر محرم ۱۳۶۶ھ (۲۶ر دسمبر ۱۹۴۶ء)

حضرت شیخ کے نام دو مکتوب

ان احوال وکیفیات کے موقع آپ نے حضرت شیخ کو بہت سے خطوط تحریر فرمائے، ان میں سے دو گرامی نامے یہاں پیش کیئے جاتے ہیں!

پہلا مکتوب جس میں آپ نے مرض کا آغاز اوراس کی ابتدائی تاریخ وتفصیل تحریر فرمائی، یہ ہے:

"مخدوم مکرم معظم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

چہار شنبہ کا تحریر فرمودہ والا نامہ شنبہ کی شام کو ملا کل باوجود ارادہ کے طبیعت ایسی رہی کہ تحریر نہ کر سکا۔ ابتدائے مرض کی صورت یہ ہوئی کہ سہارنپور سے واپسی پر بات کرتے وقت رونگٹا کھڑا ہو جاتا تھا۔ نظام الدین آکر ذکر بھی تقریباً دس ہزار یومیہ ہو جاتا تھا اور مذاکرہ بھی دو گھنٹہ تک کر لیتا تھا اور تمام کام بھی کر لیتا تھا، بدن میں ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے بجلی دوڑ رہی ہو بعض مرتبہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اڑنے لگوں۔ دس بارہ روز تک یہ کیفیت رہی۔ جمعرات کی شام کو جب کہ جمعہ کو براہ سہارنپور رحیم آباد جانا تھا سہارنپور کا اشتیاق تھا، ظہر کے بعد سے جمعرات کو آنے والوں کی آمد کثرت سے تھی، گفتگوئیں بھی ہوتی رہیں۔ مغرب کے بعد پاس انفاس کر رہا تھا کہ ایک دم ایسا محسوس ہوا کہ اندر سے بادل اٹھتے چلے جا رہے ہیں، ضبط کرنے کی کوشش کی مگر بیٹھا نہ گیا، اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اور مسلسل دو گھنٹے یہ کیفیت رہی۔ عشاء کی نماز بہت ہمت سے پڑھی نہ بیٹھتے چین آتا تھا نہ کھڑے

ایک فضائی کیفیت تھی۔ عشاء کے بعد تقریباً بارہ بجے نیند آگئی اور سو گیا، دو روز یہ کیفیت رہی، قلب کی حالت یہ رہی کہ اگر کسی کو ذکار بھی آجاتی تو لرز جاتا تھا ان ایام میں موت کا استحضار اس قدر تھا کہ وہ مستقل ایک چیز بنا ہوا تھا ——— ——— اس کے بعد پڑھنا پڑھانا سب چھوٹ گیا، اور اب تک سب چھوٹا ہوا ہے۔ والسلام انعام الحسن عفرلہٗ"

(ہر ڈاک خانہ ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء مطابق ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ)

حضرت شیخ کے نام حضرت مولانا کا دوسرا خط وہ ہے جو جنوری ۱۹۴۸ء میں کاندھلہ سے لکھا گیا، یہ خط چوبیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس خط میں جو دراصل حضرت مولانا کی آپ بیتی جگ بیتی ہے، کہیں جزع فزع ہے اور کہیں رضا بالقضا ہے، کہیں شکستگی اور مایوسی ہے اور کہیں اطمینان و امید ہے، کہیں یاس ہے اور کہیں آس ہے، کہیں حق تعالیٰ شانہٗ پر کمالِ اعتماد ہے اور کہیں اُن کی شان بے نیازی اور استغنا کا خوف ہے۔ غرض عجیب و غریب رونگٹے کھڑے کر دینے والی کیفیات پر یہ خط مشتمل ہے۔ یہاں بہت احتیاط کے ساتھ اس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔

"مکرم معظم محترم مدظلکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خیال تھا کہ سمع خراشی اور تضییع وقت نہ کروں کہ بندہ اپنے مرحلہ اور قضیہ کو اسباب ظاہریہ کے اعتبار سے ایک لاینحل مسئلہ سمجھتا ہے ویسے حق تعالیٰ شانہٗ عم نوالہٗ بطور اعجاز کے کوئی غیبی صورت پیدا فرمادیں تو اس کی شان ہے۔ بندہ جب سابقہ بیماری سے نیم فارغ ہو کر سہارنپور حاضر ہوا اور پھر رائے پور حاضری بہم رکابی جناب ہوئی تو راستہ میں اس دور ثانیہ کی ابتداء ہوئی، اور اسی وقت بندہ کے قلب پر ایک گونہ پریشانی اور تشتت سا محسوس ہوا۔ رائے پور سے واپسی پر بندہ نظام الدین میں اپنے علمی مشغلہ میں مشغول ہوا، کئی روز کے بعد ایک تبلیغی گفتگو میں جو محراب خاں خورد سے ہوئی، ایک روئی کا ساگالا منہ

میں محسوس ہوا، اور وہ گفتگو نرم نرم صورت سے ہوتی رہی اور وہ ختم ہو گیا
بندہ نے ذکر کاندھلہ میں بھی جاری رکھا اور نظام الدین میں بھی جاری رہا۔
ضعف دماغ کی وجہ سے بجائے ذکر کے ترک کرنے کے بات کرنا بندہ نے
بند کیا، کہ بجائے بات کے ذکر کرنا چاہیے۔ چنانچہ ذکر خفی کرتا رہا، اور رمضان
میں سوائے قرآن اور ذکر کے کسی چیز کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ ـــــ غالباً
۷، رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ کو جناب کی تشریف آوری ہوئی۔ ۲۰ رمضان سے
بندہ نے اعتکاف کیا، اس میں دو باتیں پیش آئیں۔ ایک مرتبہ یہ محسوس ہوا
کہ کوئی پھل آم کی شکل کا اور شہد کا مزہ بندہ کھا رہا ہے۔ دوسری بات یہ
پیش آئی کہ تایا رؤف الحسن مرحوم کی وفات کی خبر ایک آواز سے معلوم ہوئی
کہ کوئی کہتا ہے کہ ان کا انتقال ہو گیا، اگلے روز اس خبر کی تصدیق ڈاک
کے ذریعہ ہو گئی، بندہ کو ان چیزوں سے بڑا رنج ہوا، حد سے زیادہ۔
اللہ سے دعا کی کہ اتباع چاہیے یہ چیزیں نہیں چاہیئے۔ ۲۷ رمضان المبارک
کو یہ پیش آیا۔ جب صبح کو سو کر اٹھا تو دماغ اور تمام بدن جکڑا ہوا محسوس
ہوا۔ ہر وقت ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ
تقریر فرما رہے ہیں، اس خیال سے ایک گنا کیف سا محسوس ہوتا تھا چنانچہ
کام میں لگا رہا، تقریباً ۱۵ روز کے بعد بندہ اور حافظ فخر الدین و حافظ مقبول
مولوی یوسف سہارنپور حاضر ہوئے، وہاں سے رائے پور اور وہاں سے
واپس آکر نظام الدین چلے گئے۔ نظام الدین پہونچ کر تبلیغ سے ایک یاس
اور اپنی ناکارگی اور یہ کہ یہ کام تنہا کیسے کس طرح ہوگا، خیال آتے رہے
لیکن اپنے کو سمجھاتے ہوئے کہ کام تو کرنا ہی ہے مشغول رہا، تو مغرب کے
بعد منہ سے ایک دھواں سا نکلا جس سے معلوم ہوا ـــ کہ یہ یاس نکلی ہے
اور پھر کچھ نہیں ہوا۔ ایک تغیر یہ محسوس ہوا کہ محبت رسول کا کچھ احساس ہوا۔
اس سے پہلے ذاتِ خداوندی سے تعلق اپنے زعم کے مطابق محسوس ہوتا

تھا اور ایک جکڑی ہوئی سی کیفیت بدن کی محسوس ہوتی تھی تبلیغی گفتگو یا تبلیغی کام کسی بھی کام کے مقابلہ میں بغیر کسی چیز کی پرواہ کیے کرنا رہتا تھا کہ اپنے زعم میں مقصود وہی کام تھا اور ذکر کی مقدار بالجہر چار ہزار اور کبھی آٹھ ہزار ہوا کثر و بیشتر آٹھ ہی ہزار کی مقدار میں ہوتا تھا کرتا تھا کتب بینی کے وقت ایک مرتبہ یہ محسوس ہوا کہ بدن کی جکڑ بندی کھل گئی اور مطالعہ کے وقت یہ محسوس ہوتا جیسے کہ علم بھی ایک پانی ہے، اس میں پھر یہ کیفیت ہوئی کہ بات کرنے پر قابو نہ رہا۔ چنانچہ بات کو ترک کر کے ذکر کے مقدار بڑھادی اور ہر وقت چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ذکر خفی کرتا رہا۔ ایک شخص نے جو دہلی کے تھے میرے متعلق یہ کہا کہ اس شخص کی خاموشی سے میرے اوپر بڑا اثر پڑ رہا ہے، اس کیفیت میں بندہ و مولوی یوسف سہارنپور حاضر ہوئے مغرب کے بعد کچے گھر میں بندہ و مولوی یوسف، حافظ مقبول و مولوی افتخار موجود تھے کہ ایک دم بندہ کو بشاشت محسوس ہو کر استقلال کی سی کیفیت ہو گئی، پھر گفتگو اور بول چال اسی وقت سے شروع ہو گئی۔ بندہ نے اپنی اس کیفیت کا تذکرہ حافظ مقبول حسن صاحب سے کر کے عرض کیا کہ ان سب چیزوں کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دو نسبتیں حاصل ہوں۔ نظام الدین پہونچ کر بندہ رات کو کتاب سنا رہا تھا تو ایسا محسوس ہوا کہ جو کیفیت سہارنپور میں پیدا ہوئی تھی وہ منہ کے راستہ سے ختم ہو گئی۔ اس کیفیت کے بعد اگرچہ لفظاً ہر خوش تھا مگر یہ رنج تھا کہ قلب میں گداز اور نرمی نہیں، اس سے ایک کلفت تھی، اس وقت ذکر کی مقدار ۱۲ ہزار مرتبہ سے زائد کر دی تھی۔ اس دوران میوات جانا ہوا وہاں پر لوگوں سے باہر نکلنے پر بندہ گفتگو کر رہا تھا تو قلب میں ایک پر کیف بے چینی محسوس ہونے لگی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ایک جلسہ میں جانا ہوا تھا تو اس مقام پر پہونچ کر قلب کی یہ کیفیت ہوئی تھی اور قلب جاری ہو گیا تھا اسی اثنا میں لکھنؤ جانا ہوا تیسرے روز ندوہ کی مسجد میں جب کہ مولوی یوسف

وغیرہ تین روز کے مسلسل تعب اور شب بیداری کے بعد سونے کے لیے لیٹ گئے تھے، میں نے ذکر شروع کر دیا، اس میں گداز محسوس ہوا، پھر نظام الدین پہونچ کر کچھ عرصہ بعد جناب اور حضرت رائے پوری مدظلہما نظام الدین تشریف لائے، آتے ہی جو آپ سے ملاقات ہوئی، تو محسوس ہوا کہ ایک آگ کی سلائی منہ میں گھسی جس سے بندہ گھبرا گیا۔ اسی دوران میں حضرت اور جناب باہر مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور بندہ اوپر ذکر رہا تھا۔ اسی دوران قیام میں جمعہ کی شب کو بندہ کا تمام بدن روشن ہو گیا اور ایک مزہ کی کیفیت تقریباً دو گھنٹہ تک رہی، آپ کی تشریف بری کے بعد بندہ اور مولوی یوسف دو تین روز بعد نئی دہلی اسٹیشن پر گئے، صرف ہم دونوں ہی تھے پاس انفاس جاری تھا کہ ایک دم اندر میں حرکت محسوس ہوئی، طبیعت کو فکر ہوا، بندہ نے ہمیشہ اسٹیشنوں پر پاس انفاس کی مشق کی کہ یہ سب سے زیادہ انتشار کی جگہ معلوم ہوتی تھی۔ ایک روز شام کو حجرے میں کواڑ بند کیے ہوئے مشورہ کر رہے تھے کہ ایک دم اندرون میں سے کثیر مقدار میں انوارات کا خروج ہوا اور قلب میں بھی کمزوری محسوس ہوئی، افسوس بھی ہوا، مگر یہ سمجھا کر کہ مقصد لگے رہنا ہے تسلی ہو گئی اور پھر بدستور مشغول ہو گئے مگر اب پاس انفاس کو بتکلف جاری رکھا، غالباً دو روز کے بعد پھر قابو میں آیا اور بلا تکلف ہر جگہ متوجہ رہا اور سکون و اطمینان بھی رہا۔ چند روز کے بعد مشورہ کرنے کے لیے سہارنپور حاضری ہوئی اور کاندھلہ کو ہوتا ہوا نظام الدین واپس پہونچا، نظام الدین پہونچ کر جو ذکر شروع کیا تو محسوس ہوا کہ رانوں پر انگارے سے رکھے ہوئے ہیں، ایک روز ذکر میں اس کا زیادہ احساس ہوا تو بے ساختہ منہ سے یہ نکلا کہ یہ تو بس کا نہیں اور ہلکے ہلکے پھوکے ذکر میں مشغول ہو گیا پھر سکون ہو گیا اور وہ سکون بڑھتا رہا، اس دوران میں اس بات کی کوشش کی کہ حضرتؒ کی جو عادات ضابطہ کے درجہ میں تھی، ان پر عمل کی کوشش کی جائے

چنانچہ ان اللہ یعطی علی الرفق مالایعطی علی العنف پر عمل کرنے کی کوشش کی اور یہ تہیہ کیا کہ کسی سے سختی سے نہ بولنا چاہئے۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے پورا اگر نہیں تو بہت کچھ اس میں قابو رہا۔ اور پھر ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء پر عمل کی کوشش کی جس سے ایک ہمدردی خلق کا اپنے زعم میں احساس ہوا، اسی دوران پھر سہارنپور حاضر ہوا، وہاں سے روانہ ہو کر کاندھلہ جانا ہوا کاندھلہ میں ظہر کے بعد تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، شام کو مغرب کے بعد ذکر کیا، جمعرات کو نظام الدین گیا۔ جمعرات کے روز دوپہر کے بعد حجرے میں مجمع تھا مولوی یوسف تقریر کر رہے تھے اور بندہ بیٹھا ہوا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ یہ تقریر قلب پر پڑ رہی ہے مغرب بعد پاس انفاس کر لینے کے بعد قوت سے اپنے آپ کو روکے ہوئے بیٹھا تھا یہ خیال آیا کہ یہ عبدیت کے خلاف ہے عاجزی اور تواضع کے ساتھ اپنی ہیئت کو رکھنا چاہئے۔ اس خیال کے بعد اپنی ہیئت میں عاجزی کا اور مسکینی کا اظہار کیا تو ایک دھواں سا قلب کے نیچے سے نکلنا شروع ہوا مولوی یوسف کے پاس جا کر بیٹھا کہ شاید ان کی تقریرات سے یہ طوفان بند ہو مگر کچھ نہ ہوا۔ سڑک پر ٹہلتا رہا مگر بے سود رہا۔ مسجد کی چھت پر جا کر لیٹ گیا عشاء کی نماز مشکل سے ادا کی اور سو گیا صبح کو وہ ہمہمی نہ تھی مگر گاہ گاہ رونا رہتا تھا اور قلب کی یہ حالت تھی جیسا کہ بہت تھکا ہوا ہو، اسی روز شام کو دہلی جانا ہوا، مغرب کی نماز کے بعد پھر یہ کیفیت ہوئی بندہ مسجد ہی میں ٹھہر گیا اور مولوی یوسف کام کر کے واپس آ گئے۔

جب مولوی یوسف قلات وغیرہ کے سفر میں رہے جس میں تقریباً ۲۲ روز باہر قیام رہا، اس دوران میں بندہ نے حالات صحابہ کا بکثرت مطالعہ کیا، کنز العمال اور بیہقی کی صفۃ الصفوہ وغیرہ سب دیکھ ڈالی، اسی عرصہ میں جناب کا والا نامہ بندہ کے عریضہ کے جواب میں آیا تو اس میں

صرف ترقیات کی مبارک بادی تھی اور کچھ نہ تھا۔ پھر نوح کے جلسہ میں جناب تشریف لائے اور نوح سے واپسی میں بندہ بھی آپ کی ہمراہی میں کاندھلہ روانہ ہو گیا۔ راستہ میں مغرب کی نماز پڑھی تو پاؤں لڑکھڑانے لگے پھر رات کو کاندھلہ پہونچے۔ مسجد میں ایک پلنگ پر بندہ اور مولوی یوسف لیٹے تو پھر وہ خفیف سا دھواں پھر نکلا۔ اگلے روز آپ سہارنپور اور مولوی یوسف دہلی چلے گئے اور بندہ اپنے اسی حال میں کاندھلہ مقیم رہا۔ کاندھلہ میں یہ بات پیش آئی کہ ایک دم دماغ کو گرم گرم ہوا چڑھ جاتی تھی اور پھر رات کو سونے کے لیے جب لیٹتا تھا تو دماغ پر ایسی تکلیف ہوتی تھی جیسے ایک ایک ہڈی کو وہ قوت توڑ دے گی۔

حضرت (مولانا الیاس صاحبؒ) کے زمانہ میں کاندھلہ سے نظام الدین ارادہ کرنے کے بعد بہت رعب پڑتا تھا آٹھ نو روز بعد نظام الدین جانا ہوا غالباً یہ جمعرات کا روز تھا۔ جمعہ کے روز جب خطبہ ہو رہا تھا اور خلفاء اربعہ کا تذکرہ آیا تو ایک پردہ سا ہٹتا ہوا محسوس ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ جیسے کسی نے بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا ہو، ایک روز رمضان المبارک میں آپ اپنے معتکف میں تھے اور بندہ ظہر کے بعد معتکف میں کلام اللہ شریف لے کر بیٹھ گیا، آپ کی کچھ عرصہ بعد آنکھ کھلی تو اپنے برابر بلا کر بٹھا لیا اس وقت ایسا محسوس ہوا کہ جیسے جگر کٹ جائے گا۔ تمام رمضان المبارک اسی حالت میں گذر گیا لیکن طبیعت پر بڑا اثر اپنے کچھ نہ کرنے کا تھا اور یہ پہلا رمضان تھا کہ قرآن شریف ختم ہونے کے بعد سے قرآن شریف نہ سنایا ہو آپ ختم رمضان کے بعد واپس سہارنپور تشریف لے آئے جس وقت آپ موٹر پر سوار ہوئے اس وقت پھر رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ منگل کے روز حالت حزن کی رہی، اس دوران میں قلب کی یہ حالت ہوئی کہ کپڑا پڑا ہوا بھی گراں گذرتا تھا اور قلب پر دوسرے کی گفتگو سے ایک ہوا

بھر جاتی تھی لیکن قلب اپنی جگہ پر ساکت و صامت مرکوز تھا۔ کچھ عرصہ بعد قلب میں کچھ حرکت سی ہونے لگی اور پھر یہ کیفیت، کہ بات کرتے وقت قلب سے ایک چیخ نکلنے کو ہو جاتی تھی۔ اسی دوران میں جامعہ جوبلی کے وقت حضرت (رائے پوری) اور جناب تشریف لائے۔ دوران قیام میں ایک روز عصر کی نماز میں ایسا محسوس ہوا جیسا کہ قلب کو کسی تیز چیز سے چیر دیا گیا ہو، لیکن اس کے بعد فوراً ہی یہ محسوس ہوا جیسا کہ بہت سکون ہو گیا، اور پھر ایک مرتبہ آپ نے اور ایک مرتبہ حضرت (رائے پوری) نے تیز قسم کی توجہ فرمائی۔ اگلے روز تمام دن گریہ کی حالت رہی۔ بعض حضرات کا اثر قلب پر تیر کی مانند ہوتا تھا جس سے گرمی اور خشکی ہوتی تھی لیکن دو ڈھائی پارے پڑھنے سے وہ حالت قابو میں آجاتی تھی، لیکن انتہائی متوجہ اور حفاظت سے وہ قائم بھی رہتی تھی۔ تمام رمضان قلب کی یہ حالت رہی کہ قلب پر جو اثرات ہوتے تھے قلب ان کو برداشت کر لیتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد قلب ایک حالت پر قائم ہو گیا اسی میں حضرت مدنی کی تشریف آوری ہوئی، بہت ڈر تھا کہ کس طرح ملاقات کروں گا مگر ملاقات کی اور حضرت کا اثر تین چار روز تک رہا لیکن وہ اثر بھی زائل ہو گیا، پھر وہی روزمرہ کی کیفیت ہو گئی۔ موت کا ڈر انتہائی غالب ہو گیا حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا ورد رہا۔ مغرب کے بعد کتاب الجنائز بھی دیکھتے ہوئے ڈر لگتا تھا۔ قیام کاندھلہ میں یہ حالت تھی کہ مسجد میں سوتا تھا تو بازار کے اثرات دماغ میں متوجہ رہتے تھے۔ عصر کے وقت بندہ گھر میں وضو کر رہا تھا تو ایسا محسوس ہوا کہ سینہ کشادہ ہوتا چلا گیا، رات کو اپنے کوٹھے میں لیٹ گیا آنکھ لگ گئی، تہجد کے وقت آنکھ کھلی تو آپ کی توجہ مرطوب محسوس ہوئی اور تمام دن آپ کی توجہات کا مرکز بنا رہا۔

مقدرات تدابیر پر خندہ زن ہیں، بہت اپنے آپ کو صبر کی تلقین کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سب مقدرات ہیں لیکن قلب بالکل بے کار اور اطمینان

مفقود صبر بھی نہیں اور تحمل بھی نہیں۔ آپ کی حیثیت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد سے دوسری ہو گئی کہ جس میں لب بند و ہوش بند و گوش بند کے سوا کوئی صورت نہیں، تکلیف و بیماری جن سے اللہ کے فضل سے تیس سال تک بالکل ناآشنا رہے اب چارہ نہیں، رنج و غم اگر ہوا بھی تو اطمینان قلبی موجود رہا، بندہ کو یہ بھی یقین ہے کہ یہ صورت جو پیش آئی یعنی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بعد بیماری سے غیر محسوس طور پر حضرت کے سامنے کی حالت کا زوال اور پھر دوبارہ لگنے کی صورت کے موجودہ حالات یہ سب اللہ کی طرف سے پیش آرہا ہے نا معلوم کیا مقدر ہے۔

بندہ کے ذہن میں بیماری کا علاج یہ ہے کہ کوئی حالت قائم ہو جسمانی قوت اتنی نہیں کہ وہ سنبھال لے اور ان حالات کو برداشت کر لے ۔۔۔ اور روحانی کوئی حالت ہے نہیں جس پر استقرار ہو جائے، کچھ یہ حالت پیدا ہو اور کچھ جسمانی علاج معالجہ ہو تو شاید زندگی کی کوئی صورت نکلے۔

اتنی طویل و عریض تحریر سے سوائے آپ کے اوقات کو ضائع کرنے کے اور کوئی فائدہ نہیں حق تعالیٰ شانہٗ معاف فرمائے۔ اس سب کے باوجود طبیعت میں یہ ہے کہ موجودہ حالت کو میں بیان نہیں کر سکا یعنی ایک حالت کے وقت دوسری حالت کے زوال سے جو کیفیتیں ہوتی ہیں وہ بیان میں نہیں آئیں۔

ناکارۂ دوجہاں محمد انعام الحسن غفرلہٗ

[مہر ڈاک خانہ ۲۰ر جنوری ۱۹۴۸ء
مطابق ۸ر ربیع الاول ۱۳۶۷ھ]

دو نسبتیں اور ان میں باہمی فرق

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اپنی اس طویل علالت کی دو نسبتوں (یعنی نسبت رشیدیہ خلیلیہ بواسطہ حضرت شیخ اور نسبت رشیدیہ و خلیلیہ بواسطہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب) کے درمیان ہونے والی کشاکش محسوس فرماتے تھے۔ اسی احساس کے تحت آپ نے ذیل کا خط حضرت

اقدس شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے نام تحریر فرمایا،

نشنبہ نظام الدین دہلی۔

مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کچھ روز سے ایک خیال چکر دماغ میں لگاتا رہا لیکن کچھ اہمیت نہ ہونے کی بنا پر کبھی عرض کی نوبت نہ آئی، آج خیال ہوا کہ عرض کر دیا جائے اور تصویب وتغلیط کے ذریعہ سے یکسوئی حاصل ہو کئی مرتبہ سے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ جس وقت جناب کے پاس حاضری ہوتی ہے تو واپسی کے بعد طبیعت خلوت سے بہت مانوس اور مجمع سے انتہائی وحشت ہوتی ہے اور تصور یہی اکثر وبیشتر جناب عالی کا ہوتا ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد تصور میں اپنے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے رہتے ہیں اور ان دونوں حالتوں میں فرق صاف محسوس ہوتا ہے، پہلی حالت میں حرارت اور ایک قسم کا تصلب اور بے چینی اور اختلاط سے وحشت دوسری حالت میں ذوق وشوق اور ایک قسم کی خنکی لیکن ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تغیر کی صورتیں اب تک دو، تین ذہن میں ہیں۔ پہلی مرتبہ یہ کیفیت ہوئی کہ بیٹھے بیٹھے ایسا محسوس ہوا جیسا کہ کوئی چیز نہایت سکون کی گھیرے ہوئے ہے اور بہت مزے کی پھر گھنٹہ بھر بعد یہ کیفیت جاکر پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ والی کیفیت اپنے خیال میں شروع ہو گئی۔ یہ اس مرتبہ کا واقعہ ہے جب کہ حضرت رائے پوری مدظلہ العالی کی تشریف آوری نظام الدین ہوئی تھی اس کے بعد بندہ جب سہارنپور حاضر ہوا، ایک شب کے لیے اس کی واپسی کے بعد یہ کیفیت ہوئی کہ گویا خلوتی کیفیت قلب کی ایک جانب ہے اور داہنی جانب کیفیت ثانیہ والی قلبی کیفیت ایک جگہ مستقر ہے۔ اس وقت جو کیفیت ہے وہ یہ کہ داہنی جانب اور دماغ میں گرمی ہے، قلب میں نہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسا کہ کچھ تھکا ہوا ہو، یہ

بھی ضروری ہے کہ ہر سہ مرتبہ جو یہ صورت پیش آئی مغرب کے بعد آئی، بیماری کی کیفیت بھی یہ ہے کہ صورت اولیٰ میں حرارت اور تبخیر کا غلبہ ہوجاتا ہے، اور صورت ثانیہ میں سکون وغیرہ۔ کئی مرتبہ یہ خیال ہوا کہ نظام الدین میں قیام کے وقت یکسو رہ کر ایک طرف چلا جائے لیکن یہ یہاں کے قیام میں دشوار ہے اس میں بعض مرتبہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی صورت سامنے آکر یہ کیفیت پیدا ہوئی، بعض مرتبہ بغیر کسی صورت مثالیہ کے ان ہر دو حالتوں کے ذکر میں بھی کچھ تفاوت ہے۔ پہلی حالت میں گرمی کی شدت اور صلابت دوسری کیفیت ذات خداوندی کا استحضار اور سکون۔ پہلی کیفیت میں ذکر کی طرف طبیعت زیادہ راغب ہوتی ہے، دوسری میں مذاکرہ علمیہ تبلیغیہ کی طرف چونکہ کبھی اس قسم کے احوال بیان کرنے کی نوبت نہیں آئی، واقف بھی نہیں، اس لیے خیال ہوا کہ آیا توہمات ہیں یا کیا صورت ہے، دعا کی درخواست ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ عم نوالہٗ ایمان نصیب فرما کر انجام بخیر فرمائیں۔ فقط والسلام

ناکارہ دوجہاں انعام الحسن غفرلہٗ

اہلیہ محترمہ کے نام تسلی کے خطوط

علالت کے اس طویل عرصہ میں اہلیہ محترمہ رحمہا ذاکرہ صاحبہ مستقل طور سے کاندھلہ رہیں، حضرت شیخ نے اس موقع پر حسب مشفقانہ و مربیانہ انداز سے آپ کو صبر و تحمل، خود اعتمادی دعائی لو لگی، تیمارداری کی اہمیت اور اس کی نزاکت کی تلقین فرماتے ہوئے عجز و انکساری، تسلیم و رضا، تبتل و انقطاع اور اعمال حسنہ میں مشغولیت بلکہ اس میں محو و مستغرق ہو جانے کا جو انتہائی لطیف اور اعلیٰ سبق آپ کو دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ہمارے ذخیرۂ نوادرات میں ایسے خطوط معتدبہ تعداد میں محفوظ ہیں، اور ان سے چند اقتباسات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

● اس سے بڑی خوشی ہوئی، تم نے لکھا کہ اب تو مرنے کا فکر ہر وقت سوار رہتا ہے، یہ بہت اچھی بات ہے، اگر —— بیماری وغیرہ یا خاوند کی خدمت کی وجہ سے

وظیفہ نہ ہو سکے تو کوئی مضائقہ نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کا ارادہ اور کوشش رہنی چاہیے، زکوٰۃ کا حساب ضرور رکھنا چاہیے اور کہیں یادداشت لکھنا چاہیے کہ اتنا دیا گیا اتنا باقی ہے۔ (مکتوب محررہ ۱۶ر محرم ۱۳۹۶ھ)

● تمہاری پریشانی کا اکثر خیال رہتا ہے اگرچہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ بیماری وغیرہ عوارض آدمی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کے ہر فعل میں حکمت ہوتی ہے ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، بندے کا کام صبر و شکر سے خیر کی دعاء مانگتے رہنا ہے، متفکر ہونے کے بجائے اللہ جل شانہٗ سے بار بار دعاء کرتی رہا کرو کہ اس کا نفع بہت زیادہ ہے اگر ظاہر میں دعاء قبول ہونے کے آثار نظر نہ آتے ہوں جب بھی ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دعاء قبول نہیں ہوتی، وہ تو ان شاء اللہ ضرور قبول ہوتی ہے اس کے اثرات جس صورت میں بھی ظاہر ہوں اور چاہے ہماری نگاہ میں نہ بھی ظاہر ہوں۔ (محررہ ۳ر ربیع الاول ۱۳۹۶ھ)

● تمہاری پریشانی ایسی چیز نہیں جس سے میں بے فکر یا بے خبر ہوں، مگر خالی فکر سے کیا ہوتا ہے، ہر چیز اللہ جل شانہٗ کے قبضہ و قدرت میں ہے اس سے تم بھی مانگتی رہو میں بھی دعاء کرتا ہوں۔

● رمضان المبارک کی بالکل فکر نہ کرو، بیمار خاوند کی خدمت نوافل عبادت سے بھی بہت افضل ہے اور جب اس وجہ سے وہ ترک ہوں تو ان شاء اللہ اس کا ثواب مستقل ملے گا، اتنا تو سوچو کہ اللہ جل شانہٗ نے تمہیں ساری عمر بڑی راحت اور بے فکری سے رکھا اگر کچھ دن کے لیے کوئی پریشانی لاحق ہو گئی جو دنیا کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں، تو اس کی وجہ سے اللہ جل شانہٗ کے تمام احسانات کو فراموش کر دینا حالانکہ اس وقت بھی دنیا کے اعتبار سے بڑا احسان ہے، بڑی ناشکری ہے۔

(محررہ ۸ر شوال ۱۳۹۶ھ)

● اگر ذکر میں کثرت سے مشغول رہو اور خوب کثرت سے تسبیحیں پڑھا کرو تو آخرت میں سب کچھ ملے گا، دنیا میں بھی اس سے بڑا سکون اور چین ملتا ہے۔ (یکم شعبان ۹۶ھ)

- مجھے تمہاری پریشانی کا خود بھی بہت فکر و خیال رہتا ہے لیکن اللہ تعالےٰ شانہٗ کی حکمتیں اللہ ہی کو معلوم ہیں، اپنا کام اس سے دعا کرنا ہے اور جو چیز اس کی طرف سے پیش آئے اس پر صابر و شاکر رہنا۔ تم جو کچھ کر رہی ہو وہ سب بھی تو آخرت کے لیے ہے اس کا قلق کیوں کرتی ہو کہ رمضان اچھی طرح نہیں گذرا۔ شوہر کی خدمت اور اس کی تیمار داری بھی تو اللہ اور آخرت کا کام ہے البتہ یہ ارادہ اور نیت رکھا کرو کہ سب کچھ اللہ تعالےٰ ہی کے لیے ہے دنیا دکھاوے کو نہیں ہے۔

(محررہ ، رشوال ۶۸ھ)

- بی بی بہت زور سے اپنے آپ کو اس پر جما لو کہ ملنے ملانے کے لیے دوسرا عالم ہے جہاں کام تو کچھ ہوگا نہیں، خالی اوقات ملاقات ہی میں گذریں گے یہاں کی زندگی چاہے کتنی ہی زیادہ ہو، بہت تھوڑی ہے۔ اس میں جتنا بھی زیادہ سے زیادہ کام کرسکو غنیمت سمجھو، خاوند کی اطاعت اور تیمارداری محض اللہ کے واسطے کرو کہ یہ خود بھی ثواب کی چیز ہے۔ (محررہ ۵ رمحرم ۱۳۶۹ھ)

- دنیا کا فکر اور رنج چاہے کتنا ہی زیادہ ہو وہ بھی بہرحال ختم ہونے والا ہے اور ہر چیز کا اللہ تعالےٰ کے یہاں اتنا اجر و ثواب ہے کہ اس کو دیکھ کر لوگ یہ تمنا کرنے لگیں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالیں قینچیوں سے کتری جاتیں اس لیے ہر قسم کے فکر و قلق کو محض اللہ کے لیے بشاشت سے برداشت کرو اور اکثر اوقات کسی نہ کسی چیز کے پڑھتے رہنے میں خرچ کیا کرو۔ ہاتھ سے اگر کام کرو تب بھی زبان سے بلا گنے درود شریف، استغفار، سوئم کلمہ کثرت سے پڑھتی رہو۔

(محررہ ، ارصفر ۶۸ھ)

- مولوی انعام کی خدمت تو خود دین ہے، اس کے بدلہ کی دنیا میں امید نہ رکھو، اس کا بدلہ تو جو کچھ ہے وہ آخرت میں اتنا زیادہ ہے کہ اس کو دیکھ کر حیرت میں رہ جاؤ گی۔

(محررہ ۲۵ رذی قعدہ ۶۸ھ)

- ہر چیز کا علاج صرف اللہ سے کہنا ہے، سجدہ میں پڑ کر مانگو، رو کر مانگو اور بس

یہی دین و دنیا کی کمائی کا ذریعہ ہے اور دنیا و آخرت کی راحت اسی میں ہے۔

(محررہ ۱۰؍ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ)

کاندھلہ سے نظام الدین واپسی

کاندھلہ کے زمانۂ قیام میں آپ کی طبیعت پر اس کا بھی سخت بوجھ بلکہ غم و صدمہ رہا کہ نظام الدین کا قیام ترک ہوکر وہاں کے دعوتی ماحول اور دینی خدمات سے محرومی ہوگئی۔ متعدد خطوط میں حضرت شیخ سے اس پر رنج و قلق کا اظہار بھی کیا۔ چنانچہ ایک مکتوب (محررہ ۱۹؍ رجب ۱۳۶۶ھ) میں حضرتِ شیخ کو تحریر فرماتے ہیں:

"جب تک نظام الدین قیام تھا یہ اطمینان تھا کہ دینی ماحول ہی میں ہیں اگرچہ ہر چیز سے خود دیکھے ہیں۔"

دوسرے مکتوب (محررہ ۲؍ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ) میں تحریر فرمایا کہ:

"سب سے زیادہ رنج نظام الدین چھوٹنے کا ہے، وہاں اگر کچھ بھی نہ کرتا تو صرف ماحول ہی دینی ہے۔ سلوک کی رنگینیاں خوب دیکھیں جی چاہتا ہے کہ پھر سنت کے جذبہ کے ساتھ دینی خدمت میں لگ جانے کی حق تعالیٰ شانہٗ توفیق بخشیں۔"

مولانا محمد یوسف صاحب پر مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی اس علالت کا بڑا تاثر اور صدمہ تھا۔ کاندھلہ کے زمانۂ قیام میں آپ متعدد مرتبہ بغرضِ عیادت و مزاج پرسی تشریف لے گئے۔ ایک تشریف آوری کا واقعہ حضرت مولانا اس طرح سناتے ہیں۔

"۱۹۴۶ء میں جب میں بیمار ہوا تو کاندھلہ چلا آیا تھا کچھ عرصہ کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب دہلی سے کاندھلہ تشریف لائے اور جس چارپائی پر میں لیٹا ہوا تھا اسی پر میری برابر لیٹ گئے اور فرمانے لگے کہ تمہارے آنے کے بعد تو ہم بات چیت سے بھی ترس گئے۔"

۱۸؍ رجب ۱۳۶۶ھ (۹؍ جون ۱۹۴۷ء) میں مولانا محمد یوسف صاحب کا گرامی نامہ مولانا کے نام کاندھلہ پہونچا جس میں اپنی تنہائی کا شکوہ کرتے ہوئے آپ کو دہلی آمد کا مشورہ تحریر

فرمایا۔ اس کے جواب میں آپ نے دہلی آنے کی خواہش ظاہر کرتے ہوئے اپنی علالت کا ذکر کیا اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمایا کہ،

"گزارش ہے کہ اللہ جل شانہٗ سے دعا کر دو کہ یہ بندہ آپ حضرات سے الگ نہ ہو جائے اور یہ بھی آپ ہی حضرات کے ساتھ منسلک رہے، کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ پھر اسی لڑی میں پرو دے۔"

کاندھلہ میں اٹھائیس ماہ (دو سال چار ماہ) قیام کے بعد جب علالت میں تخفیف ہوئی اور آثار صحت ظاہر ہونا شروع ہوئے تو مولانا محمد یوسف صاحب نے مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی دہلی واپسی پر حضرت شیخ کو متوجہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت شیخ نے آپ کو کاندھلہ سے نظام الدین منتقل ہونے کی رائے دی۔ اور سات جمادی الاولیٰ میں حضرت شیخ، مولانا محمد یوسف صاحب اور جناب الحاج حافظ فخر الدین صاحب کاندھلہ تشریف لائے، والد محترم مولانا اکرام الحسن صاحب اور ان سب حضرات کے اجتماعی مشورہ اور اتفاق رائے کے بعد مولانا محمد انعام الحسن صاحب نو جمادی الاول ۱۳۶۸ھ (۱۰ مارچ ۱۹۴۹ء) میں ہر دو اصحاب کی معیت میں مرکز نظام الدین تشریف لے آئے

نظام الدین پہونچنے کے چند روز بعد مولانا محمد یوسف صاحب نے آپ کے احوال کی اطلاع حضرت شیخ کو اس طرح تحریر فرمائی:

"مولوی انعام الحسن صاحب کو ڈاکٹر کو دکھلا دیا گیا، ابھی تک یہاں سے وحشت نہیں بلکہ اُنس ہے خدا کرے ان کو پوری طرح شفا ہو اور یہاں کا قیام مستقل ہو جائے۔" (مکتوب محررہ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۶۸ھ)

لیکن مولانا موصوف کی یہ آمد وقتی اور عارضی ثابت ہوئی اور صرف دو ماہ دس یوم یہاں قیام کے بعد علالت کی وجہ سے ۸ رجب (۷ مئی ۱۹۴۹ء) میں مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی کی معیت میں دوبارہ کاندھلہ واپسی ہو گئی۔

اس مرتبہ کاندھلہ کا قیام تقریباً ساڑھے چھ ماہ رہا۔ آخر کار ۳ صفر ۱۳۶۹ھ (۲۵ نومبر ۱۹۴۹ء) میں حسب مشورہ حضرت رائے پوری و حضرت شیخ کاندھلہ سے نظام الدین منتقلی ہوئی اور پھر بقول داغ

آفریں داغ تجھے خوب نبھایا تو نے
مرحبا، کوچہ دلدار سے مر کر نکلا

نظام الدین میں اس آمد کے بعد بھی ایک طویل عرصہ تک احوال وکیفیات میں اُتار چڑھاؤ ہوتا رہا جس کی اطلاع حضرت شیخ کو دی جاتی رہی اور حضرت اپنے گرامی نامہ جات کے ذریعہ تسلی واطمینان دلاتے رہے جس کا خاطر خواہ اثر ہوتا تھا۔ حضرت شیخ کے مکتوب کے جواب میں حضرت مولانا کا ایک خط ذیل میں پیش کیا جاتا ہے جس میں حضرت مولانا نے صبر وتسلی کا تذکرہ فرمایا ہے :

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

رات مولوی عبدالمنان اور بھائی کلام بخیریت پہونچ گئے والانامہ نے مشرف فرمایا جس سے ایک گونہ تسلی ہوئی لیکن اس عرصہ میں جس کو سکون کا زمانہ کہا جاتا ہے، بندہ ظاہر میں گو خندہ زن تھا لیکن اندرون میں یہ چیز تھی کہ میں اس راستہ میں نہ چل سکا اور رہ گیا جس کا قلق اور افسوس تھا لیکن یہ تسلی تھی کہ دین اعمال کا نام ہے مجاہدہ کا نہیں ہے، عمل میں لگا رہنا چاہیے اور راضی رہنا چاہیے، اب ہی مصائب اور امراض کے اور اجور کی احادیث کا مطالعہ اور اس پر صبر کی کوشش میں لگا رہتا ہوں اللہ جل شانہ' فضل فرمادیں۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہ' ۔۔۔۔ (صفر ۱۳۷۹ھ) "

سفر بھوپال ماہ محرم ۱۳۷۹ھ میں جب کہ علالت شدید تھی اور بدن کا ایک ایک عضو بیماری سے متاثر تھا، مولانا محمد عمران خاں صاحب بھوپال سے تشریف لائے اور مشورہ دیا کہ حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی بھوپالی کی خدمت میں مرض کی پوری نوعیت بتلانے کے لیے بھوپال کا ایک سفر کیا جائے۔ آپ نے حضرت شیخ سے مشورہ لیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ :

"مولوی عمران خاں صاحب بندہ کے بارے میں بھوپال علاج کے سلسلہ میں اصرار فرمارہے ہیں۔ اب تک اختلاج سمجھ کر یہ اپنے حضرت مدظلہ' سے اس

بارے میں گفتگو فرمائے ہوئے تھے ۔ لیکن یہاں پہونچ کر جو اُن کو نوعیت معلوم ہوئی تو دوسری کیفیت تھی ۔ پہلی کیفیت پر ان کے حضرت نے فرمایا تھا کہ اگر یہاں بھوپال آنا ہو جائے تو میں علاج کروں ۔ ان کا اصرار ہے کہ ہفتہ عشرہ کے لیے بھوپال جایا جائے لیکن اس چودہ سال کے عرصہ میں ادویہ سے اس مرض میں کوئی افاقہ کی صورت نہیں ہوئی ۔"

(مکتوب محررہ ۲۴ محرم ۱۳۷۹ھ یکم اگست ۱۹۵۹ء)

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے اس مکتوب کے جواب میں بھوپال کے سفر کا مشورہ دیا، جس پر آپ ایک ہفتہ کے لیے مولانا عمران صاحب کی معیت میں بھوپال تشریف لے گئے ۔ مولانا حبیب ریحان صاحب ندوی زاد مجدہٗ اس موقع پر حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب کی جانب سے علاج کی فکر و اہتمام کا ایک واقعہ ان الفاظ میں لکھتے ہیں ۔

"ایک بار مولانا انعام الحسن صاحب امیر جماعت تبلیغ حضرت صاحب کے پاس علاج کی غرض سے تشریف لائے ۔ حضرت نے ان کا علاج کیا اور اپنی خدمت خلق کی روایتی انکساری کے ساتھ ان کی پوری پوری دیکھ بھال کی اور مسجد شکور خاں کے اس کمرہ میں جہاں مولانا انعام صاحب ٹھہرے تھے ان کو مٹی سے غسل دلایا ۔ حضرت صاحب پیلی مٹی سے غسل کرنے کی بڑی تاکید و ہدایت فرماتے تھے ۔ کہتے تھے کہ صابن وغیرہ کے مقابلہ میں یہ بہت اچھی اور مفید چیز ہے ۔" [1]

حضرت شیخ اس سفر کے متعلق روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں :

"یکم صفر ۔ ۷ اگست جمعہ کی شام کو چار بجے مولوی انعام مولوی عمران صاحب کے ساتھ روانہ ہو کر شنبہ کی صبح سات بجے بھوپال پہونچے ۔ جاتے ہی چائے سے قبل شاہ یعقوب صاحب کو نبض دکھائی ۔ انھوں نے مرض شدت

---

[1] نشان منزل بھوپال ۵ اگست ۱۹۷۰ء ۔

ریاح تجویز کیا جو جگر پر مسلط ہے اور اس سے قلب و دماغ متاثر ہیں۔"

حضرت رائے پوری کی خدمت میں ایک خط اور اس کا جواب

۱۳۶۴ھ میں شروع ہونے والی یہ علالت اپنی مختلف شکلوں میں تقریباً سولہ سال دامن گیر رہی۔ محرم ۱۳۸۰ھ میں ایک مرتبہ پھر یہ کیفیت طاری ہوئی تو حضرت شیخ نے آپ کو مشورہ دیا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری (جو اس وقت لاہور پاکستان قیام فرما تھے) کو مرض کی کیفیت لکھ کر دعا کی درخواست کریں۔ چنانچہ آپ نے حضرت کی خدمت میں یہ خط تحریر فرمایا۔

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت اقدس کی مزاج کی کیفیات حضرت شیخ کے والانا موں سے معلوم ہوتی رہتی ہے۔ حضرت شیخ کا والانامہ آیا تھا جس میں تحریر تھا کہ بندہ اپنی مرض کی کیفیت حضرت اقدس کی خدمت میں تحریر کرے۔ چنانچہ بندہ کی یہ کیفیت ہے کہ لوگوں کے اثرات دماغ کے راستہ سے بدن میں ہوا کی صورت میں کثرت سے داخل ہوتے ہیں اور اثرات کے مطابق بدن پر مختلف احوال پیش آتے رہتے ہیں، بسا اوقات تمام بدن میں سر سے لے کر پیر تک خوب حرکت محسوس ہوتی ہے اور تمام بدن کی کیفیت ایسی ہوتی ہے جیسے دیگچی میں جوش ہوتا ہے۔ قلب انتہائی ضعیف ہے اگر قلب کو کچھ اثرات سہارا نہ دیں تو اٹھنا بیٹھنا مشکل ہے۔ قلب میں اکثر و بیشتر دکھن اور درد و چبھن محسوس ہوتی رہتی ہے، دعا کی درخواست ہے۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہٗ ــــ یکم صفر ۱۳۸۰ھ (۲۲ جولائی ۱۹۶۰ء)"

حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی جانب سے مذکورہ گرامی نامہ کا یہ جواب موصول ہوا۔

از احقر عبدالقادر

بخدمت مولانا انعام الحسن صاحب سلمہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط ملا بہت خوشی ہوئی، حق تعالیٰ شانہ آپ کو صحت وعافیت نصیب فرماکر اپنی مرضیات سے نوازے۔ احقر بحمدللہ بخیریت ہے۔ بخدمت حضرت مولانا الحاج محمد یوسف مدظلہ العالی سلام مسنون۔ احقر بحمدللہ بخیریت ہے۔ والسلام

از لاہور ۱۳ راگست ۱۹۶۰ء (۱۹ صفر ۱۳۸۰ھ)

ازعبدالمنان عفااللہ عنہ سلام مسنون!

ایک تخیل اور اس کا دفعیہ

بعض قرائن واسباب کی بنا پر حضرت مولانا کو اپنی اس علالت کے متعلق یہ تخیل قائم ہوگیا تھا کہ یہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی توجہات روحانی اور تصرفات قلبی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ چنانچہ آپ نے اوائل رمضان ۱۳۸۰ھ میں حضرت رح کو ایک خط کے ذریعہ اس کی اطلاع بھی کردی تھی۔ حضرت رح بڑی شفقت اور ہمدردی کے انداز میں اس تخیل کا دفعیہ اس طرح فرماتے ہیں۔

"عزیز گرامی قدر، عافاکم اللہ وسلم

بعد سلام مسنون۔ اسی وقت تمہارا کارڈ پہونچ کر موجب فکر وتشویش ہوا تمہاری دورہ کی خبر سے بہت ہی قلق ہوا، اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے اس مرض سے صحت کاملہ عطا فرمائے۔ تم نے پہلے بھی لکھا تھا اس مرتبہ بھی کہ میری توجہ سے قلب پر اثر پڑا۔ حیرت ہے کہ میرے پاس توجہ اگر ہوتی تو وہ مرض کے کام تو آسکتی ہے، اس کے ازالہ کے کام نہیں آتی۔ یہ ناکارہ تو توجہ جانتا ہی نہیں کیوں کر ہوتی، دعاء سے دریغ نہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے شفا عطا فرمائے بھائی اکرام ــــ نے اولاً ڈاک دیکھی تھی وہ تمہارا خط اپنے ساتھ لے کر ڈاکٹر کے پاس گئے ہیں۔ مولانا یوسف صاحب کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد دعاء کی درخواست کردیں۔ فقط والسلام

زکریا ۵ ر رمضان ۱۳۸۰ھ"

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ کے تمام اختیاری و غیر اختیاری مجاہدات و اعمال و اشغال ایک عارف کامل[1] کی زبان میں یہ حقیقت واضح کررہے ہیں کہ!

"جو شخص ہماری ابتدا دیکھے وہ کامیاب ہے اور جو انتہا کو دیکھے وہ ناکام ہے۔"

---

[1] حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے اس ملفوظ مبارک کی تشریح یہ ہے کہ اکابر و مشائخ کا ابتدائی دور بہت سخت مجاہدات اور قربانیوں کا ہوتا ہے اور پھر حق تعالیٰ شانہ ان کے مجاہدات کو قبول فرما کر ہر طرح کی خیر کے دروازے ان پر مفتوح فرمادیتے ہیں، رجوع عام بھی اتنا ہو جاتا ہے کہ ایک عالم کا عالم ان کی آواز پر اٹھنے بیٹھنے لگتا ہے۔ ایسے موقع پر دیکھنے والوں کو ان کے مجاہدات کا ابتدائی زمانہ دیکھنا چاہیے نہ کہ ان مجاہدات کے اثرات و ثمرات کا انتہائی زمانہ۔

محمد شاہد

ساتواں باب

مولانا محمد انعام الحسن صاحب

کی امارت و جانشینی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

امارت و جانشینی

گذشتہ صفحات میں لکھا جاچکا ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب کا آخری دعوتی سفر پاکستان کا ہوا، اور وہاں ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ (۲ اپریل ۱۹۶۵ء) جمعہ میں آپ کا وصال ہوا، مولانا انعام الحسن صاحب ہمیشہ کے معمول کے مطابق اس آخری سفر میں بھی ہمراہ تھے، آپ کا جنازہ نظام الدین لایا گیا اور اگلے دن مرکز کے ایک حصہ میں تدفین عمل میں آئی۔

تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے اکابر اور جماعتی احباب سے مشورہ کے بعد حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو تبلیغی و دعوتی امور کا ذمہ دار اور امیر بنایا، اور پھر عمومی اعلان ہو کر بحیثیت جانشین آپ نے لوگوں کو بیعت کیا۔ مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری ان لمحات کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں:

"حضرت شیخ الحدیث صاحب جا وضو کے حجرے سے لگ کر بیٹھ گئے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سامنے تھے۔ مولانا اسعد مدنی نے مسجد میں کچھ دیر بیان کیا۔ اس سے قبل مولوی محمد عمر صاحب پالن پوری بیان کر رہے تھے۔ مولانا فخر الحسن صاحب مدرس دارالعلوم کے ذریعہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے اعلان کرایا کہ مولانا انعام الحسن صاحب جو کہ حضرت جی مرحوم

کے سفر و حضر کے ساتھی ہیں اب وہ اس کام کے ذمہ دار ہیں اپنے ساتھیوں کے مشورے سے کام کریں گے، رہا حضرت جی مرحوم کی جگہ کا معاملہ سو جو محنت کرے گا پالے گا' اس اعلان کے بعد پھر مولوی محمد عمر صاحب نے تشکیل شروع کر دی، لوگ اوقات پیش کر رہے تھے!

مولانا سید محمد ثانی حسنی "سوانح مولانا محمد یوسف صاحب" میں اس امارت و جانشینی کی تفصیلات مزید وضاحت کے ساتھ اس طرح تحریر کرتے ہیں!

"مولانا کے انتقال کے بعد سب سے بڑا مسئلہ جس کی نزاکت اور اہمیت کا احساس ہر درد و فکر رکھنے والے کو ہو رہا تھا، پیش آگیا۔ مولانا کی نیابت کا کام آسان نہ تھا۔ اس کے لیے وہی جگر رکھنے والا آدمی چاہیے تھا جو ذہنی دماغی اور قلبی حیثیت سے مولانا ہی کی طرح تبلیغی دعوت سے تعلق رکھتا ہو اور شروع ہی سے سفر و حضر میں ساتھ رہا ہو۔ اس لحاظ سے نظریں مولانا انعام الحسن صاحب پر پڑ رہی تھیں جو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بچپن سے ہمہ وقت کے ساتھی اور دست راست ایک بڑے عالم و فاضل شخصیت کے مالک، مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے معتمد علیہ مجاز اور تبلیغی دعوت کے درحقیقت دماغ ہیں۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے ہمیشہ ان ہی کے مشورہ سے کام کیا اور ان کی رفاقت و صحبت مشوروں اور آراء پر اطمینان اور اعتماد رکھا۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب نے کام کو دیکھتے ہوئے کہ کام کرنے والوں کو اگر اعتماد و بھروسہ ہو سکتا ہے تو مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی ذات پر ہو سکتا ہے۔ مشورہ سے ان کو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا نائب، دعوتی کام کا ذمہ دار اور امیر بنا دیا' اس کا اعلان مولانا فخر الحسن صاحب استاذ دار العلوم دیوبند نے اُن ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں کیا جن میں تقریباً سارے پرانے اور باحول کام کرنے والے حضرات موجود تھے۔ سب نے اس اعلان کو سن کر اطمینان کا سانس لیا اور اپنے اعتماد کا یقین دلایا۔"

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہٗ اس جانشینی اور حضرت شیخ کی اصابتِ رائے دوربینی اور دور اندیشی کا تذکرہ کسی قدر وضاحت کے ساتھ اس طرح کرتے ہیں؛

"مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انتقال پر باوجود ایک حلقہ کی خواہش و تقاضہ اور جذباتی تعلق کے اپنے لختِ جگر عزیز مولوی ہارون کو اپنے والد و دادا کا جانشین بنانے کے بجائے (جن سے اہلِ میوات کو جذباتی تعلق تھا) زمانہ کی نزاکتوں اور وقت کے فتنوں کے پیشِ نظر مولانا انعام الحسن صاحب کو جانشین بنایا جو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے شروع سے شریک کار، دست راست اور مشیر و معاون تھے اور جو اپنے فہم و تجربہ علم و عمر کی وجہ سے جماعت اور کام کی صحیح رہنمائی کر سکتے تھے۔ شیخ کے اس انتخاب اور فیصلہ پر ایک حلقہ نے احتجاج بھی کیا، اور بعض عمائدین دہلی نے شیخ کی اس رائے کو تبدیل کرنے کی کوشش کی، لیکن شیخ اس پر مضبوطی سے قائم رہے اور بعد کے تجربوں نے اور دعوت کی موجودہ ترقی، مقبولیت اور عالمگیر وسعت نے ثابت کر دیا کہ یہ فیصلہ و انتخاب صحیح و حق بجانب تھا۔"[1]

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ ایک ممتاز عالم دین کو اپنے مکتوب میں اس انتخاب کی اطلاع اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے محامد و محاسن کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

"اس وقت اس کام کا بوجھ اور امارت جن کے کاندھوں پر رکھی گئی ہے یعنی مولانا انعام الحسن صاحب، وہ ــــ مولانا محمد یوسف صاحب کے ــــ خاص رفیق بچپن سے لے کر آخر تک کے ساتھی، سفر و حضر کے رفیق اور جب سے مولانا یوسف صاحبؒ نے اس کام کو شروع کیا تھا اس وقت سے ان کے معین و مددگار رہے، اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے مرید اور مجاز و خلیفہ ہیں۔

اللہ جل شانہٗ اپنے فضل و کرم سے ان کو صحت و قوت عطا فرمائے کہ

---

[1] سوانح حضرت شیخؒ۔

وہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے اس مبارک کام کو آگے بڑھائیں۔"

اس موقع پر مولانا محمد ہارون صاحبؒ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے اس فیصلہ، امارت کو جس سعادت مندی اور وسعتِ قلبی کے ساتھ قبول و منظور کیا اور بعض حلقوں کی طرف سے اٹھنے والی مصنوعی ہمدردی سے جس طرح اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھا اس کا اعتراف حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے بار بار فرمایا اور ہمیشہ اس کی تحسین فرمائی۔ چنانچہ ایک طویل مکتوب میں مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی امارت، نیز مولانا محمد ہارون صاحب کی فرماں برداری اور سعادت کی تفصیلات ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"چچا جان نوراللہ مرقدہٗ کے بعد عزیز یوسف مرحوم کا انتخاب گو چچا جان کی حیات ہی میں ہو گیا تھا، مگر اس کے متعلق بھی بعض لوگ مجھ کو ملزم قرار دیتے رہے لیکن عزیز یوسف مرحوم کے حادثہ کے بعد تو مولوی انعام کے انتخاب پر وہ یورش مجھ پر ہوئی کہ بیان سے باہر۔ خطوط، اشتہارات اور وفود اس مضمون کے کثرت سے آئے کہ تو نے ہارون پر بڑا ظلم کیا۔ امام صاحب فتحپوری مرحوم تین دفعہ وفد لے کر آئے کہ اپنے اس فیصلہ پر تو نظر ثانی کر۔ میں نے کہہ دیا کہ یہ خانقاہ کی سجادگی نہیں ہے میرے نزدیک عزیز مولوی انعام زیادہ اہل ہیں۔ اس سلسلہ میں عزیز ہارون مرحوم کا بہت دل سے ممنون و مشکور ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہت بلند درجے عطا فرمائے اور اپنا قرب خاص عطا فرمائے۔ اُس کو پاگلوں نے بہت بھڑکایا مگر مرحوم نے ہر ایک سے کہہ دیا کہ شیخ نے جو فیصلہ کر دیا وہی حق ہے۔

اس نے اس سلسلہ میں میری بہت مدد کی، اگر وہ بھی ان احمقوں کے بہکائے میں آجاتا تو بہت گڑبڑ ہوتی۔

(مکتوب بنام مولانا محمد ادریس صاحب انصاری محررہ ۲۳ نومبر ۱۹۷۵ء)

اس انتخاب کے بعد مختلف انداز سے ہونے والی چہ میگوئیوں کو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ

نے یہ نصیحت اور تبصرہ فرماکر ختم فرمادیا کہ، چچاجان قدس سرہ کے بعد عزیز مولوی یوسف کے متعلق بہت سے لوگوں نے مجھ سے یہ شکایت کی کہ حضرت دہلوی والی بات نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ صحیح ہے۔ حضرت دہلوی میں حضرت سہارنپوری والی بات ہم نے نہیں دیکھی اور یہ بھی صحیح ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب میں وہ بات نہیں جو چچاجان میں تھی مگر تم ان کے معاصرین پر نگاہ ڈالوگے تو تم ان کے بعد والوں میں وہ بات نہیں پاؤ گے جو عزیز مولوی یوسف میں ہے۔ اب عزیز مولانا انعام الحسن کے دور میں بکثرت یہ فقرے سنتا ہوں کہ مولانا یوسف والی بات نہیں ہے۔ میرے دوستو! بعد میں یہ بات بھی نہیں ملنے کی جو مولانا انعام الحسن صاحب میں ہے، جانے والا تو ہٹ کر نہیں آتا، لیکن اس توہم سے کہ موجودین میں وہ بات نہیں جو جانے والوں میں تھی۔ ان سے نفع حاصل نہ کرنا اپنے کو نقصان پہونچانا ہے۔

پاکستان کے اہلِ تعلق کو یہی مضمون دوسرے انداز میں مختصر الفاظ کے ساتھ اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"بہت سے بے وقوف بعد میں آنے والے کا مقابلہ جانے والے سے کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جانے والے کا جو حال مشاہدہ کیا گیا تھا وہ اس کا منتہا تھا، اور آنے والے کا مبتدا ہے۔ عزیزم مولانا یوسف مرحوم، جہاں تک آخر میں پرواز کر گئے تھے شروع میں وہاں نہیں تھے، اور مولانا انعام الحسن صاحب کے حج کے دو سفروں میں تم سب ہی دوستوں نے آسمان و زمین کا فرق خود ملاحظہ کر لیا۔" (مکتوب محررہ ۶ محرم ۱۳۸۹ھ)

مولانا محمد سلیم صاحب (مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ) کے نام ایک گرامی نامہ کی یہ چند سطور بھی اسی انتخاب سے تعلق رکھتی ہیں؛

"جب مجھ سے لوگ کہتے ہیں کہ موجودہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب میں وہ بات نہیں جو مولانا یوسف صاحب میں تھی تو میں کہتا ہوں کہ حضرت جی مرحوم مولانا یوسف صاحب میں وہ بات نہیں تھی جو ان کے ابا میں تھی اور ان کے ابا جان (حضرت مولانا الیاس صاحبؒ) میں وہ بات

نہیں تھی جو ان کے شیخ حضرت (مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی) میں تھی اور حضرت (سہارنپوری) قدس سرہٗ میں وہ بات نہیں تھی جو ان کے شیخ قطب الارشاد حضرت (مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ) میں تھی۔ میں تو اس سلسلہ کو حضرت قطب الارشاد قدس سرہٗ کے زمانہ سے دیکھ رہا ہوں اور یہ ہی نہیں بلکہ ہر شیخ کے وصال کے بعد ان کے لوگوں سے کہا کرتا ہوں کہ ان خلفاء کی قدر کرو۔ یہ نہ دیکھو کہ حضرت شیخ میں جو بات تھی وہ خلفا میں ہے یا نہیں، ان کے وجود کو غنیمت سمجھو، پھر ایسا بھی نہیں ملے گا۔"

یہی مضمون میں مولانا انعام الحسن صاحب کے معترضین کو تفصیل سے کہتا رہا کہ مولانا انعام الحسن صاحب کے بعد تمہیں ایسا بھی نہیں ملنے کا۔ اس لیے غنیمت سمجھو۔"

پہلی بیعت

۳؍ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۳؍ اپریل ۱۹۶۵ء شنبہ میں امیر جماعت تبلیغ منتخب ہونے کے بعد حضرت مولانا نے سب سے پہلی بیعت چونسٹھ کھمبہ کی وسیع عمارت میں کی جہاں ملک بھر سے آئے ہوئے بااصول کارکن اور علاقہ میوات کے علماء و خواص کی بہت بڑی تعداد موجود تھی۔

بیعت سے قبل مولانا محمد ہارون صاحب نے ایک درد انگیز تقریر کی جس میں مجمع کو صبر و ہمت کے ساتھ دعوتی کام میں مشغول ہونے اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کو اپنا امیر تسلیم کرنے کی ترغیب دی۔ مولانا منیر الدین صاحب اور مولانا صدیق احمد صاحب اس پہلی بیعت کی تفصیلات اس طرح سناتے ہیں۔

"حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انتقال کے بعد سب سے پہلی بیعت جو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دام مجدہ العالی سے ہوئی۔ بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے چونسٹھ کھمبہ میں اہل میوات کو جمع کیا گیا، بے شمار لوگ جمع ہوئے۔ مولانا محمد ہارون صاحب تشریف لائے اور مختصر کلام فرمایا اور کہا کہ والد محترم کے بعد اب اپنی رہبری کے لیے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب

لے ہیں جو لوگ والد محترم سے منسلک تھے وہ اپنی تجدید حضرت مولانا سے کر لیں اور جس طرح ان کے ساتھ اپنی روحانی وابستگی رکھتے تھے اب حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ وابستگی رکھیں اور ہماری رہبری و اصلاح کے لیے جس طرح حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مرحوم نے مولانا محمد یوسف صاحب کو مقرر فرمایا تھا بعینہٖ اسی طرح حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کو بھی مامور فرمایا تھا۔ آپ لوگ حضرت کے وجود مسعود کو غنیمت سمجھیں اور بیعت حضرت ہی سے کریں۔"

فنائیت اور تواضع کے بلند مقام پر

دعوت و تبلیغ کی عالم گیر محنت کے عالمی امیر منتخب ہونے کے موقع پر خود حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی اپنی نگاہ میں کیا حیثیت و وقعت تھی، فنائیت و تواضع کے کس بلند مقام پر فائز تھے اور اس کام کے لیے وہ اپنی ذات کو کتنا مفید سمجھتے تھے؛ اس کا اندازہ بھائی خالد صاحب صدیقی (علیگ) کے بیان کردہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے، لکھتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے سفر پاکستان میں انتقال سے چند دن قبل رائے ونڈ کے اجتماع کے درمیانی دن مولانا محمد یوسف صاحب تو اہلِ میوات کے حلقہ میں گئے ہوئے تھے۔ ہم لوگ بھی حضرت مولانا جمیل احمد صاحب حیدر آبادی، حضرت مولانا محمد عمر صاحب اور بندہ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے پاس قیام گاہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں مولانا محمد عمر صاحب خالی اوقات میں خصوصاً سفروں میں حضرت مولانا سے حیاۃ الصحابہ عربی سبقاً سبقاً پڑھتے رہتے تھے، چنانچہ وہ حیات الصحابہ کھولے ہوئے بیٹھے تھے کہ مولانا جمیل احمد صاحب حیدر آبادی نے عرض کیا کہ حضرت! کام الحمدللہ بڑھ رہا ہے ہر جگہ کام کی سطح میں اضافہ ہو رہا ہے، اس وقت اس کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ ملک کے اہم شہروں کے مراکز جیسے بمبئی، حیدر آباد وغیرہ میں پرانوں کی ایک جماعت کا دورہ بنگلہ والی مسجد

کے کچھ حضرات کے ساتھ ہو اور وہاں کام کا جائزہ لیا جائے۔ اس عالی دعوت کے ہنج اور اصولوں کا مذاکرہ کام کرنے والوں کے درمیان کیا جائے کام کرنے والوں میں جو صفات ہونا چاہئیں ان کا خوب مذاکرہ ہو تاکہ کام کرنے والوں کے سامنے اصل منزل رہے۔ خود حضرت مولانا یوسف صاحب تو اپنی بے پناہ مشغولیوں کی وجہ سے یہ دورہ کر نہیں سکتے، البتہ اگر جناب کے ساتھ ایک جماعت کا دورہ ہو جائے اور ہم بھی جناب کے ہمراہ ہوں تو بڑے نفع کی امید ہے۔

یہ بات سن کر ارشاد فرمایا کہ بھائی جمیل! تم نے تو بہت آگے کی بات کہہ دی، میں تو اپنے بارے میں یہ سوچتا رہتا ہوں کہ بنگلہ والی مسجد اور مولانا محمد یوسف صاحب کے ساتھ سفروں میں میرا مصرف کیا ہے؟ کبھی کبھی طبیعت پر شدت سے یہ تقاضا ہوتا ہے کہ خاموشی سے کہیں روپوش ہو جاؤں کہ کسی کو میرا پتہ نہ چل سکے لیکن پھر مولوی صاحب (مولانا محمد یوسف صاحب) کا خیال آتا ہے کہ کہیں گے کہ برسوں کی رفاقت تھی میرا ساتھ چھوڑ دیا، بس یہ سوچ کر رک جاتا ہوں۔

حضرت نے یہ بات ایسی کامل فنائیت، عاجزی اور تواضع کے جذبہ کے ساتھ فرمائی کہ ہم سب پر گریہ طاری ہو گیا اور مولانا محمد عمر صاحب پر تو ایسی رقت طاری ہوئی کہ ان کا پورا بدن ہلنے لگا۔ اور پھر اس کامل فنائیت کا نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا کہ صرف گیارہ روز گذرنے کے بعد ہی حضرت امارت کے منصب بلند پر فائق ہو گئے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی سچ ہے۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ۔

حضرت شیخ کا اظہار اطمینان واعتماد

دعوت و تبلیغ کی ذمہ داریاں سونپے جانے کے بعد آپ نے بڑی ہمت و پامردی کے ساتھ ان تمام دعوتی تقاضوں کو پورا فرمایا جو ایک امیر اور جانشین کی حیثیت سے آپ کے

کاندھوں پر آگئے تھے زیادہ سے زیادہ جماعتوں کی نقل و حرکت اور نئے اجتماعات کی تاریخیں طے کرنے کے ساتھ ساتھ اُن تمام اجتماعات میں آپ نے شرکت فرمائی جن کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اپنی حیات میں طے فرما گئے تھے۔ اس معاملہ میں آپ نے اپنی طبیعت کے ضعف یا نت نئی مخالفتوں کی بھی پرواہ نہیں فرمائی:

اس پورے عرصہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے نہ صرف آپ کی اور آپ کے ذریعہ ہونے والے کام کی نگرانی و سرپرستی فرمائی بلکہ اطراف ملک سے آنے والے جماعتی وفود اور مرکز کے خواص پر بھی گہری نگاہ رکھی، جب ہر طرح سے اطمینان ہوگیا تو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ازاد مجدہٗ کو ذیل کی تحریر یا بالفاظ دیگر وثیقۂ اعتماد تحریر فرمایا:

"عزیز مولوی انعام سلمہٗ کے متعلق ان کے اعذار اور امراض کی وجہ سے یہ خیال تھا کہ یہ کام بہت زیادہ ہے لیکن اللہ جل شانہٗ کو تو یہ دکھانا ہے کہ فاعل میں ہوں جس سے جو چاہے کام لوں۔ اللہ نے اپنے فضل و کرم سے وہ ہمت اور قوت عطا فرمائی ہے کہ اللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ یہ وہی مولوی انعام مجسمۂ اسقام ہیں جو مولوی یوسف کے زمانہ میں تھے۔ دعا ضرور فرمادیں کہ اللہ جل شانہٗ ان کو ہمت و قوت عطا فرمائے۔ جن مخالفین کو مولانا مرحوم کے بعد یہ خیال جم گیا تھا کہ اب یہ کام ختم ہوگیا؛ وہ اس کی ترقی کو دیکھ کر مخالفتوں کے زور مختلف انواع سے باندھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی ان کے شرور سے محفوظ فرمائے، لفظی درخواست نہیں بلکہ ان کے لیے بہت زوردار اصرار آپ سے دعا کا ہے۔"

(تحریر مورخہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ)

حضرت مولانا کی شب و روز دعوتی امور میں مشغولیت و مصروفیت کا آنکھوں دیکھا حال حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ اپنے ایک مکتوب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"عزیزی مولوی انعام کے متعلق تو میں خود بہت ترس کھاتا رہتا ہوں کہ چائے کے بعد سے وہ ہمیشہ مسجد ہی میں رہے، کبھی ملاقات کبھی ہدایات، کبھی کچھ اور ——— عصر سے لے کر رات کے بارہ بجے تک بھی یہی منظر

رہتا ہے۔ مولوی انعام کے لیے تو میں واقعی بہت دعا کرتا ہوں، اُن کی ہمت کی بھی، قوت کی بھی، تحمل کی بھی اور لوگوں پر اثر کی بھی کہ ان کے بعد کوئی کسی درجہ میں بھی نظر نہیں آتا۔"

(مکتوب بنام جناب الحاج عبدالوہاب صاحب پاکستان)

لیکن خود حضرت مولانا محمد انعام الحسن جیسا اس مشک افشانی کو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اعلی اللہ مراتبہ کی توجہات و برکات تبلاتے ہوئے نہ صرف اس نقل و حرکت کو کار زلف تست قرار دیتے ہیں بلکہ آپ کے تکدر کو بھی اس کام کے لیے مضر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"بندہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ تبلیغی نقل و حرکت اور ظاہری جو صورت نظر آرہی ہے یہ حضرت والا (شیخ) کی توجہات و برکات ہیں، ورنہ کام کرنے والے اور جو کام سے انتساب رکھتے ہیں وہ سب (حضرت شیخ) کے سامنے ہیں حضرت (شیخ) کے دل میں تکدر اور رنج اس کے لیے خدا نہ کرے کہ نقصان کا اور ہمارے ہاتھوں زوال کا سبب بن جائے۔"

مراکزِ تبلیغ کے نام ایک دعوتی خط

مولانا محمد یوسف صاحب کے امیر منتخب ہونے کے بعد جس نوعیت اور انداز کا دعوتی اور تبلیغی خط مراکزِ تبلیغ اور مبلغین کو لکھا گیا تھا، اسی طرح کا ایک مکتوب مولانا انعام الحسن صاحب کے امیر منتخب ہونے کے بعد تمام مراکز تبلیغ کے نام جاری کیا گیا۔ یہ خط درج ذیل ہے:

" مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین اولیاء نئی دہلی نمبر ۱۳۔

مکرم و محترم بندہ! وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

ے فارسی کا یہ مشہور شعر اس طرح ہے ۔

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں   مصلحت را تہمتے برآہوئے چین بستہ اند

خداوند کریم سے امید ہے کہ مزاج عالی بعافیت ہوں گے۔ یہ تو جناب کے علم میں آگیا ہوگا کہ حضرت اقدس جناب الحاج مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ لاہور میں مورخہ ۲ / اپریل ۱۹۶۵ء کو بعد نماز جمعہ معمولی علالت سے رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ حضرت اقدس بہت ہی کمالات اور خوبیوں کے حامل تھے اور ہماری بہت سی بیماریوں کے علاج کی صورت تھے ان کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ظاہری طور پر صورت پریشانی ہے لیکن حق تعالیٰ شانہٗ پر اعتماد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی محنت میں قربانیوں کے ساتھ انہماک اور بارگاہ الٰہیہ میں دعائیں امت مسلمہ کے لیے انتھک محنتیں، ان ظاہری صورتوں کا نعم البدل اور بدلِ حقیقی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بابرکت اور باعظمت ہستی جن کے وجود گرامی سے امت کا وجود اور جن کے درد و کرب اور بے چینیوں سے امت کا نشو و نما اور جن کی گریہ و زاری سے امت کی دارین کی فلاح و نجات اور جن کے چہرۂ انور کی زیارت ہزارہا سال کی عبادت سے زیادہ ترقی دلانے والی تھی اگر وہ بھی اس دنیائے فانی سے تشریف لے جاویں اور امت ان کی جدائی کے صدمے اور رنج میں مبتلا ہو اور مصائب میں گھر جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ پر اعتماد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر دین کے لیے قربانیوں اور محنتوں کا انہماک اور بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر دعائیں اور اس محنت کا دنیا میں تعدیہ و تبلیغ آپ کی ذات عالی کا بدل ہے اور قیامت تک کے لیے یہ سارے جانے والوں کا بدل اپنے میں لیے ہوئے ہے۔ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللّٰہ معذبھم وھم یستغفرون۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے لطف و کرم اور فضل سے دین کی محنت کے

جس عالی کام کی طرف ہم جمیع احباب کی رہبری فرمائی ہے. اس میں پوری طرح امت محمدیہ مرحومہ کے دارین کے مصائب کا پوری طرح علاج ہے. آپ پورے انہماک کے ساتھ سارے مصائب کے علاج کا یقین اس میں کرتے ہوئے اس محنت کو بڑھنے اور اس کی شکل کے وسیع ہونے کے لیے پوری طرح محنت کریں تاکہ اس امت کے علاج کے لیے ایمان کی قربانی والی محنت کی فضاؤں میں بہت سے باہمت بے لوث، نفس کش داعی الی اللہ پیدا ہوں. اور آپ ان کے وجود میں آنے کے لیے بھرپور کوشش کریں اور ثواب دارین حاصل کریں اور دیر و دور کے لیے وقت فارغ کر کے حضرت جی کو ایصال ثواب کریں اور کرائیں، صدقات، خیرات اور کثرت تلاوت قرآن پاک. خصوصاً ذکر و دعا، اور مقامی و بیرونی گشت، روزانہ کی تعلیم، تسبیحات کے ذریعہ بھی ایصال ثواب کی صورتیں اختیار کی جائیں.

حضرت جی کی آخری تمنا یہ تھی کہ جو شخص ـــــ دین کا درد و فکر رکھتا ہو، وہ مدنی صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح تنہائی جان و مال اس دینی محنت کے زندہ کرنے کے لیے خرچ کرنے والا بن جائے. اس تمنا کو پورا کرنے کا یہ عین وقت ہے.   فقط والسلام

بندہ انعام الحسن عفرلہٗ

محمد ہارون غفرلہٗ ـــ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ"

اس مفصل مکتوب کے علاوہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے ملک کے اطراف و جوانب میں اس مضمون کے خطوط بھی تحریر فرمائے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا انتقال ہو چکا. اب ان کی تعزیت یہ ہے کہ اس دعوتی کام میں شرکت کی جائے اور جتنا وقت اور جتنی رقم نظام الدین میں تعزیت کے لیے آمد و رفت پر خرچ ہو، وہ وقت اور رقم اپنے اپنے علاقوں میں جماعتوں میں لگائیں. چنانچہ اس خطوط سے متاثر ہو کر سینکڑوں جماعتیں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ایصال ثواب کے عنوان سے روانہ ہوئیں.

حضرت شیخ کا ایک مکتوب گرامی

مولانا محمد یوسف صاحب کے سانحہ ارتحال پر حضرت شیخ ایک ہفتہ نظام الدین قیام فرماکر مظاہر علوم کی ضروریات اور عید الاضحیٰ کے قرب کی وجہ سے سہارنپور واپس تشریف لے آئے۔ یہاں پہنچ کر جو سب سے پہلا گرامی نامہ آپ نے مولانا انعام الحسن صاحب و مولانا ہارون صاحب کو تحریر فرمایا، وہ سوز و گداز، درد و الم اور رضا بالقضا کا مرقع ہے، ——— یہاں اس کو نقل کیا جاتا ہے :

"مکرم و محترم مولانا الحاج انعام الحسن صاحب و عزیزم الحاج مولوی ہارون سلمہٗ

بعد سلام مسنون

جب سے آیا ہوں برابر تمہارا خیال لگا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے تم دونوں کی صحت و قوت اور ہمت میں اضافہ کرے۔ ایک عجیب حالت ہجر کی سی گذر رہی ہے، بجز اس کے کہ یہ ایمان ہے کہ اللہ جل شانہٗ کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔ مالک نے اپنے لطف و کرم سے بالکل امیدوں کے خلاف اس کام کو اتنے زور سے اٹھایا کہ حیرت ہوتی تھی اور بیچ سمندر کے بادبان کو بلالیا، وہی مدد فرمائے۔ تم دوستوں کی خیریت و حالات کا انتظار اور خیال لگا رہتا ہے اور اپنی حالت یہ ہے کہ تعزیت کرنے والوں کے ہجوم سے بجائے تعزیت کے کچھ کلفت ہی ہوتی ہے۔ ہر آنے والا یہ چاہتا ہے کہ اس کی آمد کے احسان میں اسکی خدمت میں تھوڑا سا وقت خرچ کیا جائے۔ عزیز طلحہ کے متعلق پہلے میں کچھ لکھ چکا ہوں کہ جس طرح تم دوستوں کی رائے ہو تجویز کرلو۔ البتہ مسٹر نظام الدین کی آمد پر اس کا یہاں ہونا ضروری ہے کہ گھر بالکل اکیلا ہے۔ مولوی عبید اللہ صاحب کا ایک لفافہ ملا مگر وہ تو اپنی بےخبری کا تھا، چچی صاحبہ کی خدمت میں خاص طور سے اور باقی مستورات سے سلام مسنون اور خیریت کہہ دیں۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب بقلم عبد الرحیم

۶؍ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ (۹؍ اپریل ۱۹۶۵ء)"

یہ گرامی نامہ تحریر کیے جانے کے چھ دن بعد (۱۲ ذی الحجہ بروز ۱۵ اپریل پنج شنبہ) میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب بعض اہم اور ضروری امور میں صلاح و مشورہ کے لیے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں سہارنپور تشریف لائے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے وصال کے بعد یہ آپ کی سہارنپور پہلی آمد تھی۔ ایک روزہ قیام کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ کی معیت میں آپ دہلی واپس ہو گئے۔

حضرت شیخ کا پشتیباں بننا

مولانا انعام الحسن صاحب کے اولین دور میں مخالفت اور دعوت و تبلیغ سے بے گانگی و عداوت نت نئی شکلوں میں ظاہر ہوئی۔ ذاتی طور پر متعدد مرتبہ خطرات و خدشات بھی سامنے آئے مگر مولانا کی ثبات قدمی اور استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی مضبوط شخصیت ان کی دعاء و توجہات کے ساتھ ساتھ خود حضرت مولانا کا اعتماد علی اللہ اور صبر و تفویض کی گرانمایہ اور قیمتی متاع نے ہر نوع کی مخالفتوں اور گرم ہواؤں کو بے اثر بنا کر رکھ دیا۔

مولانا انعام الحسن صاحب کی امارت کے ابتدائی زمانہ میں متعدد اکابر و قدماء تبلیغ نے حضرت شیخ رحمہ اللہ سے مرکز نظام الدین میں زیادہ سے زیادہ قیام کی ضرورت کا اظہار کیا تاکہ حضرت کی وجہ سے فتنے دبے رہیں اور کام اصول کے مطابق چلتا رہے۔ چنانچہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اپنی پیرانہ سالی اور اعذار و مشاغل کے باوجود کثرت سے نظام الدین تشریف لے جاتے رہے اور مولانا محمد یوسف صاحب کے ابتدائی دور امارت کی طرح اس موقع پر بھی اللہ جل شانہٗ نے آپ کو دعوت و تبلیغ کا پشتیبان اور پشت پناہ بننے کی توفیق و سعادت مرحمت فرمائی۔ آپ کئی کئی یوم وہاں قیام فرما کر مقامی مشکلات اور مرکز کے اندرون میں پیش آنے والے مسائل پر مدبرانہ اور دوراندیشانہ مشورے اور فیصلے دیتے رہے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب متالا ـــــ (بانی و مہتمم معہد الرشید الاسلامی زامبیا) جو اس زمانہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے پاس سہارنپور مقیم تھے، متعدد مرتبہ سہارنپور و دہلی کے ان سفروں میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ رہے، وہ سفر دہلی اور وہاں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے معمولات و مشاغل وغیرہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضرت شیخ رحؒ کے ساتھ حضرت مولانا یوسفؒ کے وصال کے بعد کئی مرتبہ نظام الدین حاضری ہوئی۔ اکثر و بیشتر حضرتؒ کے ساتھ ہی کار میں سفر ہوتا کئی مرتبہ مزارات پر بھی حاضری ہوئی۔ شنبہ کی صبح کو جانا ہوتا، جمعرات کو واپسی ہو جاتی وہاں مشورے وغیرہ ہوتے رہتے، ڈاک کا بھی سلسلہ رہتا، اور اکابرین تبلیغ و ذمہ داران دہلی و اطراف و اکناف دہلی کی آمد ہوتی، خوب مہمانوں کا ہجوم رہتا بعد عصر مجلس ہوتی، اس میں کارگذاری مولانا محمد عمر صاحب کسی نہ کسی جماعت کی سناتے، ذکر کا سلسلہ قبیل فجر اور بعد مغرب بھی رہتا۔ سفر سے حضرتؒ کو ہمیشہ وحشت رہتی، اگلے روز سے سفر کے نام اور تصور سے دردِ سر شروع ہو جاتا اور اگلے روز سے امتلاء کے ڈر سے کھانا پینا بند فرما دیتے۔ جب سے سفر شروع ہوتا، حضرتؒ یٰسین شریف کا ورد فرماتے اور اکثر فرماتے کہ سفر میں یٰسین شریف پڑھ کر سب کو یکے بعد دیگرے ایصال ثواب کرتا ہوں اور جس بستی میں جاتے وہاں کے مرحومین کو بھی خاص طور سے ایصال ثواب کرتے۔"

حضرتؒ نے صرف اسفارِ دہلی ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ دور دراز مقامات یا دیگر ممالک میں رہنے والوں کو بھی اپنے گرامی ناموں کے ذریعہ اتفاق و اتحاد کے ساتھ کام سے جڑے رہنے اور کام کا فکر اوڑھنے کی ترغیب دیتے رہے احوال کی نگرانی اور تحقیق کے دوران کوئی بے اصولی علم میں آئی تو بروقت اس پر گرفت فرمائی کوئی غلط فہمی پھیلی تو فوراً اس کی وضاحت کر کے اہل تعلق کو مطمئن فرما دیا۔ اسی طرح کام کرنے والے احباب یا منتظمین مرکز کی کوئی اونچ نیچ معلوم ہوئی تو دردمندانہ طور پر ان کو نصیحت و فہمائش فرمائی۔

پشتیبانی اور پشت پناہی کے ایک دو نہیں بلکہ صدہا واقعات اور نظائر میں سے چند یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

۱:۔ ایک موقع پر مدارس عربیہ اور دعوت و تبلیغ کے باہمی ربط و تعلق میں کچھ خلجان سامنے آیا، تو اس کا دفعیہ اپنی تحریر کے ذریعہ اس طرح فرمایا۔

"جو لوگ اپنی ناواقفیت سے اپنی اغراض کی وجہ سے تبلیغ کو تعلیم کے خلاف

بتلاتے ہیں، اس کے متعلق حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے بھی کئی بار تردید کی اور یہ ناکارہ تو بار بار شدت سے اس کی تردید کرتا رہا ہے۔ آپ حضرات سے درخواست ہے کہ اس قسم کے خیالات فاسدہ کی طرف بالکل توجہ نہ فرمائیں، مدارس کی طرف یا خانقاہوں کی طرف لوگوں کی توجہات جب ہی ہو سکتی ہیں جب کہ ان کو دین کا کچھ درد پیدا ہو اور جب دین کی طرف لگاؤ نہیں ہوگا تو پھر مدارس اور خانقاہوں کو کون پوچھتا ہے۔

۲۔ ایک موقع پر آپس کے اتفاق و اتحادِ رائے اور مشورہ کی وقعت اور اپنے ملک میں قائم تبلیغی مرکز کی سالمیت اور اس کے تحفظ کی طرف بعض اکابرِ تبلیغ کو ان الفاظ میں متوجہ فرمایا۔

اہم بات یہ ہے کہ آپس کے تعلقات کا بہت زیادہ اہتمام رکھیں، شیطان کا سب سے بڑا حربہ جو دینی کاموں میں رکاوٹ کا سبب ہوا کرتا ہے وہ آپس کا اختلاف ہے کہ وہ اس اختلاف کی وجہ سے دین کے کاموں میں بہت رکاوٹ پیدا کر دیا کرتا ہے۔ جماعتی کاموں میں اختلاف طبیعتوں اور رائے کا ہوا ہی کرتا ہے، آدمی کو کبھی یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جو میری رائے ہے وہ تو حق ہے اور جو دوسروں کی رائے ہے وہ بالکل غلط ہے۔ دوسروں کی رائے کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے۔ رائے ونڈ والے حضرات کے ساتھ خاص طور سے جوڑ ـــــ قائم رکھیں، جب مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے رائے ونڈ کو مرکز قرار دیا ہے تو ان سے تعلق رکھنے والوں کا سب کا فریضہ ہے کہ اس کی ہر نوع کی مدد فرمائیں اور اور اس کی خیر و خبر رکھیں اور اس کی ترقی میں مدد کریں۔ ایسا نہ ہو کہ الگ الگ اکھاڑے قائم ہو جائیں کہ اس سے دین کے کام کو بہت زیادہ نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے۔

۳۔ ایک موقع پر مدینہ منورہ کی ایک مقتدر و با وجاہت شخصیت کو وہاں کے تبلیغی مرکز کی دیکھ بھال اور کام کی سرپرستی کے متعلق ان الفاظ میں متوجہ فرمایا۔

تبلیغی امور کی بالخصوص مدینہ پاک میں عزیز مولانا یوسف مرحوم نور اللہ مرقدہٗ کے حادثہ انتقال کے بعد سے اب تو جناب ہی اصل ہیں اور جناب والا کو اس کی ہر قسم کی سرپرستی فرمانی ہے۔ مولانا یوسف صاحب مرحوم کے زمانہ میں تو ان کے مدینہ پاک حاضری پر

بہت سے احباب ان کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے لیکن ان کے بعد اب ہم لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس کا اثر ایسا ہو. اس لیے جناب والا کی خدمت میں اور محترم بھائی حبیب صاحب کی خدمت میں اصرار سے درخواست ہے کہ تبلیغی سلسلہ میں بالخصوص مسجد نور کے سلسلہ میں ہر مشکل کو آپ ہی حضرات کو حل کرنا ہے ۔ اللہ تعالےٰ ہر نوع کی آپ حضرات کی مدد فرمائے اور اس مبارک کام اور صدقہ جاریہ میں زیادہ سے زیادہ آپ لوگوں کی معاونت میسر فرمائے واجرکم علے اللہ۔

۴۴:- ایک عالم دین نے بعض اکابر کے حوالہ سے جماعت تبلیغ کے کام پر کچھ خلجانات واشکالات کا اظہار کیا اور لکھا کہ میں خود تو اس دعوتی محنت وجد وجہد کو اس دور میں سنتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی گذارنے کا واحد ذریعہ سمجھتا ہوں، لیکن معلوم ہوا ہے کہ بعض اکابر اس تحریک کے خلاف رہ چکے ہیں. ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہئے ؟ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت مضبوط لب ولہجہ اور فیصلہ کن انداز میں جماعت کی اہمیت اس کے فوائد اور اس کے اثرات وثمرات پر ایک تحریر ارسال فرما کر پشت پناہی اور پشتیبان کا حق ادا فرمایا۔ اور پھر آخر سطر میں ''منکر صریح پر نکیر'' کے متعلق تحریر فرما کر اپنے محقق ہونے کا حق بھی ادا فرما دیا. چنانچہ تحریر فرماتے ہیں

میرے نزدیک یہ تحریک موجودہ حالت کے لحاظ سے نہایت مفید اور بے انتہا ثمرات کا موجب ہے ہزاروں نہیں لاکھوں بے نمازی، بے دین، دیندار بن گئے، لوگ علماء اور مدارس کے بہت خلاف تھے وہ سینکڑوں کی مقدار میں اہل علم سے متعلق اور مدارس کے معین بن گئے۔ نہ صرف ہندوستان، پاکستان بلکہ ممالک عربیہ اور یورپ کے بہت سے شہروں میں ہزاروں آدمی دین کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، جن ممالک میں مساجد ویران پڑی تھی ان میں باقاعدہ نماز بلکہ تراویح کا اہتمام ہو گیا، کوتاہیوں سے انکار نہیں لیکن کوتاہیوں سے کون سا ادارہ یا مجمع خالی ہے، نفع نقصان کی مجموعی حالت کا اندازہ کیا جاتا ہے ۔

اس سب کے باوجود آپ کے متعلق میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر آپ کو آپ کے شیخ اس کی

اجازت نہ دیں تو آپ کو ان کے منشاء کے خلاف شرکت نہیں چاہئے البتہ اگر آپ کو شیخ خوشی سے اجازت دیں تو ضرور شرکت فرمائیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ اگر اپنے شیخ کی رضا کے تحت شرکت نہ فرماویں تو مخالفت بھی نہ فرماویں: اس لیے کہ میری رائے یہ ہے کہ عنایت الٰہی اس تحریک کی طرف متوجہ ہے جو مبشرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس جماعت کے متعلق تواتر سے نقل کیے جارہے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوگوں کو اس میں شرکت کے واسطے ترغیبات و تاکیدات خوابوں میں کثرت سے کی جارہی ہے جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد اری رؤیاکم قد تواطئت فی السبع الاواخر الحدیث جس کو شیخین نے تخریج کیا ہے کی روشنی میں کثرت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خوابوں میں حمایت کرنا۔ اتنی کثرت سے سننے میں آرہا ہے کہ اس کا احصاء دشوار ہے' ان کے علاوہ اور بہت سے امور ایسے ہیں کہ جن کی بناء پر یہ ناکارہ مخالفت کو خطرناک سمجھ رہا ہے عدم شرکت دوسری چیز ہے کوئی شخص اپنے اعذار کی وجہ سے یا اپنے شرح صدر نہ ہونے کی وجہ سے شرکت نہ کرے اس میں بندہ کے نزدیک کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن مخالفت دوسری چیز ہے۔ یہ اس ناکارہ کا ناقص خیال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ البتہ کوئی منکر صریح دیکھا جائے تو اس پر نکیر دوسری چیز ہے۔

۱۵۔ میوات میں انتشار و خلفشار معلوم ہونے پر آپ نے وہاں کے احباب واہل تعلق کو ان الفاظ میں تاکید و تنبیہ اور نصیحت فرمائی کہ:

"نہ مخالفین سے مقابلہ کیا جائے، نہ ان کی مخالفت کا تذکرہ کیا جائے۔ بس اپنا کام اہتمام سے کرتے رہیں نہ کسی کی برائی کریں نہ مخالفت کریں، نہ پارٹیوں کے قصوں میں دخل دیں۔"

۱۶۔ اسی طرح ایک صاحب کو تحریر فرمایا:

"اصلاح فیما بین کی کوشش بہت اونچی اور قیمتی ہے اور بنیادی قانون اس کا یہ ہے کہ روایات کو زیادہ اہمیت نہ دی جائے اور اپنے مجامع میں غیبت کرنے والوں کو سختی سے روکا جائے۔"

۱۷- ایک صاحب کو جنہوں تبلیغی کام پر مخالفین کے اعتراضات کا شکوہ کیا تھا۔ یہ مشورہ تحریر فرمایا:

یکسوئی اور انہماک سے اپنے کام میں مشغول رہیں، دوسرے سے مناظرہ اور اس پر تنقید اور اس کے ساتھ الجھنے کی ہرگز کوشش نہ کریں، اگر کوئی کام پر اعتراض کرے تو ان سے کہہ دیں کہ مرکز سے مراجعت کریں۔ ہم لوگوں کو معتمد علماء لے یہی تبلیغ اسی بنا پر ہمیں اعتماد ہے۔ درود شریف کی کثرت کا اہتمام کریں ان شاء اللہ رد بدعت کے لیے یہ بہت ہی مفید اور مؤثر ہے۔

۱۸- ایک صاحب کو جو مخالفت برائے مخالفت میں حد سے تجاوز کر رہے تھے ناصحانہ و مشفقانہ انداز میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

یہ لوگ بے کار ہیں، ان کو دین و دنیا کا کوئی کام نہیں ہے، میری طرف سے جواب یہ ہے کہ ومن یعمل مثقال ذرة خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرہ۔ مرکز کے حضرات ہوں یا تم حضرات ہو، جو کوئی بھی جو کچھ کر رہا ہے وہ اپنے ہی لیے کر رہا ہے۔ یہ ناکارہ تو بجز دعائے خیر و صلاح کیا کر سکتا ہے۔

(مکتوب محررہ ۲۲ر جمادی الاول ۱۳۸۷ھ)

۱۹- ایک قدیم مبلغ کو فضولیات اور ایک دوسرے کی شکایات سے بچنے کی تاکید اس طرح فرمائی:

آپ اس کی کوشش کرتے رہا کریں۔ کہ وہاں کے قیام میں تبلیغی مشاغل کے علاوہ فضول باتوں میں وقت نہ گذرے۔ تمہارا وقت تو الحمد للہ فضولیات سے محفوظ ہے لیکن عموماً وہاں کے احباب فضولیات میں اپنا وقت بہت ضائع کرتے ہیں اور ان کے لیے بہت مضر ہے۔ اس وقت مولانا یوسف رح کے انتقال کے بعد تم مرکز کے اونچے لوگوں کے ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے اور ہر آنے والے تم احباب کو دیکھ کر تمہارے کام کی گہرائی کا اندازہ کرتے ہیں۔ اس لیے تم دوستوں کو ایک دوسرے کی شکایات سے بالخصوص اجنبیوں کے سامنے بہت زیادہ اہتمام سے بچنے کی ضرورت

ہے، وہاں کے مقیمین حضرات سے چاہے مبلغ ہوں یا مدرس ہوں، بعد سلام مسنون میرا یہ پیغام پہونچادیں اور بہت اہتمام سے پہونچادیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ قاری داؤد صاحب اور منشی بشیر احمد صاحب سے یہ پیغام و پیام پہونچادیں کہ وہ سب کو پہونچادیں گے۔

۱۰۔ ایک موقع پر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے توسط سے مرکز کے مقیم حضرات کو زوردار انداز میں اس طرف متوجہ فرمایا کہ فضول باتوں سے احتراز کرکے یکسوئی کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہیں۔ حضرت مولانا نے مقیم حضرات کو یہ پیغام پہونچانے کے بعد اپنے تاثرات واحساسات حضرت شیخ کو ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"زبانیں اور تحریریں آج کل ایسی بے قابو ہیں کہ جن کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا، بندہ تو سب سے عرض کرتا رہتا ہے اور خوب تاکید کرتا ہے کہ تذکرے اور خواہ مخواہ ان قصوں کا بیان کرنا یہ اپنے کام میں نقصان ہے کہ انتشار، اور دوسرے خیالات جگہ پکڑتے ہیں، اپنی چیزوں کے تذکرہ بڑھانے کی اور مجلس میں ایمان ویقین اور موت کے تذکروں کی کثرت کرنی چاہیے۔"

(مکتوب محررہ ۱۱ر جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ)

۱۱۔ جماعت میں نکلنے والے نئے نئے لوگوں کی جانب سے جب کچھ بے اصولیاں اور بے عنوانیاں سامنے آئیں تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے باہمی مشورہ سے اس سلسلہ میں چند ضروری ہدایات مرتب کرائیں جن کو مرکز نظام الدین کی مسجد میں آویزاں کیا گیا نیز ملک وبیرون ملک کے دوسرے مراکز کو بھی ان کی نقول بھیجی گئیں تاکہ وہاں کے ذمہ دار حضرات بھی اس پر عمل کرنے کا اہتمام کریں [1] حضرت شیخ کے ذخیرۂ نوادرات میں ضروری ہدایات کا یہ پرچہ محفوظ ہے۔ اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر یہاں اس کو نقل کیا جاتا ہے!

---

[1] حال ہی میں بنگلہ دیش کے ہونے والے سفر میں دیکھا کہ تبلیغی مرکز کاکرائیل کے ذمہ دار اصحاب نے یہ تمام ہدایات اردو اور بنگلہ میں خوش خط لکھوا کر اپنے یہاں اب بھی آویزاں کر رکھی ہیں۔ جزاہم اللہ تعالیٰ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضروری ہدایات

تبلیغ میں جانے والے حضرات کو خاص طور سے ان امور کی رعایت رکھنی چاہیے ورنہ منافع سے زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے۔

۱ ہر کلمہ گو اور علم والے کا دل سے اکرام و احترام کریں اور اس کی مشق کریں۔

۲ دوسرے کے عیوب سے اپنی آنکھیں بند کریں اور اپنے عیوب تلاش کرتے رہیں۔

۳ بیان اور تعلیمی حلقوں اور مجلسوں میں کسی طبقہ یا جماعت یا فرد پر نکیر یا طنز نہ کریں، جو لوگ جماعت میں وقت نہ لگا سکیں، ان کی بھی تنقیص نہ کریں۔

۴ ہر علاقہ کے بزرگانِ دین علماء اور مشائخ سے استفادہ کی اور دعا کی نیت سے ملیں اور ہر ایک کے تعلق والوں سے اکرام و محبت کے ساتھ مل کر کام کریں، کسی پر تنقید نہ کریں۔

۵ تبلیغ اور جماعت میں نکلنے کو دنیوی فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ اپنے حاصل ہوئے مفاد کو قربان کرنے کی مشق کی جائے۔

۶ بیان میں اپنے کارنامے نہ بیان کیے جائیں۔ انبیاءؑ، صحابہؓ اور اسلاف کے واقعات کے ذریعہ ترغیب دی جائے اور ان ہی کی مدّوں کا تذکرہ کیا جائے۔

۷ کرنے والی ذات صرف خدا کی ہے، دن میں اس کے دین کی انتھک کوشش کر کے راتوں کو تضرع و زاری و الحاح کے ساتھ خدا ہی سے اس کی نصرت اور مدد مانگی جائے اور جو کچھ وجود میں آئے اسی کا کرم سمجھا جائے۔ (فقط)

۱۲:- ایک دور دراز ملک کے مفتی اعظم و دیگر علماء کو کچھ خلجانات تھے جس کی بناء پر انھوں نے تبلیغی اجتماعات میں شرکت سے پہلو تہی کر لی تھی۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ان حضرات کو زوردار خط لکھ کر اجتماعات میں شرکت پر متوجہ فرمایا اور ساتھ ہی وہاں کی اہلِ شوریٰ کو ان الفاظ میں نصیحت فرمائی:-

تبلیغی اجتماعات میں اہلِ علم کی شرکت نہایت ضروری ہے کہ اعتدال انکی شرکت اور نگرانی سے ہی ہو سکتی ہے۔ اس لیے مخلص علماء کی شرکت کا اہتمام کیا کریں، البتہ معاند علماء کی شرکت سے حتی الوسع اجتماع کو شرکت سے بچائیں کہ جن کا مقصود محض اعتراض ہو

کہ اعتراض برائے اعتراض کا جواب کسی کے پاس نہیں۔

جماعت تبلیغ میں اکثر شرکت ایسے آدمیوں کی ہوتی ہے جو دین سے بے بہرہ ہوتے ہیں ان پر نکیر اور ان کی اصلاح خود اہل تبلیغ کے ذمہ ہے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اپنے معتمد علماء کو خاص طور سے ادھر متوجہ کریں تاکہ وہ تبلیغی لوگوں کی نگرانی بھی کریں اور جو کچھ فروگذاشت ہو ان پر تنہائی میں محبت و شفقت سے نکیر اور سمجھانے کی کوشش کریں۔

۱۳۔ پاکستان کے ایک ممتاز عالم دین نے جب مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات پر اپنے تاثر اور حزن و ملال کی کیفیات تحریر کرتے ہوئے یہاں تک تحریر کر دیا کہ "آنسو بھی جواب دے گئے اور طاقت بھی جواب دے گئی۔ اب بستر ہے اور دوائیں ہیں"۔ تو حضرتؒ نے انتہائی شفقت آمیز انداز میں کام کے تحفظ اور اس کی ترقی پر ان کو متوجہ فرماتے ہوئے یہ تحریر فرمایا۔

آپ کا گرامی نامہ پڑھا اور بہت تاثر سے پڑھا۔ آپ جیسے اکابر کے لیے یہ وقت ہتھیار ڈال کر بستر پر پڑنے کا نہیں ہے۔ رنج و صدمہ فطری چیز ہے اور بے اختیار لیکن اسوۂ صدیقی نبھانا آپ ہی لوگوں کا کام ہے۔ اس ناکارہ پر تو کام کا فکر اتنا غالب ہو رہا ہے کہ صدمہ اس میں بالکل مغلوب ہو کر رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل و کرم سے اس مبارک کام کی حفاظت فرما دے۔ آپ سب حضرات کو نہایت اہتمام سے انتہائی مستعدی کے ساتھ کام کے تحفظ اور ترقی کی صورتوں پر غور کرنا چاہئے اب مولانا یوسف صاحب تو ہیں نہیں کہ ہر سال آپ ان کو دعوت دے کر ان کے نام پر کام کو چلائیں۔ اب تو آپ ہی کو کرنا ہے، ہمت سے اور نہایت ہی ایک دوسرے کی مدارات اور دل جوئی کرتے ہوئے اپنے آپ کو گراتے ہوئے دوسروں کو بڑھاتے ہوئے کام کو چلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمادے۔ قریشی صاحب قاضی صاحب، بھائی عبدالوہاب صاحب سے ملاقات ہو تو یہ عریضہ ان کی خدمت میں بھی پیش فرمادیں۔ (مکتوب محررہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ)

۱۴- مولانا محمد یوسف صاحب کے سانحہ وفات پر جب ملک و بیرون ملک سے ہزاروں کی تعداد میں تعزیت نامے آئے تو تعزیت کرنے والوں نے کام کے متعلق اپنے خطرات و خدشات کا اظہار کرتے ہوئے گویا ایک طرح سے اپنی مایوسی ظاہر کی۔ اس موقع پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے خط کی شکل میں ایک مختصر مگر جاندار اور مؤثر مضمون تحریر فرماکر تمام تعزیت کرنے والوں کو ارسال فرمایا۔ اس مضمون نے سینکڑوں ہزاروں بندگان خدا اور دینی محنت کرنے والوں کو حوصلہ بخشا اور وہ ہمہ تن کام کی طرف متوجہ ہوگئے۔

خط کی شکل میں تحریر کیے جانے والے اس مضمون کی نقل یہ ہے۔

" عنایت فرمائم سلمہ ——————— بعد سلام مسنون

"عنایت نامہ پہنچا، عزیز مولانا محمد یوسف مرحوم کے انتقال سے جتنا بھی صدمہ ہو، وہ بہت کم ہے لیکن خالی رنج وغم سے نہ مرحوم کو کوئی فائدہ اور نہ تمہیں کوئی فائدہ ہے۔ جس کام پر عزیز مرحوم نے اپنی زندگی لگائی، اس میں لگ جاؤ، اس سے تمہیں بھی فائدہ ہوگا اور عزیز مرحوم کو بھی خوشی ہوگی۔ محمد زکریا کاندھلوی۔

۱۵- اندر کا انتشار باہر کے انتشار سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہوتا ہے اس اصول اور کلیہ کو سامنے رکھ کر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کو ایک طویل اور مفصل مکتوب کے ذریعہ اس طرف متوجہ فرمایا کہ مرکز کے مقیمین میں ایسا کوئی نہ ہونا چاہیے جس کا باقاعدہ کم از کم ایک چلہ یا چار مہینے نہ لگ رہے ہوں۔ اس مکتوب کی چند سطور یہ ہیں!

ایک مضمون کئی سال سے ذہن میں آتا رہتا ہے بعض دفعہ تو اس کا بہت ہی زور ہوتا ہے مگر آپ کی آمد پر یا تو ذہن میں نہیں رہتا اور اگر خیال آتا ہے تو اطمینان کے وقت کے انتظار میں ٹل جاتا ہے۔ وہ یہ کہ آپ کے یہاں کا بہت اہم اصول جس میں، میں چچا جان نوراللہ مرقدہ کی رائے کا مخالف بھی رہا مگر انھوں نے میری رائے کے خلاف اپنے اصول پر بہت ہی زور دیا، اور میری بات نہیں مان کے دی۔ میرا خیال تو

یہ تھا کہ مرکز میں ۴-۵ آدمی ایسے منتخب کر لیے جائیں جن کو مدار شوریٰ اور کمیٹی کے طور پر ذمہ دار قرار دے کر جن میں ایک دو تعلیمی ہوں۔ بقیہ تبلیغی ان کو وہاں مستقل روک لیا جائے اور ان کو بلا کسی سخت مجبوری کے مثلاً ایک دو روز۔ کے لیے کسی اہم جلسہ میں شرکت کے علاوہ نہ بھیجا جائے مگر چچا جان نور اللہ مرقدہ نے بہت ہی شدت سے میری اس بات کی مخالفت کی، ان کا اس پر اصرار تھا کہ کوئی شخص بھی مرکز نظام الدین پر ایسا نہ رہے جس کا کم از کم ایک چلہ اور چار مہینے ہو جاویں تو بہت اچھا باہر نہ گذرے مگر چچا جان نے میری اس رائے کی ہمیشہ شدت سے مخالفت فرمائی، اور ان کا شدید اصرار یہ تھا کہ کوئی شخص بھی یہاں ایسا نہ رہے جو چلہ میں نہ جائے۔ اب میری بھی رائے یہی ہے، بڑوں کی بات کو ماننا ہی پڑتا ہے، اس لیے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کے اصول کو جلد از جلد اپنے یہاں جاری کیجئے اور آپ کے بڑے منشی بشیر سے کہ ان سے حسابات کا تعلق بڑی کثرت سے ہے اور کوئی بھی ایسا نہ رہے جو علی الترتیب چلہ میں نہ گیا ہو۔"

حضرت مولانا نے حضرت شیخ کے اس گرامی نامہ کو اہمیت کے ساتھ مرکز کے مقیم حضرات کو اجتماعی طور پر سنایا اور پھر حضرت شیخ کی اس تجویز کو عملی جامہ پہناتے ہوئے نکلنے والوں کی ترتیب قائم کی۔ چنانچہ اپنے گرامی نامہ میں حضرت شیخ کو جواباً تحریر فرماتے ہیں: "آج تمام لوگوں کو جمع کر کے والا نامہ کا مضمون سنایا اور جماعتوں میں جانے کو کہا گیا۔ ان شاء اللہ اس کی ترتیب قائم کی جاوے گی۔ اب مکتب کے حافظ صاحب چلہ میں جا رہے ہیں۔ پہلے بھی بندہ اس ترتیب کو قائم کر چکا کچھ دنوں کے بعد پھر چھوٹ گئی۔"

۱۶- مخفی دشمن کی ریشہ دوانیاں کھلے دشمن کی عداوت سے زیادہ خطرناک ہوتی ہیں، اُن سے حفاظت کا سب سے اہم اور مؤثر ذریعہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف رجوع اور ان سے حفاظت و پناہ مانگتے رہنا ہے۔ دعوت و تبلیغ پر جب ایسا ہی ایک نازک وقت آیا تو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے حضرت مولانا کو اور حضرت مولانا کے توسط سے جماعت

والوں کو بذریعہ گرامی نامہ اس طرح مخاطب فرمایا!

"آپ کے اسفار کی کثرت سن کر مسرت بھی ہو رہی ہے اور فکر بھی۔ مسرت تو ظاہر ہے اور فکر شیطان لعین کے حملوں سے ہے۔ آج کل آپ ہی کی تبلیغ پر نگاہیں جم رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہر مکارہ سے محفوظ رکھے۔ تبلیغ پر غیروں اور اپنوں کی طرف سے جو یورش ہو رہی ہے اس کا فکر مجھے بہت دنوں سے ہو رہا ہے جماعت والوں سے فرمادیں کہ چلتے پھرتے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ پڑھتے رہیں۔"[1]

۱۷۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پشتیبان اور پشت پناہ بننے کے تعلق سے آخری بات یہ ہے کہ "تبلیغی جماعت پر ——— چند عمومی اعتراضات اور ان کے مفصل جوابات" جیسی وقیع کتاب حضرت کے قلم سے وجود میں آئی جس نے مخالفت کے ایک بڑھتے ہوئے طوفان پر مضبوط روک لگادی اور علمی و دینی حلقوں کے شکوک و شبہات اس کے مطالعہ سے دور ہو گئے۔ اور بقول حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ!

> "اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے ذریعہ اس کا انتظام فرمادیا کہ اس دنیا میں حضرت کے نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کام کو حضرت کی حمایت اور سرپرستی و رہنمائی اور نگرانی حاصل رہے۔"

اندازِ تقریر | حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب منصب امارت پر فائز ہونے تک وعظ و تقریر اور خطاب و بیان کی دنیا سے بہت دور تھے، مزاج میں خاموشی اور کم کم گوئی اپنی انتہا کو پہونچی ہوئی تھی۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے دور امارت میں شاید ہی کبھی تقریر فرمائی ہو، معمول یہ تھا کہ حضرت مولانا کی تقریر کے وقت اسٹیج پر ان کے پیچھے مراقب اور متوجہ الی اللہ ہو کر بیٹھے رہتے۔ اس کے بالمقابل حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے بیانات بڑے طویل ہوتے تھے جس میں دعوت کو خوب کھول کھول سمجھایا جاتا تھا ان کے یہاں آٹھ

---

[1] اقتباس مکتوب مولانا موصوف بنام حضرت شیخ محررہ ۱۲ر جولائی ۱۹۷۲ء

دس گھنٹے یومیہ تقریر کرلینا بہت معمولی بات تھی۔ ایک بار طویل تقریر سے فارغ ہوکر از راہِ تواضع فرمایا کہ ہمیں تو بس بولنا ہی آیا ہے۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے اس پر ایک سرد آہ بھر کر فرمایا کہ "ہمیں تو بولنا بھی نہیں آیا۔"

مولانا انعام الحسن صاحب فرماتے تھے کہ مولانا یوسف صاحب کے پورے دورِ امارت میں صرف ایک مرتبہ بہت شدت سے خیال آیا تھا کہ کاش ہمیں بھی تقریر کرنی آتی۔ پھر فرمایا کہ اس خیال آنے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ ایک مرتبہ میں اور مولانا یوسف صاحب ریل سے آرہے تھے کھیکڑے کے قریب ریلوے لائن ٹوٹی ہوئی تھی جس کی وجہ سے ریل کو حادثہ پیش آگیا، سب مسافر جلدی جلدی گھبرا کر ٹرین سے اترے، میں اور مولانا یوسف صاحب بھی اتر گئے، اتنے میں ایک لالہ جی ہمارے پاس آکر ڈرے و سہمے ہوئے بیٹھ گئے، میں فوراً سمجھ گیا کہ اس کے پاس رقم ہے اور یہ سب مسافروں سے ڈر کر ہمارے پاس آکر بیٹھا ہے۔ تھوڑی دیر بعد مقامی تبلیغی ساتھیوں کو ہماری اطلاع ملی، وہ سب آکر ہم دونوں کو قصبہ میں لے گئے وہاں پہونچ کر اہلِ قصبہ نے مولانا یوسف صاحب پر تقریر کے لیے اصرار کیا مولانا بہت تھکے ہوئے تھے اور تقریر کی بالکل ہمت نہیں کر رہے تھے لیکن ان کے اصرار پر کچھ دیر تقریر فرمائی۔ بس اس دن بار بار مجھے خیال آیا کہ اگر مجھے تقریر کرنی آتی تو میں کر دیتا اور مولانا یوسف صاحب اتنی دیر آرام کرلیتے۔

مولانا عمران خان صاحب ندوی اپنے مخصوص ظرافتی لہجہ میں فرمایا کرتے تھے کہ اس دعوت کے بانی بھی الکن تھے (یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب جن کی زبان میں لکنت تھی) اور مولانا انعام الحسن صاحب بھی قلیل الکلام ہیں بیچ میں ابوالکلام (مولانا محمد یوسف صاحب) آگئے تھے۔

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے امارت کی ذمہ داری قبول فرمانے کے بعد تقریروں کا سلسلہ شروع فرمایا۔ ایک مجلس میں خود ارشاد فرمایا کہ میں مولانا یوسف صاحب کے زمانہ میں تقریر وغیرہ بالکل نہیں کرتا تھا بس خاموش رہتا تھا۔ ان کے انتقال کے بعد جب تقریر شروع کی تو صرف احادیث اور ان کا ترجمہ و مطلب بیان کر دیتا تھا کیوں کہ ساری عمر

درس وتدریس کی تھی۔ احادیث خوب یاد تھیں لیکن جب بعض لوگوں نے اس کی نقل تاری شروع کی اور وہ بھی تقریروں میں احادیث پڑھنے لگے تو پھر میں نے احتیاطاً اپنی تقریر کا یہ طرز بدل دیا۔

جن لوگوں نے حضرت مولانا کے دور امارت کو پورے طور پر قریب سے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ ابتداء میں آپ کی تقریریں بہت مختصر ہوتی تھیں اور پھر ان میں اوقات کے اعتبار سے بتدریج اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ دو، دو گھنٹے آپ بلاتکلف تقریر فرمالیا کرتے تھے۔ اس کے بعد عوارض اور طبعی ضعف کی وجہ سے آہستہ آہستہ آپ کے بیانات پھر اتنے ہی مختصر اور محدود ہو گئے جتنے کہ ابتداء میں تھے۔

آپ تقریر میں اشعار پسند نہیں فرماتے تھے شاذ و نادر ہی کبھی کوئی شعر پڑھا ہوگا چنانچہ ایک موقع پر والباکون من خشیۃ اللّٰہ کی تفسیر فرماتے ہوئے یہ شعر پڑھا ؎

ایک آہ دل میں اٹھتی ہے، ایک درد سا دل میں ہوتا ہے

ہم رات میں اٹھ کر روتے ہیں جب سارا عالم سوتا ہے

البتہ شیخ سعدیؒ کے وہ اشعار جو موعظت و نصیحت پر مشتمل ہوتے ان کو مضمون کی مناسبت سے گاہ بگاہ پڑھ دیا کرتے تھے۔ اسی طرح تقریر میں فصاحت و بلاغت اور خوب صورت و موزوں الفاظ بھی استعمال نہ کرتے، فرمایا کرتے تھے کہ سیدھے سادے عامیانہ درجہ کے الفاظ سے سننے والے جلد مانوس و متاثر ہو جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک عالم دین و بلند مرتبہ خطیب نے فصیح و بلیغ مقرر تیار کرنے کا آپ کو مشورہ دیا اور اپنی بات کی تائید میں آیت قرآنی ھو افصح منی لساناً تلاوت کی۔ حضرت مولانا فرماتے تھے کہ میں ادباً خاموش رہا ورنہ میرے ذہن میں جواب آیا تھا کہ اگر فصاحت و بلاغت ایسی ہی اہم چیز ہوتی تو نبوت بجائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت ہارون کو دی جاتی۔

اسی طرح ایک موقع پر ایک عالم دین مرکز نظام الدین آئے اور گفتگو کے دوران حضرت مولانا سے کہنے لگے کہ تبلیغ کا کام بہت اچھا اور بہت اونچا ہے لیکن ایک درخواست ہے کہ مقررین اگر سلجھے ہوئے ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ آپ کی بات سے تو یہ معلوم

ہوا کہ اسلام میں بذاتِ خود کوئی کمال نہیں، بلکہ دوسرے شخص کے حسنِ بیان سے اسلام کو کمال حاصل ہوتا ہے گویا کہ فرنی میں کمال چاندی کے پلیٹ میں کھانے سے ہے، مٹی کے پلیٹ میں وہ کمال نہیں رہتا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ فرنی کسی بھی پیالہ اور پلیٹ میں ہو اسے محبت سے کھایا جائے گا۔ اسی طرح اسلام ایک قوت ہے جس سے دوسرا انسان قوی ہوتا ہے، لیکن اب مقررین نے الفاظ کی سجاوٹ پر اسلام کو منحصر کر دیا، حالانکہ اسلام اس سجاوٹ وبناوٹ سے پاک ہے، وہ تو اندر سے پھیلتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محمد بن قاسم وغیرہ کسی سے بھی لمبی تقریر ثابت نہیں لیکن ہر لفظ دل پر اثر کرتا تھا۔

اسی طرح تقریر میں تقابل یا دوسری جماعتوں کے کام کی نفی بھی پسند نہیں تھی فرمایا کرتے تھے کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لائے ہوئے اعمال میں خود ہی اتنی کشش اور جذب ہے کہ اس کی طرف دعوت دینا ہی کافی ہے۔ ایک مرتبہ ایک قدیم کارکن نے اپنی تقریر میں نبوی سیاست کا تقابل موجودہ سیاست سے کیا، تو فرمایا کہ "مجھے تو آپ کے بیان پر نقد ہے" بھائی ہمارے یہاں تقابل نہیں بس اپنی بات مثبت انداز سے کہنا ہے۔

اسی طرح عوامی واجتماعی تقریروں میں ایمان، اعمال صالحہ، حشر ونشر، آخرت وعقائد صحیحہ پر خود بھی زور دیتے اور دیگر مقررین (مولانا محمد عمر صاحب، مولانا احمد لاٹ صاحب وغیرہ) کو بھی اسی طرف متوجہ فرماتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ آج امت میں سے کلمہ، نماز اور آخرت نکلتی جارہی ہے اسی طرف انکو لانا ہے، اسرار ورموز اور علتوں وحکمتوں کی ان کو ضرورت نہیں اعمال صالحہ اگر امت کی زندگیوں میں آگئے تو اس کا بیڑا پار ہو جائے گا۔

ایک مجلس میں حضرت مولانا نے دعوتی احباب ورفقاء کو بیان وتقریر کے بارے میں درج ذیل دس ہدایات ارشاد فرمائی تھیں۔ ان ہدایات سے حضرت مولانا کی پسندیدہ اور مطلوب تقریر کا معیار بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا:

(۱) جماعت میں نکل کر چھ نمبر سے ہٹ کر بات نہ کی جائے، چھ نمبر کے اندر ہی رہا جائے۔

(۲) عام فہم بات ہو تاکہ مجمع کی سمجھ میں آجائے (۳) بغیر تحقیق کے کوئی بات نہ کی جائے۔

(۴) دین پر چلنے کا نفع خوب بتائیں۔ نیز بشارتیں بتلائیں، وعیدیں نہ سنائیں۔
(۵) تقریر میں قرآن وحدیث کی بات ہو، آخری درجہ میں تاریخ کی روایت بھی کہہ سکتے ہیں۔
(۶) تقریر میں سنی سنائی باتیں نہ بیان کی جائیں، ایسے ہی حالات حاضرہ پر کوئی تبصرہ بھی نہ کریں
(۷) ——— کسی کی ذات پر یا کسی جماعت پر اعتراض وتنقید نہ کی جائے۔
(۸) اکرام واخلاص کی مشق ہو، ناصح بن کر بات نہ کی جائے۔
(۹) دعوت والی بات سمجھانا ہے اپنی شخصیت نہیں سمجھانی ہے۔
(۱۰) اللہ کی جو مددیں انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ہوئیں ان کو بیان کیا جائے، اپنے کو جو مددیں حاصل ہوئیں وہ نہ بیان کی جائیں۔

حضرت مولانا کی تقاریر نہایت جامع اور پُر مغز ہوتی تھیں اور اثر وکیفیت کے اعتبار سے از دل خیزد بر دل ریزد کا صحیح مصداق ہوتیں۔ چھوٹے چھوٹے مختصر جملے اور ان میں جچی تلی نصیحتیں اور فہمائشیں، درد وفکر اور سوز وگداز سے بھرپور لب ولہجہ۔ یہ آپ کی تقریری خصوصیات تھیں۔ آپ کو سننے والا صاف محسوس کرلیتا اور اس کا احساس اس یقین کے ساتھ بدل جاتا تھا کہ یہاں تقریر میں تاثیر الفاظ سے نہیں بلکہ اخلاص اور جذب اندرون سے ہے۔

آپ کے محامد ومحاسن پر قلم اٹھانے والے اہلِ قلم کی نگاہ میں آپ کی حیات کا یہ پہلو بھی بڑا روشن اور تابناک ہے۔ لکھنے والوں نے بڑے گہرے تاثرات اور جذبات کے ساتھ آپ کی حیات طیبہ کے اس رخ کو اجاگر کیا ہے۔ چنانچہ مولانا وحید الدین خاں صاحب آپ کے طرز تقریر پر اپنے تاثرات اس طرح قلم بند کرتے ہیں:

"مولانا انعام الحسن صاحب ایک جید عالم تھے تاہم معروف معنوں میں وہ کوئی خطیب نہ تھے وہ ہمیشہ سادہ انداز میں بولتے تھے مگر ان کا اسلوب روایتی خطابت سے کہیں زیادہ موثر تھا وہ پورے معنوں میں از دلِ خیزد بر دل ریزد کا مصداق تھا۔ مجھے کئی بار حضرت مولانا مرحوم کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا، اپنی سادہ تقریر کے خاتمہ پر اکثر وہ دعائیہ الفاظ بولتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ یا اللہ دنیا وآخرت میں خیر کا معاملہ فرما۔ یا اللہ ہم سب کے

لیے رحمت اور عافیت کے فیصلے فرما۔ حضرت مولانا مرحوم کی زبان سے نکلے ہوئے یہ سادہ الفاظ اتنے مؤثر ہوتے تھے کہ سننے والا مشکل ہی سے اپنے آنسوؤں کو ضبط کر سکتا تھا۔"[1]

مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کشمیری لکھتے ہیں:

"حضرت جی کا بیان مختصر ضرور ہوتا تھا لیکن سمندر کو کوزے میں بند کیے ہوا ہوتا تھا۔ آپ کا بیان قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ، سیرت اور تصوف و اخلاق کے عظیم اور گراں مایہ ذخائر کا نچوڑ ہوتا تھا، لوگ کہتے تھے کہ حضرت جی بہت کم بولتے ہیں مختصر اور سادہ سی باتیں جب کہ حقیقت یہ تھی کہ حضرت جی کا ایک ایک جملہ ایک مستقل متن ہوتا جس تشریح وتفسیر میں مستقل کتاب تیار ہو سکتی تھی اور وہ جملہ یا تو کسی آیت یا حدیث کا ترجمہ ہوتا یا اکابر واسلاف کا مقولہ یا سیرت وتاریخ کے کسی واقعہ کی طرف اشارہ یا اکابر صوفیہ کی تعلیمات کا خلاصہ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جی کے مختصر کلام میں جب آدمی غور کرتا ہے تو ہر فن سے متعلق کوئی نہ کوئی چیز اس کو مل جاتی ہے۔ گویا ان کا مختصر بیان جملہ علوم وفنون کے مغزیات کا معجون یا پھولوں کا گلدستہ ہوتا تھا۔"[2]

مولانا عبد اللہ عباس صاحب ندوی معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء لکھنؤ اپنے تاثرات اور جذبات اس طرح قلم بند کرتے ہیں:

"مولانا انعام الحسن صاحب اگرچہ تقریر کے عادی نہیں تھے لیکن جب بولتے تو دل سے بولتے تھے اس لیے ان کی بات دل پر ہی اثر کرتی تھی لیکن زبان سے بڑھ کر سیرت مؤثر ہوتی ہے حقیقۃً آپ کی سیرت بولتی ہوئی زبان تھی اور آپ کی لسان ساکت کام کر جاتی تھی جو لسان ناطق نہیں کرپاتی۔ دعاء نیم شبی اور آہ سحرگاہی سے زبان میں تاثیر پیدا ہوتی ہے اور انابت الی اللہ کی دولت جب حاصل ہوتی ہے تو سیرت کی تعمیر ہوتی ہے اور اس

---

[1] ماہنامہ حسن اخلاق دہلی۔ [2] ماہنامہ النور کشمیر، ستمبر ۱۹۹۵ء۔

وقت بے زبانی زبان بن جاتی ہے اور اس میں وہ طاقت آجاتی ہے جو پتھر کو موم کردیتی ہے" [1]

مولانا محمد اسلم صاحب پاکستان رقم طراز ہیں،

"آپ کی تقریر میں نہ تو خطیبانہ جاہ و جلال ہوتا تھا نہ واعظانہ کمال و جمال ہوتا تھا، عبارت آرائی، مضمون آفرینی اور خطابت کا رنگ و آہنگ تو گویا جانتے ہی نہ تھے بلکہ ان کا لہجہ اور انداز سادگی اور بے تکلفی کا شاہکار تھا اور ان کی باتیں تصنع و بناوٹ سے پاک ہوتی تھیں، لیکن اس کے باوجود وہ جو کچھ کہتے تھے وہ دل پر اثر کرتا تھا جب وہ بولتے تھے تو دلوں کے تار ہلتے ہوئے محسوس ہوتے تھے"

اسی سے ملتے جلتے تاثرات بھوپال کے مشہور اردو روزنامہ "ندیم" کے ہیں۔ اپنے تعزیتی مضمون میں اس کے مدیر لکھتے ہیں:

"حضرت کی تقریر نہایت پُر مغز اور جامع ہوتی جس میں قرآنی آیات اور احادیث کا حوالہ ہوتا، کوئی بات نہ ضرورت سے زائد بیان ہوتی نہ کم، موقع و محل کی مناسبت سے اکثر و بیشتر ایک ہی مضمون کی تقریر فرماتے لیکن اس میں جو اثر آفرینی ہوتی اس سے بے ارادہ دل کھنچنے لگتے۔ تقریر میں عام زبان کے بجائے ایک معیاری زبان استعمال کرتے لیکن قوم و ملت کا ہر شخص خواہ اس کی ذہنی سطح کتنی ہی کیوں نہ ہو نفس مضمون کو اچھی طرح سمجھ لیتا اور اس سے متاثر ہوتا۔ یہی حال دعاء کا تھا کہ لاکھوں لوگ اجتماع کی اختتامی دعا میں جو حضرت جی رح ہی کراتے تھے شرکت کرنا عین سعادت سمجھتے تھے" [2]

امارت کے ابتدائی دور سے لے کر آخر حیات تک مرکز نظام الدین میں مختلف اوقات میں آپ کا تقریر فرمانے کا معمول رہا۔ کبھی مدرسہ کاشف العلوم کے طلبہ میں، کبھی نئے آنے والے

---

[1] تعمیر حیات لکھنؤ۔ ۲۵ر جون ۱۹۹۵ء [2] حسن اخلاق دہلی ستمبر ۱۹۹۵ء

احباب اور ملاقات کرنے والوں میں کبھی مجلسِ نکاح میں یا مجلس اعتکاف میں کبھی بعد مغرب ختم یٰسین شریف پر اور کبھی بعد عشاء کتاب حیات الصحابہ سناتے وقت، کبھی اساتذہ و مقیمین مرکز میں اور کبھی بیعت وارشاد کے موقع پر، کبھی تعلیمی افتتاح کے موقع پر اور کبھی اختتام سال پر، غرض تمام دن کسی نہ کسی تقریب سے ارشاد ونصیحت کا سلسلہ قائم رہتا تھا لیکن بعد نماز فجر ہونے والا بیان کبھی آپ نے نہیں فرمایا۔

مرکز نظام الدین میں بعد فجر ہونے والا یہ طویل اور مفصل بیان ہمیشہ غیر معمولی اہمیت وحیثیت کا حامل رہا ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب اور ان سے قبل مولانا محمد الیاس صاحب یہ بیان خود فرماتے تھے لیکن مولانا انعام الحسن صاحب نے اپنے دور امارت میں یہ بھاری ذمہ داری خود نہ قبول کرتے ہوئے مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کو سونپ دی تھی، اور مولانا پالنپوری نے اپنی رفاقت کا حق بھرپور طریقہ پر ادا کرتے ہوئے اس بیان کو متواتر تیس سال تک جس عزم واستقلال اور ہمت کے ساتھ جاری رکھا اور اس امانت کا حق ادا کیا وہ دعوت وتبلیغ کی تاریخ میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا انعام الحسن صاحب کو بھی دعوتی وتبلیغی معاملات وامور میں آپ پر بڑا اعتماد واعتبار رہا۔ بالخصوص آپ کی تقاریر پر جو دعوت وتبلیغ سے بھرپور ہوتی تھیں، بہت انشراح واطمینان تھا۔ بسااوقات خواص کے مجمع میں بھی آپ اس کا برملا اظہار فرمادیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے ابتدائی دور کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ دونوں حضرات مسجدِ نبوی شریف سے نکل رہے تھے، عربی ممالک میں دعوت وتبلیغ کے کام کرنے والوں کا ایک منتخب مجمع سامنے تھا۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے ان حضرات سے مصافحہ کرکے اس مجمع سے مولانا محمد عمر صاحب کا تعارف "هذا الشيخ محمد عمر لسان الدعوة و التبليغ" کہہ کر کرایا۔

عہد امارت کے بیئس رمضان

ماہ رمضان المبارک کو قرب الٰہی کے ساتھ خصوصی مناسبت ہے یہی وجہ ہے کہ مشائخ اہل قلوب کے یہاں اس کی حیثیت موسم بہار کی سی ہے. حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے رمضان المبارک دیکھنے والے ابھی اس منظر کو نہیں بھولے ہوں گے جب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی مسجد دار جدید تزکیۂ نفوس اور اعمال واشغال کی ایک عظیم الشان خانقاہ اور دینی تربیت گاہ بن جاتی. اور اعتکاف کرنے والوں کی تعداد سینکڑوں سے تجاوز کر جاتی تھی. سہارنپور کی طرح دہلی مرکز نظام الدین میں بھی ماہ رمضان المبارک کا اس کی شایان شان اہتمام ہوتا آیا ہے. حضرت مولانا محمد الیاس صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا دعوتی اشتغال اور مجاہدہ اس ماہ میں فزوں تر ہو جاتا تھا. مولانا انعام الحسن صاحب کے دور میں بھی یہ روایت نہ صرف اسی طرح باقی رہی بلکہ اس میں کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے اضافہ ہوا.

یہاں قدرے وضاحت کے ساتھ آپ کی زمانہ امارت کے جملہ رمضان المبارک کے احوال وکیفیات اور اس میں ہونے والے اعتکاف اور دعوتی وتبلیغی کارگذاریوں کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں.

رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ: مولانا محمد یوسف صاحب کے وصال کے بعد پہلا رمضان ہونے کی بنا پر تمام عوام وخواص کے قلوب پر غم وحزن کا ایک خاص اثر رہا، اور ان کو مولانا محمد یوسف صاحب کی یاد نے بے چین کیے رکھا.

امسال مرکز کی مسجد میں مولانا انعام الحسن صاحب نے قرآن پاک سنایا — مولانا زبیر الحسن صاحب نے یہ رمضان سہارنپور کیا اور دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں تراویح پڑھائی.

مولانا محمد ہارون صاحب اس ماہ میں اپنی شدید علالت کی وجہ سے تراویح نہیں پڑھا سکے، موصوف نے حضرت شیخ کو اپنی علالت کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا تھا کہ ”والد صاحب مرحوم کے بعد یہ پہلا رمضان ہے اور میں روزہ وتراویح سے محروم ہوں“ اس پر حضرت شیخ نے ان کو تسلی آمیز کلمات تحریر فرماتے ہوئے لکھا کہ ”یہ تو تم نے میری نقل اتاری کہ میں بھی چچا جان کے بعد آنے والے پہلے رمضان میں شدید بیمار ہو گیا تھا“

اسی ماہ کی گیارہ تاریخ میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے ذیل کا خط حضرتؒ کو تحریر فرما کر مولانا ہارون صاحب کی علالت اور اس کی نوعیت کا ذکر اس طرح کیا۔

" مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ؛

کل دس بجے کی گاڑی سے عرب حضرات سہارنپور تشریف لے گئے ہیں۔ پرسوں ہوت سے واپس ہوئے تھے، کل صبح نماز کے بعد کچھ آرام کی وجہ یہ گاڑی تجویز ہوئی اور بعض مصالح کچھ اور بھی تھے۔ عزیز ہارون کی طبیعت پرسوں سے پھر خراب ہوئی وہی ابتدائی کیفیت شروع ہوئی اور بخار اور تمام بدن میں درد ہوا، کل اور زیادتی ہوئی، مولوی رحیم شاہ صاحب کی تجویز تو اثرات کی ہے وہ اس کے لیے کچھ تدابیر کر رہے ہیں، اگر کوئی تعویذ وغیرہ جناب والا مناسب سمجھیں تو تحریر فرمادیں۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ، سلام مسنون۔

بندہ انعام الحسن غفرلہ۔ ۱۱؍رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ سہ شنبہ "

۱۶؍رمضان المبارک (۹؍جنوری ۱۹۶۶ء) یکشنبہ میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور آئے اور ایک شب قیام کے بعد دہلی واپس تشریف لے گئے۔ جناب الحاج منشی بشیر صاحب وغیرہ رفقاء مرکز آپ کے ہمراہ تھے۔

مولوی محمد سلیمان جھانجی اس مبارک ماہ کے متعلق بتلاتے ہیں کہ جب رمضان کی آمد آمد ہوئی تو حضرت جی کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ کہاں سنایا جائے۔ حضرت جی نے فرمایا کہ بھائی مشورہ کرلو۔ چنانچہ مشورہ میں طے ہوا کہ حضرت جی مرکز کی مسجد میں سنائیں اور مولوی سلیمان سماعت کریں گے، چنانچہ اسی ترتیب کے مطابق امسال تراویح ہوئی۔ ایک مرتبہ تراویح میں بارہواں سپارہ تھا۔ حضرت جی نے پڑھا فلما جاء تھم ______ میں نے فوراً لقمہ دیتے ہوئے فلما ان جاءت بتلایا۔ تین مرتبہ میں نے یہ لقمہ دیا مگر حضرت جی نے نہیں لیا، فلما جاء تھم ہی پڑھتے رہے۔ سلام پھیرنے کے بعد میں نے کہا کہ حضرت جی فلما ان جاءت صحیح ہے۔ اس پر فرمایا کہ قرآن شریف میں دکھلاؤ۔ میں نے کلام پاک دیکھا تو وہی صحیح تھا جو حضرت جی پڑھ رہے

تھے گویا میں غلط بتلا رہا تھا۔ میں نے کہا کہ حضرت جی غلطی معاف کر دینا۔ فرمایا کہ میں سمجھا تھا کہ تم گھبرا جاؤ گے جو تم کو یاد ہو تم وہی بتلانا۔ اگر غلط ہوا تو ہم خود نہیں لیں گے۔

رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ:۔ مولانا نے اس سال تراویح زنانہ مکان میں پڑھائی جہاں خاندان کی مستورات کے علاوہ بستی اور قرب وجوار کی مستورات بھی بڑی تعداد میں تراویح میں شرکت کے لیے آتی ہیں۔ ابتدائی دو عشروں میں آپ نے کلام پاک سنا کر آخری عشرہ کا اعتکاف مسجد میں کیا۔ مولانا ہارون صاحب نے امسال تراویح مرکز کی مسجد میں پڑھائی۔ مولانا زبیر الحسن صاحب نے ابتدائی دو عشرے سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں گذار کر دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں کلام پاک سنایا۔ ۲۲ رمضان کو موصوف نظام الدین چلے گئے۔ ۱۴ رمضان (۲۷ دسمبر ۱۹۶۶ء) منگل میں مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا محمد ہارون صاحب حضرت شیخ کی خدمت میں بذریعہ کار سہارنپور تشریف لائے، دو دن قیام کے بعد جمعرات کو نظام الدین واپس ہوئے۔

مولانا انعام الحسن صاحب نے اختتام رمضان پر حضرت شیخ کو ذیل کا گرامی نامہ ارسال فرمایا جس میں ماہ مبارک کے بخیر و عافیت ختم ہو جانے اور مولانا زبیر الحسن صاحب کی تلاوت کلام پاک کی اطلاع اس طرح تحریر فرمائی۔

"مخدوم ومکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اللہ جل شانہ، کے محض فضل وکرم سے رمضان المبارک بخیر وخوبی ختم ہو گیا اللہ جل شانہ محض اپنے فضل سے قبول فرماوے۔ رات عزیز زبیر الحسن نے پورا ایک قرآن شریف ختم کیا۔ دس پارے تراویح میں سنائے اور بیس پارے نفلوں میں۔ ۸ بجے شروع کیا تھا، اور رات کو ۳½ بجے فراغت ہو گئی۔ ۲۹ کی شب میں تراویح کا قرآن مجید اور نفلوں کا دونوں ختم کر دیئے تھے۔ چاند نہ ہونے سے پھر اس نے شروع کیا اور الحمد للہ پورا قرآن پاک ہو گیا۔ بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہ سلام مسنون۔

محمد انعام الحسن غفرلہ،

۲۹ رمضان میں حضرت مولانا کی تقریر خصوصیت کے ساتھ اعتکاف کی اہمیت اور فضیلت پر ہوئی۔ آپ نے معتکفین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"ایک دن کا اعتکاف مشرق و مغرب کے بیچ کے برابر تین خندقیں معتکف کے اور جہنم کے بیچ میں حائل ہو جائیں گی۔ ایک آدمی کی ضرورت کے لیے چلنے پھرنے پر دس سال کے اعتکاف سے زیادہ ثواب ہے۔ دین کی محنت کی اصل صورت یہ ہے کہ اللہ کی طرف متوجہ ہو، اللہ سے اپنا تعلق بڑھائے اور پھر مخلوق میں دین کی محنت کے لیے پھرے، خیر و شر انسان میں سے نکل کر پھیلتی ہے، یہ کسی درخت سے نہیں نکلتی۔

اللہ نے اعتکاف کی توفیق دی تو اس کا شکر یہ ہے کہ ہم دور دور تک اللہ کی مخلوق کے پاس پہونچیں اعتکاف میں جو خیر ملی ہے اس کو لے کر پھرو گے تو وہ مخلوق میں منتقل ہو جائے گی۔ اعتکاف کے بعد چھٹی نہ جانو بلکہ آگے نکلنا ہے حالات کی درستگی اسی میں ہے کہ خدائے پاک کی طرف توجہ و دھیان کے ساتھ مخلوق میں محنت ہو، اگر صرف مخلوق کی طرف توجہ رہی خدا کی طرف دھیان نہ رہا تو اس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ بڑے حضرت جی فرماتے تھے کہ اشتغال باللہ کمال ہے اشتغال فی اللہ کمال نہیں ہے خدا کے کاموں میں خدا کے دھیان کے ساتھ لگنا یہ کمال ہے اگر اب اللہ کے راستے میں نکل گئے تو اعتکاف کا فائدہ ممتد ہوگا، توجہ کو یکسو رکھنے کے لیے صوفیا نے اعتکاف تجویز کیا ہے۔ اب اعتکاف کے بعد اگر اللہ کے راستے میں نکل گئے تو یہ توجہ بہت حد تک باقی رہے گی۔ اعتکاف کو ایسے جانو جیسے کنویں سے ڈول بھر کر پانی نکالنا۔ اب اگر اس ڈول کے پانی کو یوں ہی انڈیل دیا تو ضائع ہو گیا، اور اگر کسی کھیتی میں ڈال دوگے تو وہ سیراب ہو جائے گی"۔

رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ:- مولانا نے تراویح مرکز کی مسجد میں پڑھائی۔ مولانا محمد ہارون

صاحب نے ابتدائی دو عشروں میں نل والی مسجد میں قرآن پاک سنا کر تیسرا عشرہ بہ نیت اعتکاف حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور گذرا۔ مولانا زبیر صاحب دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں سنا کر تیسرے عشرہ میں نظام الدین چلے گئے۔

۹ رمضان (۱۲ دسمبر ۱۹۶۹ء) میں مولانا سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں تشریف لائے۔ مولانا محمد عمر صاحب، جناب الحاج منشی بشیر صاحب وغیرہ رفقاء ہمراہ تھے ۱۱ رمضان میں دہلی واپسی ہوئی اور پھر خاص عید الفطر کے دن دوبارہ نظام الدین سے سہارنپور تشریف لائے۔ یہ آمد جناب الحاج بھائی محمد سعید رحمۃ اللہ کاتب العدل مکہ مکرمہ کے تقریب نکاح کی وجہ سے ہوئی تھی۔ مولانا نے امسال مرکز کے مخصوص مقیمین کی حضرت شیخ کی خدمت میں آنے کی ترتیب بھی قائم فرمائی جس کے مطابق وہاں کے احباب سہارنپور آتے رہے۔ حضرت شیخ روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

> "امسال نظام الدین کی اہل شوریٰ نے وہاں کے مخصوص مقیمین کے پانچ نفر کی آمد پانچ دن کے لیے مسلسل تجویز کی جو آخر رمضان تک ہوتی رہی۔ میاں جی عیسیٰ نے پورا رمضان اعتکاف کیا۔"

امسال کے ماہ مبارک میں حضرت مولانا پر عبدیت و فنائیت اور حمد و شکر کا بھرپور غلبہ رہا روزمرہ کی تقاریر و بیانات اور مجلسی گفتگو میں بھی یہ چیزیں نمایاں اور کھلے طور پر محسوس ہوتی رہیں ۲۸ اور ۲۹ رمضان میں بعد نماز ظہر آپ نے معتکفین کے سامنے جو تقریر فرمائی اس میں اپنی کمی و کوتاہی کا اعتراف اور جتنی توفیق مل گئی اس پر حمد و شکر بجالانے کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

> "ہم گندے ہیں سوائے گندگی کے کیا وجود میں آوے۔ اللہ کی شان کے مناسب ہمارا کوئی عمل نہیں ہے، ہم سب کوتاہیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ جو شخص اپنی تقصیرات کے اقرار اور اعتراف کی صفت کے ساتھ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ بہت معاف فرماتے ہیں۔ خیر الخطائین التوابون۔
> آپ کی خدمت میں حضرت ماعزؓ آئے اور کہا طہرنی یا رسول اللہ یعنی مجھ پر

خدا کا حکم جاری فرمادیں تاکہ گندگی صاف ہوجائے، خود ہی اپنے آپ کو پیش کیا، اور خود ہی اعتراف کیا، جو شخص اپنی صفائی اور پاکی بیان کرے، حالانکہ اندر سے خرابیوں سے بھرا ہوا ہے آپ کے حکم سے یہ صحابی رجم کیے گئے تو خون کا فوارہ بہ نکلا، اس پر ایک صحابی نے کوئی جملہ کہہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ سارے مدینے والوں پر تقسیم کردی جائے تو سب کے گناہ معاف ہوجائیں، اگر اپنے عمل پر یہ سوچا کہ یہ ہم نے کیا اور بہت کیا تو یہ ہلاکت ہے۔ اور اگر یہ سوچے کہ خدا کا کرم ہے ہماری کوئی خوبی نہیں ہے اور اللہ کے کرم پر اپنی نگاہ جمادے تو اللہ تعالیٰ کرم فرمادیتے ہیں اور اگر ناقدری کرے تو اللہ تعالیٰ نگاہ کرم پھیر لیتے ہیں۔ اپنے بارے میں اطمینان اللہ کے یہاں پکڑوانے والی چیز ہے۔ بس رو رو کر اللہ سے کرم کا سوال کرنا یہ ہی کامیابی کا راستہ ہے۔ ہمارے عمل تو ہماری نسبت سے گندگی لیے ہوئے ہیں۔ خدا کے سامنے گندگی کو مستحضر کرکے روئے رمضان کی طاق آخری عشرے کی راتیں خدا کی طرف سے رحمتوں کے دہانے کھلنے کا وقت ہے اللہ سے جو مانگے اور آداب کی رعایت سے مانگے تو ملنے کی کوئی حد نہیں ہے۔ ان آداب میں سے یہ ہے کہ کچھ کرکے مانگا جائے ہم سب اعتکاف میں ہیں، اس وقت مسجد سے باہر نہیں جاسکتے لیکن زندگی بھر کی نیت کرسکتے ہیں کہ احکام الٰہی کے مطابق کروں گا

یہ جان ہماری نہیں ہے، عاریت اور امانت ہے اسی لیے خودکشی جائز نہیں جان جس کی ہے اس کی منشاء کے مطابق استعمال نہ ہو تو انسان سزاوار ہے۔ بائیسکل مالک کی مرضی کے مطابق استعمال نہ کرو تو مالک ناراض ہوتا ہے۔ اب اگر جان جیسی قیمتی چیز مالک کی منشاء کے مطابق استعمال نہ کریں تو بہت غضب کی بات ہے، خدا کے حکموں پر اپنے آپ کو مٹانا ہے اس کا فیصلہ کرکے پھر دعاء مانگو تو اللہ اکرم الاکرمین ہے اور

سینوں کا تحفہ ہے۔"

۲۹ رمضان میں بعد عصر معتکفین سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اللہ نے اپنے فضل و کرم سے روزہ و تلاوت میں جدوجہد کی توفیق دی اس کا شکر و احسان ہے، اللہ کی نعمت کا شکر ادا کریں تو اللہ تعالےٰ ترقی نصیب فرماتے ہیں، ایک فریضے کی ادائیگی کی اللہ نے توفیق دی کہ اسی کے کرم سے روزے رکھے ہیں اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَالَّذِیْ تَقُوْلُ وَخَیْرٌ مِّنْ مَّا نَقُوْلُ آج انسان ظاہری طور پر کچھ روپے، پیسے ملنے پر تو حمد و شکر کرتا ہے لیکن حقیقی نعمت آخرت میں کام آنے والے عمل کی توفیق مل جائے جو بہت بڑی نعمت ہے تو اس کا شکر ادا کرنے کی عادت نہیں۔ آج ۲۹ روزے پورے ہو رہے ہیں اس کا شکر کریں اور اس بات پر روئیں کہ جس کرم سے روزے کی توفیق ملی اسی کرم سے قبول بھی فرمالیں۔

روزہ کیا ہے؟ انسانی صفتوں اور عادتوں سے مجرد ہونے کی استعداد کا پیدا کرنا، کھانا پینا انسانی فطرت و عادت ہے، اس کو چھڑا دیا گیا، تراویح میں نیند کی خواہش قربان کرائی گئی۔ جی چاہتا ہے کہ سو جاؤں اس خواہش کو دبا کر تراویح پڑھی تو روزے کا جو مقصد ہے وہ تراویح کا بھی مقصد ہوا، روزے میں انسان کا اپنی خصوصیات اور صفات سے نکلنا ہوتا ہے۔ اور خدائی صفات کی طرف رجوع ہوتا ہے چونکہ اس میں ملکوتی صفات پیدا کرنا ہوتا ہے لہٰذا اَلصَّوْمُ لِیْ کہا۔ اس لیے روزے ایسے ہونے چاہئیں کہ جاندار ہوں یعنی اپنی خواہشات کو دبانے کی موت تک کی نیت کرے گویا موت تک کا روزہ ہے، خدا کے کام اور حکموں پر کھانا پینا مقدم نہ کرے بلکہ حکموں کو مقدم کرے۔ جی چاہنے کی چیزوں کو موت تک دبائے رہیں تو موت عید کا چاند ہوگی۔ آج عید کی خوشی ظاہری خوشی ہے حقیقی خوشی اگر اللہ نصیب کرے تو موت کے وقت ہوگی۔ اگر موت کے وقت چاند دکھائی دے دیا تو پھر عید ہی

عید ہے اور وہ عید باسی نہ ہوگی، ہمیشہ تازی رہے گی۔"

اس ماہ مبارک میں حضرت مولانا نے ذیل کے دو مکتوب حضرت شیخ کو تحریر فرمائے ان میں پہلا مکتوب اکیس رمضان کا تحریر کردہ ہے اور اس میں بیرونی مہمانوں کی آمد اور اپنے یہاں ہونے والے اعتکاف کا بھی تذکرہ ہے۔

(۱) " مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

ترک حضرات کی جماعت جس کو حدود ہند سے واپس کردیا گیا تھا وہ کراچی جاکر طیارہ کے ذریعہ دہلی پہونچی، وہ تین روز دہلی رہ کر آج دیوبند جارہی ہے کل دو شنبہ کو وہ سہارنپور پہونچیں گے، وہ خود ذاکر قسم کے لوگ ہیں وہ ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ ایک شخص سعودی عرب کے دمام کے رہنے والے تھے وہ ایک ایک چیز پر نقد کرتے تھے، وہ رات پاک کے لیے روانہ ہوگئے تین عرب شامی ہمارے یہاں اعتکاف میں ہیں اور بہت خوش ہیں، کہتے ہیں کہ ہم واپس جاکر اپنے یہاں بھی اعتکاف کی سنت جاری کریں گے عزیز ہارون کل پہونچ گیا ہوگا۔ بخدمت مکرم محترم جناب والد صاحب مدظلہ، سلام مسنون، دعاؤں کی درخواست ہے۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہ، ۲۱ر رمضان المبارک "

حضرت شیخ کے نام حضرت مولانا کا تحریر کردہ دوسرا مکتوب یہ ہے:

(۲) " مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل عصر کے وقت ایچ ایم حسین صاحب پہونچے، جن کے بدست والا نامہ موصول ہوا، ان کی صاحب زادی کا یہاں پر بھی پورے ماہ مبارک قیام کا اصرار تھا اور وہ اس پر برابر رو رہی ہے، بندہ نے بغیر محرم کے قیام کو انکار کردیا۔ والد صاحب تو ٹھہر نہیں رہے ہیں اس پر وہ بہت دل گیر ہے۔

کل دو بجے مولانا اسعد صاحب تشریف لائے تھے بندہ نے ملنے کے اوقات دریافت کرائے تھے اور جانے والے سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ بس یہ تحقیق کر آئے کہ کس وقت مسجد عبدالنبی میں ملتے ہیں لیکن اس نے تذکرہ کر دیا کہ وہ آنے کا ارادہ کر رہا ہے جس پر وہ خود ہی تشریف لے آئے۔ بندہ نے تیس دانے تمر مدنی کے بھی بھیجے تھے، کیوں کہ اس سے پہلے ایک روز ایک صاحب جو افطار میں ان کے یہاں موجود تھے پنڈ کھجور سے روزہ افطار کیا اور مولانا نے بھی اس سے افطار کیا اور فرمایا کہ اللہ کی شان آج ایک کھجور بھی مدینہ کی نہیں اس پر بندہ نے کھجور بھیج دی تھی، مولانا اسعد صاحب جناب کو سلام لکھنے کو بھی فرما گئے تھے بخدمت مکرم معظم محترم جناب والد صاحب مدظلہٗ سلام مسنون۔

محمد انعام الحسن عفی عنہٗ۔"

رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ:۔ مولانا نے امسال ابتدائی دو عشروں میں قرآن پاک گھر میں سنایا اور پھر آخری عشرہ کا اعتکاف کیا۔ مرکز کی مسجد میں مولانا محمد بن سلیمان جھانجی نے پڑھا مولانا ہارون صاحب نے بستی کی مسجد میں سنا کر آخری عشرہ حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور گذارا اور اعتکاف کیا۔ مولانا زبیر صاحب نے یہ رمضان سہارن پور کیا اور حسب معمول دفتر مدرسہ قدیم میں تراویح میں کلام پاک سنایا۔

۱۸ر رمضان (۹ر دسمبر ۱۹۶۸ء) پیر میں مولانا کی آمد سہارنپور ہوئی اور حسب تحریر حضرت شیخ منگل کی شام کو زکریا کے اصرار پر واپس ہوئے کہ اعتکاف ضائع نہ کریں اور اپنے مستقر پر اعتکاف کریں!!

سہارنپور کی اس آمد پر حضرت شیخ رح نے اپنے یہاں کے اعتکاف اور معتکفین کے احوال وکیفیات روحانیہ پر مولانا سے استصواب فرمایا تو مولانا نے جواباً فرمایا کہ الحمدللہ بہتر حالت ہے اور پھر حضرت مولانا علی میاں زادمجدہ نے بھی اپنی تشریف آوری پر اس رائے سے اتفاق فرمایا۔

رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ:۔ امسال گھر میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اور مسجد میں

مولانا یعقوب صاحب نے، نل والی مسجد میں مولانا محمد ہارون صاحب اور مولانا محمد عبید اللہ صاحب نے حجرہ میں مولانا زبیر صاحب نے قرآن پاک سنایا۔

حضرت مولانا نے آخری عشرہ کا اعتکاف مسجد میں کیا، مرکز کے دیگر خواص اور متعدد علماء گجرات بھی معتکف رہے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے یہ رمضان مدینہ منورہ میں کیا۔

رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ :- امسال مولانا نے کلام پاک گھر میں سنایا۔ مرکز کی مسجد میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے اور نل والی مسجد میں مولانا محمد ہارون صاحب نے پڑھا مولانا زبیر صاحب نے پہلے عشرہ میں مولانا عبید اللہ صاحب کے کمرے میں قرآن پاک سنایا اور سہارنپور آکر مسجد دار الطلبہ جدید (معتکف حضرت شیخ رح) میں تراویح پڑھائی۔

۱۶ رمضان (۱۷ نومبر ۱۹۷۰ء) منگل میں مولانا کی آمد سہارنپور ہوئی، مولانا عبید اللہ صاحب وغیرہ دس رفقاء ہمراہ تھے۔ یہ آمد ریل سے ہوئی لیکن جمعرات میں واپسی بذریعہ کار ہوئی۔

۲۰ رمضان میں مولانا محمد ہارون صاحب مع چند رفقاء آخری عشرہ کے اعتکاف کی غرض سے سہارنپور آکر تین شوال کو واپس ہوئے، مولانا اظہار الحسن صاحب بھی مولانا ہارون صاحب کے ہمراہ تشریف لاکر دو یوم قیام کے بعد واپس ہوئے۔

معمول کے مطابق مرکز کی مسجد میں ۲۹ ویں شب میں کلام پاک ختم ہوا، مولانا عبد السلام صاحب پونہ والے اس موقع کی منظر کشی اس طرح کرتے ہیں۔ !

”مولانا محمد یعقوب صاحب مدظلہ نے تراویح میں ابھی ابھی قرآن شریف پورا کیا ہے اور پانی کی بوتلوں پر دم کر رہے ہیں اور پھر حضرت جی دامت برکاتہم کے پاس مسجد کے کمرے میں اپنے مصلی سے اٹھ کر آئے اور دو زانو بیٹھ کر حضرت سے دعا کی گذارش کی، سب لوگ مل جل کر بیٹھنا شروع ہو گئے۔ قریب ہی میں مولانا محمد عمر صاحب مدظلہ، مولوی احمد لاٹ صاحب، مولانا زبیر صاحب اور حکیم شریف الدین صاحب دہلوی اور دیگر خواص موجود ہیں۔ حضرت جی نے دعا شروع کر دی خود بھی خوب رو رہے ہیں اور مجمع بھی خوب رو رہا ہے۔“

رمضان المبارک کے ان آخری لمحات میں حضرت مولانا نے تقریر کرتے ہوئے آیت شریفہ

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ تلاوت کر کے امانت کی تشریح اس طرح فرمائی کہ امانت کہتے ہیں اس بات کو کہ اپنی جی چاہی کو دبا کر دوسرے کی چیز کو اپنی حفاظت میں رکھنا اپنی نفسانی خواہشات کو دبا کر اللہ کے احکام کی حفاظت کرنا یہ امانت ہے اور اللہ کے احکامات میں امانت داری یہ ہے کہ اپنی خواہشات کو دبا کر اس کی حفاظت کی جائے. اب چوں کہ انسان نے یہ بار امانت اپنے ذمہ لے لیا ہے اس لیے اب جو شخص اس امانت کے ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کرے گا وہ اللہ کے یہاں سے بدلہ اور اجر پائے گا۔ اور امانت کا معاملہ یوں ہے کہ باوجود حفاظت کرنے کے اگر وہ ضائع ہو گئی تو اس پر پوچھ نہیں ہے، اب اگر ہم احکامات الٰہیہ کو پورا کریں اور وہ پھر بھی مکمل نہ ہوں تو اللہ جل شانہ کوتاہیوں کو معاف فرما دیں گے اور اگر امانت کی پوری پوری حفاظت نہ کی جائے اور وہ ضائع ہو جائے تو دنیا میں اس کا تاوان دینا پڑتا ہے، ایسے ہی اللہ کی طرف سے دی گئی امانت میں جو شخص کوتاہی کرے گا اس پر جرمانہ اور تاوان ہوگا اور قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص جتنی بڑی امانت کو ضائع کرے گا اسی اعتبار سے اس پر تاوان آئے گا۔

رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ:۔ اس مرتبہ تراویح کا کلام پاک ابتدائی دو عشروں میں حضرت مولانا نے گھر میں پڑھا۔ مولانا محمد ہارون صاحب نے نل والی مسجد میں اور مرکز کی مسجد میں پہلی مرتبہ مولانا زبیر صاحب نے سنایا۔

۱۶؍ رمضان (۶؍ نومبر ۱۹۷۱ء) شنبہ میں مولانا کی تشریف آوری سہارنپور ہوئی۔ حضرت شیخ آمد و رفت کی کیفیت روزنامچہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:۔

> ”آج گیارہ بجے بابو ایاز کی گاڑی میں مولانا انعام صاحب، زبیر، مولانا محمد عمر صاحب، مولوی یعقوب، منشی بشیر وغیرہ پہونچے، زکریا نے مولوی انعام کی بیماری اور غیر ملکی مہمانوں کی آمد کی وجہ سے امسال (ان کو) آنے سے منع کر دیا تھا اور آنے کے بعد بھی میں نے کہہ دیا کہ ایک شب ٹھہر کر واپس چلے جاؤ۔ مگر وہ دو شب ٹھہر کر ساڑھے دس بجے پیر کے روز واپس ہوئے۔“

قیام سہارنپور کے دوران عشاء کے بعد کی مجلس میں حضرت مولانا نے حضرت شیخؒ کو یہ خواب

سنایا کہ کسی بزرگ نے خواب میں فرمایا کہ "تبلیغ صرف زبان و دماغ و کاغذ سے نہیں چلے گی ۔ بلکہ مجاہدے اور جان و مال کو نچھاور کرنے اور دعاؤں سے چلے گی"۔ یہ خواب سن کر حضرت شیخ نے فرمایا کہ "انھوں نے صحیح کہا"۔

مولانا کی اجازت اور مشورے سے یہ پورا مہینہ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی نے حضرت شیخ کی خدمت میں گذارا۔ یہاں ختم خواجگان اور بعد تراویح ختم لیسین شریف کی دعا حضرت شیخ رح کے فرمان پر موصوف کے ذمہ رہی۔

امسال حضرت مولانا نے آخری عشرہ کا اعتکاف بھی کیا۔ حسب تحریر حضرت شیخ "ایک سو سے زائد غیر ملکی احباب تھے اور ملکیوں کی تعداد لاتعداد تھی۔ تینتیس ملکوں کے افراد نے اعتکاف کیا۔"

۲۳ رمضان کو لکھے جانے والے گرامی نامہ میں حضرت مولانا اعتکاف کے متعلق حضرت شیخ رح کو تحریر فرماتے ہیں۔

"معتکفین کی بہت کثرت ہے۔ مسجد کی چھت پر بھی بیٹھے ہیں۔ مسجد میں لکڑی کا زینہ لگا ہوا ہے تاکہ مسجد کے عمومی معمولات میں سب شریک ہو سکیں"۔

۲۴ رمضان میں مولانا ہارون صاحب جناب الحاج حافظ کرامت اللہ صاحب دہلوی کی معیت میں سہارنپور آئے اور بقیہ رمضان حضرت شیخ رح کے پاس پورا کیا۔

انتیس رمضان یوم جمعہ میں عصر سے قبل حضرت مولانا نے خصوصی طور پر معتکفین کو خطاب کیا اور خطاب میں تقریر سے زیادہ تشکیل پر زور دیا۔ مولانا عبدالسلام پونوی اپنی بیاض میں اس کی تفصیلات اس طرح لکھتے ہیں،

"آج ۲۹ واں روزہ ہے ہر سال کے معمول کے مطابق صرف اعتکاف کرنے والوں میں حضرت جی کا بیان ہونے والا ہے، آپ کی تشریف آوری سے پہلے مولانا محمد یعقوب صاحب اعتکاف والوں میں مسجد کے اندرونی حصے میں بات کر رہے ہیں اور عمومی حضرات میں بھائی ابوبکر درویش افریقی مسجد کے باہر کے حصہ میں بات کر رہے ہیں۔ اتنے میں حضرت جی تشریف لے آئے اور خطبہ مسنونہ

کے بعد ارشاد فرمایا:

میرے بھائیو اور دوستو! کوئی لمبی چوڑی بات نہیں کرنا ہے نہ کوئی دقیق بات کرنا ہے، بیان دیان کیا بس ایک بات عرض کرنی ہے کہ قرآن پاک کی آیت — وَجَاهِدُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ، یہ آیت ہم سے کیا چاہ رہی ہے جان و مال اور اللہ کے راستے میں تمام قوتوں، صلاحیتوں اور طاقتوں کو خرچ کرنا یہ ہے مجاہدہ، اللہ ہم سب کو جانی و مالی قربانی ٹھیک طرح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اسی بات کی یہاں دعوت دی جا رہی ہے اور اسی لیے یہاں بلایا جا رہا ہے اللہ نے آخری عشرے کے اعتکاف کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ شخصی عبادت ہوئی یہاں شخصی عبادت میں جس کو جتنی توفیق ہوئی اس نے کی، کتنے ہی اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ ان کو رمضان کا خیال بھی نہیں۔ اب عید کے چاند کے بعد عبادت کی دوسری شق شروع ہوگی یعنی لوگوں میں عملی مشق کرنا بھائی اعتکاف کے ختم سے پہلے ارادہ کرلو۔ بھائیو! تقریر تو مجھے آتی نہیں اور نہ مجھے تقریر کا جذبہ ہے بس قرآن پاک پڑھتے ہوئے قرآن کی کوئی آیت سامنے آجاتی ہے۔ شخصی محنت کو بھی مضبوطی سے پکڑے رہنے کی کوشش کرتے رہیں اور اللہ کے بندوں میں محنت کرنے کی ترتیب بھی قائم کریں۔ اب بتاؤ اعتکاف سے نکلو گے تو کیا کروگے دو، سوا دو گھنٹے ابھی باقی ہیں اس کی ترتیب قائم کرلو اور اس مجاہدے کے ارادے سے نکلو جو اس شخصی ارادے سے بہت بڑھ کر ہے۔

حضرت جی کے اس بیان کے بعد نام آنے شروع ہوئے چنانچہ سب سے پہلی آواز آئی مولوی اشرف صاحب ایک سال، مولانا محمد عمر صاحب نے اس پر ان سے فرمایا کہ باقی زندگی مشورے سے، پھر چاروں طرف سے اس طرح — آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ ڈاکٹر اسحاق یونان کے چار ماہ۔ یوگنڈا کے شیخ محمد امریکہ کے لیے چار ماہ۔ کینڈا کے ابوبکر چار ماہ اور پوری زندگی مشورے سے — یوسف لوکھاڈ فرانس کے لیے ایک جماعت کے ساتھ — ابوبکر بھائی افریقی

ساری دنیا کے لیے تیار، محمد یوسف لونالہ پونا کے قریب کے ہر سال چار ماہ ــــ عبداللہ تنزانیہ کے پوری دنیا۔ مولوی چراغ الدین کاشفی راجستھانی پوری زندگی مشورے سے۔ کوپرگاؤں کے پنٹر امیر حسن سال کے چار ماہ۔ یوسف ساؤت افریقہ کے ہر سال چار ماہ۔ یعقوب بوکس ہر سال چار ماہ۔ مولانا محمد عمر صاحب ان کو گجراتی میں سمجھا رہے ہیں کہ جب نکلنے کا وقت آئے تو حضرت جی کو اطلاع کر دینا اور فرمایئے بھائی منشی بشیر احمد صاحب نوح والے یہ سب نام لکھ رہے ہیں ذیواس کے ڈاکٹر ذاکر حسین جماعت بنائیں گے ان شاء اللہ اور بولو بھائی اور بولو۔

حضرت جی ایک برابر والے بھائی جو انگریزی خوب جانتے ہیں ان سے فرما رہے ہیں دیکھو جو آوے وہ خود ہم سے ملے یہ نہ سوچے کہ کوئی ہم کو ملا دے

محمد داؤد رساؤتھ افریقہ کے حضرت جی ان کو دعا دے رہے ہیں کہ اللہ تمہیں تمہارے ملک کے اٹھنے کا ذریعہ فرماوے۔ ایک صاحب نے اسلم بھائی ناگ پوری کے متعلق اشارہ کیا تو مولانا محمد عمر صاحب فرما رہے ہیں کہ وہ خود بولیں

مولوی ابراہیم تین چلے۔ ماریشس کے ہر سال کے تین چلے منشی بشیر احمد صاحب فرما رہے ہیں کہ دیکھو مولوی موسیٰ صاحب سورتی افریقہ میں سب سے پہلے ماریشس جماعت لے کر گئے تھے اور اس وقت بچے کچے لائے تھے افریقہ کا دروازہ یہیں سے کھلا۔ اب تشکیل ختم ہوگئی، آخر میں حضرت جی فرما رہے ہیں کہ مانگو اللہ سے اور پھر عربی وار دو میں اللہ سے خوب مانگا۔"

انتیسویں شب میں ہونے والے ختم قرآن پاک کے متعلق مولانا عبدالسلام صاحب پونوی اپنی بیاض میں لکھتے ہیں :!

"آج بنگلہ والی مسجد میں ختم قرآن ہے۔ مولوی زبیر الحسن صاحب نے اس سال پہلی مرتبہ بنگلہ والی مسجد میں تراویح میں قرآن پاک سنایا۔ اب بعد تراویح حضرت جی دامت برکاتہم مسجد کے بیچ کے دروازہ میں تشریف لائے اور کھڑے ہو کر بات شروع فرمائی، پھر بعد میں کرسی لائی گئی تو اس پر بیٹھ

گئے اور ارشاد فرمایا کہ ،

"جو ایمان ویقین کے ساتھ تراویح پڑھتا ہے اس پر اجر عظیم ملتا ہے. پھر فرمایا کہ رونا ہے تو صرف اپنی کوتاہی پر رونا ہے. اللہ جل شانہٗ تو ہمیں قیام رمضان کی توفیق عطا فرمادی. کتنے بندے ایسے ہیں کہ یوں ہی رمضان گذار دیتے ہیں، اگر خدا کا کرم نہ ہوتا تو ہم اس کے لائق بھی نہ تھے کہ قرآن پاک سنتے. اللہ سے مانگو، اللہ اسے قبول فرمائے. اللہ نے ہماری کوتاہیوں کے باوجود جو شکل عطا فرمائی، اسے اپنے کرم سے قبول فرمائے اس مختصر بیان کے بعد آپ نے طویل دعا فرمائی"۔

اس ماہ مبارک کے آغاز سے ایک ہفتہ قبل حضرت مولانا کے والد ماجد مولانا اکرام الحسن صاحب کا سانحہ وفات پیش آچکا تھا جس کا اثر فطری اور طبعی طور پر پورے ماہ آپ پر محسوس ہوتا رہا۔

رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ :- اس سال مولانا نے قرآن پاک گھر میں پڑھا. مولانا زبیر صاحب نے مرکز کی مسجد میں سنایا. موصوف حضرت شیخ کی طلب وخواہش پر ۶ رمضان کو سہارنپور پہونچے، اور تین دن میں ایک کلام پاک تراویح اور ایک نوافل میں سنا کر ۹ رمضان المبارک کو دہلی واپس ہو گئے۔

حضرت شیخ کی خدمت میں مولانا کی آمد اس سال ۱۵ رمضان (۴ ۲ اکتوبر ۱۹۷۲ء) منگل میں ایک یوم کے لیے ہوئی. مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر صاحب وغیرہ ہمراہ تھے. مولانا اظہار الحسن صاحب اس سے قبل دس رمضان میں تشریف لاچکے تھے۔

اس ماہ مبارک کی تشریف آوری سے صرف آٹھ یوم قبل آپ کویت، انگلینڈ، عراق، فرانس، مراکش، ترکی، لبنان، لیبیا، شام کا دعوتی دورہ فرماکر حرمین شریفین ہوتے ہوئے دہلی پہونچے تھے. یورپ وعرب کے دس ممالک کا یہ سفر پورے تین ماہ میں مکمل ہوا تھا۔

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ :- اس ماہ مبارک کا آغاز اس المناک حادثۂ فاجعہ سے ہوا جس نے مولانا محمد یوسف صاحب کے سانحہ وفات اور اس کے درد والم کو دوبارہ تازہ کر دیا کہ ۲۸ شعبان مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۷۳ء جمعہ کے دن مولانا محمد ہارون صاحب کی وفات ہو کر بعد مغرب

تدفین عمل میں آئی۔ اس طرح گویا مولانا محمد یوسف صاحب کا چاند نظروں سے اوجھل ہو کر ماہ رمضان کا چاند نظر آیا۔ فطری اور طبعی طور پر یہ پورا ماہ مبارک زبردست غم و حزن کی کیفیات کے ساتھ پورا ہوا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے یہ مبارک مہینہ حرمین شریفین میں گذارا۔ اسی دن آں مخدوم کو اس حادثہ کی اطلاع بذریعہ ٹیلی فون مل گئی تھی۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ و اعلی اللہ مراتبہ کی برکت و توجہ سے راقم سطور بھی اس سال پہلی مرتبہ حرمین شریفین حاضر ہوا تھا۔

خوب یاد ہے کہ اس سانحہ کی خبر سن کر حضرت رح پر حزن و ملال کی زبردست کیفیت طاری ہوئی لیکن صبر و تفویض کا پیکر بن کر دعا میں مشغول ہو گئے اور پھر حرم کعبہ شریف جا کر طواف و مناجات میں مصروف ہو گئے۔

اس سال مولانا نے کلام پاک گھر میں سنایا۔ مولانا زبیر صاحب نے مرکز کی مسجد میں تراویح کی امامت کی۔

۱۹ رمضان (۱۵ اکتوبر ۱۹۷۳ء) میں حضرت مولانا ایک دن کے لیے سہارنپور تشریف لائے۔ حضرت شیخ اس آمد و رفت کے متعلق روزنامچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"آج گیارہ بجے صبح مولوی انعام، مولوی عمر، عزیز زبیر بابو ایاز کے ساتھ اپنی گاڑی میں سہارنپور مولانا منور کے تقاضا پر کہ پہلے سے وعدہ تھا کہ ایک دن رمضان میں آئیں) گے۔ اور ہارون کے انتقال کی وجہ سے اور موکد ہو گیا تھا۔ شب کو قیام کر کے دوسرے دن علی الصباح حکیم جی کی مسجد میں صبح کی نماز پڑھ کر واپس چلے گئے۔"

حضرت مولانا نے حسب معمول آخری عشرہ کا اعتکاف مسجد میں کیا۔ اعداد و شمار کے مطابق اٹھائیس ملکوں کے سو سے زائد مہمان مولانا کے ساتھ معتکف تھے۔

۲۷ رمضان کی شب میں مولانا کی طویل دعا ہوئی جس کی کیفیت مولانا زبیر صاحب اپنی یادداشت میں اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"آج رات کتاب کے بعد حضرت اقدس والد صاحب مدظلہ کی ایسی عجیب

وغریب اور طویل وعمیق دعا ہوئی کہ سابقہ آٹھ سال کے ایام میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے لوگوں کی چیخیں نکل گئیں، اکثر کے دل موم کی طرح پگھل گئے مانگنے کا جو حق تھا اسی طرح مانگا۔"

مولانا عبید اللہ صاحبؒ بلیاوی جنھوں نے یہ ماہ مبارک دہلی اور سہارنپور دونوں جگہ گذارا تھا۔ موصوف حضرت شیخؒ کو دونوں مرکزوں کے متعلق اپنے مشاہدات اس طرح تحریر فرماتے ہیں،

"حضرت اقدس دامت برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے کہ حضرت والا کے مزاج گرامی بخیر ہوں گے، یہاں بھی الحمدللہ خیریت ہے۔ مولوی محمد ہارون صاحب کا غم ابھی بہت کافی باقی ہے۔ یہ ایسا زخم لگا ہے کہ مندمل ہوتے ہوئے بڑی دیر لگتی معلوم ہوتی ہے اللہ پاک محض اپنے فضل وکرم سے ان کو خصوصی انعامات سے نوازے اور ہمارے جیسے رنجوروں اور ان کے پس ماندگان پر خصوصی فضل فرمائیں۔ حضرت والا سے دعا کی درخواست ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ خیر کو مقدر فرمائیں اور شر اور بلا سے محفوظ فرمائیں۔ رمضان مبارک میں سہارن پور ۲۷ر کی شب میں موجود تھا عشاء کے بعد بندہ سے تقریر اور دعا کرائی گئی۔ سہارنپور کے رمضان المبارک میں حضرت والا کے رمضان المبارک کی جھلک تھی، نور کی بارش محسوس ہوتی تھی۔ گو تعداد بہت تھوڑی تھی۔ یہاں دلی میں تقریباً دو سو کے قریب معتکف تھے۔ ۶۰ کے قریب غیر ملکی تھے جو تقریباً اٹھائیس ملکوں کے تھے۔ حضرت جی دام مجدہم میں اس رمضانِ مبارک میں کافی روحانیت ونورانیت محسوس ہوئی۔ رقت قلب بھی کافی تھی بظاہر سبب میاں مولوی ہارون مرحوم کی وفات کا قرب اثر تھا واللہ اعلم بالصواب۔ سارے رمضان مبارک صوفی افتخار الحسن صاحب تشریف فرما رہے عین رویت ہلال کی شب میں کاندھلہ چلے گئے۔" (مکتوب محررہ ۷ر شوال ۹۳ھ ۳ر نومبر ۱۹۷۳ء)

رمضان المبارک سنہ ۱۳۹۴ھ میں مولانا نے امسال کلام پاک گھر میں پڑھا۔ مرکز کی مسجد میں مولانا زبیر صاحب نے سنایا۔ یہ تمام مہینہ مولانا کی شدید علالت اور شدت تاثرات میں گذرا جس کی وجہ سے باوجود ارادہ وخواہش کے سہارن پور تشریف آوری نہ ہوسکی۔ سترہ اور انیس ———— رمضان المبارک کے تحریر کردہ دو گرامی ناموں میں مولانا اپنی اس علالت کی اطلاع حضرت شیخ رحکوان الفاظ میں دیتے ہیں:

(۱) مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کل دوپہر دو بجے عزیز زبیر مع اہلیہ بخیر پہونچ گیا۔ یہ بندہ اپنے ابتلا میں مبتلا ہے بندہ پر باتوں کا اثر تو دوسری نوع کا ہے اور یہ بغیر بات کا اثر دوسری نوع کا ہے چھ ماہ سے روزانہ صلوٰۃ الحاجۃ اپنے اس مشکل سے نجات کے لیے پڑھ رہا ہوں۔ والسلام محمد انعام الحسن

جمعہ ۱۷ر رمضان المبارک

اس مکتوب کے جواب میں حضرت شیخ رحنے تسلی وتشفی دیتے ہوئے ادعیہ صالحہ سے نوازا، تو اس پر حضرت مولانا کا یہ دوسرا مکتوب آیا:

(۲) " مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کل مولوی موسیٰ کی معرفت والا نامہ موصول ہوا۔ حضرت والا کی دعاؤں سے خدا کرے کہ بندہ کی یہ تکلیف جاتی رہے آج بھی حاضری کی ہمت باندھی تھی حافظ عبدالعزیز سے کہہ بھی دیا تھا کہ جاتے ہوئے بندہ سے پوچھ لیں لیکن رات کو قرآن پاک ختم نہ ہوسکا، سوا پارہ باقی رہ گیا۔ اللہ کا شکر کہ ۲۹ پارے ہو گئے اب اعتکاف کی سوچ ہو رہی ہے، یہاں پر بھی خواص کا اچھا خاصا مجمع ہو گیا بجز درخواست دعا کے اور کیا عرض کیا جائے۔

محمد انعام الحسن غفرلہ ۱۹ر رمضان المبارک یکشنبہ "

مولانا نے ضعف و علالت کے باوجود آخری عشرہ کا اعتکاف مسجد میں کیا۔ ملکی مہمانوں کی کثیر تعداد کے علاوہ غیر ممالک کے تقریباً دو سو احباب اور ذمہ داران تبلیغ مولانا کے ساتھ شریک اعتکاف رہے۔

۵؍رمضان میں مولانا احمد لاٹ مع افریقی احباب۔

۱۰؍رمضان میں مولانا اظہار الحسن صاحب۔

۱۵؍رمضان میں مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر صاحب

۲۷؍رمضان میں مولانا سعید خاں صاحب مرکز نظام سے تشریف لائے اور حسب سہولت و موقع حضرت شیخ کی خدمت میں رمضان گزار کر مرکز واپس ہو گئے۔ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی نے یہ تمام ماہ مبارک سہارنپور حضرت شیخ رح کی خدمت میں گزارا۔

رمضان المبارک ختم ہونے پر مولانا نے ایک گرامی نامہ حضرت شیخ کو تحریر فرمایا جس میں حزن و یاس کے ساتھ اپنی علالت و ناطاقتی کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں۔

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ

الحمد للہ ماہ مبارک جوں توں کر کے پورا ہو گیا۔ بندہ اپنی بیماری کی شدت اور اپنی نااہلیت و محرومیت کے ساتھ زندہ ہے۔ مہمانوں کا ہجوم ہے، بندہ اپنی بیماری کی وجہ سے ہر چیز میں بے دلی کے ساتھ وقت گذاری کی سعی کرتا رہا۔ معالجین بیماری کی نوعیت سمجھنے سے قاصر ہیں اس کے اثرات کا علاج کر رہے ہیں لیکن وہ اثرات اتنے ہیں کہ علاج مقابلہ نہیں کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں سفر کی صورت بھی سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ نظام پر ہی صبح و شام کرنا۔ جوئے شیر لانے سے کم کیا بلکہ بہت زیادہ ہے۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہٗ ۲؍شوال ۹۴ھ"

جناب ابن غوری صاحب ایم، اے حیدرآباد جنھوں نے اس ماہ کا کچھ حصہ مرکز نظام الدین گذارا تھا۔ ایک خط کے ذریعہ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کو اپنے تاثرات و احساسات

اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"تبلیغی کام کے مرکز بستی نظام الدین میں امسال رمضان میں کوئی چالیس ممالک کے لوگوں نے اعتکاف کیا۔ مجھے تو حقیقی معنوں میں ٥٠٠ میں نظر آتی ہے (واشنگٹن میں باتیں ہی باتیں بلکہ گالیاں ہوتی ہوں گی) اور اب ۳۰ نومبر کو سورت کے قریب عالمی پیمانہ پر تبلیغی اجتماع ہونے والا ہے جماعتیں ملک کے ہر بڑے مقام کو روانہ ہوں گی اور ایک سو بیرون ملک کو بھی اجتماع میں شریک ہونے کے لیے ٥٠-٦٠ ملکوں سے جماعتوں کے آنے کی امید ہے

یارانِ تیز گام نے منزل کو جالیا ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

کے مصداق معترضین اس کام پر اعتراض ہی کرتے رہے کہ اس ترقی یافتہ زمانہ میں صرف کلمہ نماز کی دعوت سے کیا ہوگا اور کام اس قدر گہرا ہوگیا کہ خصوصاً امریکہ سے نومسلموں کی جماعتیں اب پے درپے آنے لگی ہیں اور حیدرآباد کے کرنل امیر الدین صاحب کے ذریعہ کوئی ۳ ہزار امریکیوں نے اسلام قبول کیا (صرف ۲½ سال کے دوران)"

رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ: امسال بھی مولانا نے کلام پاک گھر میں سنایا۔ مرکز کی مسجد میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے پڑھا۔ مولانا زبیر صاحب نے پہلا عشرہ حضرت شیخ کی خدمت میں گذار کر معتکف شیخ میں قرآن پاک سنایا۔ اس ختم قرآن پاک کی دعا بھی حضرت رح کے حکم سے موصوف نے کرائی۔ ١٦ رمضان (۲۳ ستمبر ۱۹۷۵ء) میں ایک شب کے لیے مولانا کی سہارنپور تشریف آوری جناب حافظ کرامت اللہ صاحب کی گاڑی میں ہوئی۔ مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد بن سلیمان جھانجی آپ کے ہمراہ تھے۔

عشرہ اخیرہ کا اعتکاف مولانا نے مسجد میں کیا جس میں حسب تحریر حضرت شیخ رح "اٹھائیس ملکوں کے دو سو سے زائد معتکف تھے۔"

اس موقع پر حضرت شیخ رح نے اپنے روزنامچہ میں رجالِ غیب میں سے کسی بزرگ کی مرکز نظام الدین میں آمد کا تذکرہ بھی فرمایا ہے جو چھ رمضان المبارک کی شب میں ہوئی تھی، ان

آنے والے بزرگ نے صوفی عثمان صاحب کے توسط سے حضرت مولانا کو سلام بھیج کر تاکید کی کہ دعائیں بڑھائیں اور اس کی مقدار میں اضافہ کریں۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ آپ بیتی میں اس واقعہ کو مزید وضاحت کے ساتھ اس طرح تحریر فرماتے ہیں،

"صوفی عثمان کے اسی رمضان میں بیداری میں رات کو دو بجے نظام الدین میں دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے۔ پہلے مزارات پر تشریف لائے تین منٹ مراقب رہے۔ پھر مسجد میں دو رکعت پڑھی اور صوفی عثمان کو پیام دیا کہ حضرت جی کو سلام کہنا اور کہہ دینا کہ دعاؤں کی مقدار میں اضافہ کریں"۔

اسی ماہ مبارک کی اٹھارہ تاریخ میں حضرت مولانا نے ہندوستان کے تمام مرکزی مقامات پر ایک مفصل اور جامع مکتوب ارسال فرمایا جس میں اس ماہ کی اہمیت و عظمت اور تھوڑی سی دینی محنت وجد وجہد پر عظیم الشان نتائج و ترقیات کا دروازہ مفتوح ہونے کی نوید و خوش خبری تحریر فرمائی اور تمام کارکنان پر زور دیا کہ وہ بمبئی پہونچ کر حجاج پر محنت کریں اور ان میں دعوت والا جذبہ بیدار کریں۔ حضرت مولانا کا یہ قیمتی مکتوب یہاں پیش کیا جاتا ہے:

"مکرمی بندہ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

حق تعالیٰ شانہٗ نے ہر انسان کو ہمیشہ کی کامیابی دینے کے لیے اس دنیا میں اپنی استطاعت کے اعتبار سے محنت وجد وجہد میں لگنے کا مکلف بنایا ہے اور وہ محنت پہلے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ عملی طور پر سمجھائی ہے اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سالہ محنت فرما کر اپنے صحابہ کو وہ محنت سکھلا کر قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے نمونہ چھوڑا ہے اس محنت و دعوت کو صحیح جذبہ اور صحیح طریقہ سے جو کرتے ہیں وہ دنیا میں بھی امن وامان، سکون، چین واطمینان کی زندگی بسر کرتے ہیں اور موت کے بعد تو ہمیشہ کے لیے اللہ کے لامتناہی انعامات واکرامات حاصل کر لیتے ہیں۔ دعوت کی یہ عالی محنت بعض

زمانوں، بعض مکانات اور بعض احوال کے اعتبار سے اپنے اجر و ثواب کو بے حد بڑھادیتی ہے جیسا کہ اس وقت رمضان المبارک کا مہینہ چل رہا ہے جس میں گھر بیٹھے نفلوں کا ثواب فرضوں کے برابر اور فرضوں کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ پھر اللہ کی راہ میں نکل کر ان نوافل اور فرائض کے زندہ کرنے کی محنت میں لگنا کس قدر اجر و ثواب کو بڑھادے گا۔ اسی ماہ مبارک میں جب کہ حق تعالیٰ کی طرف سے روزانہ دس لاکھ انسانوں کی جہنم سے رہائی ہوتی ہے اور فرشتے بھی انسانوں کی مغفرت کے اسباب میں لگے ہوں دعاؤں کی استجابت کا وعدہ ہو۔ اور اسباب ہدایت بھی موجود ہوں اس میں تھوڑی سی محنت کر لینا بہت بڑے نتیجہ کی امید دلاتا ہے۔ اس کے بعد حج کا موسم شروع ہو رہا ہے جو مکان کے اعتبار سے محنت کی قیمت کو لاکھوں گنا بڑھادیتا ہے اس موقع پر اپنے علاقہ کے حجاج پر محنت کر کے دعوت کے ماحول میں کچھ وقت گزروایا جائے اور پرانے کام کرنے والے احباب بمبئی پہونچ کر پورے ملک سے آنے والے حجاج پر محنت کریں پھر وہ حجاج کرام حرمین شریفین کے عالمی مرکز پر پہونچ کر عالم سے آنے والے حجاج پر محنت کریں تو ان کی محنت کا نتیجہ پورے عالم پر رشد و ہدایت کے اعتبار سے پڑے گا۔ انشاء اللہ پرانے کام کرنے والے احباب کو بمبئی بھیجا جائے گا۔ والسلام

بندہ محمد انعام الحسن غفرلہٗ ۱۸ر رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ)"

رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ :۔ مولانا نے امسال تراویح گھر میں پڑھائی۔ مولانا زبیر صاحب نے اول کے دو عشروں میں مرکز کی مسجد میں اور آخری عشرہ میں سہارنپور حضرت شیخ کے معتکف میں قرآن پاک سنایا۔ مولانا عبید اللہ صاحب نے یہ ماہ رمضان حضرت شیخ کی خدمت میں گزارا ۹ر رمضان میں مولانا اظہار الحسن صاحب، مولانا محمد صاحب کاندھلوی ۱۲ر رمضان میں مولانا احمد لاٹ صاحب ۲۴ر رمضان میں جناب حافظ کرامت اللہ صاحب مرکز نظام الدین سے تشریف لائے۔

اسی ماہ رمضان میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے پہلی مرتبہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی خدمت میں میٹھے چاول کا ایک کنستر بھیجا اور پھر اس کو ایک معمول اور روایت بنا کر آخر حیات تک بڑے اہتمام سے بھیجتے رہے۔ حضرت رہ کی وفات کے بعد صاحب زادہ مولانا محمد طلحہ صاحب اس تسلسل اور تاریخ کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔

مولانا کا یہ پورا مہینہ شدید علالت اور ناسازی طبع میں گذرا۔ جس کی بنا پر سہارن پور تشریف آوری نہ ہوسکی، تاہم مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد زبیر صاحب کی اٹھارہ رمضان (۱۴ ستمبر ۱۹۷۶ء) میں خدمت شیخ میں آمد ہوئی۔ روزنامچہ شیخ کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں۔

"آج دوپہر کو مولوی محمد عمر از بیر حلیم کی آئے مولوی انعام صاحب اپنی علالت کی وجہ سے نہ آسکے۔ مولوی محمد عمر نظام الدین کے خالی ہونے کی وجہ سے بدھ کی صبح کو سات بجے چلے گئے۔ زبیر نے دورات خالی ہونے کی وجہ سے زکریا کے کہنے پر گھر میں ایک قرآن ختم کیا۔"

جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا مولانا اپنی شدت علالت کی بنا پر سہارنپور تشریف نہیں لا سکے تھے اس لیے اپنے احوال وکیفیات کی اطلاع بذریعہ تحریر حضرت شیخ کو دیتے رہے یہاں اس نوع کے دو خط پیش کیے جاتے ہیں۔ پہلے خط میں ایک عزت افزائی کا، اور دوسرے خط میں علالت کا تذکرہ ہے۔

(۱) " مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل مولوی احمد کے بدست طائف کا انار موصول ہوا، دانے دانے تمام گھر والوں کو تقسیم کیا گیا بہت ہی شیریں اور شاداب تھا بندہ کی حالت تو بہت ناگفتہ بہ ہے لیکن آٹھ رمضان کو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور صحابہ کرام رض کے سلام نے اس ناکارہ کی عزت افزائی فرما کر ہمت بندھائی۔ حضرت والا کی خدمت میں اطراف واکناف سے بندگان خدا حاضر ہو کر فیض یاب ہو رہے ہیں اور یہ ناکارہ ان فیوض کے برداشت کی بھی اہلیت نہیں رکھتا بجز درخواست

دعا کے اور کیا عرض کرے۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہٗ ۶؍ رمضان"

(۲) " مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

رمضان المبارک رخصت ہو رہے ہیں۔ بندہ کی بیماری ہی کو اللہ جل شانہٗ تکفیر کا سبب بنائیں۔ اب کی مرتبہ دماغ کے ساتھ قلب پر بھی خوب افتاد رہی، شدید اختلاج ہوتا رہا۔ اب خفیف ہوتا ہے اب تک تو ذہن میں یہ تھا کہ اچھے ہو کر خوب کام کریں گے۔ لیکن اب تو حسن خاتمہ اور مغفرت دعاء کی درخواست ہے۔ کیفیت یہ ہے کہ ہر شخص کی کیفیت بندہ کو جھیلنی پڑتی ہے۔

محمد انعام الحسن غفرلہٗ ۲۳؍ رمضان ۱۳۹۶ھ"

اس گرامی نامہ کے جواب میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلق کا اظہار فرما کر دل جوئی و تسلی کے کلمات تحریر فرمائے اور مرض کی تفصیلات دریافت کیں۔ چنانچہ ——— ——— ماہ رمضان المبارک ختم ہونے کے بعد حضرت مولانا نے مجاہدات اور صبر و تفویض سے بھرپور اس علالت کا تفصیلی حال حضرت شیخ کو ان الفاظ میں تحریر فرمایا:

" رمضان المبارک میں جو شدید حالت گذری ہے الحمدللہ وہ تو اب نہیں ہے۔ رمضان میں حالت یہ تھی کہ آگ دماغ کو چڑھتی تھی، مجمع میں جانے سے چنگاریاں دماغ میں سے نکلتی تھیں اور بولنے سے بھی دماغ پر اثر ہوتا تھا تو تمام بدن میں کھدے پڑتے تھے اور دماغ پر دہ چڑھتے تھے، پندرہ روز تک سر اٹھانا بھی مشکل تھا۔ کسی سے ملنا بھی دشوار، الگ رہتا، اختلاج شدید تھا اور اندرون میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی چیز اس آگ کو دفع کر رہی ہو۔ اب اس آگ میں تو کمی ہے، صرف دماغ پر معلوم ہوتی ہے لیکن ہر ایک کی حالت دماغ کے راستہ اندرون میں نفوذ کرتی ہے بس اس میں تھوڑی سی بہت دیر برداشت ہو جاتا ہے، دماغ کی اور دل کی حالت ضعف کی جو ہوتی

چاہئے وہ ہے۔

"ابتداء مرض جو ۳۲ سال پہلے شروع ہوا تھا وہی ساری کیفیات ہیں اور اس مرتبہ ضعف بہت زیادہ ہے بالخصوص دماغ پر، اب ان اثرات کے بعد اٹھا نہیں جاتا ہے تنہائی میں جاکر جتنے دیر میں بھی وہ خارج ہوں، یہ حالات رجال اکا دماغ پر پڑنا مستقل رہا لیکن قابل برداشت رہا اگرچہ دماغ کو منتشر اور قلب میں قوت آنے سے مانع بنا رہا۔ اپنے معمولات سے قوت حاصل ہوتی تھی، لیکن اس خارجی اثر سے وہ منتشر ہو جاتی تھی"۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے ارشاد کے مطابق یہ وحشت عن الخلق اور انقطاع عن المخلوق والی کیفیت تھی جو پورے ماہ حضرت مولانا پر طاری رہی۔

نیز ان تمام کیفیات و احوال پر غور فرمانے کے بعد حضرت ؒ نے اسی موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ:

"پچھلے سینتیس ۳۷ سال سے مولوی انعام کا یہ حال ہے کہ ذات بحت کی تجلیات سے پلک جھپکنے کے برابر ذہول نہیں ہوتا"۔ (روایت جناب بھائی نادر علی خاں علیگ)

رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ۔ مولانا نے امسال قرآن پاک گھر میں سنایا۔ مرکز کی مسجد میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے پڑھا۔ مولانا زبیر صاحب نے اپنے کمرہ میں تراویح ادا کی۔ راقم سطور نے بارہ اور تیرہ رمضان مبارک کی شب نظام الدین میں گذاری اور ایک شب تراویح مولانا زبیر صاحب کے کمرہ میں ان کے امام کی اقتداء میں ادا کی، اور دوسری شب میں خود پڑھائی۔ گذشتہ سال کی طرح امسال بھی ماہ مبارک میں مولانا کی طبیعت علیل رہی، اس بنا پر سہارن پور بھی تشریف آوری نہ ہو سکی۔ بخار کی شدت ایک سو تین ڈگری تک رہی، بھوک اور نیند بھی معمول سے بہت کم رہی تھی ۲۸ رمضان میں حضرت مولانا نے ذیل کا یہ خط جس میں علالت کا ذکر بھی ہے حضرت شیخ ؒ کو تحریر فرمایا تھا:

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ،

کل قاضی جی وغیرہ بخیر پہونچ گئے اور قاضی جی تاخیر سے مطار پر پہونچ کر بھاگتے دوڑتے سوار ہو گئے۔ مولوی عبید اللہ صاحب سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت والا بندہ کی گنگوہ میں حاضری کو مناسب فرماتے ہیں اس کے لیے پہلے سے معلوم ہو جائے تو اچھا ہے بندہ کی معذوری اور مجبوری شدت ہی اختیار کرتی جارہی ہے۔ پیر کے روز حاضری کا ارادہ ـــــ کیا ہے خدا کرے پورا ہو جائے' دو روز سے بخار بھی ہو جاتا ہے۔ گھر میں سب سلام عرض کرتے ہیں۔ ان کے لیے پیر کا روز تجویز میں آیا ہے۔ والسلام

پسماندہ و درماندہ محمد انعام الحسن عفی عنہ۔ ۲۸ رمضان ۱۳۹۷ھ "

مولانا زبیر صاحب اس علالت کی تفصیل حضرت شیخ کو اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

" مخدوم معظم مکرم و محترم حضرت اقدس نانا ابا جی صاحب زید مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خدا کرے مزاج عالی بعافیت ہو۔ الحمد للہ یہاں پر سب بخیر ہیں۔ حضرت اقدس والد صاحب مدظلہ العالی کی طبیعت پہلے کی بہ نسبت اچھی ہے۔ پرسوں شنبہ کی شام سے الحمد للہ بخار نہیں ہے' نیند بھی پرسوں رات تو خوب گہری آئی' باقی کل رات آنکھ کھلتی رہی اور لگتی رہی' علاج حکیم عبد الجبار صاحب جو قدیم معالج ہیں ان کا چل رہا ہے۔ ضعف اور اضمحلال خوب ہے' قیام میرے حجرہ میں ہے۔ وہیں نماز وغیرہ پڑھتے ہیں' تین آدمی مستقل اعتکاف میں بٹھار کھے ہیں اور بھی جملہ احباب آپ دونوں بزرگان دین کی صحت کے لیے ہر وقت دعا میں مشغول رہتے ہیں۔ حاضرین مجلس کی خدمت میں سلام مسنون۔ فقط

زبیر الحسن دہلی بنگلہ والی مسجد "

اار رمضان (۲۷ر اگست ۱۹۷۷ء) میں مولانا اظہار الحسن صاحب' مولانا محمد زبیر الحسن صاحب جناب الحاج ابراہیم عبد الجبار صاحب کراچی' مولانا محمد سلیمان صاحب جھانجی حضرت شیخ رہ کی خدمت میں دو شب گذارنے کے لیے تشریف لائے۔ مولانا عبید اللہ صاحب نے یہ مہینہ دہلی و سہارنپور

میں مشترکہ طور پر گذارا۔ موصوف مولانا زبیر صاحب اور جناب الحاج کرامت اللہ صاحب کی معیت میں دوسری مرتبہ ۲۵ رمضان (۱۰ ستمبر ۷۸ء) میں آگر ستائیس میں واپس ہوئے۔

مولانا محمد ہارون صاحب مرحوم کی صاحب زادی عائشہ خاتون نے اسی سال ستائیس رمضان (۱۲ ستمبر پیر) میں پہلا روزہ رکھا۔ حضرت شیخ روزنامچہ میں اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں،

"آج عائشہ بنت ہارون کا پہلا روزہ ہے جس کی بہت لمبی دعوت مولانا انعام صاحب نے مستورات کی، کی۔ دہلی سے بریانی کی بھی کئی دیگیں آئیں"۔

حضرت شیخ نے بھی اس تقریب کے موقع پر پچاس روپے عزیزہ موصوفہ کو دہلی بھجوائے تھے۔

رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ:۔ اس سال کا ہلال رمضان حضرت مولانا نے مہبط وحی (مدینہ منورہ) میں دیکھا اور اسی مقدس سرزمین پر اس ماہ مبارک کا استقبال کیا۔ یکم شعبان (۸ جولائی ۱۹۷۸ء) میں مولانا پاکستان، اردن، انگلینڈ، فرانس کے تبلیغی دعوتی سفر پر روانہ ہو کر ۲۴ شعبان (۳۱ جولائی) دوشنبہ میں مکہ معظمہ پہنچے اور تقریباً دو ہفتے حرمین شریفین گزار کر گیارہ رمضان (۱۶ اگست) میں مرکز نظام الدین واپس تشریف لائے۔ اس سفر کی وجہ سے مولانا نے تراویح میں قرآن پاک نہیں پڑھا بلکہ مرکز کی مسجد میں مولانا محمد یعقوب کی امامت واقتدا میں تراویح ادا کی۔ مولانا زبیر صاحب نے ۱۲ رمضان سے گھر میں تراویح کا آغاز کیا۔ ۱۷ رمضان (۲۳ اگست) میں مولانا ایک شب کے لیے سہارنپور تشریف لائے یہ آمد ورفت بذریعہ ٹرین ہوئی تھی۔ اس رمضان میں طبیعت میں ضعف وکمزوری رہی جس کا نیند پر گہرا اثر رہا۔ دن رات میں ڈیڑھ دو گھنٹے سے زائد سونا نہیں ہوتا تھا لیکن معمولات اور دعوتی مشاغل اسی طرح جاری رہے۔

رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ:۔ مولانا نے امسال تراویح کا کلام پاک گھر میں پڑھا اور حسب معمول قدیم ۱۷ رمضان (۱۱ اگست ۱۹۷۹ء) میں ایک دن کے لیے سہارنپور تشریف لائے۔ مولانا محمد عمر صاحب، جناب حافظ کرامت اللہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ مولانا زبیر الحسن صاحب نے مرکز کی مسجد میں کلام پاک سنایا۔

اسی ماہ مبارک کے اوائل میں ایک ایسا واقعہ بھی پیش آیا جس سے آپ کی مہمانوں

کے معاملہ میں کشادہ دلی اور سخاوت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ عین افطار کے وقت گھر میں سے دو الگ الگ برتنوں میں گھی لگی ہوئی روٹیاں باہر حجرے کے دسترخوان پر آئیں۔ حضرت مولانا نے دو برتنوں میں آنے کی وجہ دریافت کی تو گھر میں سے بتلایا گیا کہ ایک میں اصلی گھی والی ہیں اور دوسری نقلی گھی کی ہیں۔ یہ سن کر اس وقت تو خاموش ہو گئے لیکن بعد نماز مغرب گھر میں تشریف لے جا کر اس پر تعجب اور قلق کا اظہار فرمایا کہ تمام مہمانوں کے لیے اصلی گھی لگی ہوئی روٹی کیوں نہیں بھیجی گئی اور پھر آپ نے اللہ جل شانہ کی صفت رزاقیت پر پورا پورا اعتماد کرتے ہوئے اہلیہ محترمہ سے ارشاد فرمایا کہ کل سے تمام مہمانوں کے لیے اصلی گھی کی روٹی بھیجی جائے۔ چنانچہ پورے رمضان یہی ترتیب قائم رہی۔ اور یہ اللہ جل شانہ وعم نوالہ کی صفت رزاقیت ہی تھی کہ پھر پورے ماہ مختلف علاقوں اور گاؤں دیہات بالخصوص میوات سے اصلی گھی کی اس قدر آمد ہوئی کہ بازار سے خرید کر منگانے کی نوبت ہی نہیں آئی[1]

رمضان المبارک سنہ ۱۴۲۰ھ: اس ماہ مبارک کے آغاز سے چند یوم قبل حضرت مولانا انگلینڈ، امریکہ اور ڈیٹرائٹ کے طویل دعوتی سفر سے واپس تشریف لائے تھے۔ سفر کی تکان اور تعب ابھی ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ ماہ مبارک آ گئے اور روزمرہ کے مشاغل و معمولات میں دن کا روزہ اور رات کی تراویح کا بھی اضافہ ہو گیا۔ لیکن حضرت مولانا نے اسی بشاشت اور اولوالعزمی کے ساتھ ماہ مبارک کا استقبال کرتے ہوئے قدیم معمول کے مطابق گھر میں قرآن پاک سنایا جس سے

---

[1] مرشدی و مولائی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ و اعلی اللہ مراتبہ کی حیات مبارکہ میں بھی اسی نوع کا ایک واقعہ پیش آیا تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ نے صرف اتنا پوچھا کہ بٹیر کہاں ملتے ہیں؟ بس اس کے فوراً بعد ہی پنجاب اور دور دور سے پنجرے بھر بھر کر بٹیر اور پرندے آنے شروع ہو گئے (حالانکہ وہاں تک کسی نے اطلاع بھی نہیں کی تھی) یہ دیکھ کر حضرت شیخ رونے لگے اور اپنی زبان پکڑ کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی تو معاف فرما دے! اس زبان سے نہ معلوم کیا کیا نکلتا ہے، اور کیا کیا بولتی رہتی ہے۔ تب جا کر پرندوں کا آنا موقوف ہوا ۱۲۔

۲۶ر رمضان کو فراغت ہوئی۔ مولانا زبیر صاحب نے مرکز کی مسجد میں کلام پاک پڑھا جس کا اختتام ۲۷ر رمضان میں ہوا۔ مولانا نے اس موقع پر بڑے تضرع و عاجزی کے ساتھ پون گھنٹہ دعا کرائی۔

حضرت شیخ رح اس ماہ مبارک میں دارالعلوم فیصل آباد پاکستان تشریف فرما تھے مولانا نے دعاؤں کی درخواست کے لیے جو خط وہاں حضرت کو تحریر فرمایا اس کی نقل یہ ہے:

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

الحمدللہ یہاں پر سب بخیر ہیں آج تیرھواں روزہ ہے۔ سورت میں پیر کا روزہ ہوا ہے ہمارے یہاں منگل کا پہلا روزہ ہوا ہے۔ بارشیں ہو رہی ہیں، موسم خوشگوار ہے۔ صرف دعا کی درخواست کے لیے یہ عریضہ ارسال ہے گھر والے بھی سب دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں۔ والسلام

انعام الحسن عفرلہٗ ۱۳ر رمضان ۱۴۰۰ھ"

اسی ماہ کی چودہ تاریخ میں دعوت و تبلیغ کی بزرگ شخصیت اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ و مجاز جناب الحاج حافظ مقبول حسن صاحب دہلوی کا وصال ہوا، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب ان کی تجہیز و تکفین میں شرکت کے لیے دہلی تشریف لے گئے اور نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔

رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ: اس ماہ رمضان کے آغاز سے دو ہفتہ قبل حضرت مولانا نے ایک اہم مکتوب ملک بھر کے مراکز تبلیغ کو تحریر فرمایا تھا اس مکتوب میں رمضان المبارک کی قدر و قیمت بتلاتے ہوئے ختم رمضان کے بعد ماہ شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ میں حجاج کرام میں دین کی عالی شان محنت اور حرمین شریفین حاضر ہونے والوں کی ذہنی و فکری و ایمانی تربیت کی طرف تمام اہل مراکز کو پورے طور پر متوجہ فرمایا۔ ذیل میں یہ مکتوب پیش کیا جاتا ہے۔

" بنگلہ والی مسجد بستی حضرت ۷۸۶ ۱۴ر شعبان ۱۴۰۱ھ
نظام الدین دہلی ۲۷ر جون ۱۹۸۱ء

مکرمین و محترمین بندہ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ جل شانہ کی ذات عالی سے امید ہے کہ آپ حضرات کا مزاج بخیر ہوگا اور اس ختم ہونے والی زندگی کے یہ قیمتی لمحات دین کی محنت میں صرف ہو رہے ہوں گے۔ اس وقت یہ خط ایک اہم بات کی یاددہانی کے لیے لکھا جارہا ہے امید ہے کہ آپ حضرات اس پر پوری توجہ فرمائیں گے۔

رمضان، شوال، ذی قعدہ ذی الحجہ کے آنے والے ان چار مہینوں کا زمانہ بڑی رحمت اور برکت کا حامل ہے اور تقریباً تمام ارکان کے ادا کرنے کا زمانہ ہوتا ہے۔ سب سے پہلے تو رمضان شریف کا مبارک مہینہ اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آرہا ہے جس میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ جل شانہ کا قرب حاصل کرنا ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا۔ اور کسی فرض کا ادا کرنا ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کیا۔ اس میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اور اہل عالم کے قلوب میں حق کے قبول کی استعداد بڑھ جاتی ہے اس مبارک مہینے کو وحی الٰہی کے ساتھ بہت خاص مناسبت ہے اسی وجہ سے عموماً اللہ جل شانہ کی تمام کتابیں اسی ماہ میں نازل ہوئی ہیں، اور ہمارے تبلیغ کے اس مبارک کام میں اسی بات کی دعوت ہے کہ وحی الٰہی کے مطابق تمام انسانوں کی زندگیوں میں ایمان و عمل آجائے۔ اس لیے رمضان میں اس محنت کو خوب بڑھایا جائے اور اہتمام سے چلوں، تین چلوں اور کم و بیش اوقات کی جماعتیں پیدل اور سواری سے نکالی جائیں۔ مقامی کام یعنی سہ روزہ جماعتوں کے نکالنے، ہفتہ واری گشتوں، تعلیم، گھر کی مستورات والی تعلیم اور مسجد کی تعلیم، تسبیحات و تلاوت غرض کہ تمام انفرادی و اجتماعی اعمال کا اپنی ذاتوں سے اہتمام کرتے ہوئے دیگر احباب کو بھی مشغول رہنے کی دعوت دی جائے اور خدائے پاک کی بارگاہ میں خوب دعائیں مانگی جائیں کہ اصل

کرنے والی ذات تو اللہ رب العزت ہی کی ہے۔ غرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ محنت میں کمی کے بجائے اس ماہ میں زیادتی ہونی چاہیے۔

رمضان شریف کے ختم ہونے کے بعد ہی تمام عالم میں حج کے عنوان پر نقل و حرکت شروع ہو جاتی ہے اور بیت اللہ کی محبت اور کشش میں حجاج کرام کھینچے کھینچے بیت اللہ پر پہونچتے ہیں۔ یہ مہینہ حجاج پر محنت کا خاص زمانہ ہوتا ہے۔ بیت اللہ پر پہونچنے والے یہ تمام عالم کے نمائندے اگر ایمان کی کیفیت اللہ کی محبت، اللہ کے دھیان، آخرت کی فکر، زہد و تقویٰ اور اللہ کی رضا کے جذبے سے مخمور ہو کر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عالی اخلاق سے آراستہ ہو کر خدائے پاک کی بارگاہ میں پہونچیں گے تو خدائے پاک کی کریم ذات سے امید ہے کہ ان کی حاضری عنداللہ مقبول ہو کر پوری امت مسلمہ کے لیے خصوصاً اور عالم انسانیت کے لیے عموماً خیر و برکت کا ذریعہ بنے اور ہم پیچھے رہنے والوں کے لیے بھی خیر و برکت کے دروازے کھلیں۔ حجاج کرام کے پاس وقت بھی ہوتا ہے اور پیسہ بھی اور ذہنی یکسوئی بھی نصیب ہوتی ہے۔ صرف انھیں متوجہ کر کے ترتیب کے قائم کرنے کی بات ہوتی ہے۔

آپ حضرات کو معلوم ہے کہ ہر سال بمبئی کے مسافر خانہ میں اسی کی محنت ہوتی ہے کہ حجاج کرام میں یہ صفات قبولیت پیدا ہوں اور وہ تمام اعمال مساجد کے اشتغال کے ساتھ خدا کے گھر پہ حاضر ہوں۔ اس لیے اس محنت میں تمام صوبوں اور علاقوں کا حصہ ہونا چاہیے۔ اس لیے آپ حضرات اپنے اپنے مقامات سے پرانے کام کرنے والے مستعد احباب کی جماعتیں بن کر اگر بمبئی کے مسافر خانہ روانہ فرمائیں تو بہت مفید ہے۔ اس کے علاوہ اپنے اپنے مقامات پر بھی بیت اللہ پہ جانے والوں کو جوڑ کر ان کا دینی اور دعوتی ذہن بنائیں۔ کہ اس سفر کے درمیان وہ جہاں رہیں نماز باجماعت، تعلیم و تسبیح و تلاوت اور دعاؤں کا خوب اہتمام کریں اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید

کریں۔ ٹرین کے وہ بڑے بڑے اسٹیشن جہاں سے حجاج سوار ہوتے ہیں یا گذرتے ہیں، وہاں بھی پرانے کام کرنے والوں کی جماعتیں پہونچ کر انکا ذہن بنائیں اور اس کی ترغیب دیں کہ جب وہ بمبئی پہونچیں تو وہاں مسافرخانے کے کام میں جڑیں۔ حجاج کرام کے کچھ جہاز تو رمضان شریف سے قبل جاچکے اور اکثر رمضان کے بعد روانہ ہوتے ہیں جن کی تاریخیں آپ حضرات کے علم میں ہوں گی۔ امید ہے کہ آپ حضرات ان گذارشات پر توجہ فرماکر پرانے کام کرنے والوں کی مستعد جماعتیں بھی روانہ فرمائیں گے۔ فقط والسلام

بندہ انعام الحسن عفرلہٗ۔"

مولانا نے اس سال کی تراویح کا کلام پاک گھر میں پڑھا۔ مولانا زبیر صاحب نے مرکز کی مسجد میں سُنایا۔ حضرت شیخ نے یہ مہینہ مخلص عشاق کی خواہش پر اسٹینگر (جنوبی افریقہ) میں گذارا۔

اس سال نظام الدین مرکز میں جماعتوں کی نقل و حرکت معمول سے زائد رہی۔ بیرونی جماعتوں کا تناسب بھی گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں زیادہ رہا۔ مولانا محمد موسیٰ صاحب سورتی نے، اس رمضان میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو جماعتوں کی آمد و رفت کی جو تفصیلات اور گوشوارہ تحریر فرمایا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو یہاں نقل کردیا جائے۔ موصوف اپنے خط میں لکھتے ہیں:

"بفضلہ تعالیٰ ماہ مبارک میں جماعتوں کی آمد و رفت بہت اچھی رہی، اور آخر شعبان اور شروع رمضان میں ۴۵۔۵۰ جماعتیں روزانہ روانہ ہوتی رہیں اب کم ہوکر ۱۵۔۲۰ تک رہ گئیں۔

ہر سال کی طرح امسال بھی ماہ مبارک میں تین چلہ والی پیدل جماعتیں روانہ ہوئیں، دہلی سے مدراس، حیدرآباد، بمبئی، نیپال، کلکتہ، امرتسر، جودھپور (بمبئی دو جماعتیں دو راستوں سے گئیں)۔

ملکوں سے جماعتیں برابر آتی جاتی رہیں۔ ایک جماعت امریکہ گئی دوسری انگلینڈ تیسری ناروے چوتھی موزمبیق وزمبابوے۔ باہر ملکوں سے ملیشیا سے کافی جماعتیں آئیں اور برابر آرہی ہیں۔ امریکہ، جنوبی افریقہ، سیلون، دبئی، کویت

مراکش، مسقط، فرانس وغیرہ، امریکہ سے عرب حضرات زیادہ تعداد میں تشریف لاتے رہے۔

۱۴؍شعبان کو مولوی محمد سلیمان جھانجی کے ساتھ تقریباً ۳۵ عرب حضرات گجرات تشریف لے گئے بعد میں اور بھی جاتے آتے رہے، دو شوال تک ان کا نظام بنا ہوا ہے۔ پورے گجرات میں سفر ہے۔ ماشاء اللہ ہر گاؤں ہر شہر سے نقد جماعتیں نکل رہی ہیں یہاں بھی برابر آرہی ہیں۔

عید کے بعد لیبیا سے قافلہ مشورہ کے لیے آرہا ہے۔ ۲۰؍اگست کو مغربی و مشرقی یوپی کے احباب تشریف لانے والے ہیں۔ ماہ مبارک سے پہلے خاصی گرمی تھی۔ بحمدللہ ماہ مبارک شروع ہوتے ہی بارش شروع ہوگئی۔ عام طور پر روزانہ ہو جاتی ہے سب احباب بعافیت ہیں دعا کی درخواست اور سلام عرض کرتے ہیں۔ فقط

ستائیسویں شب میں حضرت مولانا نے بعد عشاء دعا کرائی۔ اس دعا میں آپ پر غیر معمولی رقت طاری تھی اور دعا بھی کچھ معمول سے زائد طویل ہوئی۔

رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ ـــ یہ ماہ مبارک ایسے وقت آیا کہ قطب عالم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہٗ کے سانحۂ ارتحال کو صرف ایک ماہ گذرا تھا۔ حادثہ بہت جان گداز تھا۔ اور بالکل تازہ تھا۔ اس لیے فطری طور پر قلوب مغموم اور گھائل تھے۔ صاحب زادہ محترم مولانا محمد طلحہ صاحب نے یہ مہینہ مدینہ منورہ گزارا جس کی وجہ سے آستانہ خلیلیہ رشیدیہ بالکل سونا سونا رہا۔ اس حادثہ سے دو ہفتہ قبل اٹھارہ رجب ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲؍مئی ۱۹۸۲ء میں مولانا انگلینڈ، بلجیم، فرانس، عمان کے طویل دعوتی و تبلیغی سفر پر روانہ ہو چکے تھے ـــ یہ المناک سانحہ آپ کے اسی سفر کے دوران پیش آیا۔ آپ اس دورہ کو مکمل کرکے ۱۱؍شعبان (۴؍جون) میں عمان سے سیدھے مدینہ منورہ پہونچے اور اہلیہ محترمہ (والدہ مولانا محمد طلحہ صاحب) سے حق تعزیت ادا فرما کر پند و نصائح فرمائیں اور اگلے روز بعد نماز عصر جنت البقیع مزار شیخ پر تشریف لے گئے تقریباً دو ہفتے حرمین شریفین قیام فرما کر ۲۵؍شعبان (۱۸؍جون) میں دہلی

تشریف لے آئے، رمضان المبارک کی چونکہ آمد آمد تھی اس لیے بڑی عجلت کے ساتھ ۲۷ شعبان کو سہارنپور بغرض تعزیت وتسلی تشریف لاکر اگلے روز دہلی روانہ ہوگئے اور ۲۹ شعبان (۲۲ جون منگل) کا دن گزار کر شب میں دس بجے چاند کا اعلان ہونے پر گھر میں تراویح میں قرآن پاک کا آغاز فرمایا اور پھر ذوق وشوق اور لطف وحلاوت کی بلند وبالا کیفیات نے اس تمام تعب اور تھکاوٹ بلکہ آلام وعوارض کو اپنے اندر سمو لیا جو اس متواتر اور مسلسل سفر سے پیدا ہوگئے تھے۔

۱۸ رمضان (۱۰ جولائی) میں ایک شب کے لیے حضرت مولانا کی سہارنپور تشریف آوری ہوئی، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر صاحب، جناب حافظ کرامت اللہ صاحب، مولانا محمد بن سلیمان جھانجی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

اس آمد ورفت کی تفصیل حضرت مولانا اپنی یادداشت میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

صبح کی نماز پڑھ کر چار بج کر ۲۵ منٹ پر حضرت نظام الدین سے حافظ کرامت اللہ صاحب کی ایمبیسڈر میں روانہ ہوئے۔

۸½ بجے اللہ جل شانہ نے خیریت کے ساتھ سہارنپور پہونچا دیا، کچے گھر میں آرام کیا، ظہر کی نماز مسجد میں پڑھ کر جدید دارالطلبہ گئے، مجلس ذکر میں شریک ہوئے، پھر مفتی عبدالعزیز کے کمرہ میں آرام کیا، عصر کے بعد مفتی محمود حسن کے فرمان پر مولوی محمد عمر کا بیان ہوا، افطار مسجد میں کیا، نماز کے بعد کھانا کھایا، پھر قدرے آرام کیا۔ تراویح سلمان کی اقتدا میں پڑھی۔ ایک پارہ پڑھا، تراویح کے بعد یٰسین اور درود پھر دعا ہوئی اور اس کے بعد تمام گھر والوں میں ملاقات کے لیے جانا ہوا۔ بارہ بجے آرام کیا، مگر نیند نہیں آئی۔

(۱۹ رمضان میں) چار بج کر بیس منٹ پر دارالطلبہ سے روانہ ہوکر اللہ جل شانہ نے بخیر ۸½ بجے دہلی پہونچا دیا۔

۲۷ ویں شب میں مولانا کا کلام پاک گھر میں ختم ہوگیا تھا اس لیے ۲۸ ویں شب کی تراویح مسجد میں ادا کی۔ سال گذشتہ کی طرح اس سال بھی مولانا زبیر الحسن صاحب نے مرکز کی مسجد میں کلام پاک سنایا۔ ستائیسویں شب میں حضرت مولانا نے اس ختم قرآن پاک کی طویل

دعا کرائی۔

رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ: سالہا سال کے معمول کے مطابق مولانا نے امسال بھی قرآن مجید گھر میں سنایا۔ مولانا زبیر صاحب نے مرکز کی مسجد میں پڑھا جس کے اختتام کی دعا ۲۸ر رمضان میں مولانا نے کرائی۔ امسال مولانا کی سہارنپور تشریف آوری نہ ہو سکی تاہم ۱۳ر رمضان (۲۵ر جون ۱۹۸۲ء) میں مولانا زبیر صاحب کی ایک دن کے لیے آمد حضرت قاضی عبدالقادر صاحب کی معیت میں ہوئی۔

اس ماہ مبارک کے آغاز سے صرف ایک عشرہ قبل حضرت مولانا بھوپال، حیدرآباد بنگلور، مدراس اور سری لنکا کے طویل اور پُر تعب دعوتی و تبلیغی سفر سے واپس تشریف لائے تھے۔ لیکن رمضان المبارک کی بھرپور قدردانی اور اس کے حقوق کی ادائیگی کی فکر نے اس ضعف و اضمحلال کے دور ہونے کا بھی موقع نہیں دیا جو اس پینتیس روزہ سفر سے پیدا ہو گیا تھا۔

رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ: اس ماہ مبارک سے چھ ماہ قبل ربیع الاول ۱۴۰۳ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۲ء میں حضرت مولانا کا مستقل قیام چونکہ جدید عمارت کی بالائی منزل کے کمرہ نمبر چھ میں ہو چکا تھا اس لیے امسال پہلی مرتبہ آپ نے اسی جگہ مولوی محمد سلیمان صاحب کی اقتدا میں تراویح ادا کی۔ نیز مرکز کی مسجد میں مولانا محمد یعقوب صاحب نے اور زنانہ مکان میں مولانا محمد زبیر صاحب نے تراویح پڑھائی۔

مولانا وحید الدین صاحب (مدیر الرسالہ دہلی) رمضان ۱۴۰۳ھ میں مہمانوں کی تعداد اور حضرت مولانا کی دعوتی فکر اور بصیرت کے متعلق اٹھارہ رمضان المبارک کا ایک چشم دید واقعہ اس طرح تحریر کرتے ہیں:

> "رمضان ۱۴۰۳ھ میں تقریباً ۸۰۰ آدمی تبلیغی مرکز میں مقیم تھے۔ ۱۸ رمضان کا واقعہ ہے۔ حضرت جی (مولانا انعام الحسن صاحب) حسب معمول معائنہ کے لیے نکلے، مسجد، مدرسہ، مطبخ وغیرہ ایک ایک چیز انھوں نے بنفس نفیس دیکھی اسی اثنا میں وہ مطبخ میں پہونچے جو مسجد کے پیچھے واقع ہے وہاں دو بظاہر

اجنبی آدمی دکھائی دیے۔

حضرت جی ننگے پاؤں ایک ایک مقام کو دیکھ رہے تھے، جہاں کہیں صفائی یا نظم و ترتیب کے خلاف کوئی چیز دیکھتے تو اس کی درستگی کی ہدایت کرتے۔ اسی حالت میں وہ مطبخ میں پہونچے۔ وہاں ایک جگہ کوڑا نظر آیا تو ہدایت کی کہ اس کی فوراً صفائی کرو۔ اس سے مکھی مچھر پیدا ہوتے ہیں۔

اس وقت جو صاحب مطبخ کی نگرانی پر تھے وہ اتفاق سے موجود نہ تھے۔ چند منٹ میں وہ آگئے تو حضرت جی نے نرمی سے کہا۔ میرے بھائی! آپ کہاں تھے؟ اتنے میں دو آدمی مطبخ کے اندر داخل ہوتے ہوئے نظر آئے۔ وہ بظاہر اجنبی تھے۔ نگران صاحب ان کے پاس گئے اور انھیں باہر رخصت کر کے دوبارہ حضرت جی کے پاس آئے۔ حضرت جی نے پوچھا کہ وہ کون تھے۔ نگران صاحب نے بتایا کہ وہ لوگ درگاہ نظام الدین کی زیارت کے لیے آئے تھے۔ یہاں غلطی سے داخل ہو گئے۔

پھر آپ نے ان سے کیا کہا؟ حضرت جی نے دوبارہ پوچھا۔ انھوں نے بتایا کہ میں نے کہا کہ یہ درگاہ نہیں ہے آپ اور آگے جائیں۔ وہاں آپ کو درگاہ مل جائے گی۔ حضرت جی (مولانا انعام الحسن صاحب) نے فوراً کہا: میرے بھائی آپ نے ایک موقع کھو دیا۔ آپ کو اپنی دعوت ان کے سامنے پیش کرنا چاہیے تھا۔ ممکن ہے کہ وہ لوگ ہمارے دینی نظام میں شریک ہو جاتے اور پھر ان کو نفع حاصل ہوتا۔"

رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ۔

(یہ جگہ مزید معلومات کے لیے خالی ہے)

۱۹ رمضان (۹ جون ۱۹۸۵ء) میں مولانا اظہار الحسن صاحب، مولانا زبیر الحسن صاحب، حافظ کرامت اللہ صاحب، حافظ نعمت اللہ صاحب کی معتکف شیخ میں آمد ہوئی۔ ایک دن قیام

کے بعد یہ حضرات دہلی واپس ہوئے۔

رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ: اس سال حضرت مولانا کا کلام پاک گھر میں ہوا، مولانا زبیر الحسن صاحب نے مسجد میں سنایا۔ ۲۹/رمضان کی شب میں حضرت مولانا کی دعا پر یہ کلام پاک ختم ہوا۔

۷/رمضان (۱۷/مئی ۱۹۸۶ء) میں مولانا اظہار الحسن صاحب مولوی زبیر الحسن صاحب کی ایک شب کے لیے سہارنپور آمد ہوئی۔

رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ: حضرت مولانا نے امسال تراویح اپنے بالائی کمرہ میں مولانا محمد یعقوب صاحب کی زیر امامت ادا کی۔ مولانا زبیر صاحب نے مرکز کی مسجد میں اور مولوی محمد بن سلیمان صاحب جھانجی نے گھر میں تراویح کی امامت کی۔

مولانا زبیر الحسن صاحب اس ماہ کے کوائف و معمولات اپنے ایک مکتوب میں راقم سطور کو اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"اس سال یہاں پر ہجوم بھی خوب ہے، روزانہ تقریباً تیس چالیس جماعتیں روانہ ہو رہی ہیں۔ والد صاحب مدظلہ صبح کو ساڑھے دس بجے اوپر سے تشریف لاکر جماعتوں کو رخصت اور بیعت وغیرہ کرنے کے بعد نیچے حجرہ میں ہی لیٹ جاتے ہیں اور مغرب بعد افطار وغیرہ سے فارغ ہو کر اوپر جاتے ہیں۔ عصر کے بعد حسب معمول گھر میں جاتے ہیں۔

آج سے یہاں اعتکاف شروع ہو رہا ہے۔ پچاس کے قریب (انشاء اللہ معتکفین) ہو جائیں گے۔"

۱۸/رمضان (۱۷/مئی ۱۹۸۷ء) میں مولانا اظہار الحسن صاحب مولانا زبیر الحسن صاحب کی ایک شب کے لیے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے معتکف (مسجد دار جدید) میں آمد ہوئی۔

رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ: اس ماہ رمضان کے آغاز سے ٹھیک پچیس یوم قبل ۵/شعبان ۲۳/مارچ ۱۹۸۸ء میں حضرت مولانا کی اہلیہ محترمہ (والدہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب) کا سانحہ وفات پیش آچکا تھا اور اس حادثہ پر رنج و غم اور اس کی المناکی کسک ابھی پورے طور پر باقی تھی کہ ماہ مبارک کی شروعات ہو گئی۔ حضرت مولانا نے امسال تراویح اپنے بالائی کمرہ میں ادا کی۔ مولانا

زبیر صاحب نے مسجد میں اور مولوی سعد سلمہ نے گھر میں قرآن پاک سنایا۔

رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ:۔ امسال مولانا نے تراویح اپنے بالائی کمرہ میں ایک مختصر جماعت کے ساتھ راقم سطور کے برادر خورد مولوی محمد سہیل سلمہ سہارنپوری کی امامت میں ادا کی۔ یہ کلام پاک ۲۸؍ رمضان میں ختم ہوا، حضرت مولانا نے بہت طویل رقت آمیز دعا فرمائی۔ مولانا زبیر الحسن صاحب نے مسجد میں اور مولوی محمد سعد نے گھر میں اپنے بالائی کمرہ میں پڑھا جس کی سماعت مولوی محمد صالح سلمہ نے کی۔

رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ:۔ مولانا نے امسال بھی تراویح بالائی کمرہ میں ادا فرمائی جس کی امامت مولانا محمد یعقوب صاحب نے کی، مرکز کی مسجد میں مولانا محمد زبیر صاحب نے اور گھر میں مولوی عبدالرحیم (صاحب زادہ مولانا عبید اللہ صاحب) نے تراویح پڑھائی۔

۱۳؍ رمضان (۱۰؍ اپریل ۱۹۹۰ء) میں حضرت مولانا کا گرامی نامہ مولانا محمد طلحہ زید مجدہ کے نام آیا کہ معتکف شیخ میں ختم قرآن پاک کے موقعہ پر دعوتی و تبلیغی بیان اور دعاء کے لیے مولانا اظہار الحسن صاحب مولانا محمد زبیر صاحب اور مولانا احمد لاٹ صاحب کو بھیجا جا رہا ہے۔ چنانچہ ۲۷؍ رمضان میں یہ تینوں حضرات آئے اور ختم قرآن پاک کے بعد مولانا احمد لاٹ صاحب کا بیان ہو کر مولانا اظہار الحسن صاحب نے دعا کرائی۔

عزیزان مولوی زبیر الحسن و مولوی محمد صالح سلمہما نے امسال پہلی مرتبہ تراویح مدرسہ کاشف العلوم کے درجۂ حفظ میں سنائی، آٹھ دس مقتدی شریک جماعت رہتے تھے۔ حضرت مولانا کے سب سے چھوٹے پوتے عزیز حبیب سلمہ اور چھوٹی نواسی عزیزہ سمیہ سلمہا نے امسال گیارہ رمضان المبارک میں پہلا روزہ رکھا۔ حضرت مولانا نے اس روزہ کشائی کا معمول کے مطابق اہتمام فرمایا اور دونوں بچوں کی دل داری فرماتے ہوئے روپے بھی مرحمت فرمائے۔

رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ:۔ مولانا نے اس مرتبہ تراویح بالائی کمرہ میں مولوی محمد جعفر سلمہ (نواسہ حضرت شیخ و داماد مولانا محمد زبیر صاحب) کی اقتداء میں ادا کی، مولوی محمد سعد سلمہ نے گھر میں اور مولانا زبیر الحسن صاحب نے مرکز کی مسجد میں سنایا جو ۲۹ ویں شب میں ختم ہوا، حضرت مولانا نے مسجد میں تشریف لا کر بہت گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرائی۔

اسسال عزیزان مولوی حافظ محمد صالح و مولوی حافظ محمد زہیر الحسن سلمہما نے کلام پاک بالائی منزل کے کمرہ نمبر چار میں سنایا۔ آخری چار رکعات باہر کے برآمدہ میں حضرت کی موجودگی میں پڑھیں اس کے بعد حضرت مولانا کی طویل رقت آمیز دعا ہوئی۔ راقم سطور بھی اس تقریب میں شرکت لیے ۲۵ رمضان میں دہلی حاضر ہو گیا تھا۔

رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ:۔ اسسال عزیزان حافظان مولوی محمد الیاس و مولوی زہیر سلمہما نے پہلی مرتبہ حضرت مولانا کو تراویح میں کلام پاک سنایا اور حضرت مولانا نے اپنے بالائی کمرہ میں اس کی سماعت فرمائی۔ مولانا زبیر صاحب نے مرکز کی مسجد میں اور مولوی سعد سلمہ نے گھر میں پڑھا۔

مولانا زبیر الحسن صاحب ــــ راقم سطور کے نام اپنے ایک مکتوب میں اس ماہ مبارک کے حالات اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"ابھی تک روزہ رمضان الحمد للہ اچھے گذر رہے ہیں۔ بندہ مسجد میں پڑھ رہا ہے۔ زہیر، صالح حضرت جی کے یہاں صہیب ہمایوں مقبرہ کے قریب ایک مسجد ہے عرب سرائے کے نام سے اس میں سنا رہا ہے۔ صہیب کا تو ۲۴۔ ۲۵ کو ختم ہوگا۔ زہیر و صالح کا اور میرا ابھی ۲۸۔ ۲۹ تک چلے گا۔ پرسوں سے ایک ایک پارہ کر دیا۔ حضرت جی مدظلہ العالی کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔ روزہ رمضان الحمد للہ خیریت سے پورے ہو رہے ہیں، البتہ شوگر کی کمی و زیادتی ہوتی رہتی ہے جس کی وجہ سے ضعف رہتا ہے۔" (مکتوب محررہ ۱۱ر رمضان ۱۴۱۲ھ)

۱۶ر ۱۷ر رمضان المبارک کی دو تراویح راقم الحروف نے بھی عزیزان کی اقتداء میں کمرہ نمبر ۶ میں ادا کی۔ معمول یہ تھا کہ عزیز زہیر الحسن نماز عشاء اور پھر دس رکعات تراویح پڑھاتے اس کے بعد عزیز محمد صالح دس رکعات پڑھا کر وتر پڑھاتے تھے۔ اٹھائیس کی شب میں عزیزان کا اور ۲۹ کی شب میں مولانا زبیر صاحب کا قرآن پاک ختم ہوا۔ حضرت مولانا نے دونوں دن ہونے والے ختم کلام پاک کی دعا کرائی۔

اسسال ۱۵ر رمضان المبارک میں عزیز محمد یاسر سلمہ اور عزیزہ عاصمہ سلمہا نے پہلا روزہ

رکھا۔ حضرت مولانا نے بڑی مسرت اور خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے دونوں کو بیس بیس روپے مرحمت فرمائے۔

رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ:۔ امسال عزیز مولوی صہیب سلمہ، فرزند مولانا زبیر الحسن صاحب، نے حضرت مولانا کو بالائی قیام گاہ پر کلام پاک تراویح میں سنایا اور چونکہ مولانا زبیر صاحب اس مرتبہ اپنے عوارض کی بنا پر تراویح نہیں سنا سکے تھے، اس لیے مرکز کی مسجد میں مولوی عبد الرحیم ابن مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی نے سنایا، اور گھر میں مولوی محمد سعد سلمہ نے قرآن پاک پڑھا۔

اس ماہ میں حضرت مولانا کی طبیعت ناساز رہی، دل میں چبھن اور تکلیف بار بار ہوتی تھی ایک مرتبہ درد میں شدت ہونے پر مشہور معالج اور ماہر امراض قلب ڈاکٹر خلیل اللہ صاحب نے بھی معائنہ کیا اور تکلیف کی تشخیص کے لیے رمضان المبارک کے بعد ہسپتال جانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ نو شوال میں جناب الحاج ڈاکٹر محسن ولی صاحب کی معیت میں یہ معائنہ ہوا۔ راقم الحروف کے روزنامچہ میں اس موقع پر یہ لکھا ہوا ہے۔

"آج سولہ رمضان ۱۱ مارچ ۹۳ء (جمعرات) کا دن گزار کر شب میں حضرت جی مدظلہ کو سانس کی تکلیف ہوئی، بڑی بے چینی رہی، کبھی لیٹتے کبھی بیٹھتے، ڈاکٹر محسن صاحب کو فون کیا وہ آئے تو اندازہ ہوا کہ سانس لینے میں سخت دشواری پیش آرہی ہے۔ دوائیں اور انجکشن تجویز کیے گئے۔ ڈاکٹر خلیل اللہ بھی آتے رہے۔ ان کا اصرار تھا کہ روزہ کھول دیا جائے، مگر جمعہ کا روزہ بغیر سحری کھائے پورا کیا اور فرمایا کہ فرض روزہ کیسے چھوڑ دیا جائے۔"

رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ:۔ امسال عزیزان مولوی محمد صالح و مولوی محمد زہیر سلمہما نے حضرت مولانا کو تراویح میں کلام پاک سنایا۔ مولانا زبیر صاحب نے مرکز کی مسجد میں پڑھا۔ دو جگہ ستائیسویں شب میں کلام پاک پورا ہوا۔ حضرت مولانا نے پہلے بالائی منزل میں عزیزان کے ختم قرآن پاک کی دعا کرائی اور اس کے بعد نیچے تشریف لا کر مسجد میں طویل دعا فرمائی۔ مولانا زبیر صاحب راقم سطور کو اپنے مکتوب میں رمضان المبارک اور اس کی تراویح کے متعلق اس طرح مطلع کرتے ہیں:

"تراویح کی ترتیب یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر مسجد میں بندہ کا نے ہوا ہے۔ حضرت جی کے یہاں زبیر اور صالح اور گھر میں مولوی سعد پڑھ رہے ہیں۔ شعیب ہمایوں ـــــ مقبرہ میں ایک مسجد ہے اس کے اندر شروع کیا ہے۔ حضرت جی مدظلہٗ الحمدللہ خیریت سے ہیں۔ رمضان والی ترتیب شروع ہو گئی ہے اور اس وقت گیارہ بجے آٹھ مہینے کے بعد نیچے دعا کے لیے تشریف لے آئے ہیں اور حسب معمول افطار سے فارغ ہو کر اوپر تشریف لے جائیں گے۔"

(مکتوب محررہ یکم رمضان ۱۴۱۴ھ)

رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ:۔ امسال حافظ محمد زبیر سلمہٗ اور حافظ محمد خبیب سلمہٗ نے حضرت مولانا کو تراویح میں کلام پاک سنایا جس کا اختتام ۲۹ رمضان میں حضرت مولانا کی دعا پر ہوا۔ عزیز محمد خبیب سلمہٗ کی یہ پہلی محراب تھی۔ مولانا زبیر صاحب نے اس مرتبہ بھی کلام پاک مسجد میں پڑھا اور مولوی سعد سلمہٗ نے گھر میں۔

یہاں پہنچ کر قلم کا مسافر اپنا تینتیس (۳۳) سالہ سفر پورا کر کے اللہ رب العزت کے حضور میں سربسجود ہوتا ہے۔ کیوں کہ خود اس شخصیت جلیلہ (صاحب سوانح) کا سفر حیات پورا ہو کر ان کی روح پرفتوح رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ کی آمد سے قبل اللہ رب العزت کے حضور میں سربسجود ہو گئی تھی۔

معمولات رمضان المبارک

ماہ مبارک میں حضرت مولانا کے چوبیس گھنٹہ کے معمولات و مشاغل یہ ہوتے تھے۔

نماز فجر کے بعد ضروریات سے فارغ ہو کر اوپر زنان خانہ کے کمرہ میں تقریباً بارہ بجے تک آرام فرماتے، پھر نیچے تشریف لا کر وضو کرتے اور واپسی والوں سے گفتگو و ملاقات فرما کر ڈاک ملاحظہ کرتے، اس کے بعد مسجد میں آتے اور روانگی والوں کو پند و نصائح فرما کر دعا و مصافحہ کرتے پھر مسجد والے حجرہ میں تشریف فرما ہوتے، وہاں بیعت ہوتی، اسی دوران مرکز کے روزمرہ کے مشورہ کے لیے احباب جمع ہو جاتے اور وہاں چوبیس گھنٹہ کی ترتیب بن کر مشورہ ختم ہو جاتا ذکر بارہ تسبیح سیکھنے والے اور اپنی ضروریات اور حوائج کے لیے دعا کی درخواست کرنے والے بھی اسی وقت آتے تھے ان تمام امور سے فارغ ہو کر اگر کچھ وقت بچ جاتا تو تراویح میں

سنانے والے سیپارہ کی تلاوت کرتے اور اگر تعب محسوس ہوتا تو آرام فرماتے۔ اذانِ ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ پھر ظہر کی سنتیں پڑھ کر نمازِ ظہر ادا کرتے اور تراویح والا سی پارہ مختلف حفاظ مولانا معین الدین صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، حافظ نورالدین صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب، مولانا محمد سلیمان صاحب جھانجی وغیرہ کو سناتے۔ ماہ مبارک میں گھڑی کا وقت بالکل صحیح رکھنے کا بڑا اہتمام تھا۔ اس کے لیے مولانا معین الدین صاحب متعین تھے وہ پہلے صحیح وقت معلوم کر کے اپنی گھڑی درست کر لیتے۔ اس کے بعد حضرت جی کو بتلاتے۔ حضرت کے سامنے اس وقت تین ٹائم پیس رکھے رہتے اور حضرت اپنے ہاتھ سے تینوں گھڑیوں کا وقت خود درست فرماتے۔ اس کام سے فارغ ہو کر کبھی آرام فرما لیتے یا ڈاک کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہوتا تو اس کو ملاحظہ فرماتے۔

نمازِ عصر کے بعد کچھ دیر گھر میں مستورات کے پاس تشریف لاتے اور گھر سے متعلقہ امور ان سے دریافت فرماتے۔ مثلاً کس کس نے آج کتنا قرآن پاک پڑھا، شب میں نوافل میں کتنے سپارے ہوئے۔ افطار میں مہمان مستورات کا کیا اوسط رہا، گھر میں اگر مستورات کی کوئی جماعت آئی ہوتی تو اس کی نوعیت اور حیثیت سے اہلِ خانہ کو مطلع کر کے ان کی خاطر داری اور مناسب دیکھ بھال کی تاکید فرماتے۔ ماہ مبارک سے دو تین یوم قبل گھر کی مستورات سے پورے ماہ کے لیے سامانِ خورد و نوش کا تفصیلی پرچہ لکھوا لیتے اور پھر یہ سب سامان گھر میں آجاتا۔

روزمرہ کے سامانِ خورد و نوش کے متعلق بھی وقفہ وقفہ سے دریافت فرماتے اور جس چیز کی اہلِ خانہ ضرورت بتلاتے اس کے متعلق باہر تشریف لا کر ہدایت دیتے۔

افطار سے تھوڑی دیر قبل زنانخانہ کے باہر تشریف لا کر قبلہ رخ متوجہ الی اللہ ہو کر دعا میں مشغول ہو جاتے۔ مولانا معین الدین صاحب مولانا محمد بن سلیمان پہلے سے کھجور زمزم میں بھگو کر تیار رکھتے تھے۔ افطار کا بالکل صحیح وقت ہو جانے پر روزہ کھولتے اور اسی وقت گھر کی جملہ مستورات کو اطلاع کر دی جاتی کہ وہ بھی افطار کر لیں۔ نیچے حجرہ میں ہمیشہ روزہ کھولنے کا معمول رہا۔ پچیس تیس خواص نیز دہلی کے اہل تعلق احباب بھی ساتھ میں روزہ افطار کرتے۔ افطار کے ساتھ کھانا کھا کر فوراً چائے پینے کا ہمیشہ معمول رہا۔ اس دسترخوان کا نظم مولانا محمد اظہار الحسن صاحب زاد مجدہ فرماتے تھے۔ شرکائے دسترخوان کو چائے پلانے کی ذمہ داری ابتدا میں

مولانا محمد ہارون صاحب مرحوم کی تھی ان کی وفات کے بعد یہ خدمت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے سپرد ہوگئی تھی۔ آخری سالوں میں مولوی محمد سعد سلمہٗ بھی اس ذمہ داری کی ادائیگی میں شریک ہوگئے تھے۔ کھانے پینے سے فراغ پر نماز مغرب کی ادائیگی ہوتی اور اس کے بعد حضرت مولانا اوابین ادا فرماتے جس میں اچھا خاصا وقت صرف ہوتا، اس کے بعد تھوڑا سا وقت حجرہ میں گذرتا اور پھر اذان عشاء ہوجاتی تو نماز کی تیاری فرماتے، پھر مسجد میں تشریف لاکر فرض اور تراویح و وتر کی امامت خود فرماتے۔

عادت مبارکہ مناسب جہر کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھنے کی تھی کہ ایک ایک حرف واضح طور پر سمجھ میں آتا تھا۔ تراویح سے فراغت پر کتاب حیات الصحابہ پڑھنے اس کے بعد مختصر سی دعا کے بعد آرام فرماتے۔ سحری سے دو گھنٹہ قبل بیدار ہوکر تہجد میں مشغول ہوجاتے۔

جس زمانہ کے یہ معمولات لکھے جارہے ہیں اس زمانہ میں صرف تہجد میں تین یوم میں ایک کلام مجید ختم فرمالیا کرتے تھے۔

تراویح میں کلام پاک سنانے کا معمول برسہا برس رہا لیکن جب عمر ستر سال سے تجاوز کرگئی اور ضعف بڑھ گیا تو پھر سنانا ترک کردیا تھا لیکن مختلف اوقات میں تلاوت کا معمول زیادہ ہوگیا تھا نیز صحت و قوت کے زمانہ میں سالہا سال تک ایک کلام پاک یومیہ ختم کرنے کا معمول رہا۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے مخصوصین سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ اکسٹھ کلام پاک ماہ مبارک میں ختم کریں۔ چنانچہ حضرت مولانا کے ذریعہ حضرت شیخ کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ ایک مجلس میں حضرت شیخ نے اس کا ذکر ان الفاظ سے فرمایا۔

”ایک رمضان میں میں نے اپنے بعض دوستوں کو اکسٹھ قرآن ختم کرنے کے لیے لکھا، میرے دوستوں نے کوشش کی۔ مولوی انعام نے اکسٹھ قرآن پاک پڑھے ایک نے چھپن اور بعض لوگوں نے ساٹھ ساٹھ ختم کیے۔“[1]

---

[1] صحبتے با اولیاء یعنی مجموعہ ملفوظات حضرت شیخ

آخری عشرہ کا اعتکاف بھی سالہا سال تک بہت اہتمام سے فرماتے رہے، مسجد کی صف اول میں داہنی جانب آپ کا معتکف ہوتا۔ اس سے متصل مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، اور پھر ترتیب وار مرکز کے دیگر خواص کی جگہیں ہوتی تھیں۔

یہ تمام معمولات اس زمانہ کے ہیں جو نسبتاً صحت کا زمانہ تھا۔ آخر زمانہ میں جب ضعف زیادہ ہوا اور قیام بھی مستقل طور پر بالائی کمرہ میں ہوگیا تو پھر یہ معمول بن گیا تھا کہ گیارہ بجے اوپر سے تشریف لاکر روانگی و رخصت ملاقات و مصافحہ فرماکر نیچے حجرہ میں مغرب تک قیام فرماتے، اور بعد نماز مغرب اوپر واپسی ہوجاتی اور وہیں تراویح ادا کرتے جو اول وقت پڑھی جاتی تھی۔ اس تراویح میں شرکاء کی تعداد دس پندرہ سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ مولانا محمد یعقوب صاحب ڈاکٹر محسن ولی صاحب، مولانا محمد سلیمان، مولانا احمد لاٹ، اور چند دیگر خدام بھی تراویح یہیں پڑھتے تھے ڈاکٹر محسن صاحب اس موقع پر اہتمام سے آکر دن بھر کی طبی اور ڈاکٹری رپورٹ دیکھ کر مولوی محمد بن سلیمان صاحب یا خود حضرت مولانا سے احوال دریافت کرتے تھے کسی مناسب دوا کا تغیر و تبدل کرنا ہوتا تو وہ بھی کردیتے۔ کسی روز اگر سرکاری مصروفیت کی وجہ سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو آنے میں کچھ تاخیر ہوجاتی تو حضرت یہ کہہ کر ان کا انتظار فرماتے کہ بھائی محسن ہمارے یہاں نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں، لہٰذا کچھ دیر انتظار کرلو۔ چنانچہ ان کا انتظار ہوتا تھا۔

چونکہ تراویح کے لیے اول وقت کھڑے ہوتے تھے اس لیے عام طور سے مسجد کی تراویح شروع ہونے تک فراغت بھی ہوجاتی تھی۔ اور پھر آپ اہتمام سے مسجد کا مائک کھلواکر وہاں ہونے والی تراویح (جو مولانا زبیر صاحب پڑھاتے تھے) کچھ دیر سنتے۔ مولانا محمد بن سلیمان کے ذمہ اس وقت مختصر مختصر طور پر ملکی وغیر ملکی خبروں کا سنانا بھی تھا۔

ان تمام امور سے فراغت پر گیارہ بجے کے قریب آرام فرماتے۔ پھر سحری کے متعینہ وقت سے ایک گھنٹہ قبل بیدار ہوکر نماز تہجد میں مصروف ہوجاتے۔ آخر زمانہ میں تین ہی پارے پڑھنے کا معمول رہ گیا تھا۔ فرماتے تھے کہ زیادہ پڑھا نہیں جاتا۔ دماغ تھک جاتا ہے۔ تہجد سے فارغ ہوکر سحری نوش فرماتے۔ مولانا زبیر صاحب عزیزان حافظ محمد زہیر، حافظ محمد صالح سلمہما اور

چند خدام شریک ہوتے، سحری سے اتنی دیر قبل فارغ ہو جاتے کہ بآسانی پان کھا کر کلی وغیرہ کرلیں اذان فجر کے فوراً بعد نماز ادا کر کے آرام فرماتے اور دس بجے کے قریب بیدار ہوتے۔ ایک عجیب وغریب معمول تمام ماہ مبارک میں یہ رہتا کہ افطار کے بعد یا کھانا کھانے کے بعد پانی بالکل نہیں پیتے تھے، خواہ کیسی گرمی کا روزہ ہو بلکہ پانی ہمیشہ تراویح سے فارغ ہو کر پیتے تھے۔

ماہ رمضان المبارک میں دعوتی و تبلیغی سفر بند رہتے اور پورے ماہ مرکز میں قیام رہتا البتہ حضرت شیخ اور حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہما کی حیات تک ایک سفر سہارن پور اور رائے پور کا ضرور ہوتا رہا۔

عید الفطر کا زمانہ جب قریب آتا تو اس کی مناسبت سے پورا پورا اہتمام فرماتے حتیٰ کہ بچوں کے کپڑوں اور جوتوں کے متعلق بھی گھر کی مستورات سے دریافت فرماتے کہ آ گئے یا نہیں۔

رمضان المبارک کے چاند کی طرح عید الفطر کے چاند کا بھی پورا پورا اہتمام فرماتے۔ مولانا محمد الیاس صاحب بارہ بنکوی وغیرہ کو مسجد کے بالائی حصہ پر جا کر چاند دیکھنے کی تاکید فرماتے ـــــ رویت ہلال کمیٹی جامع مسجد دہلی اور جمعیۃ علماء ہند کے دفتر سے بھی معلومات کے لیے مستقل طور پر آدمی بھیجتے اور پورا وثوق واعتماد حاصل ہونے کے بعد خدام کو نقارہ بجانے کی اجازت دیتے۔

عید الفطر کی صبح ہی سے اس کا اہتمام شروع ہو جاتا۔ تمام مہمانوں کو دودھ میں پکی ہوئی سویاں کھلائی جاتیں۔ حضرت مولانا غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر نئے کپڑے زیب تن فرما کر اس پر موسم کے مطابق مشلح اور عمامہ باندھ کر مسجد میں تشریف لاتے۔ نماز عید الفطر سے فارغ ہو کر منبر پر تشریف فرما ہوتے اور عید الفطر کی مناسبت سے تقریر فرما کر جماعتیں رخصت کرتے یہاں یکم شوال ۱۳۸۶ھ (۱۳؍ جنوری ۱۹۶۷ء) کی ایک تقریر نمونہ کے طور پیش کی جاتی ہے۔ یہ تقریر آپ کی امارت کے بالکل ابتدائی دور کی ہے۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا۔

"دین کی ہر چیز کے دو رخ ہیں اگر اللہ کے کہنے کے مطابق زندگی ہوگی تو یہ خدائے پاک کے یہاں سے بہت کچھ دلوانے والی ہے ورنہ ـــــ بگڑوانے والی ہے۔ یہی حال عید کا ہے۔ عید الابرار و عید الفجار، رمضان اور عید دو ہونے ہیں۔ رمضان کی طرح اگر پوری زندگی گذاریں گے تو موت

پر ہمیشہ کی عید ملے گی پائیدار اور دوامی ملے گی، زندگی میں خواہشات کو دبا کر احکامات پر عمل کیا تو موت بیڑا پار ہوجائے گا۔ اگر غفلت میں زندگی گذاری تو پھر پکڑ ہوگی۔ جذبات کو قابو میں لانے اور خواہشات کے دبانے کی اللہ جل شانہٗ نے یہ صورت پیدا فرمائی کہ اپنے مشاغل میں سے وقت فارغ کریں تو زندگی کا دھارا صحیح رخ پر خدائے پاک ڈال دیں گے۔

آج تم بھی عید کے دن فیصلہ کرو کہ زندگی کو نفس کے تابع کرنے کے بجائے خدا کے احکامات کے تابع کرکے اس کے راستہ میں نکلیں گے۔ لیکن میرے بھائیو! اس میں پہلا قدم اپنی خواہشات سے اپنے آپ کو فارغ کرنا ہے اللہ نے چلے میں جو خاصیت رکھی ہے وہ ۳۹ دن میں نہیں ہے چنانچہ چالیس دن تک تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے پر بہت کچھ مرحمت فرمانے کا وعدہ ہے۔

—— عادت مبارکہ یہ تھی کہ عید الفطر کے مختصر بیان کے بعد جماعتوں سے رخصتی مصافحہ کے بعد گھر میں مستورات میں تشریف لاتے۔ اولاً کھانا کھاتے جس میں افراد خاندان اور بچے بھی شریک ہوتے، پھر سب کو اپنے ہاتھ سے عیدی تقسیم فرماتے۔ قرب وجوار کی مستورات اور ان کے بچوں کو اسی طرح، گھر میں پڑھنے والی بچیوں کو بھی ان کی عیدی دی جاتی تھی —— مولانا اظہار الحسن صاحب بھی ہمیشہ اس مجلس میں تشریف لاکر حضرت مولانا سے اپنی عیدی وصول فرماتے تھے۔

آٹھواں باب

حج ــــ اور ــــ عمرے

دل مضطر ــــ سے پوچھ اے رونقِ بزم
میں خود آیا نہیں، لایا گیا ــــ ہوں!

حج اور عمرے

مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے اپنی حیات میں سترہ حج اور چھ عمرے فرمائے.

پہلا حج ۱۳۵۶ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے ساتھ کیا' اس کے بعد ۱۳۷۴ھ کا حج شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمدؒ مدنی اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ ہوا. ۱۳۸۳ھ کے حج میں حضرت شیخ کی سرپرستی اور مولانا محمد یوسف صاحب کی معیت و رفاقت رہی. اس کے بعد تمام حج اپنے دور امارت میں فرمائے. یہ تمام اسفار چونکہ دعوتی و تبلیغی نقطۂ نظر سے کیے گئے تھے اور عالم عرب بالخصوص حرمین شریفین میں کام کی وسعت اور اس کا تعارف ان حضرات کے پیش نظر تھا' اس لیے یہاں ان تمام حجوں کی تفصیلات قدرے وضاحت کے ساتھ لکھی جاتی ہے.

پہلا حج ۱۳۵۶ھ میں آپ نے پہلا حج جیسا کہ ابھی گذرا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی معیت میں کیا تھا' اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی. ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۵۶ھ (۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء) میں دہلی سے کراچی اور وہاں سے ۲۳ جنوری میں جدہ کے لیے روانگی ہوئی. ۲۹ ذی قعدہ — یکم فروری میں جدہ پہنچ کر ۴ فروری میں مکہ مکرمہ آمد ہوئی. اس سفر میں مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی معیت سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کو بڑا اطمینان وانبساط رہا

چنانچہ مکہ مکرمہ سے حضرت شیخ کو اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"انعام و یوسف کے ساتھ ہونے سے طبیعت کو نہایت اطمینان اور ان کی طرف سے سکون ہے اور انشاء اللہ ان کے لیے ساتھ ہونا بہتر بھی ہے، بایں ہمہ کوئی علمی مشغلہ بھی نہیں جس سے رنج اور طبیعت پر بوجھ ہے، دعا بھی کرو اور وہاں سے ان کو تاکید بھی لکھو۔" (مکتوب محررہ ۱۲ محرم ۱۳۵۷ھ از مکہ مکرمہ)

فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد دو ماہ ان حضرات کا قیام مکہ مکرمہ رہا۔ مولانا انعام الحسن صاحب اس عرصہ میں بہت اہتمام سے حضرت شیخ کو تبلیغی سرگذشت کے ساتھ ساتھ قیام مکہ مکرمہ کے احوال بھی تحریر فرماتے رہے، یہاں ایسے چھ خطوط کے اقتباسات تاریخوار پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) بعد ادائے آداب گذارش خادمانہ عرض ہے کہ بحمد للہ ہم تمام رفقاء خیریت سے ہیں امید ہے کہ آں مخدوم بھی مع سب متعلقین بخیر ہوں گے، خدا کے لطف سے اور اس کے فضل سے فریضۂ حج سے فراغت ہو گئی۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے قبول فرمائے آمین۔ اب تک تبلیغ کے متعلق کوئی خاص صورت پیدا نہیں ہوئی، البتہ کہیں کہیں تذکرہ ضرور ہوتا رہتا ہے۔ آج کچھ نظام تبلیغ کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے خدا اپنے فضل سے کوئی صورت پیدا فرما دے۔ ابھی مکہ مکرمہ میں (زادہا اللہ تشریفاً وتکریماً وتعظیماً) ماہ ڈیڑھ ماہ کے قیام کا ارادہ ہے اگر تبلیغی صورت پیدا ہو گئی تو شاید مزید قیام ہو ——— میرے لیے جناب عالی خاص طور سے دعا فرماتے رہیں اور حضرت مولانا رائے پوری سے بھی میری جانب سے دعا کے لیے درخواست فرما دیں۔ (مکتوب محررہ ۱۴ ذی الحجہ)

(۲) جناب کا والا نامہ باعث اعزاز ہوا جس میں کوتاہ قلمی اور میرے دوسرے خط کا نہ ملنا تحریر تھا۔ لیکن بندہ نے متواتر بہت سے خطوط روانہ کیے جو انشاء اللہ پے در پے وصول ہوئے ہوں گے۔ جناب نے طواف کے لیے تحریر فرمایا تھا جو میرے یہاں جناب کی جانب سے پہلے سے نوٹ تھے۔ چنانچہ پانچ طواف بندہ نے جناب کی طرف سے کر ڈالے حق تعالیٰ شانہٗ قبول فرمائے۔ تبلیغ کے متعلق یہاں پر بہت دشواریاں پیش آرہی ہیں حق تعالیٰ شانہٗ کوئی راہ خیر نکال دیں۔ اب تک ظاہر طور سے کام شروع نہیں

ہوا البتہ خفیہ طور سے کام ہو رہا ہے۔ (مکتوب محررہ ۲۳ر ذی الحجہ)

۳:- پرسوں بتاریخ ۲۹ر ذی الحجہ ماموں محمود الحسن و چچا ظہیر الحسن صاحبان کار سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ یہاں پر الحمدللہ تمام رفقاء خوش و خرم خیر و عافیت کے ساتھ ہیں۔ آج بتاریخ ۳ر مارچ ۳۸ء مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی مدینہ منورہ لاری سے تشریف لے جارہے ہیں، وہاں سے واپس وہ ہندوستان جائیں گے۔ کل دو مارچ ۳۸ء میں پہلا مکان میعاد ختم ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا، اور اب اس سے بہتر خدا کے فضل سے مکان ملا۔ ایک سمت حرم شریف ہے اور ایک طرف باب العمرہ ہے اور وسیع بھی بہت کافی ہے، حق تعالیٰ اخروی وسعت بھی ہر نوع کی نصیب فرمائے۔ آمین۔

(مکتوب محررہ ۲۹ر ذی الحجہ)

۴:- یہاں پر بحمدللہ روز بروز تبلیغ کی کامیابی کی امید بڑھتی چلی جارہی ہے۔ ایک مضمون جلالۃ الملک کو پیش کرنے کے لیے لکھا گیا، ملک کئی روز سے جدہ گئے ہوئے تھے، آج شام واپس آئے ہیں۔ دیکھیں کب پیش ہوتا ہے۔ میوات سے تبلیغی سرگرمیوں کی بڑی بڑی خوش کن خبریں آرہی ہیں، اور دہلی کی جماعتوں کی بھی بڑی بڑی کارگذاریاں موصول ہو رہی ہیں، خدا کرے کہ ایسا ہی ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

میرے ذمہ ڈاک کا سنانا اور بیٹھ کر ان کے جواب لکھنا ہے جو پورے ہفتہ بھر میں بھی مشکل سے پوری ہوتی ہے وہ پوری ہونے نہیں پاتی کہ اگلی آموجود ہوتی ہے۔

(مکتوب محررہ ۱۰ر محرم)

۵:- آج کل تبلیغ کا کچھ سلسلہ ہو رہا ہے، ایک مرتبہ جلسہ بھی ہو چکا ہے اور آئندہ بھی امید ہے، نیز ایک جماعت اس وقت ۱۲ آدمیوں کی بیٹھی ہوئی ہے، انھوں نے بھی ارادہ کیا ہے، حق تعالیٰ ان کو ثبات نصیب فرمائے۔ اللھم آمین۔ حاجی عبدالرحمن صاحب جاتے ہوئے بہت معذرت اور توبہ کر گئے اور بہت خطائیں معاف کرا کر گئے ہیں۔

کل سے مدینہ منورہ جانے کی گفت گو شروع ہو گئی۔ مولوی سیف الرحمن صاحب حضرت شیخ الہند کے خدام میں سے ہیں، انھوں نے سلسلہ جنبانی کی ہے اس وقت بھائی

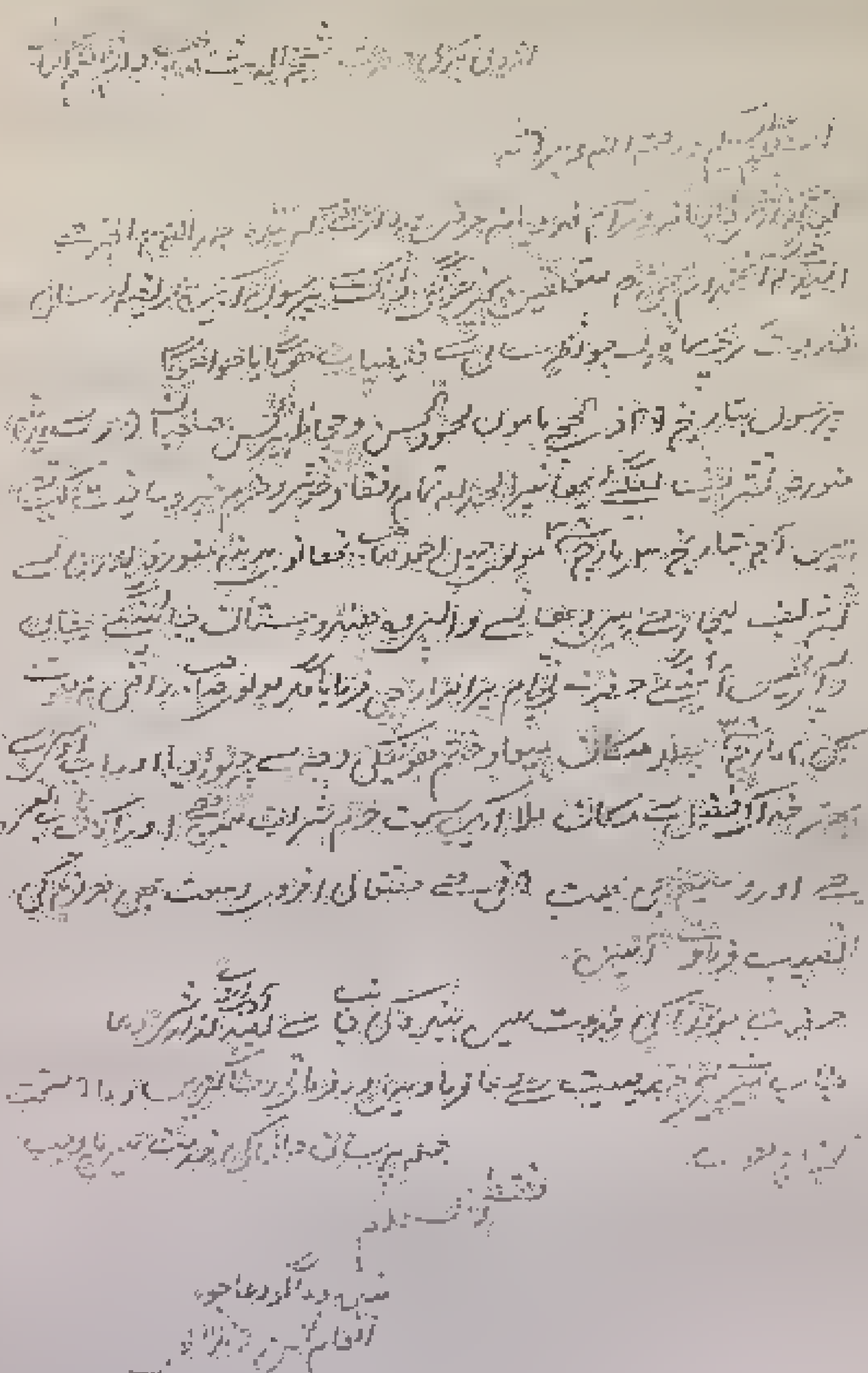

(پہلے سفرِ حج کے دوران تحریر کیے جانے والے ایک مکتوب کا عکس، یہ مکتوب ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ
۳ مارچ ۱۹۳۸ء میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو لکھا گیا تھا)۔

احتشام الحسن اور مولوی سیف الرحمن صاحب وزیر مالیہ کے یہاں گئے ہوئے ہیں اس امید پر کہ مدینہ منورہ جانے کے لیے سواری حکومت کی طرف سے مل جائے حق تعالیٰ نصرت فرمائیں۔ (مکتوب محررہ ۲۱ر محرم)

۱۶- عرصہ سے جناب کا کوئی گرامی نامہ موصول نہیں ہوا کہ میوات کے ہر خط کا اندازہ جناب کے گرامی نامہ کے بعد ہوتا ہے۔ شیخ عبدالسلام کے خط سے جناب کا اور حضرت رائے پوری مدظلہما کا قیام نظام الدین معلوم ہوا جس کی وجہ سے حضرت جی دام ظلہٗ کی مسرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی، لیکن قیام کی تفصیل کا سختی سے انتظار ہے، اب مدینہ منورہ جانا متعین ہو گیا، جمعہ کے بعد انشاء اللہ روانگی ہے۔ (مکتوب محررہ ۱۰ر صفر)

حجازی تاریخ کے اعتبار سے ۲۵ر صفر مطابق ۲۷ر اپریل میں یہ قافلہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوا، دو ہفتہ یہاں قیام کے بعد یہ سب حضرات جدہ آ گئے اور بحری جہاز سے روانہ ہو کر ۲۰ر ربیع الاول ۱۳۵۷ھ (۲۹ر مئی ۱۹۳۸ء) میں صبح دس بجے دہلی واپسی ہوئی۔

مولانا انعام الحسن صاحب اسی دن والدہ ماجدہ اور دیگر اعزہ سے ملاقات کے لیے کاندھلہ آ گئے۔

دلی جذبات سے بھرپور ایک منظوم خط

مولانا اکرام الحسن صاحب نے اس سفر حج کے زمانہ میں اپنے فرزند ارجمند مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو ایک طویل منظوم خط حرمین شریفین لکھا تھا۔ یہ خط حرمین شریفین سے ان کے عشق و محبت اور اس سرزمین سے دلی لگاؤ و تعلق اور ان کے مومنانہ جذبات کا آئینہ دار ہے، تاریخی اہمیت کے حامل اس یادگار خط کو یہاں نقل کیا جاتا ہے:

"جانے والے یثرب و بطحا کے میرا لے سلام
ہدیۂ تبریک لے اے زائر بیت الحرام

آج تجھ پر رحمتِ حق کی فراوانی ہوئی
آج تجھ پر رحمتِ الطاف ربانی ہوئی

ہو مبارک جانب ملک عرب تجھ کو سفر

صبر اپنے حال پر اور شکر تیرے حال پر
دین ہے اللہ کی قسمت کے ہاتھوں بانٹ ہے
شغل میرا بس یہی آٹھوں پہر دن رات ہے

تیرے حق میں رات دن میری یہی ہے بس دعا
واسطے تیرے بھی ہے یہ التجا صبح و مسا

حج بیت اللہ کی تجھ کو سعادت ہو نصیب
گنبد خضرا کی بھی ــــ تجھ کو زیارت ہو نصیب

رب کعبہ سے وہیں کعبہ میں کہنا جا کے تو
بے زر رو بے استطاعت کی بھی بر لا آرزو

اہلِ دولت تو تیرے دربار میں حاضر ہوئے
اہلِ ثروت تو تیری سرکار میں حاضر ہوئے

واسطہ تجھ کو ربوبیت کا اپنی اے خدا
ایک اس نا اہل کو بھی اپنی چوکھٹ پر بلا

اہلیت والوں کو جیسے تو نے بلوایا ـ وہاں
مقدرت والوں کو جیسے تو نے بلوایا وہاں

شاد کو بھی یاد رکھنا وان یہ انعام الحسن
بھول جانا وقت پر مجھ کو نہ انعام الحسن

جالیوں سے روضہؐ کی تیری نظر جس دم ملے
آستاں بوسی سے تیرے دل کا غنچہ جب کھلے

میری خاطر بھی کسی دن جانا تو بہر خدا
لے کے آنا دردِ دل کے واسطے میری دوا

رحمۃ للعالمین کی خواب گاہِ ناز پر
پیشوائے مرسلین کی جلوہ گاہِ ناز پر

عرض کرنا روضۂ اقدس پہ تو بعد از سلام
اس کے بلوانے کا بھی للہ کردو انتظام

ایک بدنام محبت ہند میں رنجور ہے
ایک ناکام محبت ہند میں مجبور ہے

روضۂ اطہر کا پردہ تھام کر ـــــ کہنا ذرا
اپنے دروازے پر تم للہ اس کو لو بلا

شادِ غمگیں ہند میں مجبور ہے ناشاد ہے
شادِ مسکیں ہند میں معذور ہے برباد ہے

عرض کرنا میری جانب سے کہ اے آقا مرے
لطف کی مجھ پر نظر ہو جائے بس مولا مرے

ہو تمہارے کوچہ میں یوں زائروں کا اژدہام
آستاں بوسی کا دنیا کو ہو یوں اذنِ عام

عرض کرنا روضۂ اقدس کی جالی چوم کر
اور میں رہ جاؤں یوں سن سن کے خالی جھوم کر

صد درود و صد سلام اس در پہ کہنا بارہا
جا کے اس در پر سلامِ شوق پہونچانا میرا

رونق لطف و چمن بھی جسکے آگے پست ہیں
یاسمین و یاسمن بھی جس کے آگے مست ہیں

حضرت الیاس کی خدمت میں کہہ بعد از سلام
ہے دعا کی احتیاج اس شاد کو تم سے مدام

اے کہ تیری ذات سے احیائے سنت بالیقین
اے کہ تیری ذات سے اعزاز ملت ہر کہیں

ہو مبارک تم کو یہ عزمِ سفر سوئے عرب

آرزو ہائے دلی حاصل ہوں ساری بے طلب
دور ہو جائیں تمہارے دل کی ساری کاوشیں
رحمت حق کی ہوں تم پر اس سفر میں بارشیں

کامیابی تم کو ہو واں بے حساب و بے عدد
مالک کون و مکاں فرمائے بس پوری مدد
خوب ہو تبلیغ کا ملک عرب میں غلغلہ
اور قائم ہو وہاں اس کام کا اک سلسلہ

آرزو حاصل تمہارے دل کی خاطر خواہ ہو
اور تمہاری نصرت و تائید پہ ـــ اللہ ہو
اور جس جس پر ہوا ہے رحمت حق کا نزول
میری جانب سے سلام شوق کرلیں سب قبول

احتشام و یوسف و محمود مولانا ظہیر
اور ظفریاب و طفیل اور جتنے ہیں برنا و پیر
اور ہاں حاجی عمر اور ساتھ ہی ان کا پسر
اور وہ ایوب جو سب کا ہوا ہے ہم سفر

مولوی ادریس احمد اور جمیل تھانوی
عبد رحماں حاجی اور نور محمد مولوی
جن پہ نازل رحمت موعود ـــ ربانی ہوئی
جن کو حاصل روضۂ اطہر کی دربانی ہوئی

آرزو یہ ہے دعا سے شاد رکھیں سب مجھے
حسبۃً للہ دعا میں ـــ یاد رکھیں سب مجھے

مولانا کے قلم سے اس سفر کا روزنامچہ

حضرت حق جل مجدہٗ کے فضل وکرم اور اس سوانح کی ترتیب میں ان کی طرف سے ہونے والی نصرت ومدد کا ایک عمدہ نمونہ اور جیتا جاگتا ثبوت یہ روزنامچہ بھی ہے۔ یہ حضرت مولانا نے بڑے اہتمام سے اپنے سفر حج کے دوران ترتیب دیا تھا، قرائن وآثار بتلاتے ہیں کہ یہ پورے سفر حج کے احوال وکوائف پر مشتمل ایک بہترین معلوماتی اور تاریخی مرقع ہے جس میں حج، سفر حج — اور مقامات حج کو دلکش انداز میں سپرد قلم کیا گیا تھا۔

راقم سطور کو اس کے یہ ہی پیش کردہ چند صفحات حاصل ہوسکے جو ایک ماہ اور آٹھ یوم (کل ۳۸ ایام) پر مشتمل ہیں۔ اس روزنامچہ کی اگر ایک افادیت یہ ہے کہ اس سے حضرت مولانا کو بچپن سے ہی حاصل خداداد ذوق تحریر، نثر دانشا، کی عمدہ صلاحیت اور قلم کی روانی کا پتہ چلتا ہے تو اس سے کہیں زائد اہمیت وندرت اس کی یہ ہے کہ آج سے ساٹھ سال قبل کی دعوت وتبلیغ کے خدوخال اور اس کی تدریجی ترقیات کا ایک نقشہ (خواہ وہ کتنا ہی مجمل اور مختصر ہو)۔ ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور اس عالمی محنت کے ابتدائی دور کے بعض اہم اور تاریخی گوشے ہمارے علم اور معلومات کی سطح میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔

(روزنامچہ سفر حج سنہ ۱۳۵۶ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صل علی حبیبك حتی لایبقی من صلوٰتك شئ

- ۱۴ر جنوری سنہ ۳۸ء یوم جمعہ کی شب میں بمعیت حضرت مدظلہٗ ومولانا احتشام وبرادر یوسف وسید رضا حسن صاحب کاندھلہ گیا۔ جمعہ اور ہفتہ کو کاندھلہ قیام کیا، ہفتہ کی شام کو کاندھلہ سے جماعات تبلیغ روانہ ہوئیں۔

- اتوار ۱۵ر جنوری سنہ ۳۸ء والدہ صاحبہ وغیرہا سے رخصت ہوکر سہارنپور روانہ ہوا۔ سہارنپور کے اسٹیشن پر ماموں محمود الحسن صاحب مع کورٹ صاحب وغیرہ چچا ظہیر الحسن کے انتظار میں آئے تھے لیکن چچا اس گاڑی سے نہیں آئے۔ ماموں سے رخصت ہوکر مدرسہ پہونچا، نماز مغرب ادا کی۔ بعد نماز شیخ الحدیث وحافظ صاحب وغیرہ سے ملاقات

ہوئی، عشاء کی نماز کے بعد ماموں محمود الحسن صاحب بھی تشریف لائے تھے، بہت دیر تک شیخ الحدیث کے پاس بیٹھے باتیں ہوتی رہیں، اس کے بعد ماموں اپنے مکان پر تشریف لے گئے اور بندہ سونے کے لیے چلا گیا۔ دوسرے دن یوم دوشنبہ کو بارہ بجے کی گاڑی سے روانہ ہوا، مظفر نگر اسٹیشن پر برادرم احتشام الحسن بھی دہلی کے لیے سوار ہوئے ۶ بجے گاڑی دہلی جنکشن پہونچی۔ برادرم حکیم قمر الحسن آج حیدرآباد سے تشریف لائے تھے اور اسٹیشن پر برادرم احتشام کو لینے کے لیے گئے اور تانگہ کر کے نظام الدین کو روانہ ہوئے مغرب کی نماز دہلی دروازہ کی مسجد میں بلا جماعت ادا کی، اور ۷ بجے بخیریت وعافیت نظام الدین پہونچ گئے۔

- ۱۷ر جنوری یوم سہ شنبہ کو شیخ الحدیث سہارنپور سے حضرت والا کو رخصت کرنے کے لیے تشریف لائے۔
- ۱۸ر جنوری چہار شنبہ کو ماموں محمود الحسن و والد صاحب قبلہ و چچا ظہیر الحسن و برادرم مولوی مصباح الحسن صاحب و عزیز اعجاز الحسن و تایا شمس الحسن و برادرم حاجی محسن و ___ شفقت جنگ و رفیق جنگ و بابو شمس الضحیٰ کاندھلہ سے تشریف لائے، رات کو تمام حضرات نے نظام الدین ہی قیام فرمایا۔
- ۱۹ر جنوری کو بھی نظام الدین ہی قیام رہا اور دہلی کے احباب وغیرہ کی بہت آمد و رفت رہی، ہم لوگ کتابیں منتقل کرنے میں رہے۔
- ۲۰ر جنوری یوم پنجشنبہ صبح کو چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر بندہ و مولوی یوسف بھائی قمر و بھائی مصباح وضحی کے ساتھ موٹر میں دہلی گئے۔ بندہ اور مولوی یوسف کی حاجی نسیم صاحب نے صدر بازار میں نہاری کی دعوت کی تھی، پر تکلف نہاری کھلائی ___ بعد ازاں ضروری اشیاء بازار سے خریدیں، تقریباً ایک بجے واپس نظام الدین ہوئے، نماز ظہر پڑھی، سامان تیار کیا، تمام سامان پر چٹیں چسپاں کیں، عشاء کی نماز پڑھ کر نظام الدین سے تمام حضرات موٹر میں تشریف لے گئے صرف خاکسار اور برادر یوسف اور برادرم مولوی لطیف الرحمٰن صاحب اور شیخ الحدیث مدظلہ رہ گئے۔ محمد شفیع (.... والے) کی کار

میں قبل از مغرب دہلی سے آکر اس میں ہم تینوں بھی دہلی روانہ ہوگئے۔ شیخ الحدیث دام ظلہ تشریف نہیں لے گئے۔ مغرب کی نماز جامع مسجد میں ادا کی، بہت مجمع تھا، بھائی طفیل اور بھائی ریاض بھی آگئے تھے۔ ۷ بجے کے قریب تانگوں میں بندہ، یوسف، احتشام، مصباح، رشید، اعجاز، عین، قمر، اظہار اسٹیشن چلے گئے۔ ٹکٹ وغیرہ لیے ٹکٹ براہ رائے ونڈ ۱۲/۱۳ فی کے حساب سے ملا۔ اسٹیشن پر اعزہ واحباب کا کثیر مجمع تھا۔ آج رات کو ۹ بجے جنٹہ ایکسپریس سے کراچی کو روانہ ہوئے، بعض احباب رہتک تک ساتھ چلے بھائی قمر بھائی مصباح، مسٹر ضمی جاکھل تک ساتھ رہے دو بجے جاکھل آیا اور ان حضرات نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ رفقاء حضرات، ماموں محمود، چچا ظہیر، برادرم احتشام، مولوی نور محمد میواتی، مولوی جمیل دہلوی مولوی ادریس انبیٹھوی، سلطان العارفین، متولی طفیل، ۔۔۔۔۔ انعام و یوسف سردی بہت کافی تھی، تمام رفقاء دو دو گھنٹے سو گئے لیکن۔۔۔۔۔۔ مولوی یوسف کو سونا نہیں ملا تمام رات بیٹھے رہے

- ۲۱ جنوری ۳۸ء یوم جمعہ آج صبح کی نماز سے قبل رائے ونڈ گاڑی پہونچی مولوی جمیل اور سلطان صاحب سیدھے لاہور چلے گئے تاکہ وہاں سے جگہ محفوظ کرلیں، اتر کر نماز فجر پڑھی چونکہ تمام رات کے جاگے ہوئے تھے اس لیے بیچ چائے کی تلاش ہوئی دام زائد خرچ ہوئے لیکن چائے خاطر خواہ نہ ملی، ۱ بجے کراچی میل آیا جگہ بالکل نہ تھی لیکن سلطان صاحب نے چھوٹا ڈبہ ریزرو کرالیا تھا اس کی وجہ سے بڑا آرام ملا، اپنے ساتھ بہت کچھ مٹھائی پھل وغیرہ تھے، خوب کھائے، بھاولپور کے اسٹیشن پر ایک صاحب کھانا پکوا کر لائے تھے جو لذیذ اور گرم گرم تھا، رات کو نو بجے کے قریب چلتی گاڑی سے اپنے ساتھیوں میں سے ایک صاحب ضعیف بوڑھے رحیم خاں نام گر پڑے، بیچارہ غریب وضو کے لیے اٹھا تھا اور دروازہ کھلا تھا گاڑی، ہیل کی رفتار سے جارہی تھی جھٹکا لگا اور بیچارہ غریب گر پڑا۔
- ۲۲ جنوری شنبہ صبح آٹھ بجے کراچی پہونچے وہاں پہونچ کر معلوم ہوا کہ اس شخص کا انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون، چچا ظہیر صاحب، مجتبیٰ صاحب کے ساتھ ان کے مکان پر گئے، اور وہیں قیام کیا اور ہم لوگ حاجی کیمپ چلے گئے پھر مجتبیٰ صاحب کے یہاں گئے

آج المدینہ جہاز جارہا تھا ٹکٹ یا بغلہ تھا ہم لوگ اس سے جانے کے لیے آئے تھے لیکن اس کے ٹکٹ ختم ہوگئے ۱۲ بجے کے قریب جہاز آیا........ دیکھنے گئے جو گودی سے تقریباً میل بھر کے فاصلہ پر تھا، کشتی میں بندہ، یوسف، احتشام، محمود سلطان، ظفریاب مجتبیٰ تھے، تقریباً ایک گھنٹہ میں وہاں پہونچے، پھر جہاز دیکھ کر ہم لوگ واپس ہوگئے۔ آج شام کی دعوت مجتبیٰ صاحب کے یہاں تھی آج ایک خط کاندھلہ اور ایک سہارنپور روانہ کیا۔ محمد علی اور حاجی محمد عمر صاحب ملے۔

آج بندہ اور مولوی یوسف اور بھائی ظفریاب نے صبح کا کھانا ہوٹل میں کھایا ہوٹل نہایت شاندار اور آئینہ اور کرسی وغیرہ سے مزین تھا کھانا بہت لذیذ تھا۔

۲۳ جنوری یوم یکشنبہ آج رات کو مجتبیٰ صاحب کے یہاں سوئے صبح کی چائے بھی انہی کے یہاں پی، چائے وغیرہ سے فارغ ہوکر حاجی کیمپ گئے۔ آج جہاز رحمانی جانے والا ہے، بڑی ردوکد کے بعد بالآخر ہم نے بھی اسی سے جانے کا ارادہ کیا ٹیکے وغیرہ لگوائے بہت کافی زحمت برداشت کرنی پڑی ڈیک کا ٹکٹ ۲۲۵/ میں ملا۔ اور سیکنڈ ۲۲۵/ اور فسٹ کا ۲۶۱/ میں ملا، چچا کا ٹکٹ فسٹ کا تھا اور سلطان کا سیکنڈ کا تھا اور باقی تمام ہمراہیوں کا ڈیک تھا اور حضرت کا ۳۰ روپے فسٹ میں انتظام کیا، ظہر کے وقت ٹیکے وغیرہ سے فراغت ہوئی ظہر کی نماز پڑھ کر گودی پر گئے گودی پر کافی پریشان ہونا پڑا آج صبح کھانا نہیں کھایا تھا گودی پر حضرت کے ملنے والے ایک صاحب نے بہت پرتکلف چائے پلائی، عصر کی اور مغرب کی نماز گودی پر پڑھی۔ مغرب کے بعد کھانا کھایا، کھانا جہاز والوں کی طرف سے تھا ٹکٹ اب تک نہیں ملا، عشاء کی نماز بھی وہیں پڑھی۔ بعد عشاء تین روپے کا پاس لے کر مولوی جمیل........ کو جہاز پر بھیجا تاکہ جاکر اچھی جگہ محفوظ کرلیں۔ سامان بھی پہلے انہی کے ہمراہ بھیج دیا گیا، بالآخر ۹ بجے........ ٹکٹ ملے اور ۱۰ بجے ہم لوگ جہاز پر سوار ہوئے۔ مولوی جمیل صاحب نے جگہ کافی محفوظ کر رکھی تھی لیکن مناسب موقع نہ ہونے کی وجہ سے انھوں نے سامان اور بعض ہمراہیوں کو اس جگہ کرایا اور ہم لوگ فسٹ کے آگے برآمدہ میں مقیم رہے، بڑے آرام اور لطف کی جگہ تھی۔

گیارہ بجے کے قریب جہاز نے لنگر اٹھایا بارہ بجے کے قریب جہاز نے گودی کو چھوڑ دیا
جہاز کو گودی پر سے اسٹیمر سے کھینچا جاتا ہے اور مقامی کپتان چلاتا ہے۔ جہاز کی . . . تک
پہونچا کر وہ چلا آتا ہے چنانچہ ۱۲ بجے اسٹیمر نے جہاز کو چھوڑا کپتان جہاز پر سے رسی کو پکڑ کر
اترتا ہے پھر اسٹیمر کے قریب پہونچ کر کود کر اسٹیمر میں آجاتا ہے اس کو دیکھنے کے لیے۔
حجاج کا کثیر مجمع جہاز پر (جمع) ہو گیا تھا، رحمانی جہاز کا تمام عملہ نہایت خلیق تھا خصوصاً
کپتان —— کپتان سے مولوی محمود الحسن کے کافی مراسم ہو گئے تھے۔ البتہ بمبئی سے جو
ایرانچ بنائے گئے تھے وہ بہت سخت مزاج تھے، تمام راستہ نہایت منہ چڑھائے رہے
اور باقی تمام حجاج نہایت احترام اور خوش خلقی سے پیش آتے رہے فالحمد للہ تمام راستہ
بڑی آرام وراحت سے رہے۔ اور کوئی تکلیف نہیں ہوئی نماز با جماعت کپتان کے کمرہ کے
سامنے چوتھی منزل پر پڑھتے تھے۔

- ۲۷ جنوری ۳۸ء کو جہاز سقوطرہ میں سے گذرا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کا عمق ۱۹۹۲ فٹ کراچی کے راستہ سے جہاز کو کافی حرکت رہی لیکن کوئی ناخوشگوار امر پیش نہیں آیا، دوران سر وغیرہ کچھ بحمد للہ نہیں ہوا، اس جگہ کے پانی کا رنگ بالکل سیاہ معلوم ہوتا تھا، سقوطرہ کی مسافت پانچ گھنٹہ کی ہے۔
- ۲۸ جنوری یوم جمعہ آج ہم کراچی سے ایک ہزار میل کے قریب چل چکے، بحمد للہ اب تک بڑے آرام وراحت واطمینان کے ساتھ رہے۔
- ۲۹ جنوری یوم شنبہ۔ آج تقریباً نو بجے جہاز عدن کے محاذات میں تھا سامنے سے قلعہ اور آبادی دکھائی دیتی تھی وہاں پر کافی رونق معلوم ہو رہی تھی، بہت سے جہاز اس کے قریب آتے جاتے ملے، ہمارا جہاز عدن کے ساحل پر نہیں گیا۔ جب کسی جہاز کو کوئلہ وغیرہ لینا ہوتا ہے یا سامان اتارنا ہوتا ہے اس وقت وہاں جاتا ہے۔

آج شام کو ہمارا جہاز باب المندب پہونچا۔ باب المندب دو پہاڑ کے درمیان کا حصہ ہے جو جہاز کا راستہ ہے، جہاز والوں کے لیے یہ جگہ بہت دشوار گذار ہے کیوں کہ ان دونوں پہاڑوں کا عظم بہت کم ہے، جہاز کے تصادم کا بہت اندیشہ ہے اس لیے ان پہاڑوں

پر قدیم زمانہ سے روشنی کا انتظام ہے جو راتوں کو خود بخود ہوتی ہے اس کا راز معلوم نہیں کیا ہے؟ یہ ایک پرانی یادگار ہے۔ باب المندب سے نکل کر ایک انگلش جہاز ملا جو نہایت خوبصورت تھا اور نہایت تیزی سے جا رہا تھا کلکتہ سے آیا تھا اور سوڈان جا رہا تھا۔ باب المندب سے نکل کر بحر احمر شروع ہو جاتا ہے۔ بحر احمر کے پانی میں نہایت خوشنما سرخی جھلکتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

- ۳۰ر جنوری ۳۶ء یکشنبہ۔ آج تقریباً دس بجے ایس ایس رحمانی کامران پہونچا، خشکی سے تقریباً میل پون میل کے فاصلہ پر لنگر انداز ہوا! ایک انگریز ڈاکٹر اور کامران کی پولیس موٹر لانچ میں معائنہ کے لیے آئی۔ یہاں پر ہر گذرنے والے جہاز کا معائنہ ہوتا ہے، اور مسافروں کی صحت کے متعلق اطمینان کرتا ہے، یا جہاز کے شفاخانہ کا رجسٹر دیکھ کر مطمئن ہو جاتا ہے اس مرتبہ بھی (معائنہ) رجسٹر ہی پر اکتفا کیا گیا ہے بگا ہے تمام جہاز کا دورہ کرتا ہے اگر وہاں امراض کا کوئی اثر نہ ہو تو فوراً ہی روانگی کی اجازت دے دیتا ہے ورنہ دو تین روز جہاز کو روک کر مسافروں کو قرنطینہ میں رکھا جاتا ہے۔ بحمد اللہ ہمارے جہاز میں اس کا کوئی اثر نہ تھا۔ چنانچہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ۱۲ بجے جہاز نے لنگر اٹھا لیا، کامران سے والد صاحب، شیخ الحدیث صاحب حضرت حافظ صاحب کو خطوط روانہ کیے یہاں سے خطوط کی شرح مثل ہند کے ہے کارڈ ایک پیسہ میں اور لفافہ ۱/ میں جاتا ہے کامران میں کشتی میں بیٹھ کر اہل کامران جہاز کے پاس آتے ہیں اور عجیب عجیب تماشے پانی میں دکھا کر پیسے مانگتے ہیں۔ ان لوگوں کی زبان عربی ہے۔ کامران سے چلنے کے بعد بہت سخت ہوا چلنی شروع ہوئی اور طوفانی صورت اختیار کر لی جس سے جہاز کو کافی حرکت رہی لوگوں کو دوران سر وغیرہ ہو گیا لیکن الحمد للہ ہم کاندھلہ والے بچے رہے خفیف سا اثر تھا تقریباً تین گھنٹہ بعد ہوا کا زور و شور ختم ہو گیا۔ اور قدرے سکون ہو گیا کامران سے جدہ کا ۳۵ گھنٹہ کا راستہ ہے لیکن ہمارا جہاز ۵۴ گھنٹہ میں پہونچا کیوں کہ اپنی اصلی رفتار سے رات کو جدہ پہونچتا تھا۔ اور رات کو بندرگاہ میں دخول کی ممانعت ہے۔

- ۳۱ر جنوری یوم دوشنبہ، صبح سے پہاڑ نظر آرہے ہیں تمام حجاج شوق سے دیکھ رہے ہیں

اور کچھ جانور بھی اڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ جہاز کے مسافروں کو سب سے زیادہ عجیب خشکی اور پرندہ ہے یہاں پر پہاڑوں کا سلسلہ بہت طول لیے ہوئے ہے، ۴ بجے کے قریب جہاز یلملم کے محاذات میں پہونچا، اہل ہند کے احرام باندھنے کی جگہ میقات ہے۔ جہاز نے سیٹی دی ہم نے صبح ہی غسل وغیرہ کرلیا تھا، ظہر کے بعد ہم سب نے قران کی نیت کی، چچا ظہیر نے تمتع کی نیت کی، یلملم سے مکہ مکرمہ کی مسافت خشکی کے راستہ سے ۳۰ میل ہے۔

یکم فروری ۱۹۳۵ء سہ شنبہ، آج صبح سے تمام حجاج خوش خوش نظر آرہے ہیں، آج جہاز کے جدہ پہونچنے کا دن ہے۔ ۸ بجے کے قریب تمام مسافر بول اٹھے ہیں کہ جدہ سامنے نظر آتا ہے۔ آدھ گھنٹے کے بعد صاف طور سے عیاں ہوگیا، تمام حجاج اپنے اپنے سامان کو درست کرنے میں مصروف ہیں، ۹ بجے کے قریب ایک کشتی سامنے سے نظر آئی، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ادھر جہاز کی ہی طرف رخ ہے۔ تھوڑی دیر بعد کشتی جہاز سے آلگی اس میں سے ایک شخص قوی ہیکل رسی کی سیڑھی سے آستین چڑھائے ٹوپی ہٹائے سطح جہاز پر نمودار ہوا، اور السلام علیکم کہتا ہوا کپتان کے کمرے کی طرف بھاگا اور لمحہ بھر میں کپتان کے کمرے میں کھڑا ہوا تھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حکومت عربیہ سعودیہ کا کپتان ہے جو اب جہاز کو چلائے گا، اس وقت اس یوروپین کپتان کی حالت قابل دید تھی جس سے صاف حکومت کے اثر ہونے کا پتہ چلتا تھا، اب اس کپتان کی جو گھنٹہ بھر پہلے حاکم تھا، عام آدمیوں جیسی حیثیت تھی، جہاز بندرگاہ پر پہونچا وہاں پر بہت سے جہاز کھڑے ہوئے تھے اور ابھی ۳ جہاز آئے تھے، ۱۰ بجے ہمارا جہاز لنگر انداز ہوا۔ اور ایک مصری نہایت خوبصورت چھوٹا سا جہاز بھی لنگر انداز ہوا، جہاز ساحل سے ایک میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ جدہ کے قریب چھوٹی چھوٹی کثیر مقدار میں پہاڑیاں ہیں جنکے چاروں طرف لوہے کے ستون نصب کر دیئے گئے تاکہ جہاز والوں کو معلوم رہے اور کوئی ناخوشگوار امر نہ پیش آجائے۔ تھوڑی دیر بعد کونسل کے آدمی جہاز میں آئے، اور رپورٹ لے کر اترنے کی اجازت دی گئی۔ تمام سامان مولوی نور محمد اور مولوی جمیل دہلوی اور مولوی ادریس انبیٹھوی کے اور سلیمان بن عبد السلام ہاشم المطوف کے

سپردگی میں دے کر بندہ، یوسف، حضرت، ماموں، چچا، مخدوم، سلطان، ظفریاب اسٹیمر لانچ میں ساحل پر پہونچ گئے۔ راستہ میں کئی قسم کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیں ہیں جو پانی میں بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں، ان ہی کی وجہ سے جہاز گودی پر نہیں آتا بخیریت تمام خشکی پر پہونچ گئے۔ فالحمد للہ والشکر للہ۔

بدریا در منافع بے شمار است
وگر خواہی سلامت بر کنار است

پلیٹ فارم پر آدمی کھڑے ہوئے ملے جنھوں نے معلم کا نام پوچھ کر پاسپورٹ لے لیا۔ ہم لوگوں کے معلم شیخ عبد السلام ہاشم تھے جو نہایت خلیق اور جفاکش ہیں۔ اب تک سامان کی کشتی نہیں پہونچی تھی، تھوڑی دیر بعد سامان پہونچ گیا اور کسٹم ہاؤس میں پہونچا دیا گیا، چونکہ بیک وقت کئی جہاز پہونچے تھے اس لیے بہت پریشان ہونا پڑا، اسی میں ظہر کا وقت ہو گیا۔ ظہر کی نماز گودی پر ہی پڑھی۔ پھر عبد السلام ہاشم کے وکیل کے مکان پر آئے، طے یہ ہوا کہ چونکہ آج تھکے ہوئے ہیں اس لیے کل کو مکہ مکرمہ جائیں گے مغرب کی نماز مسجد عکاشہ میں پڑھی، یہاں پر نماز بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگتے تمام عرب میں یہی دستور ہے۔

مغرب کے بعد برادرم احتشام و ماموں محمود الحسن و سلطان العارفین کی ہمراہ برٹش کونسل میں منشی قاضی سے ملاقات کے لیے گئے نہایت اخلاق سے پیش آئے لیکن بہت زیادہ مشغول تھے وہاں سے واپسی پر کھانا کھایا، ہوٹل میں کھانا اچھا تھا مُطبّق بھی کھایا جو عرب کی خصوصیات میں سے ہے، قہوہ خانہ میں چائے پی اور پھر نماز پڑھ کر چونکہ تمام دن کے تھکے ہوئے تھے، سو گئے۔

جدّہ

حرمین شریفین کا دروازہ ہے خدا کا شکر ہے ہم لوگ دروازہ میں داخل ہو گئے۔ جدہ بحر احمر کے شرقی کنارے پر واقع ہے۔ خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے مکہ مکرمہ کا بندرگاہ ہے (اس سے پہلے جدہ سے تقریباً ۳۰ میل کے فاصلہ پر شعیبیہ ایک قدیم بستی ہے) ____ حضرات صحابہ نے جب حبشہ

کی ہجرت کی ہے تو اسی بندرگاہ سے کشتی پر سوار ہوئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ مدینہ منورہ سے ۲۶ھ میں جب عمرہ کرنے کے لیے آئے تو اہل مکہ نے تجارتی سہولت کے لیے بندرگاہ تبدیل کرنے کی آپ سے درخواست کی، اور جدہ کو منتخب کیا۔ حضرت عثمانؓ نے مع صحابہؓ کے جدہ تشریف لاکر اس کے کنارہ خود بھی سمندر میں غسل کیا اور صحابہ کو بھی فرمایا کہ .... سمندر میں اتریں اور غسل کریں، اب تک اس وقت سے جدہ بندرگاہ ہے۔

- ۲ر فروری چہارشنبہ۔ صبح چائے پینے کے بعد چچا ظہیر الحسن کار سے روانہ ہوئے راستہ میں کار خراب ہوگئی جس کی وجہ سے کافی پریشانی ہوئی اور رات کو ۱۲ بجے کے قریب مکہ مکرمہ پہونچے، ہم سب مغرب کے بعد اونٹوں پر سوار ہوئے۔ ایک اونٹ پر حضرت اور ماموں محمود الحسن اور ایک پر برادرم احتشام اور سلطان العارفین تھے اور ایک پر بندہ اور مولوی یوسف تھے، تھوڑی دور کے بعد عشاء کی نماز پڑھی اور ایک اونٹ پر متولی جی اور ایوب تھے۔ رات کو کافی ہوا تھی اور خوب سردی تھی بندہ کو تمام رات نیند نہیں آئی۔

- ۳ر فروری ۳۸ء پنجشنبہ، عربی ٹائم کے تقریباً ۲ بجے پہلی منزل بحرہ پہونچے، چائے اور کھانا ہوٹل میں کھایا، بہت لذیذ تھا اگرچہ گراں تھا، عصر تک بحرہ میں قیام کیا عصر کی نماز میں بحرہ کے علماء سے تبلیغی گفتگو کی، جس کی انھوں نے بہت تحسین اور ترحیب کی۔ یہاں بی کس ہم کو شش دینے پڑے۔ عصر کی نماز پڑھ کر روانہ ہوئے بندہ مولوی احتشام، ماموں سلطان پیادہ چلے، مغرب کی نماز پڑھی، عشاء کی نماز کے بعد اونٹ پر سوار ہوئے، رات کو تقریباً ۳ بجے جدہ پہونچے۔ یہ موٹروں کی منزل ہے۔

- ۴ر فروری ۳۸ء یوم جمعہ، آج صبح کو ۷ بجے حدیبیہ پہونچے جس کو آج کل شمیسیہ کہتے ہیں اس سے تھوڑی دور چلنے کے بعد حد حرم شروع ہو جاتی ہے، ۱۰ بجے کے قریب ہم لوگ اونٹوں پر سے اتر گئے، ایک قہوہ خانہ پر نماز فجر ادا کی اور چائے پی پھر روانہ ہوگئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد عبد السلام ہاشم المطوف ملے ذی طوی پر بعض ساتھیوں

نے غسل کیا اور بعض نے وضو کی، پھر حجون کے راستہ سے معلاۃ پر گذرتے ہوئے حرم محترم میں داخل ہو گئے ________ اسی سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے تھے اس راستہ سے تمام حجاج نہیں جاتے کیوں کہ اس میں پھیر پڑتا ہے، اس لیے مطوف سیدھا قافلہ کو لے جاتا ہے، طواف و سعی، عمرہ کیا پھر نماز جمعہ کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر برادرم محمد سلیم و چچا سے ملاقات ہوئی پھر مدرسہ صولتیہ گئے حضرت والا تشریف نہیں لے گئے۔ عبد السلام کے یہاں سے کھانا منگوا کر شیخ سلیم کے یہاں کھایا کھانا بہت پر تکلف اور لذیذ تھا حجاج کا پہلے وقت کا کھانا مطوف کے یہاں ہوتا ہے وہ ہدالازم شیخ عبد السلام مطوف کے یہاں قیام رہا۔

- ۵؍فروری یوم شنبہ، آج صبح سے مکان تلاش کرنے میں پھرتے رہے عصر کے وقت باب ابراہیم کے قریب ایک مکان دستیاب ہوا ۲۵ گنی کرایہ تھا فی کس ۲ بیسے حساب ہوا۔ حرم سے تقریباً بیس قدم تھا لیکن مکان کی تیسری منزل تھی۔ سامان وہاں منتقل کیا۔

- ۶؍فروری مطابق ۷؍ذی الحجہ یک شنبہ، والد صاحب قبلہ اور شیخ الحدیث اور حضرت حافظ صاحب کو خط بھیجے، آج کھانا بازار سے منگا کر کھایا، طے یہ پایا کہ سالن خود پکا لیا کریں اور روٹی بازار سے آجایا کرے۔

- ۷؍فروری دو شنبہ، آج عرفات جانے کے لیے دام داخل کیے گئے، ظہر کے وقت سرکاری اعلان ہوا کہ آج ۹ تاریخ ہے پھر قبیل مغرب اعلان ہوا کہ ۸ تاریخ ہے۔ پھر سات ہی قرار پائی۔

- ۸؍فروری سہ شنبہ، صبح کی نماز کے بعد نفلی طواف کر کے حج کی سعی کی اور پھر برادرم شیخ سلیم کے یہاں ناشتہ کیا۔ ۹ بجے کے قریب منیٰ روانہ ہوئے۔ راستہ میں زحمہ کی کثرت کی وجہ سے کئی شغدف گرے۔ ہم لوگ شغادف سے اتر گئے اس زحمہ کی جگہ سے نکل کر پھر چڑھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ چچا ظہیر الحسن صاحب بھی اونٹ پر سب رفقاء کے ساتھ سوار ہو گئے۔ لیکن زحمہ کی جگہ اتر کر پھر سوار ہونے کی ہمت نہ ہوئی لیکن بعد

میں پھر سوار ہو گئے، آخر وقت میں منیٰ پہونچ کر ظہر کی نماز ادا کی معلم عبد السلام کی طرف سے خیمے نصب تھے، ایک خیمہ میں بندہ، مولوی یوسف، مولوی احتشام ماموں محمود الحسن متولی جی اور حضرت دام مجدہ تھے اور دوسرے میں چچا ظہیر و سلطان العارفین و کریم دعیز ہم تھے۔

- نو ذی الحجہ ۹ فروری یوم چہار شنبہ، ایک بجے کے بعد منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوئے راستہ میں بھائی سلیم بھی ملے وہ سانڈنی پر تھے جلالۃ الملک بھی سانڈنی پر گئے تھے عجیب منظر تھا۔ چچا ظہیر الحسن صاحب نے دو گنی میں عربیہ کا انتظام کیا اور اس میں تشریف لے گئے ۴ بجے کے قریب ہم لوگ پہونچے، معلم کے یہاں سے کھانا آیا سب نے اس ہی پر اکتفا کیا یہاں پر صرف دو خیمے تھے ایک میں ہم سب رفقاء تھے اور ایک میں معلم کے بقیہ حجاج تھے۔ ظہر و عصر کی نماز اپنے اپنے وقت پر باجماعت اپنے ہی خیمہ میں ادا کی۔ مغرب کے بعد مزدلفہ کو روانہ ہوئے۔ چلنے سے قبل کسی نے بھائی احتشام الحسن صاحب کا شغدف سے ہینڈبیگ کھول لیا۔ ۲ بجے کے قریب مغرب و عشاء کی نماز ایک وقت میں جماعت سے ادا کی۔ رات شغادف میں گذاری۔ رات کو خنکی بہت زیادہ تھی۔ چچا عربیہ میں آئے تھے رات کو ہم لوگوں کو نہیں ملے۔
- ۱۰ ذی الحجہ یوم پنجشنبہ، صبح کی نماز غلس سے پڑھی، طلوع آفتاب کے بعد مزدلفہ سے روانہ ہو کر ۱۱ بجے کے قریب منیٰ پہونچے جمرہ عقبہ کی رمی کی پھر بندہ مولوی یوسف ماموں محمود الحسن برادرم احتشام الحسن، متولی جی مذبح گئے اور دم قران سے فراغت حاصل ہوئی بعد مغرب پھر فی کس ڈیڑھ ریال دے کر ماموں برادرم احتشام، یوسف انعام مکہ مکرمہ لاری میں آئے حلق کرایا۔ فی کس نصف ریال دیا، اس کے بعد مکان پر جا کر کپڑے بدلے پھر طواف زیارت کیا، مغرب کے بعد فی کس لاری میں ایک ریال دیکر واپس منیٰ آئے۔
- ۱۱ ذی الحجہ یوم جمعہ، منیٰ میں اپنے اپنے خیمہ میں قیام کیا، کھانا خود ہی پکایا حضرت اور برادرم احتشام ___ مسجد خیف میں جمعہ کی نماز پڑھنے تشریف لے گئے بندہ و یوسف نہیں گئے

تھوڑی دیر میں واپس تشریف لے آئے معلوم ہوا کہ امام نے جمعہ کی نماز نہیں پڑھائی بلکہ ظہر کی قصر پڑھائی۔ اور وہ بھی ایسی گڑبڑ کہ بعض نے ایک ہی رکعت پڑھی واپس خیمہ میں آکر سب نے جماعت سے ظہر کی نماز پڑھی۔ عصر کی نماز کے بعد رمی جمرات کی اور مغرب اپنے خیمہ میں واپس آکر پڑھی۔

- ۱۲؍ ذی الحجہ ہفتہ بھائی اعتشام اور ماموں محمود الحسن صاحب گدھے کرایہ کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ مغرب کے بعد چچا و ظفریاب عربیہ کرایہ کر کے مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔
- ۱۳؍ ذی الحجہ یک شنبہ۔ ظہر کی نماز مسجد خیف میں جماعت سے پڑھی۔ اس مسجد میں ستر پیغمبروں نے نماز پڑھی اور ستر پیغمبر اس میں مدفون ہیں۔ اس مسجد کے قریب پہاڑ ہے۔ جس میں غار مرسلات ہے یعنی جس غار میں والمرسلات نازل ہوئی۔ نماز کے بعد رمی جمرات کی رمی سے فارغ ہو کر مسجد عقبہ کی زیارت کی اور دو نفلیں اس میں پڑھیں۔
- پھر اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ روانہ ہوئے راستہ میں محصّب میں ہم لوگ اُتر گئے اور عصر کی نماز بھی محصّب ہی میں پڑھی پھر پیادہ پا گیارہ بجے کے قریب مکہ مکرمہ پہونچ گئے۔
- ۱۴؍ ذی الحجہ دوشنبہ آج والد صاحب اور شیخ الحدیث صاحب کو خط لکھ کر ایک حاجی صاحب کو دیا کہ کراچی میں اتر کر ڈال دیں۔
- ۱۶؍ ذی الحجہ، آج بعد عشاء عبد المجید ہندی کے یہاں جبل ہندی پر بندہ مولوی یوسف برادرم اعتشام، حضرت کی دعوت تھی۔
- ۱۸؍ ذی الحجہ جمعہ، آج بعد نماز جمعہ محمد سعید باسلامہ کے یہاں دعوت تھی عرب کا..... یعنی سالم دنبہ تنور میں پکایا گیا تھا عجیب شئی تھی ان سے تبلیغی گفتگو ہوئی مگر کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔
- یکم مارچ، ۲۹؍ ذی الحجہ سہ شنبہ ــــ آج چچا اور سلطان العارفین ظفریاب ماموں محمود الحسن بذریعہ کاریت اللہ سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے، شام کو رابغ پہونچے، ایک حجرہ کرایہ پر لے کر رات گذاری۔
- ۲؍ مارچ ۳۰؍ ذی الحجہ ــــ آج شام کو مغرب بعد مدینہ منورہ جانیوالے زیارت سے مشرف ہوئے۔
- یکم محرم ۱۳۵۷ھ ۳؍ مارچ پنجشنبہ ــــ مولوی جمیل تھانوی، شیخ الادب لاری میں مدینہ منورہ قبیل مغرب روانہ ہوئے، اسماعیل غزنوی نے ان کو بلا کرایہ بھیجا ہے۔

عکس تحریر روزنامچہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ

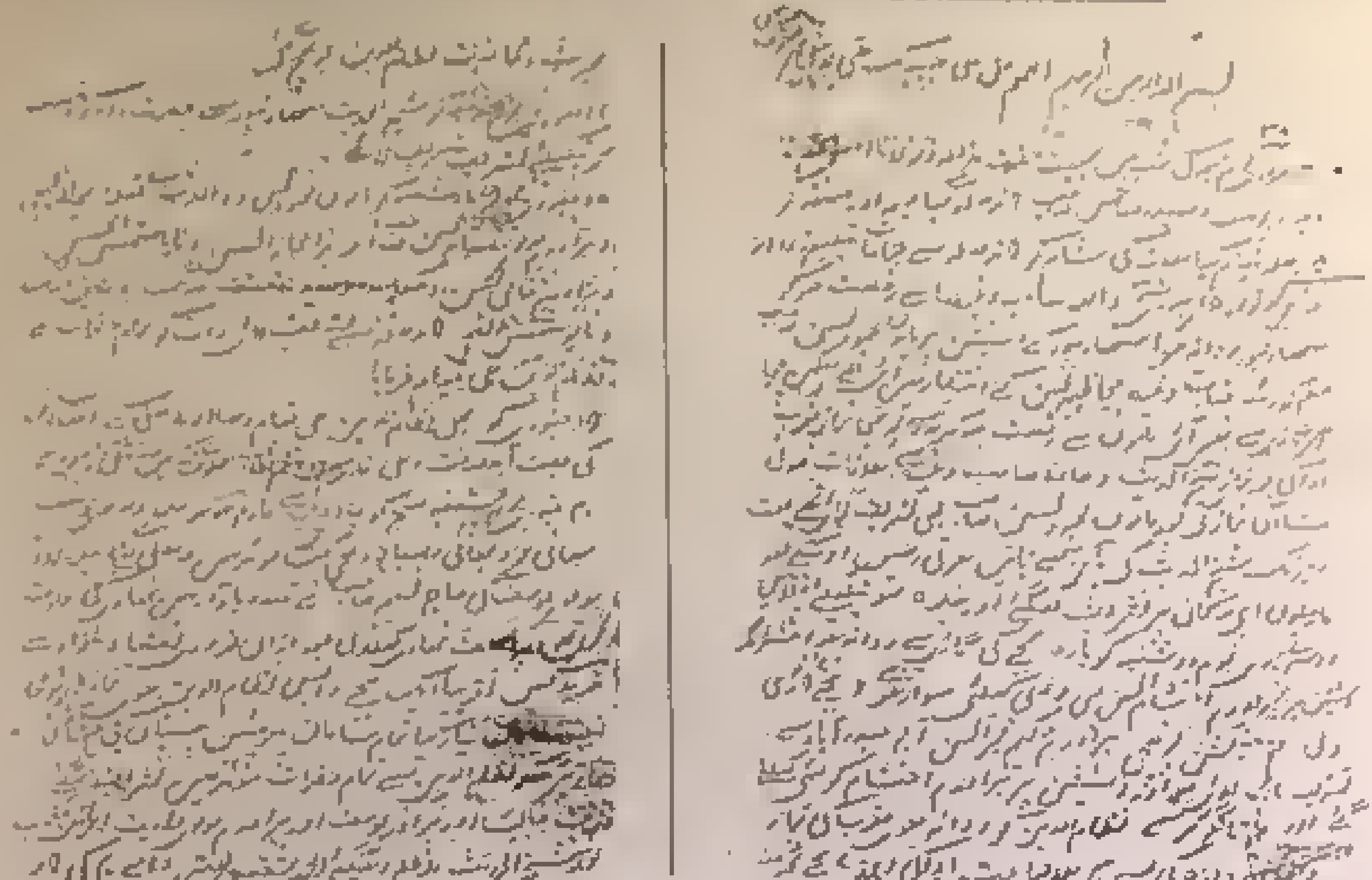

دوسرا حج اٹھارہ سال بعد آپ بمعیت مولانا محمد یوسف صاحب ۲۴؍شوال ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۰؍جون ۱۹۵۵ء میں دہلی سے بذریعہ دہرہ ایکسپریس بمبئی روانہ ہوئے اس مرتبہ خاندان کی مستورات اور اطفال ساتھ تھے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے مشورہ کے مطابق آپکو اس قافلۂ حج کا امیر منتخب کیا گیا تھا۔

بمبئی پہونچ کر مولانا انعام الحسن صاحب نے تفصیلات سفر پر مشتمل ذیل کا مکتوب حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ تحریر فرمایا:

"الحمدللہ بہت خیریت و عافیت کے ساتھ آج صبح ۱۰ بجے بمبئی حاجی یعقوب کے مکان پر پہونچ گئے، راستہ میں کوئی تکلیف کسی قسم کی الحمدللہ نہیں ہوئی اور بہت راحت و آرام کے ساتھ یہ ریل کا سفر ختم ہوگیا۔ سامان بھی باوجودیکہ چھوٹے عدد بڑے عددوں کے علاوہ کثیر ہوگئے تھے۔ سلامتی کے ساتھ پہونچ گیا، راستہ میں جو گرمی کا ڈر تھا ___ اس علاقہ میں دو روز سے بارش ___ ہورہی تھی اور لو بالکل نہیں تھی۔ دہلی سے برف کی تین سلّی ساتھ تھی، صبح کو راستہ میں درمیان سے کچھ

دوستوں نے ایک اور دے دی تھی۔ الحمدللہ پانی وغیرہ کی بھی بالکل تکلیف نہیں ہوئی، نمازیں بھی بہت آرام سے سب پڑھتی رہیں۔ ایک کمپارٹمنٹ اٹھارہ سیٹوں کا مل گیا تھا، جس میں مستورات و والد صاحب، ہارون، ظلحہ، فرید، مولوی اظہار، حکیم یحییٰ تھے، برابر کا جس میں نو سیٹیں تھیں بندہ و مولوی یوسف، حکیم الیاس، حافظ عبدالعزیز ان کی اہلیہ فریدی کے والد وغیرہ تھے، اس کے برابر میں پانچ سیٹیں تھیں جس میں صوفی افتخار، مولوی عین الحسن، مولوی عبیداللہ اور ان کے والد تھے۔ اور بہت ڈبے برابر تھے، بمبئی میں ایک کمرہ بڑا جس میں سب مستورات فراخی کے ساتھ رہ سکیں مستورات کے لیے ہے اور ایک کمرہ میں تمام سامان مقفل ہے۔ اس کے برابر کا ایک کمرہ خالی ہے جس میں والد صاحب آرام فرما رہے ہیں اور قریب ہی میں جامع مسجد ہے جس میں اجتماع ہے، اس میں بندہ اور مولانا محمد یوسف ہیں۔“

(مکتوب محررہ ۱۰ رشوال)

۱۰ رشوال (۱۳ رجون) کو محمدی جہاز سے بمبئی سے روانہ ہوکر ۲۹ رشوال میں جدہ پہنچ کر مکہ مکرمہ روانگی ہوئی۔ مدینۃ الحجاج جدہ سے جو تفصیلی خط مولانا انعام الحسن صاحب نے حضرت شیخ کو تحریر فرمایا اس سے جہاز کی کیفیات، جدہ کا قیام، اور وہاں کی دعوتی مصروفیات کا بخوبی علم ہوتا ہے اس لیے اس کا ایک اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

”الحمدللہ کل صبح سویرے چائے پی کر جہاز سے اتر گئے، راستہ میں جہاز پر بھی اللہ جل شانہ کے فضل سے بہت راحت و آرام کی جگہ مل گئی جس کو لوگوں نے فرسٹ کلاس سے بھی بہتر بتائی۔ فرسٹ کلاس وڈی لکس والوں کو بھی گرمی اور ہوا کی شکایت رہی، حتیٰ کہ بعض شب میں سو بھی نہ سکے اور جس جگہ پر مستورات تھیں، وہاں پر بغیر کپڑا اوڑھے سونا نہیں ہوا، پاخانہ غسل خانہ بالکل قریب تھا، اوپر کے عرشہ پر ایک چھت والا محل تھا جس میں گیارہ چارپائی آگئی تھیں۔ اس میں بچھا دی گئی اور اس پر پردے ڈال دیئے گئے تھے، دونوں طرف راستہ تھا، دونوں طرف سے سمندر پر بجائے لوہے کے ڈنڈوں کے لوہے کی ——— چادریں جڑی ہوئی

تھیں اور سامنے کھلا ہوا تھا، اس مکان کی دیوار کے پیچھے ایک کپڑے کے پردے کے عرشہ پر مردوں کا قیام تھا، ۱۲ شوال کی شام ۴ ½ بجے جہاز نے لنگر اٹھایا اور ۵ بجے سمندر کے درمیان پہونچ کر سب حجاج کو چکر اور متلی شروع ہوگئی اور تین روز تک سب جہاز والے پڑے رہے مگر الحمد للہ تمام قافلوں میں ایک دو نفر درست رہے، ہمارے ساتھیوں میں والد صاحب اور زبیر، قاری ظہیر اور مولوی یعقوب صاحبان تھے۔ تیسرے روز سے اٹھنے شروع ہو گئے البتہ حکیم یحییٰ ــــ پانچویں روز اٹھے۔ جب سمندر میں بالکل سکون آگیا۔ پانچ روز تک طوفانی صورت رہی: بمبئی کی بندرگاہ سے نکلتے ہی سمندر کی یہ کیفیت تھی، عدن سے قریب تک یہ صورت رہی، عدن سے دو روز میں جدہ پہونچ گئے جہاز میں حضرت اقدس مدنی مدظلہ العالی کی خدمت میں روزانہ حاضری ہوتی رہی، دو مرتبہ حضرت اقدس بھی نیچے تشریف لائے۔ حضرت اقدس کی جہاز میں بڑی شفقت رہی مستورات کو بھی روزانہ دریافت فرماتے رہے، لیکن مستورات کا آپس میں ملنا نہ ہوا، نہ بمبئی میں نہ جہاز میں، شروع میں تو مستورات کو چکر اور متلی رہی آخر میں حضرت اقدس کے گھر میں طبیعت خراب ہوگئی، فاصلہ درمیان میں کافی تھا، حضرت اقدس نے بھی ارشاد فرمایا کہ جہاز میں اطمینان کی کیفیت نہیں ہے: ۷ روز اور آٹھ شب میں منگل کی صبح کو جدہ پہونچ گئے۔ ساحل پر شیخ سلیم ماموں، محمود حکیم یامین، محمد شمیم اور اپنے تبلیغی سب احباب موجود تھے، مولوی عین الحسن کے ہمراہ ایک جماعت سامان کے ساتھ چھوڑ کر ہم بقیہ مستورات کو لے کر کسٹم وغیرہ سے گذرتے ہوئے الحمد للہ بہت سہولت کے ساتھ وکیل کے مکان پر پہونچا دیئے گئے۔ بازار سے منگا کر کھانا کھایا۔ شیخ سلیم وغیرہ بعد میں مکان پر پہونچے، مکان میں دو کمرے تھے، بعد میں شیخ سلیم کے اصرار پر حجاج منزل میں رجال چلے گئے، گھنٹہ بھر آرام کے بعد نماز پڑھ کر چائے پی، اور پھر بس کا انتظار کیا گیا۔ مغرب کے بعد بس آئی، سامان وغیرہ لاد کر بعد نماز عشاء مستورات اور بقیہ تمام رفقاء سوائے مولانا یوسف اور بندہ کے مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے

۵۲ نفر کی بس تھی ۱۰۲ نفر تھے، ۹۰ نفر کا مزید کرایہ دے کر بس کو روانہ کر دیا گیا۔ شیخ سلیم وشمیم اور ماموں محمود اپنی کار میں لاری کے ساتھ ساتھ رہے۔ ہمارا آج بھی جدہ میں قیام ہے کل شام کو غالباً مکہ مکرمہ میں حاضری ہوگی۔

جدہ میں تبلیغی دو تین اجتماع ہوئے۔ کل شام یکم ذی قعدہ کو ۵ جماعتیں پیدل روانہ ہوئیں۔ ایک جماعت خالص عرب والے ۵ نفر کی اور دو اپنے ساتھیوں میں سے روانہ ہوئی۔ اس وقت صبح کے ایک بجے یعنی نماز صبح کے ڈھائی گھنٹے کے بعد ہم فارغ ہیں۔ اب جانے کی جب صورت ہوجائے، انشاء اللہ روانہ ہونا ہے موٹر موجود ہے پروانہ آنے کا انتظار ہے کہ ہم خصوصی پرائیوٹ موٹر سے جا سکتے ہیں۔"

(مکتوب محررہ ۲ ذی قعدہ مدینۃ الحجاج جدہ)

مکہ مکرمہ پہنچ کر مولانا انعام الحسن صاحب نے جو سب سے پہلا خط حضرت شیخ کی خدمت میں بھیجا اس میں اپنے قیام، دعوتی سرگرمیوں، مختلف تبلیغی اجتماعات اور مولانا محمد یوسف صاحب کے نظام الاوقات کی تفصیلات اس طرح لکھتے ہیں:

"ایک مکان باب العمرہ پر صولتیہ کے دفتر پر لے لیا جس میں تمام مستورات دن بھر مقیم رہتی ہیں، بالکل حرم شریف کے متصل ہے سامنے حرم پاک ہے، نمازیں بھی مستورات جماعت کے ساتھ پڑھتی ہیں۔ رباط بھوپال میں شب کو قیام رہتا ہے مستورات صبح کو نماز کے بعد اور مرد نماز سے پہلے حرم آجاتے ہیں پھر جا کر مستورات کو لاتے ہیں۔ مکان میں دو کمرے ہیں۔ حکیم یحییٰ و حکیم الیاس رباط میں رہتے ہیں نمازوں کے لیے آجاتے ہیں، صولتیہ میں باری باری دو مہمان مستورات میں سے رہتی ہیں۔ حرم پاک میں صبح کی نماز کے بعد مولوی یوسف صاحب کی تقریر ہوتی ہے ۱۱½ پر ختم ہوکر ڈیڑھ گھنٹہ کی رخصت کے بعد پھر باب الزیادہ پر ایک بجے سے تعلیم ہوتی ہے، چار بجے تک اس کا وقت ہے۔ ۵ بجکر پچیس منٹ پر ظہر کی نماز ہوتی ہے نماز سے پہلے کھانا کھا کر نماز کے بعد کچھ آرام اور سونا ہوجاتا ہے۔ عصر کی نماز کے بعد کچھ جماعتیں گشت میں چلی جاتی ہیں۔ ایک اجتماع منیٰ میں مسجد خیف میں ہوا جس میں

کچھ مہاجرین اور کچھ عرب اور اپنے ساتھی سو نفر جمع ہو گئے تھے، جماعت کل دوشنبہ ۱۴ ذی قعدہ کو وادی فاطمہ جائے گی، بندہ اور مولوی یوسف صاحب بھی جائیں گے، کل کو جدول میں ایک اجتماع ہے۔

اللہ جل شانہٗ اس سفر کو خیریت وعافیت اور اپنی رضا کی صورتوں کے ساتھ انجام کو پہنچائے۔ (مکتوب محررہ ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۷۴ھ ۳ جولائی ۱۹۵۵ء)

یہ قافلہ جو گیارہ مرد گیارہ عورتوں اور گیارہ بچوں پر مشتمل تھا، فریضۂ حج کی ادائیگی کیلئے آٹھ ذی الحجہ میں منیٰ کے لیے روانہ ہوا، مولانا اکرام الحسن صاحب بھی اس قافلہ میں شامل تھے وہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور ایام حج کی تفصیل حضرت شیخؒ کو اپنے ایک مکتوب میں اس طرح لکھتے ہیں:

"۸ ذی الحجہ جمعرات کو منیٰ صبح کے تین بجے (عرب ٹائم) پہونچ گئے۔ یہاں نو ذی الحجہ جمعہ کی صبح تک قیام رہا، جمعہ کی صبح کو یہاں سے عرفات گئے۔ مستقل لاری ۲۵ سیٹ کی اپنے ساتھ ہے، اطمینان سے چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر چلے تھے، تین ہی بجے وہاں پہونچ گئے، ایک زنانہ خیمہ اور ایک مردانہ اپنے لیے پاس پاس نصب تھے، آرام وسکون سے ان میں قیام رہا۔ قریشی صاحب ہمارے ساتھ ہیں۔ دوپہر کو عرفات میں معلم نے کھانا دیا، غروب تک وہاں قیام رہا۔ بعدِ غروب وہاں سے چلے اور عشاء کے وقت مزدلفہ پہونچ گئے۔ صبح صادق ہوتے ہی وہاں سے نماز پڑھ کر اپنی لاری میں سوار ہو گئے اور منیٰ کے لیے روانہ ہو گئے، مگر مزدلفہ سے منیٰ تک کا راستہ چھ گھنٹہ میں طے ہوا، یعنی یہاں کے دس بجے چل کر چار بجے منیٰ اپنے مکان پر پہونچے۔ اب یہاں قیام ہے، رات یہاں سے مکہ مکرمہ گئے تھے۔ پونے دو بجے پہونچ گئے تھے۔ اول نماز عشاء سنتوں سے فارغ ہو کر معلوم ہوا کہ جلالۃ الملک طواف کے لیے آنے والے ہیں، اس لیے بعجلتِ تمام طواف شروع کر دیئے مگر تین اشواط ہوئے تھے کہ مطاف خالی کرا لیا گیا، لہٰذا توقف کرنا پڑا۔ اور جلالۃ الملک کے بعد طواف سے فراغت حاصل کر کے پونے پانچ بجے وہاں سے روانگی ہوئی۔ اور پونے چھ بجے یہاں پہونچے۔ اس کے بعد مستورات کو رمی

کے لیے لے گئے، پھر سات بجے سے دس بجے صبح تک سونا بھی مل گیا۔ آج یہاں قیام کا ارادہ کرلیا ہے کیوں کہ ہجوم کی اتنی کثرت ہے کہ شام یا رات کو جانے میں کئی گھنٹے کا سفر ہوجائے گا۔ اور معلوم نہیں کہ مکہ مکرمہ کس وقت پہونچیں۔ حجاج کی کثرت اس قدر ہے کہ کچھ اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ رات رمی میں مولوی سلیم وغیرہ مل گئے وہ کہتے تھے کہ گورنمنٹ کی رپورٹ وقوف عرفات کے بارے میں سولہ لاکھ کی ہے۔ ارکانِ حج تو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی خیر و خوبی سے ادا کرادیے۔ حجِ اکبر بھی نصیب فرمادیا مسلمانوں کے اس عظیم ہجوم میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے بندے بھی یقیناً ہوں گے جن کی برکت سے ہم جیسوں کو بھی توقعات پیدا ہورہی ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے انشاء اللہ العزیز محروم نہ رہیں گے۔"

(مکتوب محررہ ۱۲/ ذی الحجہ پنجم اگست از منیٰ)

مدینہ منورہ روانگی

۲۳/ ذی الحجہ (۱۳/ اگست) میں تمام شرکاء قافلہ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوکر تیسرے دن مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ مولانا انعام الحسن صاحب اپنے مکتوب میں اس سفر کی سرگذشت اس طرح لکھتے ہیں،

"اللہ جل شانہ نے خیریت کے ساتھ اس سفر کو انجام کو پہونچایا، دو رات ایک روز میں موٹر سے یہاں پہونچنا ہوا، دن کو سفر کی ممانعت ہے چونکہ گرمی کی شدت ہے، طلوع الشمس سے دو گھنٹہ بعد سفر روک دیا جاتا ہے اور شام کو غروب سے دو ڈھائی گھنٹہ بعد سفر کی اجازت ہوتی ہے، رات کو جس قدر ہوسکے سفر طے کرلیا جائے ہم لوگ مکہ مکرمہ سے عشاء کے بعد روانہ ہوکر صبح کی نماز تک رابغ پہونچے اور اگلی منزل مستورہ پر دن بھر قیام رہا۔ مستورات کرایہ کے مکان میں رہیں اور مرد قہوہ خانے میں رہے۔ اس روز لو نہیں تھی ساحل کا کنارہ ہونے کی وجہ سے ہوا میں گرمی نہ تھی ٹھنڈی ہوا تھی۔ بدر میں مغرب کی نماز پڑھی اور رات وہیں گذاری، بدر تک پختہ سڑک ہے بدر سے آگے تک اگرچہ پختہ سڑک نہیں ہے لیکن کچی تقریباً مدینہ منورہ تک تیار ہوگئی، کچھ کچھ حصہ باقی ہے۔"

(اقتباس مکتوب بنام حضرت شیخؒ)

مدینہ منورہ پہونچ کر اجتماعی مشورہ سے ان حضرات نے اپنا جو نظام مرتب کیا اور دعوتی ترتیب قائم کی، اس کی اطلاع دیتے ہوئے مولانا محمد انعام الحسن صاحب اپنے ـــــ مکتوب میں حضرت شیخؒ کو لکھتے ہیں :

”الحمد للہ ثم الحمد للہ کل بروز دوشنبہ ۲۶ ؍ ذی الحجہ کو بخیر و عافیت مدینہ منورہ اور پاک شہر میں ہم ناپاک پہونچ گئے، حرم پاک کے قریب باب السلام کے سامنے کرایہ پر مکان لیا گیا ہے جس میں سب کا قیام ہے، حرم نبوی میں حاضر ہوتے رہتے ہیں لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آتا کس دل اور کس طرح حاضر ہوں بہر حال حاضری ہوتی رہتی ہے، اللہ جل شانہٗ قبول فرمائے۔ صبح کو ایک بجے سے تبلیغی تعلیم اپنے مکان میں ہی ہوتی ہے۔ ظہر کے بعد کھانا و قیلولہ ہے۔ عصر کے بعد عربوں سے ملاقات، مغرب کے بعد حرم پاک میں عشاء کے ڈیڑھ گھنٹہ بعد تک ۳ بجے تک مستقل حاضری رہتی ہے صلوٰۃ و سلام حسبِ توفیق عرض کرتے رہتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ قبول فرمائے۔“

(مکتوب محررہ ۲۸ ؍ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ)

مولانا محمد یوسف صاحبؒ و مولانا محمد انعام الحسن صاحب کا یہ سفر دعوتی و تبلیغی نوعیت کا تھا اس لیے صبح سے شام تک فضا اسی دعوت و تبلیغ سے گونجتی رہتی تھی۔ حرم پاک کی حاضری اور طواف وغیرہ کے بعد جو بھی وقت ہوتا وہ اسی مبارک مشغلہ اور محنت میں لگ جاتا تھا۔ آرام و راحت کی نہ کسی کو فکر تھی، اور نہ ہی اس کے لیے ان حضرات کے پاس وقت تھا۔ اس محنت و جد و جہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ متعدد جماعتیں مختلف ممالک مصر، سوڈان، شام، عراق، یمن اور افریقہ کی تیار ہو کر روانہ ہوئیں ـــ مولانا انعام الحسن صاحب کے ذیل کے مکتوب سے مختلف علاقوں کے لیے جماعتوں کی تشکیل و ترتیب اور مدینہ منورہ میں دعوتی مشاغل پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ حضرت شیخؒ کو تحریر فرماتے ہیں :

”الحمد للہ بیرونی ممالک کے لیے کئی جماعتیں تیار ہوئیں، ترکی کے لیے شام کے لیے تو روانہ ہو چکی۔ پہلی کے ہوائی جہاز کے ٹکٹ ہو گئے ہیں تیسری بحرین کی جس کی کوشش قوانینی طور سے ہو رہی ہے، مصر کی بھی روانہ ہو گئی ـــ سوڈان اور افریقہ کی تیار ہو رہی ہے، یمن کے لیے کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک

جماعت سال بھر کے لیے شام جانے والی ہے۔ حضرات عرب سے ملاقاتیں عصر کے بعد ہوتی رہتی ہیں۔ اس وقت بھی چند حضرات تشریف رکھتے ہیں جو مہاجرین ہیں۔"

(مکتوب محررہ ۸/محرم ۱۳۷۵ھ)

مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی جو اس سفر کے رفقاء میں تھے، ذرا وضاحت کے ساتھ جماعتوں کی نقل و حرکت اور ان حضرات کے معمولات کی اطلاع حضرت شیخ رح کو اس طرح دیتے ہیں،

"سوڈان، مصر، شام، ترکی، بحرین، یمن، عدن، افریقہ کی جماعتیں بنانے اور بھیجنے کی فکر و سعی میں اکثر وقت گذرا۔ الحمد للہ چار ملکوں کی جماعتیں روانہ ہو گئیں اور کچھ باقی رہ گئی ہیں، جو گئیں وہ بھی آپ کی دعا کی برکت سے اور جو انشاء اللہ جائیں گی وہ بھی آپ کی دعا اور توجہ سے ــــــ حضرت مولانا عموماً مدینہ منورہ میں صبح سے اشراق تک اور مغرب سے عشاء اور عشاء سے دروازہ بند ہونے تک ــــــ مسجد پاک میں رہتے ہیں۔ ناشتہ کے بعد سے ظہر تک احباب کا ملاقاتوں کے لیے وقت صرف ہوتا ہے۔ ظہر عصر کے درمیان کھانا، قیلولہ وغیرہ۔ عصر سے مغرب تک اہل عرب اور خواص حجاج کی ملاقاتوں کے لیے وقت فارغ ہے۔"

(مکتوب محررہ ۱۰/محرم ۱۳۷۵ھ)

مدینہ منورہ میں ان حضرات کا قیام چالیس یوم رہا۔ ۲۵/محرم میں مدینہ منورہ سے چل کر جدہ ہوتے ہوئے ــــــ مکہ مکرمہ حاضری ہوئی، یہاں چند روز قیام کے بعد واپس جدہ آئے اور بحری جہاز سے بمبئی کے لیے روانہ ہوئے۔ بمبئی میں مختصر قیام کے بعد ۷/صفر، ۵/اکتوبر میں بذریعہ ریل دہلی پہونچے، اس قافلے کے استقبال کی نیت سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ایک دن قبل مرکز نظام الدین پہونچ گئے تھے۔

تیسرا حج

۱۳۸۳ھ میں مولانا محمد یوسف صاحب رح اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے تیسرا حج حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی معیت اور سرپرستی میں کیا۔ جماعتی رفقاء اور تبلیغی خواص کی بڑی تعداد ساتھ تھی[1] دس ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۵/مارچ ۱۹۶۴ء میں دہلی سے بذریعہ فرنٹیر میل

[1] صاحبزادہ مولانا محمد ہارون صاحب مرحوم، الحاج ابوالحسن صاحب، حافظ محمد صدیق صاحب مرزالوی (اگلے صفحہ پر)

بمبئی روانگی ہوئی۔ بمبئی میں جناب الحاج دوست محمد صاحب مرحوم کے مکان پر قیام ہوا۔ اس عرصہ میں شہر میں متعدد اجتماعات ہوکر جماعتوں کی تشکیل ہوئی۔ تین دن یہاں قیام کے بعد ۲۹ مارچ میں بذریعہ طیارہ جدہ اور وہاں سے مولانا محمد شمیم صاحب عثمانی کی کار میں مکہ مکرمہ پہنچے مدرسہ صولتیہ میں ان حضرات کا قیام ہوا۔ دو اپریل میں پاکستان کے خواص قاضی عبدالقادر صاحب، قریشی صاحب بھائی عبدالوہاب صاحب بھائی افضل صاحب وغیرہ تئیس احباب کا قافلہ بھی مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ مکہ مکرمہ پہونچ کر حضرت شیخ رح نے جو مفصل مکتوب سہارنپور ارسال فرمایا، اس سے دورانِ سفر پیش آنے والی بہت سی جزئیات کے علاوہ عمرہ اور قیام حرم کی تفصیلات کا بھی علم ہوتا ہے، اس لیے یہاں اس کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

"اللہ جل شانہ نے اپنے لطف وکرم واحسان سے جس قدر راحت اس سفر میں عطا فرمائی اس کا بیان بھی مشکل ہے۔ جہاز کے عملہ کی طرف سے ناشتہ اور پھلوں کا عرق وغیرہ ہر دس، پندرہ منٹ کے بعد کوئی نہ کوئی چیز آتی تھی۔ مولانا محمد یوسف صاحب ومولانا انعام صاحب نے موسمی کا جوس اور ٹماٹر وغیرہ کھائے بقیہ چیزوں سے انکار کرتے رہے۔ ارشد صاحب مع دو تین رفقاء کے کار لیے ہوئے جہاز پر موجود تھے وہ ہمیں کسٹم پر لے گئے۔ اندراجات کے بعد وہ مجھے اور مولوی یوسف کو اپنے ساتھ باہر لے گئے۔ البتہ مولوی انعام صاحب کو ہم سب کا سامان دکھلانے میں تقریباً دو گھنٹہ کی تاخیر ہوئی۔ عزیز ہارون، مولوی انعام کے ساتھ ٹھہر گئے۔ ارشد صاحب نے کھانے پر اصرار کیا لیکن ہم لوگ مولوی انعام کے انتظار کا ارادہ ظاہر کرکے لیٹ گئے اور پھر ظہر کی نماز پڑھ کر کھانا کھایا۔ تجویز یہ تھی کہ حرم میں مغرب پڑھ لیں گے مگر مکہ کے داخلہ سے پہلے بھی ایک جگہ اندراجات ہوتے ہیں اس لیے حرم کی نماز کا وقت نہیں رہا۔ اس لیے اپنی نماز بعد میں ہوئی۔

(بقیہ حاشیہ) مولوی محمد الیاس صاحب بیزانوی بھی اس سال بحری جہاز سے حرمین شریفین گئے اور حضرت شیخ کی معیت میں حج کیا۔

اس کے بعد اس پر بحث ہوئی کہ میں اور مولانا یوسف و انعام عمرہ سے کب فارغ ہوں۔ قرار پایا کہ عشاء کی نماز کے دو گھنٹے بعد ہم لوگ عمرہ سے فارغ ہو جائیں۔ میرا مولوی یوسف و انعام و ہارون، الیاس کا احرام عمرہ کا تھا۔ عشاء سے تقریباً ۵ گھنٹے بعد سب چیزوں سے فراغ کے بعد صولتیہ واپس آئے۔ مولوی یوسف و انعام صبح کی نماز کے بعد سے خوب سو رہے ہیں، میرا قیام نیچے کی منزل میں ہے۔ عزیز ہارون مولوی یوسف و انعام کے ساتھ اوپر کی منزل میں ہے۔" (مکتوب محررہ از مکہ مکرمہ)

ارکان حج کی ادائیگی تک مولانا محمد یوسف صاحب کی روزانہ صبح کو حرم شریف میں تقریر ہوتی اور ہر ہفتہ شہداء کے اجتماع میں تشریف لے جاتے، اور بسا اوقات وہاں سے احرام باندھ کر آتے اور عمرہ کرتے۔ مولانا محمد انعام الحسن صاحب بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہوتے تھے۔

۲۰ر اپریل دوشنبہ مطابق ۷ر ذی الحجہ میں یہ پورا قافلہ ارکانِ حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ روانہ ہوا۔ اس قافلہ کے معلم سید مرزوقی تھے۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے ان کے خیمے میں بہت طویل دعا کرائی، سارا مجمع روتا رہا۔ ۱۳ر کو حج سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ آئے اور تقریباً دو ہفتے یہاں قیام رہا۔ اس عرصہ میں مسجد شہداء اور دیگر مقامات پر مولانا محمد یوسف صاحب کے بیانات ہوئے اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب ہر جگہ اور ہر مقام پر آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔

مدینہ منورہ روانگی

۲۷ر ذی الحجہ (۹ر مئی ۱۹۶۴ء) میں ملک عبدالحق صاحب کی بڑی گاڑی میں اس قافلہ کی مدینہ منورہ روانگی ہوئی۔ نماز ظہر بدر میں ادا کر کے کھانا کھایا اور پھر آرام کیا۔ بعد نماز عصر شہدائے بدر کی زیارت کی گئی۔ بعد نماز مغرب مسجد عریش میں مولانا محمد یوسف صاحب نے بیان فرمایا۔ شب میں یہاں قیام کے بعد اگلے دن یہ حضرات مدینہ منورہ پہونچے اور مدرسہ علوم شرعیہ میں قیام پذیر ہوئے۔ یہاں کے قیام میں بھی ایمانی و دعوتی بیانات جماعتوں کی تشکیل، عمومی و خصوصی ملاقاتوں کا سلسلہ مسلسل چلتا رہا۔

ہر سال کی طرح اس مرتبہ بھی مدینہ منورہ میں سہ روزہ اجتماع ہوا جس میں چھبیس جماعتوں کی ترتیب و تشکیل مکمل ہو کر ان کو روانہ کیا گیا۔ ان میں تین جماعتیں فرانس، مغربی جرمنی — اور انگلستان کی۔ آٹھ جماعتیں مختلف عرب ممالک کی اور سات جماعتیں افریقہ کی تھیں۔

یہ حضرات ایک ماہ اور تین یوم مدینہ منورہ قیام کے بعد ۱۳ جون شنبہ کی صبح میں مکہ مکرمہ کیلئے روانہ ہوئے ۲۰ جون میں تینوں حضرات نے ایک بڑے مجمع کے ساتھ طائف تشریف لے جاکر وہاں کے تبلیغی اجتماع میں شرکت کی، ۲۳ جون کو بعد عصر ہندوستان واپسی کے قصد سے جدہ کیلئے روانگی ہوئی۔ ۲۵ جون کو جدہ سے کراچی تشریف لاکر فیصل آباد، سرگودھا، ڈھڈیاں، راولپنڈی، لاہور، رائیونڈ، سرائے مغل میں ہونیوالے اجتماعات میں شرکت فرماتے ہوئے ۱۶ جولائی پنجشنبہ میں بخیر وعافیت دہلی پہنچے۔ ۸ ربیع الاول (۱۹ جولائی یکشنبہ) میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ مع مولانا محمد یوسف و مولانا محمد انعام الحسن صاحب دہلی سے سہارنپور پہنچے، دو یوم سہارنپور قیام کے بعد بدھ کی صبح میں یہ تینوں حضرات کاندھلہ تشریف لائے اور ایک روز یہاں قیام کے بعد حضرت شیخ کی سہارنپور اور دونوں حضرات کی نظام الدین واپسی ہوئی۔

چوتھا حج

۱۲ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ (۲۳ فروری ۱۹۶۷ء) جمعرات میں دہلی سے بمبئی ہوتے ہوئے حجاز مقدس کے لیے آپ کی روانگی ہوئی۔

مولانا محمد یوسفؒ صاحب کے حادثۂ وفات کے بعد اور ان کے بغیر آپ کا یہ پہلا سفر حجاز تھا اسلیے آپکی شدید خواہش تھی کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی معیت اور سرپرستی میں یہ سفر ہو، چنانچہ حضرت شیخ رہ اپنے ضعف طبیعت اور اعذار کی کثرت کے باوجود اس موقع پر آپ کے ساتھ حرمین شریفین تشریف لے گئے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہٗ اس سفر کے محرکات نیز دعوتی و تبلیغی تقاضوں اور حضرت شیخ رہ کی معیت اور اس کی اہمیت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں،

> "مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ایک سال خالی گیا اگلے سال ۱۳۸۶ھ (۱۹۶۷ء) حجاز میں کام کرنے والوں کا تقاضا ہوا کہ حجاز نیز بیرونی ممالک میں کام اور کام کرنے والوں کی ضرورت و مصلحت کا مقتضا ہے کہ مولانا کے جانشین اور تبلیغی دعوت کے موجودہ ذمہ دار مولانا انعام الحسن صاحب اپنے خاص رفقاء کے ساتھ اس سال حج کو آئیں تاکہ دعوت میں نئی طاقت و استحکام اور مزید وسعت و عمومیت پیدا ہو، بڑے غور و خوض اور حالات ضروریات کا جائزہ لینے کے بعد حضرت شیخ الحدیث کے مشورہ اور تائید سے اس کو منظور کرلیا گیا۔ یہ مولانا انعام الحسن صاحب کا مولانا محمد یوسفؒ صاحب کے بعد اور

ان کے بغیر حج کا پہلا سفر تھا جس میں ہندوستان اور پاکستان کے علاوہ اسلامی و غیر اسلامی ممالک کے بکثرت رفقاء، احباب و کارکن اور علماء و خواص کا اجتماع متوقع تھا قدرتاً مولانا انعام الحسن صاحب کی طبیعت پر اس سفر کی اہمیت اور اپنی تنہائی کا۔ احساس غالب تھا اور ان کا قلبی و طبعی تقاضا تھا کہ حضرت شیخ الحدیث کی معیت ان کے لیے اس عظیم سفر میں تقویت و طمانیت کا موجب ہو۔ دوسری طرف حجاز کے اہل تعلق اور جماعت کے رفقاء اور کارکنوں کے پیہم خطوط اور متواتر تقاضے آرہے تھے کہ شیخ اس سفر میں ضرور ساتھ ہوں۔ حجاز اور پاکستان کے اہل تعلق کو صرف اسی سفر کے بہانے اور اسی سفر کی تقریب سے زیارت و صحبت کا موقع مل سکتا تھا۔[1]

حضرت مولانا مع دیگر رفقاء مولانا محمد ہارون، و مولانا محمد عمر وغیرہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی معیت میں دس ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ میں دہلی سے بمبئی کے لیے روانہ ہوئے۔ بمبئی کا یہ سہ روزہ قیام دعوتی اعتبار سے بڑی مشغولیت اور مصروفیت کا گذرا۔ چنانچہ عمومی و خصوصی ملاقاتوں کے علاوہ۔ پہلے دن آپ کے مختلف مجامع میں تین بیانات ہوئے۔ پہلا بیان جامع مسجد بمبئی میں، دوسرا بیان جماعتوں کی روانگی کے موقع پر اور تیسرا مستورات میں ہوا۔ گیارہ ذی قعدہ (۲۲ فروری) میں آپ نے صابو صدیق مسافر خانہ پہونچ کر حجاج میں بہت اہم اور تفصیلی بیان فرمایا۔ اس موقع پر اللہ کے راستہ میں نکلنے والی جماعتیں بھی موجود تھیں۔ ذیل میں اس بیان کا کچھ حصہ بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

> "میرے عزیز دوستو! بمبئی میں لاکھوں انسانوں میں یہ دس پندرہ جماعتیں بن کر جارہی ہیں اور باقی لوگ دوسری محنتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے دین کی باتیں سننے کے لیے ہمیں جمع کیا، دین کی نسبت اتنی اونچی ہے کہ اللہ جل شانہٗ اس کے سننے اور سنانے پر بھی بہت رحمت فرمادیتے ہیں پھر عمل تو اس سے بہت آگے کی چیز ہے، دین کی بات کرنا بھی جب فائدے سے خالی نہیں ہے تو اس پر عمل کرنا کتنا قیمتی ہوگا! اللہ نے دین کی ایک ایک چیز اتنی بلند اور قیمتی بنائی ہے کہ دسیوں

---

[1] سوانح حضرت شیخ رحؒ ص ۹۵۔

دنیا اس کی قیمت نہیں بن سکتیں، جنت کی ایک معمولی سی چیز دنیا و مافیہا سے قیمتی ہے آج دنیا کی وجہ سے دین کی چیزوں کو پس پشت ڈالا جارہا ہے جس کی وجہ سے ہماری قیمت گر گئی، اللہ کے یہاں قیمت صرف دین کی ہے، جتنا دین کا فکر ہوگا اللہ کے یہاں اتنی ہی قیمت بڑھتی چلی جاوے گی۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم دین کا رنگ اپنے اوپر چڑھائیں یہ رنگ دنیا و آخرت میں کام آئے گا۔

دین کیا چیز ہے؟ زندگی گذارنے کے خدائی طریقہ کا نام دین ہے اور خدا کے بنائے ہوئے طریقے سے غافل ہو کر زندگی بسر کرنا دنیا ہے، کھانا پینا، کپڑا مکان ان چیزوں کا نام دنیا نہیں ہے بلکہ یہ سب چیزیں اگر خدائی طریقے پر ہوں تو دین ہیں اس کے بالمقابل نماز جیسی عبادت کو اگر خدائی طریقے پر نہ ادا کیا جائے تو پھر وہ دین نہیں رہتی، چیزوں میں اگر خدائی نسبت آجائے تو خواہش والی چیزیں بھی دین بن جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس میں برکت پیدا فرمادیتے ہیں، ایک بات یاد رکھو کہ چیزوں کا بہت ہونا یہ برکت نہیں ہے بلکہ ضرورت کا پورا ہو جانا یہ برکت ہے، کسی آدمی کے پاس ایک بھی پیسہ نہ ہو اور اس کی کوئی ضرورت اٹکی ہوئی اور رکی ہوئی نہ رہے اور دوسرے آدمی کے پاس لاکھوں روپئے ہوں لیکن ضرورت اس کی پوری نہ ہو رہی ہو تو بتلاؤ، دونوں میں سے کون راحت اور سکون سے ہوگا۔ اس لیے ضرورت برکت کی ہے اور وہ خدا نے صرف اپنے اعمال میں رکھی ہے۔ آج چھ نمبروں کے ذریعہ سے جو محنت کی جارہی ہے وہ دین کی استعداد پیدا کرنے کے لیے ہے جو جتنی زیادہ محنت کرے گا اس میں اتنی ہی۔ استعداد پیدا ہوتی چلی جائے گی۔"

بمبئی میں ان حضرات کا قیام تین دن رہا، ۱۲؍ ذی قعدہ (۲۳؍ فروری) میں یہاں سے جدہ کے لیے روانگی ہوئی۔

آپ بیتی میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے دہلی سے مکہ مکرمہ تک کی روئداد سفر متعدد صفحات میں تحریر فرمائی ہے، یہاں اس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔ کوشش اس بات کی کی گئی ہے

کہ اس تلخیص میں صاحبِ سوانح مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے متعلق کوئی مختصر سی بات بھی رہنے نہ پائے۔

حضرت شیخ رح تحریر فرماتے ہیں:

"گذشتہ سال کے سفر حج میں تبلیغی اجتماع اور اطراف وجوانب کے ممالک کے اجتماعات دیکھ کر مولانا یوسف صاحب یہ اعلان اور قانون بنا کر آئے تھے کہ ہر تیسرے سال حج پر حاضری ہوگی، اور حضرت شیخ بھی ساتھ ہوا کریں گے۔ اس ضابطے کے مطابق ۱۳۸۵ھ میں جانا گویا طے شدہ تھا، لیکن مولانا یوسف صاحب کے حادثۂ انتقال کی وجہ سے ۱۳۸۵ھ کا حج ملتوی کرنا پڑا، اور اس کے بجائے ۱۳۸۶ھ میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی زیرِ قیادت یہ سفرِ حجاز ہوا۔ اس سیہ کار نے اس سال بالکل ارادہ اپنے امراض واعذار کی وجہ سے نہیں کر رکھا تھا، اور مولانا انعام صاحب کے اصرار پر پہلے ہی انکار کر دیا تھا لیکن چونکہ مولانا یوسف صاحب کے بعد مولانا انعام صاحب کا یہ پہلا حج تھا، اس لیے مولانا موصوف اور پاکستانی احباب تبلیغ کا اصرار تھا کہ زکریا کو اس سال ضرور ساتھ لائیں، اہلِ بمبئی نے میرے اور میرے رفیق سفر الحاج ابوالحسن کے دو ٹکٹ دہلی سے بمبئی تک بھیج دیئے تھے میں نے یہ دونوں ٹکٹ واپس کرنے کا بہت تقاضا کیا مگر مولانا انعام الحسن صاحب نے ان کے واپس کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر نہ جانا ہوا تو صرف اتنا ہی ہوگا کہ دو ٹکٹ ضائع ہو جائیں گے۔

یہ ناکارہ چونکہ نہ جانا طے کیے ہوئے تھا اس لیے ۷ رذی قعدہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۸ ر فروری ۶۷ء شنبہ کی صبح کو عزیزان مولانا انعام صاحب اور مولوی ہارون کی مشایعت کے لیے دہلی گیا لیکن دہلی پہونچ کر تائیدِ غیبی اور طلب کے کچھ احوال مشاہدہ ہوئے اس لیے ۱۰ ر ذی قعدہ منگل کی صبح کو ان حضرات کی روانگی کے وقت میں نے بھی جانے کا ارادہ کر ہی لیا اور ہوائی اڈہ کے لیے روانہ ہو گیا۔

ہمارا طیارہ دہلی سے ۲۱ ر فروری کو ۹½ بجے چل کر ۱۱½ بجے بمبئی پہونچا، اُترتے

ہی اول حضرت مولانا وصی اللہ صاحب کی قیام گاہ پر ان کی زیارت کے لیے گئے مولانا مرحوم بہت ہی شفقت اور محبت سے ملے۔

۱۲ ذی قعدہ (۲۳ فروری) جمعرات کی صبح کو ۷ بجے طیارہ بمبئی سے روانہ ہو کر کراچی ظہران ٹھہرتے ہوئے جدہ پہونچا۔ قدوائی صاحب سفیر ہند متعینہ جدہ اپنی کار لیکر مطار پر پہونچ گئے، اور مطار سے ہم سب کو اپنی کار میں کسٹم ہاؤس لائے یہ ناکارہ اپنی کار میں بیٹھا رہا۔ عزیزانم مولانا انعام وہارون کسٹم میں گئے لیکن سفیر صاحب کی وجہ سے چند منٹ میں فارغ ہو کر آگئے۔ دوپہر کا کھانا سفیر صاحب کے مکان پر کھایا اور وہیں نماز ظہر ادا کی، پھر نماز عصر حدیبیہ میں پڑھ کر مغرب کے وقت مکہ مکرمہ پہونچے اور رات ہی میں عمرہ سے فراغت پائی"۔

مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری نے مکہ مکرمہ پہونچ کر تفصیلی احوال کا ایک مکتوب ہندوستان کے اہل تعلق کے نام تحریر کیا تھا چونکہ بہت سی نئی باتیں اس مکتوب سے معلوم ہوں گی اس لیے یہاں اس کا بھی ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

"۲۳ فروری کو ہم سب جہاز سے سوار ہوئے، راستہ میں تلاوت، ذکر اور تعلیم کا مشغلہ رہا۔ دوسرے حجاج میں ساتھیوں نے انفرادی بات بھی کی ــــ حضرت شیخ دامت برکاتہم اور حضرت جی دامت برکاتہم بہت بشاشت سے رہے، راستے میں ریاض سے احرام باندھا۔ حضرت شیخ نے اپنا احرام بمبئی سے ہی باندھ لیا تھا۔ جدہ میں کسٹم سے فارغ ہو کر نماز ظہر پڑھی اور مغرب سے پہلے مکہ مکرمہ حاضر ہوتے ہی حضرت شیخ نے ہفتہ واری اجتماع شہداء میں جانے کا حکم دیا، شہداء میں ــــ اچھا خاصا مجمع جمع تھا بیان ہوا تشکیل ہوئی۔ بیرون واندرون کے نام آئے عشاء کے بعد ان اکابر کے ساتھ بیت اللہ شریف پر حاضری ہوئی۔ دن بھر کی تھکن کے باوجود حضرت شیخ نے سارے کام سکون سے بہت رقت کے ساتھ کیے دوسرے دن مشورے ہوئے۔ حرم شریف میں کئی حلقے لگے، عصر کے بعد تعلیم کے ساتھ گشتوں میں جماعتیں محلوں میں اور حجاج میں جارہی ہیں۔ فجر کے بعد سارے ساتھی

جڑتے ہیں، بیان ہوتا ہے، مغرب میں مختلف زبانوں میں چاروں طرف حلقے ہوتے ہیں، روزانہ کسی نہ کسی ملک کا اجتماع صولتیہ میں ہوتا ہے، افریقہ، انگلینڈ سے بھی کام کرنے والوں کی اچھی تعداد پہونچی ہوئی ہے سب کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ۱۱، ۱۲ جماعتیں تو بیرون ملک کی بالکل تیار ہیں۔ مزید براں ان شاء اللہ بنیں گی۔ مکہ مکرمہ کے خواص میں بھی گشت ہوتا ہے چونکہ ترتیب سے ہر ایک کے ذمہ کام ہیں اس لیے وقت میں برکت ہوتی ہے، طواف وداع کا بھی اچھا وقت نکل آتا ہے، رات کا عربی حلقہ مستقل میرے ذمہ ہے۔ صبح کے وقت یا تو کسی ملک کے اجتماع میں بیان ہوتا ہے یا حرم میں۔ پھر تعلیم پر جماعتیں مختلف جگہ گشت میں جاتی ہیں۔ مدینہ منورہ سے بھی اچھی خبریں آرہی ہیں، روزانہ وہاں بھی ملک وار اجتماع ہو رہے ہیں، یہاں پر افریقہ، نائیجریا، سوڈان، افغانستان اور علاقے وار اجتماعات ہو رہے ہیں، اردو داں علماء کا اجتماع بھی طے ہوا، ہر جماعت کے ذمہ مختلف ملکوں سے آنے والے حجاج پر محنت رکھی گئی، عرب حضرات بھی بہت کافی آرہے ہیں اور حضرت شیخ دامت برکاتہم ہر آنے والے کا پورا فکر فرماتے ہیں، ہر ایک کی نگرانی بذات خود فرماتے ہیں کہ کس کا وقت کہاں گذر رہا ہے، پورے متوجہ ہیں اور خوب دعائیں فرماتے ہیں، عرب حضرات اور دیگر ممالک کے حضرات میں حضرت جی دامت برکاتہم کی گفتگو ہوتی ہے، حضرت شیخ سے بھی مختلف جگہ کے احباب ملتے ہیں، الغرض بلاد مقدسہ، بزرگوں کی صحبت اور دعوت والا کام یہ تین نعمتیں ایک ساتھ جمع ہیں، خدا ہمیں قدر دانی نصیب فرمائے۔ آمین۔

(مکتوب محررہ ۲۸؍ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ از مکہ مکرمہ ۹؍ مارچ ۱۹۷۶ء)

امسال بھی حضرت شیخ اور حضرت مولانا کا قیام مع دیگر رفقاء مدرسہ صولتیہ میں رہا۔ اور معمول کے مطابق مدرسہ کی درسی کتابوں کا اختتام کرایا۔ درسی کتب کا یہ اختتام ۱۶؍ ذی قعدہ مطابق ۲۵؍ فروری شنبہ کو مدرسہ صولتیہ کے وسیع ہال میں ہوا، اس موقع پر مکہ مکرمہ کے علماء و مشائخ کی ایک بڑی تعداد بھی موجود تھی۔

سات ذی الحجہ میں ارکان حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ روانگی ہوئی، اور بارہ ذی الحجہ میں وہاں سے مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔ حضرت مولانا نے اس مرتبہ حج اپنی والدہ مرحومہ کی جانب سے کیا تھا۔

مکہ مکرمہ کے زمانۂ قیام میں حضرت مولانا کا معمول یہ رہا کہ بعد نماز فجر کچھ وقت آرام فرما کر ـــ چائے اپنے کمرہ میں پیتے، بقیہ رفقاء حسب موقع فارغ ہو جاتے۔ اس کے بعد آپ مع مولانا ہارون و مولانا محمد عمر و دیگر خواص حضرت شیخ کے کمرہ میں آجاتے اور مختلف امور پر مشورہ فرماتے عربی تین بجے یہ مجلس ختم ہوتی۔ پھر ظہر تک مختلف احباب سے ملاقات اور خصوصی حجاج کے ـــ اجتماعات میں شرکت فرماتے، نماز ظہر کبھی مسجد حرم اور کبھی مسجد صولتیہ میں ادا کر کے مدرسہ میں کھانا کھاتے۔ عصر بعد بھی احباب اور مختلف ممالک کے عربوں سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا مغرب سے نصف گھنٹہ قبل حضرت شیخ رحمہ اللہ کی معیت میں حرم شریف جا کر بعد نماز عشاء واپسی ہوتی اور کھانا کھایا جاتا، بعد ازاں کھانے پر مدعو عرب حضرات سے ملاقات فرما کر آرام کرتے اور تہجد میں بیدار ہو جاتے۔

مکہ مکرمہ کے اس زمانۂ قیام میں حضرت مولانا کے دعوتی و تبلیغی بیانات کثرت کے ساتھ مختلف مقامات پر ہوتے رہے کبھی جماعتوں کی روانگی کے موقع پر اور کبھی علماء میں، کبھی حجاج اور مستورات میں اور کبھی مقیمین و مہاجرین میں اور حضرت مولانا ہر موقع پر مجمع کی رعایت کرتے ہوئے دعوت والے عمل کو قوت کے ساتھ بیان فرماتے رہے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ بھی ان تقریروں خصوصاً اختتامی دعا اور اس سے قبل کی ہونے والی تقریر میں شرکت کا اہتمام فرماتے تھے۔

مدینہ منورہ روانگی

۱۲؍ ذی الحجہ (۲۱؍ اپریل اتوار) بعد عصر مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر نماز مغرب حدیبیہ میں ادا کرتے ہوئے عشاء کے وقت جدہ پہونچے یہاں مسجد بن لادن ـــــ میں ایک اہم اجتماع تھا اس میں شرکت فرمائی۔ جدہ کے سہ روزہ قیام میں چھوٹے بڑے مختلف اجتماعات ہوئے۔ پٹنی مسجد، مسجد حنفیہ اور دیگر مساجد میں عربوں کے بڑے اجتماعات ہوئے، ۱۴؍ ذی الحجہ منگل میں جدہ سے مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہو کر ظہر کے وقت بدر پہونچے اور شب میں یہاں قیام کے بعد بدھ کی صبح کو مدینہ پاک آمد ہوئی، مدینہ منورہ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کا قیام صوفی اقبال صاحب کے مکان پر اور حضرت مولانا انعام صاحب کا قیام الحاج عبد العزیز

ساعتی کے مکان پر ہوا۔

مدینہ منورہ کے اس اٹھارہ روزہ قیام میں بھی حضرت مولانا کے بیانات کثرت کے ساتھ ہوتے رہے۔ یہاں ہونے والی محنت وجد و جہد کا ثمرہ ونتیجہ ۲ر محرم ۱۳۸۷ھ (مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۶۷ء) میں اس وقت ظاہر ہوا جب حضرت مولانا نے اس تاریخ میں مسجد نبوی شریف سے جماعتوں کو رخصت کیا، موقع و مقام کی عظمت اور اس کے ادب واحترام میں اس وقت حضرت مولانا کی جو کیفیت تھی اس کا اظہار لفظوں میں ناممکن ہے۔

۱۱ر محرم ۱۳۸۷ھ (۲۲ر اپریل ۱۹۶۷ء) شنبہ کو صبح کی نماز کے بعد ملک عبدالحق کی گاڑی میں یہ حضرات مدینہ پاک سے روانہ ہوئے اور رابغ وجدہ ہوتے ہوئے عشاء کے وقت مکہ مکرمہ پہونچ کر رات ہی کو عمرہ کیا۔ ۱۵ر محرم / ۲۶ر اپریل چہارشنبہ کی صبح کو جدہ واپس پہونچ کر قدوائی صاحب کے مکان پر آرام کیا، اور وہاں سے حضرت شیخؒ مع حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب ومولانا ہارون والحاج ابوالحسن ایک ہی گاڑی میں مطارِ جدہ پہونچے اور کراچی کے لیے روانہ ہوگئے، دو دن کراچی میں قیام کے بعد ۱۷ر محرم ۲۸ر اپریل جمعہ کی صبح کو پالم ائیر پورٹ پر اترے حضرت مولانا نے یہاں طویل دعا کرائی اور پھر حضرت شیخؒ کے ساتھ مرکز تشریف لائے۔ اتوار کے دن ان سب حضرات کی سہارنپور آمد ہوئی، اس دن کی نمازِ عصر دارالطلبہ جدید کی مسجد میں ادا کی گئی اور حضرت مولانا نے تقریر کے بعد دعا فرمائی۔ اگلے دن شام چار بجے آپ دہلی کے لیے روانہ ہوگئے۔

پانچواں حج

۱۳ر ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ (یکم فروری ۱۹۶۹ء) شنبہ میں آپ اس سفرِ حج کے لیے دہلی سے بمبئی روانہ ہوئے: مولانا محمد ہارون صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، الحاج دوست محمد صاحب (بمبئی) ________ وغیرہ سفر کے رفقاء تھے: مطار دہلی پر پہونچ کر معلوم ہوا کہ جہاز آنے میں ابھی تاخیر ہے، اس لیے مولانا انعام الحسن صاحب ومولانا محمد عمر صاحب نے ہوائی اڈے کے ایک حصے میں تمام احباب کو جمع کرکے بیان کیا جس پر نقد ایک جماعت بمبئی پیدل جانے کیلئے تیار ہوئی اور مولانا انعام الحسن صاحب کی دعاؤں کے ساتھ یہ جماعت بھی بمبئی کے لیے روانہ ہوگئی۔

بمبئی میں مولانا کا قیام کم وبیش چار یوم رہا، ان ایام میں متعدد اجتماعات ہوکر تشکیل ہوئی، اور

جماعتیں روانہ ہوئیں۔ ذیل میں اس خط کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو مولانا نے بمبئی سے حضرت شیخ کو تحریر فرمایا تھا۔ اس خط میں دہلی سے بمبئی تک ہونے والے سفر کی تفصیل اور وہاں کی دعوتی و تبلیغی مشغولیت و کوشش کا تذکرہ ہے،

.. دہلی کے مطار پر ساڑھے چار گھنٹہ رہنا ہوا لیکن اللہ کے فضل سے وہاں پر ایک چھوٹے سے اجتماع کی شکل بن گئی۔ دو جماعتیں تین تین چلہ کی بن گئیں اور جتنے مسافرین تھے انھوں نے بھی بات سنی۔ طیارہ میں اور بمبئی و دہلی کے مطار پر مسافروں نے بات کی پسندیدگی اور تاثیر کا اظہار کیا، اکثریت غیر مسلمین کی تھی، بندہ نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اگر یہ زندگی بن جائے تو اس سے اس کی اصلی لذت سامنے آجائے گی، سوائے طیارہ کی ۳ ½ گھنٹہ تاخیر کے الحمدللہ اور کوئی بات پیش نہیں آئی۔ بمبئی میں گیارہ بجے اصلی وقت پر ایک بڑا مجمع پہونچ گیا تھا، لیکن دہلی سے آنے والے اُن مسافروں نے جو بمبئی کے اڈہ پر پہنچ چکے تھے طیارہ کی تاخیر اور ہمارا مطار پر پہونچنا بتا دیا — الحمدللہ ڈھائی بجے بمبئی کے مطار پر بخیریت پہونچ گئے اور تین بجے حاجی دوست محمد کے مکان پر پہونچ گئے۔ انھوں نے ایک مجمع کو کھانے پر مدعو کر رکھا تھا، ان کو کھانا پہلے کھلا دیا، ہم نے تین بجے کھانے پر معذرت کر دی کہ پھر رات کو نہیں کھایا جاسکے گا، مغرب کے بعد کھانا کھایا اور عصر کے بعد خصوصی مجمع سے بات ہوئی۔ اور الحمدللہ اللہ جل شانہ نے بہتر صورت دین کے کام میں لگنے کی ظاہر فرمائی۔ صبح کی نماز سے جامع مسجد میں اجتماع تھا آخر شب میں اذان سے پون گھنٹہ قبل جامع مسجد کے لیے روانہ ہو گئے، شافعی مسجد ہے اول وقت نمازِ فجر ہو جاتی ہے، نماز وہاں جاکر پڑھی اس کے بعد بندہ ہی نے کچھ عرض کیا اور دس بجے ایک کالج میں انگریزی خواص — افسران اور پرنسپل، پروفیسران اور خواص کو جمع کیا گیا تھا۔ پانچ سو کے قریب چیدہ دنیوی حیثیت کے لوگ جمع ہو گئے اس میں بھی بندہ ہی نے ایک گھنٹہ تک کچھ عرض کیا جس سے عام مجمع بہت زیادہ متاثر ہوا۔ رات کو پھر جامع مسجد

میں جماعتوں کی روانگی ہوئی اور کل بھی تمام دن میں چار اجتماع ہوئے۔"

(مکتوب محررہ ۱۶ر ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ)

بمبئی کے اجتماعات اور ان میں حضرت مولانا کی ہونے والی تقریروں اور دیگر مصروفیات کے متعلق جناب الحاج محمد یعقوب صاحب حضرت شیخ رح کو تحریر کرتے ہیں :

"تین روز کے قیام میں حضرات کی خوب مشغولی رہی، کئی اجتماعات ہوئے، عورتوں کے بھی کئی اجتماعات ہوئے۔ اتوار والا اجتماع تو گمان کے خلاف اتنا بڑا ہوگیا کہ جامع مسجد ناکافی ہوگئی اور نماز پڑھنے کی جگہ تک نہ رہی، کئی احباب اطراف کی مساجد میں نماز ادا کرکے پھر واپس آئے۔ جامع مسجد کے اجتماع میں صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کے بعد اور عشاء کے بعد مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ کے بیانات ہوئے۔ دوشنبہ کو بھی عورتوں کے دو اجتماع میں اور عشاء کے بعد ایک بڑے اجتماع میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ کے بیانات ہوئے، حجاج کے مسافرخانہ میں دوشنبہ کی صبح کو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا بیان بھی ہوا، اس کے علاوہ اتوار کے روز ایک خصوصی اجتماع جس میں انگریزی داں جمع تھے ان میں بھی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا بیان ہوا۔"

(مکتوب محررہ ۱۸ر ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ)

۱۶ر ذی قعدہ (۴ر فروری) منگل میں مولانا اپنے احباب کے ساتھ جدہ کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں طیارہ تھوڑی دیر کراچی ٹھہرا، اور مولانا مفتی زین العابدین، الحاج عبدالوہاب صاحب وغیرہ احباب یہاں سے طیارہ میں سوار ہوئے۔ ظہران ہوائی اڈہ پر جہاز رکا تو حضرت مولانا اور ان کے رفقاء نے احرام باندھ کر دوگانہ ادا کیا۔ جدہ کے مطار پر مولانا نے اپنے احباب کے ساتھ نماز مغرب ادا کی اور پھر باہر مجمع میں آکر دعا کرا کر قدوائی صاحب سفیر ہند کے مکان پر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر یہاں قیام فرما کر شب میں تین بجے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔

حضرت مولانا بمبئی، کراچی اور مکہ مکرمہ کی روداد سفر حضرت شیخ رح کو ایک مکتوب میں اس طرح تحریر کرتے ہیں،

"ہم لوگ راحت اور عافیت کے ساتھ رات کو غروب سے پانچ گھنٹہ بعد مکہ مکرمہ پہونچ گئے، ظہر کی نماز کراچی کے مطار پر پڑھی، وہاں پر کثیر مجمع تھا اور بھائی فرید موٹر لے کر طیارہ پر پہونچ گئے تھے، حسب سابق بغیر مصافحہ کے کچھ بات اور دعا ہوئی اور ظہر کی نماز قصر پڑھ کر طیارہ پر آ گئے۔ ظہران کے مطار پر ڈاکٹر اسماعیل ملے بس ان ہی کو اندر مسافروں تک آنے کی اجازت ملی، ریاض پر عصر کی نماز پڑھی اور عین غروب کے وقت جدہ پہونچے۔ مطار پر نماز مغرب پڑھ کر اندراجات ضروریہ سے فارغ ہو کر جس میں ایک گھنٹہ صرف ہوا، قدوائی صاحب کے مکان پر گئے، ان کے یہاں چائے پی، پھر ہمشیرہ سعدی کے گھر گئے وہاں پر مولوی داؤد مع اپنی خوش دامن کے تشریف لائے ہوئے تھے۔

بندہ نے طیارہ میں کھانا نہیں کھایا تھا۔ جہاز میں جب کھانا لایا گیا تو بندہ نے دریافت کیا کہ مرغی جو کھانے میں تھی کہ یہ ذبیحہ ہے یا نہیں تو انھوں نے ——— لاعلمی کا اظہار کیا تو بندہ نے واپس کر دیا۔ اس لیے ہمشیرہ سعدی کے یہاں کھانا کھایا، اور عشاء کی نماز حدیبیہ کی مسجد میں پڑھی۔ پانچ بجے سعدی کے گھر ہوتے ہوئے کہ وہ راستہ میں پڑتا تھا صولتیہ پہونچے، یہاں سب کھانے میں منتظر تھے شیخ سلیم بھی دسترخوان بچھائے بیٹھے تھے خاموشی سے کھانے میں شریک ہو گئے صبح کو ناشتہ سے فارغ ہو کر عمرہ کے افعال ادا کئے جس سے ظہر تک فراغت ہوئی ظہر کی نماز پڑھ کر حرم سے واپسی ہوئی۔ پنجشنبہ کو مدرسہ صولتیہ میں ختم بخاری کا اجتماع تھا جس میں بندہ نے مختصر سی بات کی اور دعا ہوئی۔ شام کو شہداء میں اچھا خاصا اجتماع تھا، عرب مہاجرین اور حجاج آئے تھے کل دوشنبہ کو عزیز سعدی کی مسجد کا افتتاح ہے ظہر، عصر وہاں پر پڑھنی ہے، دوپہر کا کھانا اور قیلولہ میں وہاں پر ہی ہے، کل ہی وہ مکمل ہوئی ہے۔" (مکتوب محررہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۴۰۳ھ)

ہمیشہ کی طرح اس سال بھی دعوت و تبلیغ سے تعلق رکھنے والے احباب اور دنیا بھر سے آئے ہوئے جماعتی رفقاء مولانا کی تشریف آوری کے شدت سے منتظر تھے۔ چنانچہ آپ کے پہونچنے

پر مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، جدہ، طائف میں چھوٹے بڑے متعدد اجتماعات ہوئے جن میں کثیر مقدار میں جماعتیں تیار ہو کر دور کے لیے اور دیر کے لیے روانہ ہوئیں۔ نیز ملکوں اور علاقوں کے اعتبار سے بھی بڑے اہم اور مفید اجتماعات ان ایام میں ہوئے۔ چنانچہ ترکی، افریقہ، بنگلہ دیش، نائیجیریا مراکش، الجزائر، شام، سوڈان، تیونس، لیبیا، مصر، کویت، بحرین، دبئی، صومالیہ، حبشہ، تنزانیہ، زامبیا ملاوی، رہوڈیشیا، تھائی لینڈ، ویٹ نام، جاپان، انگلستان، فرانس، فلپائن، فجی، سینی گال ساحل العاج، وغیرہ ملکوں اور علاقوں کے اجتماعات مختلف تاریخوں میں ہوئے۔ جن میں حجاج کی بڑی تعداد اپنے ذمہ دار احباب کے ساتھ شریک ہوئی۔

۹ ذی الحجہ میں ہندوستان پاکستان کے پرانے کام کرنے والے احباب کا ایک خصوصی اجتماع رکھا گیا جس میں حضرت مولانا نے دعوتی تقاضوں اور اس کے لیے قربانیوں کی مقدار میں اضافہ پر زور دیا۔ اسی طرح افریقہ کے کام کرنے والے ذمہ دار احباب اور برما کے ذمہ دار اہلِ تبلیغ میں حضرت مولانا کے بیانات ہوئے، آپ نے کام کو مضبوطی سے سنبھالنے اور اصولوں کے مطابق کام کرنے کی ان سب حضرات کو ترغیب دی۔ اس جماعتی نقل و حرکت کے ساتھ ساتھ اہلِ عرب کا رجوع بھی بہت کثرت سے ہوا۔ علماء و مشائخ بھی اجتماعی و انفرادی طور پر ملاقات کے لیے آتے رہے۔ ان ملاقاتوں کی تفصیلات مولانا اپنے مختلف گرامی ناموں میں حضرت شیخ رح کو اس طرح لکھتے ہیں:

> "الحمد للہ عالم کے مختلف طبقات اور افراد سے اچھی خاصی ملاقات ہوئی اور عرب میں بھی استقبال پایا گیا۔ آج شیخ حرم بن حمید کے یہاں جانا ہوا، ان کی طرف سے خواہش پہونچی تھی کہ وہ بندہ سے ملنا چاہتے ہیں، اس بنا پر آج حاضری ہوئی، کچھ کتابیں بھی مرحمت فرمائیں۔
>
> گذشتہ رات ایک خالص عرب کے یہاں دعوت تھی جس میں انھوں نے ۵۰ - ۲۵ عرب کو مدعو کر رکھا تھا۔ دو گھنٹہ تک ان سے بات ہوئی، اونچے طبقہ کے لوگ تھے۔ سب بہت متاثر ہوئے اور کچھ محنت کرنے کے ارادے کیے ہندوپاک آنے کے ارادے بھی کیے ہیں۔

تونس کے ایک شیخ بھی تشریف لائے۔ اور خود پوچھتے پوچھتے تشریف لائے اور خود پوچھا کب آئے، بندہ نے عرض کیا کہ دو روز ہوئے۔ توان کے ساتھی نے بتایا کہ شیخ کے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ دو روز آئے ہوئے ہو گئے، انھوں نے فرمایا کہ پانچ برس سے حج کو آرہا ہوں، طبیعت کھلتی نہیں تھی اب طبیعت کھلی ہے اور تم سے محبت ہو گئی ہے، یہ تمہارا کام عالمی ہے عالم میں دین پھیلے گا اور اس کا وقت آگیا ہے اور بہت اپنی منامات وکرامات سناتے رہے۔

آج یکشنبہ ۲۶ ذی الحجہ کو ایک ترکی بہت بڑے شیخ کو صبح ناشتہ پر بلایا تھا، بہت متاثر ہوئے۔ الحمد للہ اس مرتبہ علماء و مشایخ سے ملاقاتیں خوب رہیں، اللہ جل شانہٗ قبول فرمائے۔"

۱۹ ذی قعدہ جمعرات ۶ فروری میں مدرسہ صولتیہ میں تعلیمی اختتام کی سالانہ تقریب منعقد ہوئی، اس سال ابن کثیر، جلالین، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہ کتب تفسیر و حدیث کا اختتام مولانا نے کرایا، اور پھر فارغین نے علم اور اس کے تقاضوں پر عمل اور دعوت والے مبارک عمل میں اشتغال پر زور دیا۔ مولانا کا یہ بیان اردو میں ہوا جسکی عربی ترجمانی مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی نے کی۔

قدیم معمول کے مطابق آج مسجد شہداء میں اجتماع بھی تھا جس کے لیے حضرت مولانا مع احباب وہاں تشریف لے گئے۔ اس اجتماع میں مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ حضرت مولانا نے بیان فرمایا اور کتاب حیاۃ الصحابہ سنائی۔ اگلے دن بعد فجر حضرت مولانا کا دوسرا بیان ہوا، جس میں اکثریت عربوں کی تھی۔ معمول سے بڑھکر یہ اجتماع کامیاب رہا، حاضرین کی تعداد بھی زیادہ تھی اور نکلنے والے احباب کے نام بھی بڑی مقدار میں آئے۔ شب میں یہاں قیام کے بعد اگلے دن جمعہ کی صبح میں جناب الحاج بھائی سعدی صاحب کے مکان پر ناشتہ کیا اور پھر قبرستان جنت المعلیٰ تشریف لے گئے۔

۲۳ ذی قعدہ (۱۰ فروری) پیر میں مولانا اور ان کی معیت میں تمام رفقاء جن میں احباب ہندوپاک کے علاوہ عرب بھی بڑی تعداد میں تھے، مسجد الرحمۃ کے افتتاح کے لیے تشریف

لے گئے۔ یہ مسجد جناب الحاج بھائی سعدی صاحب نے اپنی نگرانی میں تعمیر کرائی تھی۔ حضرت شیخ اس افتتاحی تقریب کے متعلق اپنے روزنامچہ میں لکھتے ہیں:

"آج ظہر کی نماز میں قاضی عبدالقادر کی امامت میں سعدی کی مسجد کا افتتاح ہوا، اس کے بعد سعدی کے یہاں سب کی دعوت تھی، کھانا کھا کر سو گئے۔ عصر کی نماز اسی مسجد میں مولوی انعام نے پڑھائی، اس کے بعد ان کی تقریر ہوئی جس میں محلہ کے لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا۔"

۷ر ذی الحجہ ۲۵ر فروری منگل میں حضرت مولانا ایک بڑے قافلہ کے ساتھ ارکانِ حج کی ادائیگی کی نیت سے منیٰ کے لیے روانہ ہوئے۔ حج کی نیت کے ساتھ احرام باندھتے ہوئے آپ پر عجیب قسم کی بے چینی اور گریہ وزاری کی کیفیت طاری ہوئی جس سے جملہ حاضرین بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ میدان عرفات میں حضرت مولانا اور ان کے تمام رفقاء کے کھانے کا نظم جناب بھائی سعدی کی طرف سے تھا۔ اس سے فارغ ہو کر کچھ دیر آرام کے بعد نماز ظہر پڑھی گئی اور پھر حضرت مولانا نے مختصر بیان فرما کر بہت طویل رقت آمیز دعا فرمائی۔ دعا کے دوران کسی گذرنے والے حاجی نے حضرت مولانا کا فوٹو لینا چاہا تو آپ نے بہت تیزی کے ساتھ اپنے احرام کا ایک حصہ اپنے منہ کے سامنے کر لیا جس کی وجہ سے وہ مایوس ہو کر واپس چلا گیا۔ حضرت مولانا مع جملہ رفقاء مناسکِ حج کی ادائیگی کے بعد ۱۲ر ذی الحجہ (۲ر مارچ اتوار) میں مکہ مکرمہ واپس ہوئے۔

حضرت مولانا نے مناسکِ حج سے فراغت پر حضرت شیخ رح کو جو گرامی نامہ تحریر کیا اس میں منیٰ، عرفات، اور مزدلفہ کی تفصیلات اس طرح تحریر فرمائی:

"الحمدللہ ثم الحمدللہ آج گیارہ ذی الحجہ جمعہ کی صبح کو طواف زیارت سے بھی فراغت ہو گئی اور محض اللہ جل شانہ کے فضل و کرم سے بہت عافیت و سہولت کے ساتھ حج پورا ہو گیا، اگرچہ اس مرتبہ لوگوں نے بہت ڈرا رکھا تھا کہ سیلاب کی وجہ سے سڑکیں تمام خراب ہو گئی تھیں اور معلم بھی کہتا تھا کہ اس مرتبہ امور طرق میں پانچ خراب ہو گئیں، لیکن الحمدللہ عام طور سے کوئی خرابی نہیں ہوئی۔

۸ر ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ سے چار بجے چل کر ایک گھنٹہ میں منیٰ پہونچ گئے اور منیٰ سے

۹ کو دو بجے چل کر تین بجے عرفات پہونچ گئے، عرفات سے شام کو پونے ایک بجے چل کر سوا گھنٹہ میں مشعر حرام کے قریب ایک کھلی کشادہ جگہ جس کے قریب پانی کے بھی کئی نل تھے. جگہ ملی اور الحمد للہ صبح کو وقوف مزدلفہ کے بعد منیٰ پہونچنے تک تین گھنٹے لگے جس میں اپنے مکان تک پہونچ گئے. وہ مکان جس میں جناب والا کے ہمراہ قیام تھا' اس سے اوپر کا حصہ اس مرتبہ ملا' ایک کمرہ میں بندہ اور ہارون' مولوی محمد عمر' حاجی دوست محمد بمبئی والے قریشی صاحب اور ایک ان کے ہمراہی ہیں، کل عصر کے بعد منیٰ میں مولانا اسعد صاحب ہماری قیام گاہ پر تشریف لائے تھے، معلم کی ہمیں ضرورت نہیں تھی البتہ حج کے لیے ضرورت تھی جس میں مکی مرزوقی ہی ہم لوگوں نے کیا. اس مرتبہ خارج مملکت سے آنے والے حجاج کی مقدار سابقہ کئی سالوں سے بہت زیادہ ہے.

حج الحمد للہ امسال بہت سہولت کے ساتھ ہوا. مزدلفہ میں بھی سردی نہیں تھی عام خیال اس مرتبہ سردی اور خنکی کا تھا لیکن رات بہت سہانی اور معتدل رہی، عرفات میں عصر کے بعد بہت گہری سیاہ گھٹا اٹھی تھی جس سے پہلے جانے والے لوگ تو گھبرا گئے تھے لیکن چند بوندیں پڑ کر مطلع صاف ہو گیا. بندہ نے حج سے پہلے اور حج کے بعد حضرت والا کی طرف سے طواف کئے ہیں ــــ اور دعائیں بھی مسلسل اپنی سعادت سمجھ کر کرتا رہتا ہوں"

(مکتوب محررہ ۱۶؍ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ)

مکہ مکرمہ کے اس قیام میں حضرت مولانا کا معمول یہ رہا کہ نمازِ مغرب سے ایک گھنٹہ قبل حرم شریف جاکر بعدِ نمازِ عشاء عربی تین بجے واپس ہوتے. اس عرصہ میں نمازِ مغرب اور عشاء سے قبل وقت اور سہولت کے اعتبار سے عموماً دو تین طواف فرماتے. عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر تمام احباب حضرت مولانا کے پاس حرم شریف میں جمع ہو جاتے اور اجتماعی مشورہ ہوتا. اس سفر میں ایک جدید معمول حضرت مولانا نے یہ اپنایا کہ رات کا کھانا ملتوی کر دیا' احباب نے اس کے متبادل ایک مختصر مجلس متفرق اشیاء کباب، سموسے وغیرہ کی کرنی چاہی تو مولانا نے اس کو بھی منع فرما دیا.

اس مرتبہ آپ کا قیام مدرسہ صولتیہ میں "دیوان" میں رہا۔ مولانا محمد ہارون صاحب آپ کے ساتھ یہاں قیام فرما رہے، دونوں وقت کھانے کے نگراں اور منتظم الحاج دوست محمد صاحب (بمبئی) تھے، دسترخوان بہت وسیع لگتا۔ جس میں مقامی احباب واعزہ کے علاوہ آنے والے عرب حضرات بھی شریک ہوتے تھے۔

مدینہ منورہ روانگی

۲۳؍ ذی الحجہ مطابق ۱۳؍ مارچ جمعرات کی صبح میں حضرت مولانا کی ایک بڑے قافلہ کے ساتھ مدینہ منورہ روانگی ہوئی، مکہ مکرمہ سے روانگی کا منظر جناب بھائی سعدی اپنے مکتوب میں حضرت شیخؒ کو اس طرح تحریر کرتے ہیں،

"جمعرات میں حضرت ماموں جان صاحب مدظلہ العالی و بھائی ہارون صاحب مع باقی رفقاء کرام مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ حضرت جی بھائی ہارون، ملک عبدالحق صاحب کی گاڑی میں باقی رفقاء تین ٹیکسیوں اور ایک بس میں روانہ ہوئے۔ چلتے ہوئے حضرت جی نے دعا فرمائی۔ اور پرانی یادوں کو تازہ کر کے دل کے زخم ابھار دیئے، دعا میں سب بہت روئے۔ اس سرزمین مقدس کا فراق چلنے والوں پر گہرا اثر ڈالے ہوئے تھا، یہاں والوں... بھی بزرگان دین کا فراق بڑا شاق تھا۔"

حضرت مولانا اشراق کے وقت مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر کچھ دیر بدر ٹھہرتے ہوئے عصر کے قریب مدینہ منورہ پہونچے۔ نماز عصر و مغرب مسجد نور میں اور نماز عشاء مسجد نبوی شریف میں ادا کی اور اسی وقت بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام پیش کیا۔

مدینہ منورہ پہونچنے کی تفصیل حضرت مولانا اپنے گرامی نامہ میں حضرت شیخؒ کو ان الفاظ کے ساتھ تحریر کرتے ہیں،

"الحمدللہ پرسوں پنجشنبہ ۲۳؍ ذی الحجہ ۱۳؍ مارچ میں شام کو عصر کے بعد۔۔ مدینہ منورہ بعافیت وراحت پہونچ گئے، فللہ الحمد والمنۃ مکہ مکرمہ سے اشراق کے وقت صبح پون نبجے روانہ ہوئے۔ اور ۶ بجے بدر پہونچ گئے۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد کھانا کھایا اور ایک گھنٹہ آرام کیا، پونے ۹ بجے بدر سے روانہ ہو کر ۱۰½ بجے اس پاک شہر میں اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے پہونچا دیا

اللہ جل شانہٗ اس حاضری کو قبول فرمائے، ملک عبدالحق کی گاڑی میں آنا ہوا جس میں بندہ، ہارون، مولوی عبیداللہ، مولوی سعید، مفتی زین العابدین، مولوی محمد عمر صاحب، قریشی صاحب تھے، ملک صاحب خود ڈرائیور تھے، ایک سات نفری ٹیکسی ہمراہ تھی، جس میں افضل قاضی جی وغیرہ تھے ——— ہر ایک ہماری گاڑی میں چلنے کا شوق رکھتا تھا، لیکن جگہ کی تنگی کی وجہ سے پیچھے چھ نفر بڑے اور ایک بچہ مولوی عبیداللہ کا تھا، اگلی سیٹ پر قریشی صاحب اور محمد عالم سے بہت راحت کے ساتھ آئے۔ قیام مسجد نور میں ہے۔ بندہ، مولوی ہارون مولوی محمد عمر، مولوی سعید کے مکان پر مقیم ہیں۔ برابر والے میں قاضی جی مفتی زین العابدین افضل، مولوی عبیداللہ ہیں۔ قریشی صاحب ابراہیم عبدالجبار یحییٰ کے مکان میں ہیں جماعات مسجد میں ٹھہری ہوئی ہیں۔ ملک عبدالحق کی گاڑی موجود ہے۔ کل جمعہ کی نماز کے بعد علوم شرعیہ میں سید محمود صاحب کی خدمت میں حاضری کی نیت سے گیا تھا لیکن بندہ کے جانے سے قبل وہ تشریف لے جا چکے تھے۔ مولانا انعام کریم صاحب سے ملاقات ہوئی، انھوں نے اپنے کمرہ کی پیش کش فرمائی کہ میں تنہا ہی ہوں جب چاہیں آجائیں، ایک کنجی تجھے دے دوں۔ بندہ نے عرض کر دیا کہ جب ضرورت ہوگی حاضر ہو جایا کروں گا۔ حجاج وزائرین کا ہجوم ہے لیکن کل جمعہ کے بعد سے روانگی ہو رہی ہے، بہت سے چلے گئے ہیں اور بہت جا رہے ہیں، اب ہجوم کم ہوتا جا رہا ہے، صلوٰۃ وسلام عرض کر دیا ہے۔"

(اقتباس مکتوب محررہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ)

معمول کے مطابق امسال بھی مدینہ منورہ کا سالانہ اجتماع یکم، ۲، ۳ محرم ۱۳۸۹ھ ۲۰، ۲۱، ۲۲ مارچ میں مسجد نور میں منعقد ہوا، شرکاء کی کثرت کی وجہ سے مسجد میں جو شامیانے نصب کیے گئے تھے وہ بھی کم رہ گئے اور اندازہ سے بہت زیادہ آمد کی وجہ سے جگہ بھی ناکافی ہوگئی۔

حضرت مولانا اس ہونے والے اجتماع کی تفصیل حضرت شیخ رحمہ اللہ کو اپنے مکتوب میں اس طرح لکھتے ہیں:

"مدینہ منورہ کا اجتماع الحمدللہ بخیر وخوبی پورا ہوگیا۔ اس مرتبہ عرب اچھے خاصے جڑے رہے اور ذوق کے ساتھ بات کو سنا اور شوق سے تشکیل میں بھی حصہ لیا مجمع بھی اس مرتبہ سابقہ تمام اجتماعات سے زیادہ تھا۔ تودیع جماعات کے وقت کچھ افسران بھی شریک تھے۔ ۲۸ جماعات رخصت ہوئیں۔ ۲۰ جماعتیں دوسرے ممالک کے لیے روانہ ہوئی، اور آٹھ جماعتیں اندرون مملکت میں چلہ کی روانہ ہوئی۔ کل ہفتہ واری اجتماع مسجد نور میں بھی ایک جماعت خالص عربوں کی ۱۲ نفر کی تین روز کے لیے روانہ ہوئی۔ اور آج صبح ایک گاؤں میں مولوی عزیز عالم کے ہمراہ روانہ ہوگئی، اجتماع کے دنوں میں ساتھیوں کو مجمع کی کثرت کی بنا پر مختلف جگہوں پر تقسیم کرنا پڑا، عرب حضرات کثرت سے شریک رہے۔ مسجد نور باوجود شامیانوں کے ناکافی ہوگئی تھی، ان کو مسجد میں رکھا ساتھیوں کو ایک دوسری مسجد اور رباط بھوپال اور عبدالعزیز کے مکان میں رات کو بھیجنا پڑا۔"

حضرت شیخ رحؒ کی اپنی یادداشت سے بھی اس اجتماع کے متعلق بعض معلومات ملتی ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

"اجتماع مدینہ منورہ مسجد نور میں پنجشنبہ کی شام سے شروع ہوا مولوی انعام مولوی محمد عمر، مفتی زین العابدین وغیرہ کی تقاریر ہوتی رہیں۔ شنبہ کی صبح کو اشراق کے بعد سے مسجد نبوی میں الوداعی اجتماع ہوا، اول بھائی عبدالوہاب نے دیر تک مجمع کو جمع کرنے کے لیے تقریر کی، پھر مولوی سعید خاں نے ایک گھنٹہ ہدایات اس کے بعد مولانا انعام الحسن صاحب نے اختتامی دعا تقریباً نصف گھنٹہ کی، پھر مصافحہ کیا، دعا میں مجمع پر تاثر بہت تھا اور مجمع رو رہا تھا۔"

اس سفر میں حضرت مولانا اپنے قافلہ کے ساتھ مقامات متبرکہ مسجد فضیخ، بستان حضرت سلمان فارسیؓ، مسجد شمس، مسجد قبا، اور شہدائے احد کی زیارت کے لیے بھی تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ رحؒ کو اپنے گرامی نامہ میں تحریر کرتے ہیں:

"آج ۱۱ محرم شنبہ کو صبح زیارت کے لیے گئے تھے، بنو قریظہ، بنو نظیر۔۔۔

بنو قینقاع کے مواضع دیکھے، بنو قینقاع کے قلعہ کے نشانات پہاڑ پر تھے وہ پہاڑ پر چڑھ کر دیکھے۔ بستان سلمان فارسی وغیرہ بھی گئے اب تک ان جگہوں کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی تھی، تغیرات اس سرعت کے ساتھ ہو رہے ہیں کہ حد نہیں ــــ اس لیے اس مرتبہ خیال ہوا کہ زیارتیں اچھی طرح کرلی جائیں اس وقت بتانے والے بھی موجود ہیں۔ حضرت سلمان کے باغ میں دو درخت وہ ہیں جو حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پودوں کے بچے ہیں اور ان ہی کی نسل ہیں۔"

۱۵ رمحرم ۲ ر اپریل بدھ میں آپ کی مدینہ منورہ سے واپسی ہوئی، ذوالحلیفہ میں احرام باندھا بدر میں نمازِ ظہر ادا کر کے ــــ کھانا کھایا گیا۔ بعد نمازِ عصر شہداء بدر کی زیارتیں کی، اور پھر وادیٔ فاطمہ کے راستہ سے چل کر شب میں مکہ مکرمہ پہونچ کر ملک عبدالحق صاحب (والد ماجد مولانا عبدالحفیظ صاحب) کے مکان پر قیام ہوا۔

۲۲ رمحرم میں بعد نماز عصر مسجد بن لادن میں اجتماع ہوا، جس میں مولانا اسماعیل گودھرا نے عربی میں بیان کیا، پھر حضرت مولانا نے اختتامی بیان فرما کر دعا کی۔

۲۳ رمحرم (۱۰ ر اپریل) میں مکہ مکرمہ سے روانگی ہوئی۔ تمام احباب و رفقاء رخصتی ملاقات کے لیے مدرسہ صولتیہ میں جمع ہو گئے تھے۔ مدرسہ کے دروازہ پر آپ نے بہت رقت آمیز آواز میں الوداعی دعا کرائی، جس کا حاضرین پر گہرا اثر ہوا۔ اور یہ دعا گریہ وزاری میں بدل گئی۔

۲۴ رمحرم ۱۱ ر اپریل جمعہ میں جدہ سے کراچی پہونچ کر تبلیغی مرکز مکی مسجد تشریف لائے یہاں استقبال اور انتظار کرنے والوں کا بہت بڑا مجمع موجود تھا، مقامی احباب نے حضرت مولانا کی آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تین دن کا ایک اجتماع بھی یہاں رکھ لیا تھا۔ حضرت مولانا نے بعد مغرب ان میں بیان فرما کر دعا کی، اگلے دن مولانا شبیر علی صاحب تھانوی کی تعزیت کے لیے ان کے مکان پر گئے۔ نیز مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی، مولانا مفتی شفیع صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب بنوری سے ان کی قیامگاہوں پر ملاقات کی اور شام کو بعد نماز عصر نکاحوں کی اہمیت اور ان میں سادگی کی ضرورت پر بیان فرما کر متعدد نکاح پڑھائے۔ بعد مغرب مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بعد حضرت مولانا کا بیان ہوا۔ یہ بیان جو عمومی مجمع میں تھا دعوت کی اہمیت اور اس میں سادگی

اور اخلاص کے عنوان سے ہوا۔

۲۷ محرم (۱۴ اپریل) میں حضرت مولانا نے بعد نماز فجر مختصر بیان فرما کر اختتامی دعا فرمائی۔ اور جماعتوں سے مصافحہ کیا اور پھر فوراً ہی ائیرپورٹ کے لیے روانہ ہو کر ۱۱ بجے کے طیارہ سے دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

چھٹا حج

۱۹ ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ (۱۸ جنوری ۱۹۷۱ء دوشنبہ) کی صبح کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی معیت و سرپرستی میں دہلی سے اس سفر حج کا آغاز ہوا۔ روانگی سے قبل آپ نے مرکز کے تمام خواص اور مقیمین کو جمع فرما کر نصائح فرمائیں۔ دوران تقریر آپ پر گریہ و بکا کی عجیب کیفیت طاری تھی، آواز گلے میں رک رک جاتی تھی۔ اس موقع پر آپ نے تصحیح نیت، شیطان کے مکر و فریب سے اپنی حفاظت حق تعالیٰ شانہٗ کی صمدیت اور اپنے آپ کو عمل میں مشغول رکھنے کے متعلق جو زریں اور قیمتی نصائح فرمائیں انکو مولوی عبد السلام دیوبندی کی بیاض سے یہاں پیش کیا جاتا ہے فرمایا،

"بھائیو! دیکھو ہم جا رہے ہیں ایک نیت لے کر اور وہ نیت بہت اونچی ہے" یعنی دین کی نیت ہے۔ اللہ کے گھر کی حاضری ہو رہی ہے اس میں تم ہماری مدد کرو اور مدد یہ ہے کہ انھیں کاموں میں لگے رہو جس کے لیے ہم جا رہے ہیں ہمارا دشمن شیطان اپنے داؤ پیچ پر لگا ہوا ہے۔ دیکھو! ذرا سی بات ہے اگر اس پر عمل کرو گے تو دنیا و آخرت میں کام دے گی۔ وہ یہ کہ اپنے کو کام کا ذمہ دار تو سمجھو لیکن حق دار نہ سمجھو، شیطان یہی اڑنگا تا ہے کہ حق دار سب اپنے آپ کو سمجھنے لگتے ہیں اور ذمہ دار اپنے آپ کو کوئی نہیں سمجھتا۔ ہر شخص کی فکر یہ ہو کہ مجھے سارے کام کا ذمہ دار سمجھ کر سب کاموں میں لگنا ہے اور کسی چیز میں اپنا حق نہیں سمجھنا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کو یہی بات بتلائی تھی۔

بھائیو! خدائے پاک کے یہاں سے لینے کا یہی راستہ ہے۔ ورنہ سب بیکاری ہے۔ خدائے پاک کے ساتھ ہر ایک کا معاملہ ہے اور جو خدا کے ساتھ کا معاملہ نہ رکھے وہ زیادہ دن چلنے والا نہیں۔ قرآن پاک میں ہے کہ قیامت کے دن۔ اعلان کیا جائے گا وامتازوا الیوم ایھا المجرمون اے مجرمو! آج الگ

ہو جاؤ۔ اس لیے ہر ایک کا اپنا اپنا معاملہ ہے (اس آیت کو پڑھتے وقت ــــ حضرت جی پر بہت گریہ طاری ہوا) بھائیو! اور بچو ہمت سے لگے رہو، اللہ کی طرف سے جو دروازہ کھلتا ہے اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا ہے البتہ جھیلنا پڑتا ہے تب دروازہ کھلتا ہے، بڑے ڈرنے کی بات ہے خدائے پاک غنی ہیں صمد ہیں۔ وہ جب کام کرانا چاہیں تو ایسے ایسے سے کرا لیتے ہیں کہ تصور بھی نہیں ہوتا۔ یہ رسمی باتیں نہیں ہیں یہ حقائق ہیں ہم اس زعم میں نہ رہیں کہ ہم کر رہے ہیں، کیا پدّی کیا پدی کا شوربہ، چاہے میں خود ہی کیوں نہ ہوں ہم کام کی برکت کو اپنا کمال سمجھ بیٹھے، ہمیں کون پوچھتا ہے، یہ سب کام کی برکت ہے، ہم اپنے آپ کو متبرک سمجھ بیٹھے یہ بڑے خسارے کا راستہ ہے، ہماری گاڑی تو صرف کام سے چل رہی ہے عمل کرنے سے مجھے بھی فائدہ ہوگا اور تمہیں بھی فائدہ ہوگا ــــ نہیں تو اپنا ہی نقصان ہے۔ اپنی تکلیف ہو اپنا مجاہدہ ہو اور اپنا کوئی مطالبہ نہ ہو، ذمہ داری سے کر رہا ہو، دوسروں کی برداشت کر رہا ہو یہ وہ اوصاف ہیں کہ اس سے دوسروں کے لیے بھی دروازے کھل جائیں گے، ہم تگڑم لڑائیں اور سمجھیں کہ خدائے پاک کی مدد ہوگی۔ یہ اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالنا ہے اگر نخوت میں لپے اور ناک کے چکر میں رہے تو پھر بہت مشکل ہوگی۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہم خود ہی اپنا مقام طے کر لیں اور پھر اس مقام کے مطابق کوئی آدمی ہمارے ساتھ معاملہ نہ کرے تو اس سے لڑائی کر لیتے ہیں اپنے لیے مقام تجویز کرتے ہیں اور پھر اس کے نامناسب کوئی بات پیش آتی ہے تو لب کشائی کرتے ہیں۔

میرے بھائیو، عزیزو! یہ دکھ کی چیزیں ہیں اور مجبوراً کہنی پڑتی ہیں (حضرت جی کے ان جملوں پر منشی بشیر احمد صاحب اور منشی اللہ دتا صاحب رو رہے ہیں) اس تقریر کے بعد حضرت مولانا نے تمام مقیمین اور اساتذہ وطلبہ سے مصافحہ کیے اور پھر دعا کرائی۔“

(از بیاض مولانا عبدالسلام صاحب پونہ)

دہلی سے یہ سفر براہ بمبئی ہوا تھا' اس لیے یہاں تین یوم قیام کے بعد ۲۲ ذی قعدہ ۲۱ جنوری جمعرات میں ایسٹ افریقن ایرویز سے شام سوا تین بجے پرواز کر کے کراچی پہونچے۔ دو یوم یہاں مکی مسجد میں قیام رہا' اس کے بعد جدہ روانگی ہوگئی۔

یہاں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی آپ بیتی سے اختصار و تلخیص کے ساتھ دہلی سے مکہ مکرمہ تک کی سرگذشت سفر نقل کی جاتی ہے' تحریر فرماتے ہیں:

"۱۸ جنوری کو ۹ بجے دہلی سے پرواز تھی اس لیے صبح آٹھ بجے بھائی کرامت کی گاڑی میں جس کی طیارہ تک لے جانے کی اجازت انھوں نے لے رکھی تھی سوار ہو کر مطار پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ طیارہ تو ابھی دہلی بھی نہیں پہونچا' اس لیے زکریا اپنی کار میں بیٹھا رہا اور مولانا انعام صاحب نے کار سے باہر کھڑے ہو کر دعا کرائی' مولوی انعام صاحب نے میری کار میں ایسے لوگوں کو تجویز کیا جو آگے جانے والے نہ ہوں اور خود مع زبیر ہارون کے میری کار سے اتر گئے' اور یہ ناکارہ کار میں صرف سلمان' شاہد کے ساتھ طیارہ تک پہونچا۔ سوا دس بجے طیارہ دہلی سے چل کر ۱۲ بجے بمبئی پہونچا' وہاں مولوی انعام صاحب نے اول بڑی طویل دعا کرائی' ان دنوں میں بمبئی شہر کالرہ کی زد میں تھا' اس لیے کوئی بھی طیارہ حاجیوں کو بمبئی سے لے کر نہیں جا رہا تھا' اس لیے مولانا الحاج انعام الحسن صاحب نے کراچی ٹیلی فون کرایا کہ یہاں سے جدہ کے لیے جہاز والوں کی پرواز بند ہے کوئی صورت ایسی کر لی جائے کہ ہم بمبئی سے کراچی کے راستہ جدہ جا سکیں۔ کراچی سے بھائی یوسف صاحب رنگ والوں کا ٹیلی فون ملا' کہ آپ سب حضرات کسی بھی جہاز سے کراچی آجائیں یہاں سے جدہ روانگی بہت آسان ہے ہم لوگوں کے پاس کراچی کا ویزا نہیں تھا۔ جناب الحاج محمد یعقوب صاحب اور دیگر احباب کو اللہ جل شانہٗ بہت جزائے خیر عطا فرمائے ___ کہ انھوں نے بمبئی سے کراچی کے لیے ویزا حاصل کر لیا اور پھر پنجشنبہ ۲۱ جنوری ۱۹۷۱ء میں کراچی کے لیے روانہ ہوئے اور پانچ بجے کراچی پہونچے' کراچی

میں چونکہ کوئی اطلاع ہماری نہیں تھی، اس لیے مطار کے اندر کوئی نہیں پہونچا، اتنے ہم باہر پہونچے، بہت سے احباب مطار پر جمع ہو گئے، عصر کی نماز کسٹم کے میدان میں پڑھی، اس کے بعد کی مسجد پہونچ گئے۔ شب جمعہ میں مولوی انعام، مولوی محمد عمر وغیرہ نے تقریریں کی۔

۲۵ ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ (۲۲ جنوری ۱۹۷۱ء شنبہ) میں کراچی سے چل کر نماز ظہر سے ایک گھنٹہ قبل جدہ پہونچے، کسٹم میں ڈاکٹر محمد اسماعیل اور بہت سے احباب مل گئے۔ عبدالحفیظ کی گاڑی میں جدہ کے مطار کی مسجد میں پہونچ کر جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ بعض احباب جدہ نے اپنے یہاں لے جانے پر اور بعض دوستوں نے سیدھے مکہ مکرمہ جانے پر اصرار کیا مگر زکریا نے کہہ دیا کہ اتنے مولوی انعام صاحب مطار سے نہ آئیں اتنے تو یہیں انتظار کرنا ہے۔ ظہر کے بعد مولوی انعام بھی مسجد پہونچ گئے، اور پھر مولوی انعام صاحب اور زکریا صوفی اقبال بھائی یحییٰ مدنی بذریعہ ٹیکسی جدہ سے مکہ روانہ ہو کر عزیز سعدی کے گھر پہونچے، زکریا نے مولوی انعام صاحب وغیرہ کے لیے چائے تیار کرنے کا تقاضا کیا تاکہ حرم شریف کی عصر سے پہلے فراغت ہو جائے۔ پھر سعدی کے گھر سے حرم شریف جاکر نماز عصر پڑھ کر صولتیہ پہونچے، عزیز ہارون وغیرہ مغرب کی اذان تک کسٹم میں محبوس رہے اور مغرب کے بعد عبدالحفیظ کی گاڑی میں مکہ مکرمہ پہونچے۔''

۷ ذی الحجہ (۴ فروری جمعرات) میں حضرت شیخ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب ایک بڑے قافلہ کے ساتھ مناسک حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ روانہ ہوئے۔ سید مکی مرزوقی ان حضرات کے معلم تھے ــــــــ ۱۳ ذی الحجہ کو آخری رمی سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ روانگی ہوئی۔ ایام حج میں تقریباً تمام معلموں کے خیمے میں تبلیغی اور تعلیمی حلقے ہوتے رہے، جماعتوں کا زیادہ تر قیام مسجد خیف میں رہا اور وہیں سے جماعتیں اپنے اپنے حلقوں میں آتی جاتی رہیں، حج سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ کے بارہ روزہ قیام میں ملکی اور علاقائی اجتماعات بھی کثرت سے ہوئے جن میں بحرین، کویت، افریقہ، انگلینڈ، نائیجیریا، یوگنڈہ، کیمرون اور برما کے اجتماعات خاص طور

پر قابلِ ذکر ہیں۔

مدینہ منورہ روانگی ۲۴؍ذی الحجہ ۲۱؍فروری اتوار کی صبح کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہوکر عصر کے وقت مدینہ منورہ پہونچنا ہوا ——— مدینہ منورہ کے اس چالیس روزہ قیام میں حضرت مولانا اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہما کی دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں ہونے والے مختلف و متعدد اجتماعات میں بڑی مشغولیت اور مصروفیت رہی۔

مدینہ منورہ کا سالانہ اجتماع، اور سہ روزہ مشورہ نیز خیبر کا سفر (جو ایک اجتماع کی وجہ سے ہوا) اس چالیس روزہ قیام کے اہم اجتماعات تھے۔ اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت مولانا ——— انعام الحسن صاحب کی معیت میں ان تمام اجتماعات میں شرکت کی۔

۹؍صفر مطابق ۳؍اپریل میں حضرت شیخ اور حضرت مولانا مع قافلہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آئے اور ایک یوم قیام فرماکر جدہ کے ماہانہ اجتماع (منعقدہ ۵ تا ۷ اپریل ۸ تا ۱۰ صفر) کے لیے جدہ جاکر آٹھ اپریل ۱۱؍صفر کو مکہ مکرمہ واپس ہوئے، ۱۰؍اور ۱۲؍اپریل میں اہل بنگال اور مہاجرین کے دو اجتماعات مدرسہ صولتیہ میں منعقد ہوئے۔ ۱۲؍اپریل دوشنبہ کو مدرسہ صولتیہ میں ایک بڑا اجتماع جس میں سید علوی مالکی، سید حمزہ جیلی، سید رشید فارسی، شیخ غزاوی وغیرہ اعیان موجود تھے منعقد ہوا، یہ حضرات مولانا الحاج محمد سلیم صاحب کی دعوت پر جمع ہوئے تھے، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے اس موقع پر دعوت و تبلیغ کے موضوع پر بڑی اہمیت کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ اور ساکنان حرم کو ایمان و یقین کی اس پونجی اور مایہ کو محفوظ رکھنے کی ترغیب دی جو ان کا اصل سرمایہ ہے۔

۱۶؍صفر مطابق ۱۳؍اپریل منگل میں حضرت مولانا ہندوستان واپسی کی نیت سے جدہ اور وہاں سے اگلے دن بمبئی تشریف لاکر دو یوم قیام کے بعد ۲۰؍صفر مطابق ۱۷؍اپریل شنبہ میں ——— انڈین ایرلائنز کے طیارہ سے دہلی واپس ہوئے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی اس موقع پر ہندوستان واپسی نہیں ہوئی، بلکہ آپ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ——— تشریف لے گئے، مولانا محمد ہارون اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحبان ——— بھی حضرت مخدوم کے ساتھ مدینہ منورہ واپس ہوئے۔

اس سفر میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے پچاس یوم مدینہ منورہ میں قیام فرماکر ہندوستان مراجعت فرمائی۔ مولانا ہارون و مولانا زبیر صاحبان بھی حضرت کے ہمراہ ہندوستان واپس ہوئے

اس موقع پر مدینہ منورہ کے قیام میں حضرت شیخ رح نے مولانا محمد ہارون صاحب کو اجازت بیعت وخلافت مرحمت فرمائی تھی۔

نظام الدین دہلی پہونچ کر حضرت مولانا نے مکہ مکرمہ سے دہلی تک کی تفصیلات حضرت شیخ رح کو تحریر کی تھیں، یہاں اس کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے ؛

"مکہ مکرمہ سے روانہ ہوکر جدہ بخیریت پہونچے، سفر کی کارروائیوں سے فارغ ہوکر شام تک مشورہ ہی میں مشغول رہے جس میں اکثریت کی رائے راستہ میں ٹھہر کر جانے کی تھی، لیکن حضرت والا کی رائے آنے کے بعد پھر نہ ٹھہرنا ہی قرار پایا۔ ڈھائی بجے جدہ سے پرواز ہوئی، چار بج کر دس منٹ پر ظہران پہونچ گئے، ظہران تک مولوی سعید عبد الوہاب بھی ساتھ تھے، ظہران میں جہاز پونے گھنٹہ ٹھہرا، ظہر کا وقت نہیں ہوا تھا، ۵ بجے ظہران سے جہاز روانہ ہوا اور پورے دو گھنٹے میں کراچی کے مطار پر پہونچ گئے۔ مطار پر بھائی فرید الدین پہونچ گئے تھے، مفتی زین العابدین وغیرہ کا بھی ایک بڑا مجمع تھا۔ ظہر کی نماز پڑھی پھر دعا ہوئی۔ بمبئی پہونچ کر کسٹم پر پہلے عصر کی نماز پڑھی اور باہر فارغ ہوکر آکر مغرب کی نماز ادا کی۔ یہاں پر بھی مجمع تھا ـــــ علی میاں بھی تشریف فرما تھے، ہمارا قیام بمبئی میں تین شب رہا۔ شنبہ کی صبح کو پونے سات بجے روانہ ہوکر ۸½ بجے دہلی پہونچ گئے یہاں پر بھی خوب مجمع تھا، اجتماعی دعا ہوکر نظام الدین پہونچ گئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ تنہا واپسی کا بندہ کو بھی قلق ہے اور یہاں آکر اب تک جی نہیں لگا۔ بمبئی اتر کر ایسا معلوم ہوا کہ بحر ظلمات ہے جس میں گھسنا پڑا "۔ (مکتوب محررہ ۲۷ر اپریل از دہلی)

ساتواں حج

۷ر ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ مطابق ۲ر دسمبر ۱۹۷۳ء اتوار میں آپ اس سفر مبارکہ کے لیے دہلی سے روانہ ہوئے۔ دہلی کے ہوائی اڈہ پر آپ نے مختصر بیان کے بعد دعا فرمائی اور احباب سے رخصت ہوکر بمبئی تشریف لے گئے۔ مولانا محمد عمر صاحب مولانا صالح جی افریقہ مولانا محمد بن سلیمان جھانجی وغیرہ نو افراد کا قافلہ دہلی سے آپ کے ہمراہ تھا، نماز ظہر ہوائی اڈہ پر ادا کی گئی۔ الحاج عبد الکریم ماہم والوں کے مکان پر اس مرتبہ قیام ہوا، بمبئی کے تبلیغی کارکنان نے حضرت مولانا

کی آمد پر جامع مسجد میں پرانے کام کرنے والے احباب کا ایک اجتماع طے کر رکھا تھا حضرت مولانا نے بعد مغرب اس میں بیان فرمایا اور جم کر تشکیل کی جس پر متعدد جماعتیں تیار ہوئیں۔

مولانا زبیر الحسن صاحب بمبئی کے اس سہ روزہ قیام کی مصروفیات اور وہاں ہونے والے تبلیغی اجتماعات کے متعلق اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"بمبئی ہوائی اڈہ سے باندرہ پہونچ کر کھانا کھایا اور نماز ظہر ادا کی، چار بجے حضرت جی مدظلہ مستورات کے اجتماع میں گئے اور وہاں بیان کے بعد بیعت فرماکر نماز عصر پڑھ کر واپس قیام گاہ آئے، مغرب بعد کھار جانا ہوا پہلے مولانا محمد عمر صاحب نے بیان کیا پھر حضرت جی مدظلہ کا بیان ہوا شب میں گیارہ بجے اس اجتماع سے فارغ ہو کر کھوکا بازار کی مسجد میں پہونچ کر آرام کیا، اگلے دن صبح دس بجے جامع مسجد گئے جہاں بہت بڑا مجمع موجود تھا یہاں حضرت جی کا پہلے عمومی بیان ہوا پھر نکاحوں کی سادگی اور اس کی شرعی ضرورت پر کچھ دیر بیان فرماکر متعدد ایجاب و قبول کرائے، نماز ظہر تک یہاں مشغولیت رہی اور ظہر پڑھ کر قیام گاہ کھوکا بازار کی مسجد میں پہونچے اور کچھ دیر آرام کیا۔ عشائی نماز کے بعد پھر واپس جامع مسجد پہونچ کر کچھ دیر بیان فرماکر دعا مصافحہ کے بعد جماعتوں کو رخصت کیا۔ ۲۸ دسمبر مطابق ۸ ذی قعدہ کی صبح میں مولانا محمد عمر صاحب کے مکان پر ناشتہ تھا اور شام چار بجے مستورات کا ایک اجتماع بھی تھا حضرت جی دونوں جگہ تشریف لے گئے۔ طبیعت الحمد للہ اچھی ہے اور ہر آنے والے سے اپنی بات خوب کر رہے ہیں۔"

(مکتوب محررہ ۷ ذی قعدہ ۲۷ دسمبر از بمبئی)

مولانا نے ۸ ذی قعدہ (۲۸ دسمبر) منگل میں بمبئی سے دبئی اور یہاں سے ۲۹ دسمبر کو شارجہ پہونچ کر مسجد سیدنا علی ابن ابی طالب میں قیام فرمایا اور اجتماع میں شرکت کی۔ اگلے دن شارجہ سے ابوظبی آکر مسجد درویش بن کرم میں ہونے والے اجتماع میں شرکت فرماکر اگلے دن جدہ روانہ ہوئے مطار جدہ پر احباب کا بڑا مجمع استقبال اور ملاقات کے لیے آیا ہوا تھا[1] ان سے ملاقات اور اجتماعی

---

[1] راقم سطور اس سال پہلی مرتبہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی معیت میں حرمین شریفین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دعا کے بعد اسی وقت مکہ مکرمہ جناب الحاج بھائی سعدی صاحب کے مکان کے لیے روانہ ہو گئے شب میں یہاں آرام کے بعد صبح کو طواف وسعی سے فارغ ہوئے۔

مکہ مکرمہ پہونچ کر جو پہلا گرامی نامہ مولانا نے حضرت شیخ رح کو مدینہ منورہ — ارسال کیا اس میں دوبئی، شارجہ، اور مکہ مکرمہ کی آمد نیز اپنے عمرہ کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں،

"کل رات کو ۸ بجے الحمد للہ بخیریت مکہ مکرمہ حاضری ہو گئی، رات کو دو گھنٹے سعدی ہی کے مکان پر قیام رہا، صبح کی نماز کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا، ناشتہ کے بعد مدرسہ صولتیہ کی کتب کا ختم تھا۔ اس میں شرکت پر عزیز شمیم کا اتنا شدید اصرار ہوا کہ اس وقت عمرہ ادا نہیں کیا جا سکا۔ ظہر کی اذان تک وہ اجتماع چلتا رہا۔ عصر سے قبل حرم پاک میں حاضری ہوئی۔ نماز عصر سے پہلے طواف عمرہ کیا۔ اور نماز کے بعد سعی کی گئی۔ مغرب سے قبل الحمد للہ عمرہ سے فراغت ہو گئی، دوبئی دو روز ٹھہرنا ہوا ایک روز شارجہ جانا ہوا، اور ایک روز ابوظبی میں رہنا ہوا۔ اتوار کو ظہر سے قبل ابوظبی پہنچکر عشاء کی نماز دوبئی مطار پر پڑھ کر روانگی ہوئی۔ دبئی میں بہت سے حضرات نے سلام عرض کیا، ملک الطاف نے بہت خصوصیت سے سلام عرض کیا ہے، یہ وہی لڑکا ہے جس نے حضرت والا کو جہاز سے دوبئی میں اتارا تھا، اس نے پوری تفصیل سنائی، جو بہت عجیب[1] ہے۔

حضرت والا کی دعا سے اب تک تو تمام مراحل بفضل اللہ تعالے بہت عافیت وسہولیت کے ساتھ ہوئے۔ یہاں پر اترنے اور تمام مناسک کی ادائیگی میں بھی

(بقیہ حاشیہ) حاضر ہوا تھا اور گذشتہ نو دس ماہ سے حضرت رح کی خدمت میں مقیم تھا حضرت شیخ نے مدینہ منورہ سے حضرت مولانا رح کے استقبال اور ملاقات کے لیے احقر کو جدہ بھیجا تھا۔ حضرت مولانا جس دن بمبئی سے دبئی کیلئے روانہ ہوئے اس دن حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی، جناب ماسٹر محمود صاحب، مولانا زبیر الحسن صاحب (مع اپنی ہمشیرہ واہلیہ) بحری جہاز سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے۔

[1] ملک الطاف کے دبئی میں جہاز سے اتارنے کی تفصیل حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے آپ بیتی نمبر ۷ صفحہ ۱۳ – ۱۴ – ۱۵ پر تحریر فرمائی ہے۔ جو واقعتاً بہت ہی عجیب اور حیرت ناک ہے۔

عافیت و سہولت کی دعا کی درخواست ہے۔"

(مکتوب محررہ ۱۷ر ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ)

حضرت مولانا کے مکہ مکرمہ پہونچنے پر مختلف عمومی و خصوصی اجتماعات ہوئے جن میں حضرت مولانا کے بیانات بھی ہوئے، مہاجرین اور پرانے احباب نیز جدہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور طائف کے احباب نے خصوصیت کے ساتھ ان ہونے والے اجتماعات میں شرکت کی ——— مکہ مکرمہ پہونچ کر حضرت مولانا کو حضرت شیخ کی علالت طبع کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ اس سال آپ زمانہ حج میں مدینہ منورہ ہی اقامت پذیر رہیں گے مکہ مکرمہ آمد نہیں ہوگی اس لیے ۲۰ر ذی قعدہ ۱۶ر دسمبر کی صبح میں حضرت مولانا مع اپنے دیگر رفقاء مولانا محمد عمر، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا زبیر الحسن مولانا محمد بن سلیمان، مولانا عبد الحفیظ مکی صاحب کی گاڑی میں روانہ ہو کر عصر کے قریب مدینہ طیبہ پہونچے مسجد نور میں قیام کیا اور تیسرے دن مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ ذوالحلیفہ میں عمرہ کا احرام باندھا نماز ظہر سے قبل مکہ مکرمہ واپس تشریف لے آئے اور اسی دن بعد عصر عمرہ سے فارغ ہوئے ——— ۸ر ذی الحجہ میں ارکان حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ تشریف لے گئے۔ جماعتی رفقاء واحباب کی وجہ سے ایک بڑی بس کر لی گئی تھی۔ بہت سہولت و راحت کے ساتھ اللہ جل شانہٗ نے مناسک حج کی تکمیل فرمائی ——— میدان عرفات میں مولانا محمد عمر صاحب کی تقریر کے بعد حضرت مولانا نے بڑے تضرع اور گریہ وبکا کے ساتھ تقریباً ایک گھنٹہ دعا کرائی جس میں آس پاس کے خیموں کے مقیم حجاج نے بھی بڑی تعداد میں شرکت کی ——— اور حسب تحریر حضرت شیخ رح:

"رونے والوں کی چیخوں نے ملک زروقی کے خیمہ کو میت کا گھر بنا دیا"

۱۳ر ذی الحجہ میں ظہر سے قبل رمی جمار سے فارغ ہو کر ملک عبد الحق صاحب کی گاڑی میں مکہ مکرمہ شارع منصور کے لیے روانہ ہوئے۔

حضرت مولانا نے ایام حج میں منیٰ سے حضرت شیخ رح کو ایک مکتوب مدینہ منورہ تحریر فرمایا جس میں ایام حج کی تفصیلات تھیں یہاں اس کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"اسی وقت دس ذی الحجہ کی صبح ۵ بجے مزدلفہ سے فارغ ہو کر آئے ہیں الحمد للہ حضرت والا کی دعاؤں سے اب تک کے مراحل بہت سہولت سے پورے ہوگئے

آٹھویں تاریخ کو صولتیہ سے اپنے مستقر پر منیٰ میں چالیس منٹ میں پہنچ گئے اور
نویں تاریخ کو منیٰ سے عرفات آدھے گھنٹہ سے بھی کم صرف ۲۸ منٹ میں پہونچے۔
مستورات کے لیے علیحدہ خیمہ تھا، عرفات سے غروب کے بعد ساڑھے بارہ بجے چلے
اور سوا بجے مزدلفہ میں اپنے جگہ جہاں پر رات گذارنا تھی، وہاں پر پہونچ گئے اور
الحمدللہ ایک اچھی جگہ میدان میں کشادہ ایسا کہ جیسے دو حصے ہوں، خدائے پاک
نے اپنے کرم سے پہونچا دیا، ایک حصہ میں مستورات نے اور ایک حصہ میں مردوں
نے قیام کیا، پانی البتہ اس جگہ سے دور تھا، لیکن لانے والے اپنے ساتھی ہمت
سے لاتے رہے کوئی تنگی نہیں ہوئی بلکہ اور حجاج کو بھی دیتے رہے مقدر سے
سعدی بھی مزدلفہ میں قریب ہی ٹھہرا ہوا ملا، وہ ہم سے پہلے عرفات سے روانہ
ہو گیا تھا، بندہ نے عرفات کے لیے مستورات سے دلیہ ساتھ رکھنے کو کہہ دیا تھا وہ
ظہر سے پہلے پکا کر مستورات اور مردوں نے کھالیا تھا۔ صبح کو مزدلفہ سے ایک بجکر
۲۰ منٹ پر چلے اور ۴ بجنے میں ۲۰ منٹ تھے کہ اس وقت منیٰ پہونچ گئے، اور
لوگوں کو آنے میں دیر لگی، ۶ بجے قربانی ہو گئی۔ گیارہ، بارہ کی درمیانی شب
میں رات کو ۶ بجے ملک عبدالحفیظ کی اونیٹ میں مستورات اور ان کے مرد اور
ہم چار پانچ مرد مزید مکہ مکرمہ پہونچے۔ طوافِ زیارت الحمدللہ بہت عافیت
کے ساتھ اور سہولت کے ساتھ ہوا۔ ۸ بجے رات کو فارغ ہو کر ۸½ بجے الحمدللہ
واپس منیٰ پہونچ گئے۔ الحمدللہ والشکر اللہ کہ تمام ارکان و واجبات بہت راحت
و آرام عافیت کے ساتھ اب تک پورے ہو گئے۔ کل اتوار ۱۳ تاریخ کو مکہ مکرمہ
منیٰ سے جانے کا ارادہ ہے۔ اس وقت بس دعا کی التجا پر ختم کرتا ہوں"۔

(مکتوب محررہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ)

حج سے فراغت کے بعد ایک ہفتہ آپ کا مکہ مکرمہ میں قیام رہا، اس عرصہ میں کثرت کے ساتھ عمومی و خصوصی ملاقاتیں اور ان میں آپ کے بیانات ہوتے رہے۔ ۱۹ ذی الحجہ بدھ میں مسجد خیائر سے جماعتوں کی روانگی ہوئی۔ مولانا محمد عمر صاحب کی تفصیلی ہدایات کے بعد حضرت مولانا

کا اختتامی بیان ہو کر دعا ہوئی، اور جماعتوں نے اپنی اپنی منزل کی طرف کوچ کی۔

مدینہ منورہ روانگی

۲۴ ذی الحجہ، ۱۰ جنوری جمعرات کو آپ کی دوبارہ مدینہ منورہ روانگی ہوئی اور کم و بیش ایک ماہ یہاں آپ کا قیام ہوا۔

اس موقع پر مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی، مولانا سعید خاں صاحب وغیرہ آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ آپ بیتی میں آپ کے مدینہ منورہ پہونچنے، نیز وہاں کے زمانہ قیام کے نظام الاوقات اور مدینہ منورہ کے سہ روزہ اجتماع کی تفصیل اس طرح قلم بند فرماتے ہیں،

"مولانا انعام الحسن صاحب مع اپنے رفقاء، مولانا محمد عمر صاحب وغیرہ اور عزیزان زبیر و شاہد مع اپنی زوجات کے ۲۴ ذی الحجہ کو عزیز عبد الحفیظ کی گاڑی میں مکہ مکرمہ سے چلے، نماز ظہر بدر میں پڑھی اور وہیں کھانا کھایا جو عزیز سعدی نے بہت پر تکلف ساتھ کیا تھا اور بدری مچھلیاں کھا کر شہداء کی زیارت کر کے عصر مسجد عریش میں پڑھ کر مغرب مدینہ پاک میں مسجد نور میں پڑھی اور نماز عشاء مع مستورات مسجد نبوی میں ادا کی۔ مستورات مع عزیزان زبیر و شاہد صوفی اقبال کے یہاں اور مولانا انعام الحسن صاحب مع اپنے رفقاء مسجد نور چلے گئے۔ مولانا کا قیام مستقل مسجد نور میں رہا۔ مولانا انعام الحسن صاحب مع اپنے رفقاء کے عزیز عبد الحفیظ کی گاڑی میں نماز صبح اور ظہر پڑھ کر مسجد نور ——— واپس چلے جاتے اور عصر پڑھ کر تشریف لاتے تھے، عشاء بعد کھانے سے فراغ پر تقریباً دو گھنٹے شوریٰ میں خرچ ہوتے۔ ان کے دن بھر کے مشورون میں جو مسجد نور میں ہوتے تھے، جن چیزوں کا ذکر زکریا کے مناسب ہوتا وہ اس مجلس میں طے ہوتی تھیں۔ دو تین دن مولانا انعام الحسن صاحب کی طبیعت ناساز رہی۔ اس لیے اُن کی آمد کے بجائے زکریا ان کے پاس مسجد نور جاتا رہا۔"

مدینہ منورہ کے اس زمانہ قیام میں حضرت مولانا کے ایماء اور مشورہ سے مختلف علماء و مشائخ اور سربرآوردہ حضرات سے ملاقاتیں کی گئیں جن میں شیخ عبد العزیز بن صالح، شیخ عبد العزیز بن

باز، شیخ عبد المحسن عباد، شیخ عبداللہ خروبش (نائب امام حرم)، شیخ ابوبکر الجزائری، شیخ عبدالرحیم الابدل، شیخ محمد المرشد، شیخ محمد المختار، شیخ سید محمود طرازی بخاری، شیخ عبداللہ بن ضام (نائب امام حرم)، شیخ حمید بن ابراہیم الحاذی، شیخ علی المرشد، شیخ عطیہ، شیخ عمر محمد الفلاتی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان حضرات کو مختلف ممالک کی دعوتی و تبلیغی کارگزاریاں بھی سنائی گئیں۔

۲۹۔ ۳۰ر ذی الحجہ اور یکم محرم میں مدینہ منورہ کا سہ روزہ اجتماع مسجد نور میں ہوا۔ بیالیس جماعتیں اس اجتماع سے نکلیں جن کو حضرت مولانا نے اپنے اختتامی بیان و دعا کے بعد روانہ کیا — ہمیشہ کا معمول یہ تھا کہ یہ جماعتیں مسجد نبوی سے رخصت ہوتی تھیں، مگر بعض مصالح سے اس سال پہلی مرتبہ مسجد نور سے رخصت کی گئیں۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ روزانہ مدرسہ علوم شرعیہ سے اجتماع میں شرکت کے لیے تشریف لاتے رہے۔ آخری دن حضرت مولانا کے بیان و دعا میں بھی شرکت فرمائی۔

۲۴ر محرم ۱۳۹۴ھ (۱۶ر فروری ۱۹۷۴ء) شنبہ میں ملک عبدالحفیظ صاحب کی گاڑی میں — مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آمد ہوئی۔ راستہ میں کچھ دیر بدر — قیام کر کے کھانا کھایا، آرام کیا، اور نماز ظہر ادا کی گئی۔

حضرت مولانا حضرت شیخؒ کو اپنے گرامی نامہ میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک ہونے والے اس سفر کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں،

> "ہم لوگ سوا چار بجے مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر پونے گیارہ بجے بخیریت شارع منصور عزیز سعدی کے مکان پر پہونچ گئے وہاں پہونچ کر عصر کی نماز پڑھی، مغرب کی نماز حرم میں پڑھی۔ مغرب سے پہلے طواف کر لیا تھا۔ مغرب کے بعد سعی کی گئی۔ الحمد للہ عشاء تک سعی سے فراغت ہو گئی۔ مدینہ منورہ سے چل کر رابغ سے نکل کر ایک قہوہ خانہ پر ٹھہرے وہاں پر کمرے تھے، ایک میں مستورات اور ایک میں مرد ٹھہر گئے، ظہر کی نماز پڑھی اور کھانا کھایا، دو گھنٹے وہاں پر ٹھہرے یہاں آ کر اب تک جی نہیں لگا، مدینہ منورہ کی یاد اور کیف یاد آ رہا ہے، اگرچہ اپنی بیماری کی وجہ سے حرم نبوی کی حاضری میں بہت کمی رہی۔"

۱۹ صفر (۲۴ فروری) میں بعد نماز عصر جدہ آمد ہوئی۔ اگلے دن بعد عصر حضرت مولانا نے مستورات کے اجتماع میں اور بعد مغرب عرب اور ہندوستان و پاکستان کے احباب میں رخصتی اور الوداعی بیان فرمایا۔

۲۱ صفر (۲۶ فروری) منگل کو جدہ سے چل کر ظہران میں ۲۴ گھنٹے قیام فرمانے کے بعد اگلے دن شام کو بمبئی آمد ہوئی۔ اور اسی دن نماز عشاء کے بعد جامع مسجد میں ہونے والے پرانے کارکنوں کے اجتماع میں شرکت فرما کر ان کو کام کے سلسلہ میں اہم اور مفید نصیحتیں فرمائی۔

بمبئی میں آپ کا قیام ۵ روز رہا، اس عرصہ میں بیگ محمد باغ اور مدینہ منزل میں الگ الگ دو اجتماعات مستورات کے ہوئے اس کے علاوہ پونہ، بھیونڈی، باندرہ، گوزے گاؤں اور کھار میں متعدد اجتماعات ہوئے جن میں حضرت مولانا تشریف لے گئے اور تمام اجتماعات میں بیانات کیے جس پر کثیر تعداد میں لوگوں نے اپنے نام پیش کیے اور جماعتیں بنا کر اللہ کے راستے میں نکل گئے۔

جناب الحاج محمد یعقوب صاحب بمبئی میں ہونے والے ان اجتماعات کے متعلق اپنے ایک مکتوب میں حضرت شیخ رح کو لکھتے ہیں:

> "حضرت جی مدظلہ کی موجودگی میں جو اجتماعات شہر میں ہوئے وہ اتنے کامیاب ہوئے کہ امید کے خلاف تھے، اتوار کے دن بمبئی باندرہ میں جو اجتماع ہوا اس میں تو باندرہ کی جامع مسجد بھی ناکافی ہوگئی اور مغرب کی نماز کے لیے جامع مسجد کے سامنے ایک سرکاری زمین پر مغرب و عشاء کی نماز اور درمیان کا اجتماع کرنا پڑا۔ اس کے لیے پہلے سے حکومت سے اجازت لے رکھی تھی کہ اگر مجمع زیادہ ہو جائے گا تو ہم اس جگہ کو استعمال کریں گے کافی مجمع تھا، رات کو ساڑھے دس بجے عشاء کی نماز اسی میدان میں ہوئی اور جماعتوں کی روانگی اور مصافحے بھی اسی جگہ پر ہوئے۔"

۱۰ صفر مطابق ۵ مارچ میں حضرت مولانا اپنے قافلہ کے ساتھ (جس میں مولانا افتخار الحسن کاندھلوی، مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا زبیر الحسن اور راقم محمد شاہد بھی شامل تھے)

فرنٹیر میل سے روانہ ہو کر اگلے دن شام کو دہلی پہونچے۔
بمبئی سے دہلی مرکز نظام الدین تک پہونچنے کی تفصیل اور وہاں کے ہجوم واژدحام اور اختتام سفر کی کیفیت حضرت مولانا کے ذیل کے گرامی نامہ میں پڑھئے۔ حضرت شیخ رح کو تحریر فرماتے ہیں:

"۵ مارچ منگل کے روز مغرب بعد شیخ عبدالکریم کے یہاں کھانا کھا کر اسٹیشن روانہ ہوئے، سامان وغیرہ عصر کے وقت اسٹیشن جاچکا تھا ہمارے ٹکٹ تھے مولوی عمر مع اپنے گھر والوں کے اپنے گھر سے سیدھے اسٹیشن پہونچے، الحمدللہ راستہ میں بہت راحت وآرام کے ساتھ رہے الحمدللہ کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ گجرات کے ہنگاموں کی وجہ سے ریل کے سفر کا فکر تھا مگر الحمدللہ کوئی بات پیش نہیں آئی، اور گاڑی اپنے وقت پر پہونچ گئی نظام الدین کے اسٹیشن پر اتر کر مغرب کی نماز پڑھی اسٹیشن پر ہجوم بہت زیادہ تھا وہیں نماز کے بعد دعا ہوئی، مسجد میں پہونچ کر معلوم ہوا کہ مسجد میں قدم رکھنے کی جگہ نہیں حجرہ تک پہونچنا مشکل ہے۔ بمشکل تمام حجرے تک پہونچنا ہوا۔ دعا میں پولیس اسٹیشن سے آگے تک لوگ ہاتھ اٹھائے دعا میں شریک تھے"۔

(مکتوب محررہ ۲۳ مارچ ۱۹۷۴ء)

آٹھواں حج

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی معیت میں حضرت مولانا کا یہ سفر حج اس سال پاکستان (کراچی) کے راستہ سے ہوا کہ ہر دو حضرات یکم ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ (۶ نومبر ۱۹۷۵ء) جمعرات میں دہلی سے لاہور تشریف لے گئے اور اجتماع رائے ونڈ میں شرکت کے بعد کراچی اور وہاں سے ۱۵ ذی قعدہ (۲۰ نومبر) میں جدہ روانہ ہوئے۔ اس مرتبہ جہاز کے کیپٹن جناب حنیف صاحب تھے۔ کیپٹن احمد حسین جن کو ان حضرات سے بڑا تعلق خاطر تھا وہ بھی ساتھ تھے نیز سفر پاکستان وحرمین شریفین کے رفقاء میں مولانا محمد عمر، مولانا زبیر الحسن، راقم سطور محمد شاہد وغیرہ تھے۔ جدہ کے مطار پر ڈاکٹر ظفر احمد اور جناب بھائی سعدی صاحب اپنی کار لے کر طیارہ تک آگئے تھے۔ یہ دونوں حضرات تو چند ہی منٹ میں کسٹم کے مراحل سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ شارع منصور پہونچ گئے، بقیہ رفقاء کو کسٹم کے مراحل میں تھوڑی تاخیر ہوئی

اور پھر وہ بھی شارع منصور آ گئے، اگلے دن جمعہ تھا، طواف وسعی اور حلق وغیرہ سے فارغ ہو کر بھائی سعدی صاحب کے خلوہ میں، جو حرم مکی میں پنچے کی منزل میں تھا، نماز جمعہ ادا کی۔ شام کا کھانا بعد عشاء مدرسہ صولتیہ میں کھایا گیا۔ حضرت شیخ اور حضرت مولانا کی تشریف آوری سے دینی و دعوتی حلقوں اور کام کرنے والے رفقاء واحباب میں ایک نئی روح اور تازگی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ ان حضرات کی موجودگی سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے جگہ جگہ اجتماعات اور خصوصی وعمومی حلقے قائم کیے گئے۔

۷ ذی الحجہ (۱۰ دسمبر جمعرات) کی صبح میں حضرت شیخ اور حضرت مولانا مع اپنے لمبے چوڑے قافلہ کے مسجد حفائر سے منیٰ کے لیے روانہ ہوئے۔ تمام رفقاء کے اکٹھے رہنے کے خیال سے چھوٹی گاڑیوں کے بجائے بڑی بس کو ترجیح دی گئی۔ چنانچہ تمام رفقاء پورے ایام حج میں ساتھ رہے۔ سید مکی مرزوقی اس قافلہ کے معلم تھے، انھوں نے اپنے تعلق ومحبت کی بناء پر اس قافلہ کے لیے متعدد اہم اور خصوصی انتظامات کیے۔ جمعۃ المبارک کا حج ہونے کی وجہ سے اس سال تمام حجاج حضرات کو حج اکبر نصیب ہوا۔

یہاں پہونچ کر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے روزنامچہ کی تلخیص پیش کی جاتی ہے جو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے متعلق بہت سی معلومات اور ان کے نظام الاوقات وغیرہ پر مشتمل ہے:

"۱۵ ذی قعدہ (۲۰ نومبر) جمعرات بعد مغرب حاجی فریدالدین صاحب کی گاڑی میں مکی مسجد سے کراچی کے مطار پر آئے، زکریا اور مولوی انعام کی گاڑی حاجی صاحب کی ساعی سے طیارہ تک پہونچ گئی اور وہیں اول وقت نماز عشاء پڑھی، اور پھر جہاز کی اگلے حصہ پر ایک سیٹ پر زکریا شاہد زبیر اور دوسری سیٹ پر مولوی انعام صاحب، مولوی عمر اور سلیمان جھانجی بہت اطمینان سے بیٹھ گئے، اور جانے والوں نے الوداعی مصافحہ ومعانقہ کیا۔ مطار جدہ پر یہ معلوم ہو کر کہ ڈاکٹر ظفر اور عزیز سعدی دونوں طیارہ پر آ گئے ہیں، بہت اطمینان ہوا اور پھر رابطہ کی گاڑی میں جو عزیز سعدی کی مساعی سے آئی ہوئی تھی۔ زکریا مولوی انعام

حبیب اللہ و اسماعیل سعدی کے گھر پہونچ گئے۔ عزیزان زبیر و شاہد سامان کے ساتھ کسٹم سے ہو کر بعد میں پہونچے۔ مولوی انعام صاحب سعدی ہی کے مکان میں سو گئے۔ اگلے دن نماز جمعہ پڑھ کر مولوی انعام سمیت صولتیہ پہونچے بھائی سلیم اوپر کمرے میں تھے۔ زکریا نے زور سے کہا کہ آپ اتریں گے تو مجھے تکلیف ہوگی۔۔ اس لیے عشاء کے بعد کھانے پر ملاقات ہوگی۔

مولوی انعام صاحب کی پہلی شب تو سعدی کے یہاں گذری۔ جمعہ کے بعد صولتیہ میں آرام کیا۔ عزیز شمیم کے کمرے میں جو میرے دیوان کے سامنے ہے ان کا قیام رہتا ہے۔ مولوی انعام نے جمعہ کے دن مغرب بعد طواف کیا اور عشاء کے بعد سعی اور دیوان میں کھانا کھا کر مسجد خائر چلے گئے، یہی ان کا مستقل معمول رہا۔ کہ عشاء کے بعد مسجد خائر چلے جاتے اور صبح کو وہیں تبلیغی مشورہ ہوتا اور ظہر حرم میں پڑھ کر مدرسہ صولتیہ آجاتے۔ لیکن چار ذی الحجہ سے میرا اور ان کا ہجوم کی زیادتی کی وجہ سے حرم کا جانا بالکل بند ہو گیا اور نمازیں مسجد صولتیہ میں ہونے لگیں۔

حج کے لیے مسجد خائر میں جانا زکریا نے ہی طے کیا تھا چنانچہ عربی پانچ بجے منیٰ کے لیے روانہ ہو کر پونے آٹھ بجے منیٰ پہونچے۔ وہاں تین کمرے کرایہ پر لے رکھے تھے سب سے بڑا کمرہ بھائی غلام دستگیر کے لیے مع ان کی ستورات کے تھا دوسرا کمرہ میرے لیے اور تیسرا کمرہ مولوی انعام کے لیے۔ زکریا کی قربانی کے جانور میں شاہد، زبیر، حبیب اللہ، اسماعیل، مولوی محمد عمر، مولوی سلیمان جھانجی تھے، اور مولوی انعام کے جانور میں قاضی صاحب مولوی یوسف تتلا وغیرہ تھے۔ مکی مرزوقی کو اللہ تعالیٰ بہت جزاء خیر دے کہ اس نے ایک خیمہ میرے اور ایک مولوی انعام کے لیے مستقل قائم کر رکھا تھا اسی میں رہے۔ قربانی کے بعد میرا حلق تو مولوی حبیب اللہ نے کیا اور مولوی انعام اور زبیر کا صوفی عثمان نے، عزیز شاہد نے آپس میں۔۔ ساتھیوں سے حلق کرانا پسند نہیں کیا اس لیے وہ دوریال میں حلاق سے

کرا کر آئے۔

اس سال منیٰ میں آگ لگنے کا شدید ترین واقعہ پیش آیا، ہمارے مبلغین متفرق معلّون کے یہاں متفرق خیموں میں تھے۔ معلوم ہوا کہ کئی جگہ یہ شانِ قدرت نظر آئی کہ مبلغ کے خیمے کے طرفین بالکل جل گئے اور یہ خیمہ محفوظ رہا اور بھی بہت سے عجائب قدرت سننے میں آئے۔ ۱۳ ذی الحجہ کو رمی جمار کے بعد واپس ہو کر حفائر پہنچے زکریا کا ارادہ حج کے بعد فوراً مدینہ منورہ جانے کا تھا مگر تبلیغی جماعتوں کی روانگی میں شرکت اور مولانا انعام صاحب کی معیت کی وجہ سے ملتوی کرنا پڑا۔

۲۰ ذی الحجہ دوشنبہ کو جماعتوں کی روانگی ہوئی جب کہ اجتماع شنبہ ۱۸ ذی الحجہ سے شروع ہو گیا تھا۔"

مکہ مکرمہ کے زمانہ قیام میں حضرت مولانا کے چوبیس گھنٹہ کا نظام الاوقات اور معمول یہ رہا:

"رات کا کھانا مدرسہ صولتیہ میں کھا کر مسجد حفائر تشریف لے جاتے، شب میں وہاں قیام ہوتا، اس مرتبہ بعد نماز فجر سونے کا معمول ختم فرما دیا تھا اس لیے بعد فجر ناشتہ سے فارغ ہو کر واردین و صادرین سے ملاقات، اہم مشورے اور خصوصی گفتگو فرماتے۔ نماز ظہر سے ایک گھنٹہ قبل حرم شریف جانا ہوتا۔ وہاں سے مدرسہ صولتیہ آکر کھانا ہوتا۔ نماز عصر مسجد صولتیہ میں ادا فرما کر کچھ دیر خصوصی احباب (جن میں عرب وغیر عرب ہوتے) سے ملاقات کرتے، اور پھر حضرت شیخؒ کی عمومی مجلس میں شرکت فرماتے، مغرب کے نصف گھنٹہ قبل حرم شریف چلے جاتے مغرب اور عشاء وہاں ادا کر کے صولتیہ واپسی ہوتی۔ جناب بھائی سعدی صاحب مرحوم کے مکان شارع منصور پر کسی دن صبح ناشتہ کے بعد اور کسی دن بعد عشاء تشریف لے جانے کا معمول رہا۔ نیز ہر جمعہ کو موصوف کے یہاں ناشتہ سے فارغ ہو کر جنت المعلیٰ بھی جانا ہوتا تھا۔[1]

---

[1] ماخوذ از روزنامچہ راقم سطور۔

مدینہ منورہ روانگی

۲۲ ذی الحجہ ۲۷ دسمبر شنبہ کی صبح کو مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہوئی. مدرسہ صولتیہ کے دروازہ پر حضرت مولانا نے بہت رقت انگیز دعا کرائی. دعا کے بعد بدر کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر کچھ دیر ٹھہر کر مسجد عریش پہونچے. نماز ظہر ادا کر کے کھانا کھایا، کھانے کی یہ دعوت جناب ڈاکٹر اسماعیل مدنی (حال مقیم کناڈا) کی طرف سے تھی. نماز عصر کے بعد شہداء بدر کی زیارت کے لیے حاضری ہوئی، شب میں بدر قیام کیا، صبح کی نماز کے بعد ڈاکٹر اسماعیل صاحب کے یہاں ناشتہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے.

حضرت مولانا نے اپنی قیام گاہ مسجد نور پہونچ کر غسل کیا، صاف اور اجلے کپڑے زیب تن کیے اور نماز ظہر سے ایک گھنٹہ پہلے حرم شریف پہونچ گئے. ہجوم کی کثرت کی وجہ سے نماز باب السلام کی طرف پڑھی اور اس کے بعد مواجہہ شریفہ پر حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام پیش کیا.

مدینہ منورہ میں تین ہفتہ قیام کے بعد حضرت مولانا ۱۶ محرم ۱۷ جنوری میں ملک عبدالغنی کی کار میں مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر رابغ میں نماز ظہر اور تھوڑی دیر آرام کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر مغرب سے کچھ پہلے مدرسہ صولتیہ پہونچے، اور نماز مغرب کے بعد طواف وسعی کے لیے حرم شریف روانہ ہو گئے. ۱۷ محرم سہ شنبہ میں ایک دن کے لیے جدہ آکر مسجد غلیل میں ہونے والے اجتماع میں شرکت کے بعد مکہ مکرمہ واپس ہوئے. اور پھر ۲۰ محرم ۲۳ جنوری جمعہ میں نماز عصر حرم مکی میں ادا کر کے مسجد حفائر میں واپس ہو کر یہاں الوداعی دعا کرا کر ہندوستان آمد کے قصد سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے اور اگلے دن جدہ سے کراچی تشریف لائے.

کراچی پہونچ کر ذیل کا گرامی نامہ حضرت مولانا نے حضرت شیخ رح کو تحریر فرمایا؛

"الحمد للہ خیریت سے کراچی پہونچ گئے. رات کو عشاء کے بعد شہر جانے کی اجازت ملی، عشاء تک مطار کی مسجد میں امام صاحب کے کمرہ میں قیام رہا اور مسجد میں مجمع رہا. صبح سہ شنبہ کو بمبئی روانگی ہے اللہ جل شانہٗ بقیہ سفر بھی خیر و عافیت کے ساتھ پورا فرمائے. کل مفتی محمد شفیع صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی تھی. الحمد للہ طبیعت پہلے سے بہت اچھی ہے. آج مولانا بنوری کے یہاں

حاضری ہوئی، وہ خود ان دو روز میں دو مرتبہ تشریف لا چکے۔"
(مکتوب محررہ ۲۶ر جنوری ۱۹۷۰ء)

۲۴ر محرم ۲۷ر جنوری سہ شنبہ میں حضرت مولانا کراچی سے بذریعہ طیارہ بمبئی تشریف لائے اسی دن مستورات میں حضرت مولانا کا بیان ہوا، بعد نماز عشاء باندرہ میں ہونے والے اجتماع میں شرکت فرماکر جماعتوں کی روانگی کے سلسلہ میں کچھ دیر بیان فرماکر دعا فرمائی، اگلے دن (۲۵ر محرم میں) ناشتہ کے بعد کیماڑی کی مسجد میں آپ کا بیان ہوکر دعا ہوئی، پھر وہاں سے مدرسہ رحمانیہ میں ہونے والے مستورات کے اجتماع میں بیان کے بعد بیعت فرمائی پھر وہاں سے مولانا محمد عمر صاحب کے گھر تشریف لے جاکر کھانا کھایا۔ بعد نماز عصر چھوٹا سوناپور میں ایک تبلیغی اجتماع تھا وہاں تشریف لے گئے اس اجتماع میں مغرب بعد مولانا محمد عمر صاحب کے بیان کے بعد حضرت مولانا کا بیان ہوا، اور جماعتیں رخصت ہوئیں ——— ۲۶ر محرم مطابق ۲۹ر جنوری جمعرات صبح پانچ بجے بمبئی سے بذریعہ طیارہ دہلی آمد ہوئی ——— دہلی کے مطار پر مختصر دعا فرماکر نظام الدین تشریف لائے اور حوض پر وضو کے بعد مسجد میں دو رکعت نماز نفل ادا کی اور پھر طویل دعا کرائی جس میں آپ پر گریہ وبکا کی کیفیت نمایاں تھی۔

نواں حج

سابقہ حج کی طرح یہ حج بھی اجتماع رائے ونڈ میں شرکت کے بعد ہوا، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی معیت وہمرکابی میں حضرت مولانا اور قافلہ کے دیگر افراد مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر الحسن صاحب ——— وغیرہ ۵ر ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ بدھ مطابق (۱۹ر اکتوبر ۱۹۷۸ء) میں امرتسر کے راستہ سے ——— رائے ونڈ، کراچی ہوتے ہوئے ۳۰ر اکتوبر ——— ۱۶ر ذی قعدہ اتوار میں جدہ پہونچے۔ یہاں دو شب وروز جناب بھائی شجاع صاحب کے مکان پر قیام رہا۔ مکہ مکرمہ کے اہل تعلق احباب اور اعزہ واقارب میں جناب ماموں یامین صاحب بھائی شمیم صاحب وبھائی سعدی صاحب وغیرہ بھی جدہ ——— آگئے تھے۔ منگل یکم نومبر میں یہاں سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ تو مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور حضرت مولانا مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوگئے اور تھوڑی دیر شارع منصور قیام فرماکر ضروریات سے فارغ ہوکر طواف وسعی کے لیے حرم شریف گئے۔ مکہ مکرمہ پہونچ کر حضرت مولانا کی کمر میں جھٹکا آگیا تھا جس کی وجہ

سے چلنا پھرنا بلکہ حرکت کرنا بھی دشوار تھا۔ درد کی ٹیس بار بار اٹھتی تھی مگر اس کے باوجود بڑی اولوالعزمی و استقلال کے ساتھ نمازوں کی ادائیگی کے لیے مسجد مدرسہ صولتیہ یا حرم شریف جاتے رہے۔

ذیل میں حضرت مولانا کا ایک مفصل مکتوب پیش کیا جاتا ہے جو آپ نے مکہ مکرمہ پہونچ کر گھر کی بچیوں اور خاندان کی مستورات کے نام تحریر فرما کر ہندوستان بھیجا تھا۔ اس مکتوب میں نظام الدین سے لے کر مکہ مکرمہ پہونچنے تک کی سرگذشت تحریر فرمائی گئی ہے:

"نظام الدین سے روانہ ہو کر صبح کو امرتسر پہونچے، اسٹیشن پر بابو ایاز مع تین گاڑیوں کے موجود تھے، اسٹیشن سے اتر کر جامع مسجد پہونچے وہاں سے ناشتہ و آرام کر کے حدود کے لیے روانہ ہوئے، حدود پر شیخ پہلے سے پہونچے ہوئے تھے ایک گاڑی سے اتر کر دوسری گاڑی میں بیٹھ کر بارہ بجے رائے ونڈ پہونچے، ایک کمرہ میں شیخ مع اپنے رفقاء کے اور دوسرے کمرہ میں بندہ مع اپنے رفقاء کے ٹھہر گئے۔ ملاقات اور بات چیت ضابطہ میں بند رہی، جلسہ کی کسی نشست میں حتیٰ کہ دعا میں بھی شرکت نہیں ہوئی، بدھ کی دوپہر کو پہونچے تھے۔ منگل تک اپنے کمرہ ہی میں رہے منگل کی صبح کو روانہ ہو کر غلام دستگیر کے مکان پر پہنچے ایک گھنٹہ آرام کر کے مطار پر پہنچے اور وہاں سے سوا گھنٹہ میں مکی مسجد آئے ———— وہاں پر بھی اپنے کمرہ میں قیام رہا اور شیخ کا اپنے کمرہ میں قیام رہا۔ ہمارا جہاز ۲۹ر اکتوبر کو تھا وہ منسوخ ہوا تو ۳۰ر اکتوبر صبح دس بج کر بیس منٹ پر روانہ ہوئے اور تین گھنٹہ ۵۵ منٹ پر جدہ پہونچ گئے۔ جو جیٹ تھا اور فرسٹ کلاس کی اگلی سیٹیں تھیں دو گھنٹہ تو بندہ تکیہ وغیرہ لگا کر بیٹھا رہا اور ایک گھنٹہ کے قریب لیٹ کر آرام کیا۔ جدہ پر سعدی و عبدالحفیظ و ڈاکٹر ظفیر طیارہ پر آ گئے تھے اور ایک گاڑی بھی اندر لے آئے تھے۔ بندہ و زبیر و شیخ اس میں بیٹھ کر بھائی شجاع کے مکان پر آدھا گھنٹہ میں پہونچ گئے ایک کمرہ میں شیخ مع اپنے رفقاء کے اور دوسرے کمرہ میں بندہ مع اپنے ہر سہ رفقاء کے مقیم رہے۔ دوران جدہ میں قیام رہا منگل کی صبح آرام کر کے ناشتہ کے بعد دو بجے عربی وقت کے شیخ مدینہ منورہ عبدالحفیظ کی گاڑی میں اور بندہ سعدی کی گاڑی

میں مکہ مکرمہ روانہ ہوئے ۔ مکہ مکرمہ پہونچ کر بندہ نے عمرہ کیا، طواف پیدل کیا، اور
سعی گاڑی میں کی اور پھر پانچ روز تک طواف نہیں کیا۔ دو روز سے ایک
ایک طواف شروع کیا ہے الحمد للہ طبیعت دھیرے دھیرے بہت تدریج کے ساتھ بہتری
کی طرف چل رہی ہے ضعف میں کمی تو ہے لیکن اب بھی خوب ہے، دماغ پر اور گھٹنوں
پر زیادہ اثر ضعف کا ہے۔"

(مکتوب محررہ ۶ رنومبر ۱۹۷۷ء چہار شنبہ)

چھ ذی الحجہ سے مناسک حج کی ادائگی میں مصروفیت و مشغولیت شروع ہوگئی، بعض اہلِ تعلق نے حضرت مولانا کی علالت اور ضعف کے پیشِ نظر حج کے لیے ایک آرام دہ کار متعین کی تھی، مولانا اسی کار میں منیٰ تشریف لے گئے لیکن یہاں پہونچ کر جب الحاج افضل صاحب (لاہور) کی طبیعت بہت زیادہ ناساز ہوگئی تو آپ نے بقیہ ایام حج کے لیے اپنی وہ کار ان کو دے دی اور خود دیگر رفقاء کے ساتھ بڑی اُنیٹ میں عرفات مزدلفہ تشریف لے گئے۔ حج اور مقامات حج کی تفصیل حضرت مولانا اپنے ایک مکتوب میں (جو منیٰ سے لکھا گیا تھا) حضرت شیخ رح کو ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں :

"آٹھ کی صبح کو جب کہ منیٰ روانہ ہو رہے تھے والا نامہ پہونچا تھا الحمد للہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ اور منیٰ و طواف زیارت خیریت سے ہوگئی، رمی کا دو روز یا تین روز کا مرحلہ باقی ہے، ہجوم بہت زیادہ ہے، سنا ہے رمی میں کئی اموات آج ہوگئی ہیں اللہ جل شانہٗ اپنا فضل فرمائے۔ مکہ مکرمہ سے منیٰ آنے میں اور منیٰ سے عرفات جانے میں اور پھر مزدلفہ آنے میں کوئی دیر نہیں نہیں ہوئی۔ چالیس پچاس منٹ میں اللہ کے فضل سے پہونچتے رہے۔ مزدلفہ سے منیٰ آنے میں ساڑھے پانچ گھنٹے لگے، لیکن الحمد للہ کوئی پریشانی اور کوئی دقت پیش نہیں آئی۔"

(مکتوب محررہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ از منیٰ)

عرفات میں قیام اور وہاں صبح سے شام تک ہونے والے اعمال کے متعلق مولانا زبیر الحسن صاحب اپنے ایک مکتوب میں حضرت شیخ رح کو لکھتے ہیں :

" چار بج کر ۴۰ منٹ پر منیٰ سے روانہ ہو کر ۵ بج کر ۲۵ منٹ پر ۴۵ منٹ میں

بجز یت کی مزدلفہ کے خیمہ میں پہونچے وہ ہمارے انتظار ہی میں بیٹھے تھے ایک بڑا سا خیمہ نماز اور دعا کے لیے لگا رکھا تھا' اس میں سامان وغیرہ اتارا' اور سب جمع ہوئے اور پورے دن کا نظام بنا۔ چنانچہ ۹½ پر نماز ظہر بعدہٗ بیان اور دعا' بعدہٗ ۱۰½ پر نماز عصر تجویز ہوئی۔ ۶½ بجے کھانا کھایا' ۴۵ منٹ کے قریب قیلولہ اکابرین نے کیا ۷ بجے اذان ظہر ہوئی' ۷½ پر نماز ہوئی۔ ۸ میں دس کم پر مولانا محمد عمر صاحب کا اردو میں بیان ہوا' جو چالیس منٹ ہوا' اس کے بعد حضرت جی مدظلہٗ کی بڑی رقت آمیز دل دہلانے والی دعا ہوئی۔ حضرت جی مدظلہ کا تو ارادہ یہ تھا کہ دعا بھی مولانا محمد عمر صاحب ہی سے کرادیں مگر قاضی جی مدظلہ اور بعض احباب کے اصرار پر منظور فرمالیا الحمد للہ دعا کے بعد کوئی طبیعت پر تکان یا کوئی اثر کسی قسم کا نہیں ہوا۔ یہ دعا ۴ منٹ کے قریب ہوئی۔ اس کے بعد سب حضرات انفرادی طور پر اوراد و وظائف اور دعا درود میں مشغول ہوگئے۔ سوا دس بجے اذان عصر ہوکر ۱۵ منٹ بعد ۱۰½ پر نماز عصر ہوئی۔ اس کے بعد پھر سب ساتھی رونے دھونے میں مشغول ہوگئے' غروب کے بعد سامان رکھ کر استنجا و وضو سے فارغ ہوکر ۱۲ بج کر ۳۰ منٹ پر عرفات سے روانہ ہوئے الحمد للہ خوب سکون واطمینان وراحت سے پون گھنٹہ بعد (یعنی سوا بجے) بخیریت مزدلفہ مسجد مشعر حرام کے قریب پہونچے' جگہ بھی خوب اچھی تھی پانی بھی قریب تھا اولاً مغرب بعدہٗ عشاء پڑھی پھر کھانا کھایا اور تھوڑی دیر حضرت جی مدظلہٗ نے اس رات کی فضیلتیں سنائیں۔" (مکتوب محررہ ۱۱ر ذی الحجہ دوشنبہ از منیٰ)

گیارہ ذی الحجہ دوشنبہ میں حضرت مولانا طواف کعبہ کے لیے تشریف لائے اور اس سے فارغ ہوکر جناب بھائی سعدی صاحب کے مکان پر آکر آرام کیا۔

۲۰ر ۲۱ر ۲۲ر ذی الحجہ (یکم دو تین دسمبر) میں مسجد خیف کا سہ روزہ اجتماع رہا' چالیس جماعتیں اس اجتماع سے نکلیں۔ حضرت مولانا نے ان میں آخری بیان اور دعا فرماکر جماعتوں کو رخصت کیا۔

مکہ مکرمہ کے زمانۂ قیام میں آپ کا معمول یہ رہا کہ صبح بعد نماز فجر تھوڑی دیر آرام کے بعد ناشتہ سے فارغ ہوتے اور پھر اپنی نشست گاہ پر تشریف لاکر ملاقاتیں فرماتے' بعد ازاں وضو وغیرہ سے

فارغ ہوکر عربی پانچ بجے مسجد خالد سے حرم شریف جاتے اور نماز ظہر وہاں پڑھ کر مدرسہ صولتیہ آکر کھانا کھاتے اور عصر تک آرام کرتے۔ بعد عصر آنے والے احباب سے خصوصی وعمومی ملاقاتیں فرماکر نماز مغرب سے نصف گھنٹہ قبل حرم شریف کے لیے روانہ ہوجاتے، مغرب وعشاء کے مابین کسی سے ملاقات حتی کہ مصافحہ بھی نہ فرماتے اور کامل یکسوئی کے ساتھ نوافل میں مشغول رہتے۔ نماز عشاء سے فارغ ہوکر مسجد خالد آمد ہوتی۔ اس سفر میں حضرت مولانا نے چونکہ رات کا کھانا بالکل بند کررکھا تھا، اس لیے آپ تو دسترخوان پر تشریف نہ لے جاتے تاہم دیگر رفقاء وخدام جس میں بڑی تعداد عربوں اور غیر عربوں کی ہوتی تھی، شریک دسترخوان ہوتی، اس کے بعد آنے والے چوبیس گھنٹوں کا مشورہ اور جماعتوں کا نظام عمل بنایا جاتا۔

سفر مدینہ منورہ

۲۲ ذی الحجہ (۴ دسمبر اتوار) کی شام میں حضرت مولانا مع اپنے رفقاء اور تبلیغی احباب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔ نماز عشاء رابغ میں ادا کی۔ اور شب میں یہاں قیام کے بعد صبح بدر کے لیے روانہ ہوئے اور چند گھنٹے بدر ٹھہر کر مدینہ منورہ پہونچ گئے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا قیام اس زمانہ میں مدینہ منورہ تھا آپ نے مولانا کی علالت اور ضعف کو دیکھتے ہوئے مسجد نور (جہاں آپ کا قیام تھا) تحریری طور پر اطلاع بھیجی کہ میں خود کل صبح ملاقات کے لیے آؤں گا، آپ نہ آئیں۔ مگر حضرت مولانا نماز ظہر سے قبل ہی مدرسہ علوم شرعیہ پہونچ گئے اور حضرت شیخ سے ملاقات کے بعد حرم نبوی شریف میں نماز ظہر ادا کرکے مسجد نور واپس آگئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے اس اطلاع نامہ کی نقل یہ ہے:

"مکرم ومحترم مولانا الحاج انعام الحسن صاحب مد فیوضکم! بعد سلام مسنون میرے سے ملنے کے لیے آپ آنے کا ارادہ ہرگز نہ کریں، میں آج ہی حاضر ہوتا مگر آپ کا نظام معلوم نہیں اس لیے میں تو کل منگل کی صبح کو ۳ بجے آپ کے یہاں آنے کا ارادہ کررہا ہوں، میرا خیال تو کچھ پہلے کا تھا مگر دوستوں نے کہا کہ آپ کے سونے کا وقت ہے، چائے اور ظہر کے بعد کا کھانا مع اپنے خدام کے وہیں کھاؤں گا اور کھانے کے بعد واپس آجاؤں گا۔ اس لیے کہ عصر کے بعد

بہت مجمع ہوتا ہے، آپ کے سلام کے لیے ہمارے اہل الرائے کی رائے یہ ہے کہ ۱۱ ½
سے پہلے آجائیں اور مغرب کے بعد واپس چلے جائیں اس لیے کہ اور کوئی وقت
ایسا نہیں کہ جس میں عورتوں کے ہجوم سے امن ہو، آئندہ آپ کی اور آپ کے
اہل الرائے کی جو رائے ہو، رفقاء سے سلام مسنون کہہ دیں اور اب تو انشاء اللہ تعالیٰ
سب سے نیاز حاصل ہوگا۔ میری حاضری کے نظام میں آپ کوئی تغیر فرمانا چاہیں
تو فرمادیں۔ والسلام حضرت شیخ الحدیث بقلم حبیب اللہ شب دوشنبہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

مدینہ منورہ کے اس قیام میں معمول کے مطابق مسجد نور کا سالانہ اجتماع بھی ہوا جس سے ایک ٹیم جماعتیں ملک و بیرون ملک کے لیے نکلیں ایک ماہ مدینہ منورہ قیام کے بعد ۲۲ محرم ۱۳۹۷ھ (۳ جنوری ۱۹۷۷ء) میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لیے واپسی ہوئی، یہاں مسجد خالد میں قیام ہوا، چار یوم بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بھی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور قاضی عبدالقادر صاحب وغیرہ کی معیت میں مکہ مکرمہ تشریف لے آئے اور پانچ صفر (۱۵ جنوری اتوار) میں حضرت مولانا کی ہندوستان روانگی کے بعد آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔ حضرت مولاناؒ نے دو یوم دبئی اور کراچی میں قیام فرمایا اور پھر آٹھ صفر (۱۸ جنوری) میں پی، آئی، اے سے دہلی کے لیے روانہ ہو گئے ——— دہلی کے مطار پر زبردست مجمع تھا، یہاں آپ نے دعا فرمائی اور مرکز نظام الدین آ گئے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اس اختتام سفر کی تفصیلات اپنے روزنامچہ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں،

"۳ جنوری سہ شنبہ میں صبح کی نماز کے بعد مولوی انعام اور ان کے رفقاء مدینہ منورہ سے چل کر تقریباً ۱½ گھنٹہ میں بدر پہونچے، وہاں پہلے سے اجتماع اور ناشتہ کی دعوت تھی ۴½ بجے وہاں سے چل کر مسجد خالد پہونچے، ابھی ظہر کی نماز پڑھی اور کھانا کھایا

ل مولانا زبیر الحسن صاحب اس موقع پر ہندوستان نہ آ کر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مدینہ منورہ چلے گئے تھے. اسی سفر میں آپ کو یکم ربیع الاول ۱۰ فروری جمعہ میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت بیعت مرحمت فرمائی اور پھر ۲۰ ربیع الاول یکم مارچ میں موصوف دہلی واپس ہوئے۔

عصر کے بعد حرم شریف آگئے اور طواف وسعی کی، مولانا انعام صاحب نے ۵؍جنوری اتوار میں نماز عصر مسجد صولتیہ میں پڑھ کر دیوان میں زکریا سے الوداعی مصافحہ کیا اور زکریا کے کہنے پر الوداعی دعا کرائی جس میں عموماً سب کو رقت ہوئی، مصافحہ کے بعد وہ اپنے رفقاء کے ساتھ جدہ چلے گئے اور وہاں مغرب کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر آرام کیا، اگلے دن نماز فجر مطار پر پڑھ کر طیارہ پر سوار ہو گئے اور پاکستانی وقت سے ایک بج کر ۲۵ منٹ پر کراچی پہونچے، مطار پر ظہر کی نماز پڑھی۔ اور پھر یہاں سے تمام رفقاء مکی مسجد چلے گئے البتہ مولانا انعام صاحب وغیرہ رفقاء نے بھائی یوسف رنگ والوں کے یہاں کھانا کھایا اور بعد عصر مکی مسجد پہونچ کر نکاح پڑھائے بدھ ۸؍جنوری کو صبح دس بجے سے ۱۲ بجے تک مکی مسجد میں ہونے والے اجتماع میں مولوی محمد عمر نے ہدایات دیں اور مولانا انعام صاحب نے رقت آمیز دعا کی اس مرتبہ مکی مسجد کا میدان کاروں سے خالی کر دیا گیا تھا مگر پھر بھی مجمع کو کافی نہ ہوا، اجتماع سے فارغ ہو کر اول وقت نماز عصر پڑھ کر مطار کے لیے روانہ ہوئے نماز مغرب مطار کراچی پر پڑھی اور آٹھ بجے دہلی کے مطار پر پہونچے، سردی سخت تھی مگر مجمع لاتعداد تھا، طیارہ سے اتر کر دعا کرائی اور سیدھے بنگلہ والی مسجد پہنچے وہاں بھی مختصر دعا کرائی اور گھر میں چلے گئے اور پھر واپس آکر حجرے میں خواص سے مصافحہ ہوا۔"

دسواں حج

اجتماع رائے ونڈ میں شرکت اور حج وزیارت کے قصد سے حضرت مولانا اس مرتبہ ۳؍ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ ۲۶؍ستمبر ۱۹۷۹ء میں دہلی سے بذریعہ طیارہ روانہ ہو کر لاہور رائے ونڈ اور کراچی ہوتے ہوئے ۱۴؍ذی قعدہ (۷ اکتوبر اتوار) میں جدہ پہونچے، کراچی سے اڑان کے بعد جہاز میں کچھ خرابی پیدا ہوئی جس کی وجہ سے اس کو مطار کراچی واپس آنا پڑا، اور پھر دوبارہ اپنی منزل کو روانہ ہوا۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی معیت کی سعادت تمام قافلہ کو حاصل رہی اور آپ کی سرپرستی میں یہ سفر ہوا۔ مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر الحسن، الحاج بھائی ابوالحسن، راقم سطور محمد شاہد، مولوی حبیب اللہ، مولوی نذیر، مولوی یوسف تتلی افریقی وغیرہ

اس قافلہ کے افراد تھے۔ جدہ پہونچ کر فوراً ہی مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے اور شام تک طواف وسعی سے فراغت پائی۔

شنبہ ۱۳؍ اکتوبر میں حضرت شیخ رح مدینہ منورہ روانہ ہو گئے اور حضرت مولانا نے مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا۔ ذی الحجہ کا دوسرا ہفتہ ادائیگی حج کی مصروفیت میں گذرا۔[1]

۱۷؍ ذی الحجہ (۸؍ نومبر جمعرات) میں مسجد حائر کا سالانہ اجتماع شروع ہوا، اگلے دن بعد نماز مغرب مولانا محمد عمر صاحب نے روانگی کی ہدایات دیں اور پھر حضرت مولانا کا اختتامی بیان ہو کر دعا ہوئی۔ چالیس جماعتیں اس موقع پر راہ خدا میں نکلیں

مدینہ منورہ روانگی

دس نومبر (۱۹؍ ذی الحجہ شنبہ) میں حضرت مولانا مع قافلہ مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے، روانگی سے قبل حرم شریف گئے۔ بڑے اہتمام سے طواف فرماکر زمزم کے کنویں پر جاکر خود ہی زمزم پیا، اور پھر حائر واپس ہو کر مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ مکہ سے مدینہ منورہ تک کا یہ سفر جناب بھائی سعدی صاحب کی جی، ایم سی میں ہوا، اس گاڑی میں حضرت مولانا کے علاوہ مولانا محمد عمر صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن مولانا سعید خاں صاحب، راقم محمد شاہد، مولانا محمد بن سلیمان جھانگی اور بھائی نور الحق (بمبئی والے) تھے رابغ میں کچھ دیر قیام کے بعد ظہر کے قریب بدر پہونچے، یہاں کے مرکز میں قیام وطعام اور آرام ہوا۔ اس موقع پر حضرت مولانا نے تمام رفقاء اور استقبال کرنے والے احباب کے مجمع میں کتاب حیات الصحابہ سے جنگ بدر کے واقعات اور شہدائے بدر کے حالات سنائے موقع اور مقام سامنے ہونے نیز حضرت مولانا کے درد واثر میں ڈوبے ہوئے لب ولہجہ کا اثر بطور خاص سامعین پر ہوا۔ اور ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور چودہ سو سال قبل کا وہ منظر گویا آنکھوں کے سامنے آگیا۔ جب ایک قافلہ دعوت وعزیمت

---

[1] راقم سطور ۱۳؍ اکتوبر کو حضرت شیخ کی ہمرکابی میں مدینہ منورہ حاضر ہو گیا تھا اور اب حج کے موقع پر قاضی عبد القادر صاحب مرحوم کی معیت میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا، اور حضرت مولانا کے ساتھ حج کیا اور پھر آپ ہی کے ساتھ ۱۹؍ ذی الحجہ میں مدینہ منورہ واپسی ہوئی۔

اس وادی میں غیرت حق پر قربان اور نثار ہو گیا تھا رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه۔

نماز عصر آپ نے مسجد عریش میں ادا کی اور پھر مدینہ منورہ مسجد نور پہونچ گئے وہاں غسل فرماکر نئے کپڑے زیب تن فرمائے اور نماز عشاء سے قبل حرم نبوی شریف حاضر ہوکر صلوٰۃ و سلام پیش کیا، عشاء کی ادائیگی ہوئی۔ اور پھر حضرت شیخ سے ملاقات کے لیے مدرسہ علوم شرعیہ آمد ہوئی۔

مدینہ منورہ کے یہ لیل و نہار بڑے پرلطف اور پرکیف گذر رہے تھے کہ اچانک یکم محرم الحرام سنہ ۱۴۰۰ھ (۲۰ر نومبر) میں حرم مکہ مکرمہ کا وہ دل دوز سانحہ اور المیہ فاجعہ پیش آگیا جس کا کبھی تصور بھی نہیں ہو سکتا تھا، بہت سے تبلیغی احباب اس موقع پر حکومتی تحقیق و تفتیش میں آگئے خود مولانا سعید خاں صاحب ۱۰ر محرم سے ۱۲ر محرم تک زیر تفتیش رہے لیکن الحمد للہ باعزت طور پر محکمہ تفتیش سے واپس ہوئے۔

۱۲ر محرم (۳ر دسمبر پیر) میں حضرت مولانا اپنے رفقاء کے ساتھ مدینہ منورہ سے بذریعہ طیارہ جدہ آئے اور اگلے دن بمبئی کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہاں احباب بمبئی نے مسجد کھو کھا بازار، چھوٹا سونا پور اور جامع مسجد باندرہ میں متعدد چھوٹے بڑے اجتماعات متعین کر رکھے تھے؛ ان سب میں حضرت مولانا نے شرکت فرماکر بیانات کیے اور دعائیں کراکر جماعتوں سے رخصتی مصافحے کیے۔

۱۷ر محرم (۸ر دسمبر ہفتہ) کی صبح کو بمبئی سے بذریعہ طیارہ دہلی آمد ہوئی۔

مولانا زبیر الحسن صاحب نے دہلی پہونچ کر ایک تفصیلی مکتوب راقم سطور کو مدینہ منورہ تحریر کیا تھا۔ اختتام سفر کی تفصیلات جاننے کے لیے اس مکتوب کی نقل پیش کی جاتی ہے:

"عزیز محترم مولوی محمد شاہد سلمہ ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خدا کرے تم بخیر ہو۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم سب بخیر ہیں گذشتہ پیر کو تم سے مسجد نور مدینہ منورہ میں رخصت ہو کر ایئرپورٹ پر پہونچے، راستہ میں الحمد للہ کسی قسم کی کوئی تفتیش چیکنگ وغیرہ نہیں ہوئی۔ مدینہ منورہ کے ایئرپورٹ پر سب سے پہلے ہم ہی لوگ پہونچے اور جہاز میں سوار ہوئے۔ مدینہ منورہ چھوٹنے پر بہت ہی حسرت ہے جہاز میں بندہ نے اور حضرت جی نے بہت کوشش کی کہ کہیں سے حرم شریف ہی کی زیارت دور سے ہو جائے، مگر افسوس وہ بھی نہ ہوئی۔ ۲۵ منٹ پرواز کے بعد جدہ پہونچ کر بھائی شجاع صاحب کے مکان پر پہونچے۔ بھائی سعدی صاحب

حلیم و حشیم بھی وہیں پہونچ گئے سب نے کھانا کھایا آرام کیا چونکہ ہم لوگوں کی سیٹیں جدہ سے بمبئی کے لیے جمعرات کی تھیں اس لیے خیال ہوا کہ تین دن جدہ میں رہنے کے بجائے مکہ مکرمہ گذارے جائیں لیکن کچھ دیر بعد پروفیسر عبدالرحمن سعودی۔ ایرلائن کے دفتر سے آئے اور بتلایا کہ کل ایک سعودی جہاز بمبئی جارہا ہے اس میں بہت سی سیٹیں خالی ہیں. چنانچہ مشورہ میں اسی سے جانا طے کرلیا گیا اور مطار کے لیے روانہ ہوگئے. جدہ سے وضو کر کے چلے تھے اس لیے طیارہ میں نماز ظہر پڑھ کر کھانا کھایا۔

ہندوستانی وقت کے مطابق رات کے پونے آٹھ بجے ہمارا جہاز بخیریت بمبئی پہونچا، حضرات بمبئی ایرپورٹ پر موجود تھے، دعا کرا کر مرکز کھو کا بازار کی مسجد میں پہنچے پرانوں کے مجمع میں حضرت جی مدظلہ، اور مولانا محمد عمر صاحب کے بیانات ہوئے جمعرات کی شام کو بمبئی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا۔ جمعہ کی صبح میں مولانا محمد عمر صاحب کے گھر جا کر ناشتہ کیا اور پھر وہاں سے تقریباً دس میل کے فاصلہ پر ایک اجتماع میں گئے، شام کو بعد مغرب جماعتوں کی روانگی اور حضرت جی مدظلہ کا بیان ہو کر دعا اور مصافحہ ہوئے. ہفتہ کی صبح کو ۶ بجے کی جہاز سے دہلی روانہ ہوئے اور دو گھنٹہ میں بخیریت دہلی ایرپورٹ پر اترے۔ مطار پر خوب مجمع تھا، وہاں کے حالات کا بہت ہی شدت سے انتظار ہے، بالخصوص مولانا سعید خاں صاحب کی طرف بہت ہی خیال لگا ہوا ہے، خدا کرے حرم نبوی میں امن و امان ہو۔

(مکتوب محررہ ۱۹ر محرم ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۰ر دسمبر ۱۹۷۹ء)

حرمین شریفین سے حضرت مولانا کی یہ واپسی بڑے نازک موقع پر ہوئی تھی، سانحہ حرم مکہ مکرمہ کی بنا پر تحقیق و تفتیش اور دار و گیر بھی زوروں پر تھی. حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ (جو اس وقت بڑی پامردی اور ہمت و استقلال کے ساتھ مدینہ منورہ قیام فرما کر تمام احوال و واقعات کا مشاہدہ فرما رہے تھے) بہت ہی متفکر اور بے چین تھے. اس فکر اور بے چینی کا کچھ اندازہ ایک مکتوب کی ان چند سطور سے لگایا جاسکتا ہے۔

"مولوی انعام صاحب بہت ہی دعاؤں کی ضرورت ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھتا، مولوی سعید بعد عشا روز آتے ہیں اور چپ چاپ بیٹھ کر چلے جاتے ہیں، مجھے ان پر بہت ترس آتا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہو رہا ہے تم سے اور مولانا محمد عمر صاحب سے خاص طور سے پوچھتا ہوں کہ کیا ہو رہا ہے تبلیغ والوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ پسندیدہ نہیں ہے۔"

(مکتوب محررہ از مدینہ منورہ مورخہ ۲۱ر جنوری ۱۹۸۰ء)

گیارھواں حج

حضرت مولانا نے اپنی زندگی کا یہ حج ۱۴۰۱ھ میں کیا۔ ۱۶ر ذی قعدہ (۱۶ر ستمبر ۱۹۸۱ء) میں آپ اجتماع رائے ونڈ میں شرکت فرمانے کے لیے دہلی سے پاکستان آئے اور اس سے فارغ ہو کر ۲۶ر ذی قعدہ (۲۶ر ستمبر شنبہ) میں کراچی سے دبئی العین، ابوظبی وغیرہ تشریف لے گئے اور یہاں چند روزہ قیام کے بعد ۳ر ذی الحجہ (۲ر اکتوبر جمعہ) میں جدہ پہونچے اور مطار پر احباب سے ملاقات وعمومی دعا کے بعد مکہ مکرمہ روانگی ہوئی۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ پہلے سے مکہ مکرمہ تشریف فرما تھے، اور ان حضرات کی آمد کے منتظر تھے۔ ذی الحجہ کا دوسرا ہفتہ مناسک حج کی ادائیگی میں گذرا۔

مولانا زبیر الحسن صاحب اپنی ہمشیرہ کو ایک مکتوب میں اس سفر کا حال اور حج کی تفصیل اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"۱۶ر ستمبر کو تم سے روانہ ہو کر دس یوم پاکستان میں قیام کے بعد ۲۶ر ستمبر کو کراچی سے دبئی کے لیے روانہ ہوئے۔ ۶ یوم امارات میں قیام کے بعد ۲ر اکتوبر جمعہ کی صبح کو سعودی طیارہ سے روانہ ہو کر تین گھنٹہ بیس منٹ کی پرواز کے بعد جمعہ کی اذان سے قبل اللہ پاک نے حجاز مقدس کی سرزمین پر اتارا۔ نماز عصر اول وقت پڑھ کر بھائی سعدی صاحب کی گاڑی میں مکہ مکرمہ روانہ ہوئے اور مغرب سے پہلے یہاں پہونچ گئے۔ شیخ اباجی سے ملاقات ہوئی، صبح سے انتظار میں تھے بہت خوش ہوئے، خوب سینے سے لگایا، بعد مغرب بھائی سعدی کے مکان پر کھانا کھایا اور وہیں شب میں آرام کیا۔ ۴ دن مکہ قیام کے بعد ۸ر ذی الحجہ کی صبح کو منیٰ گئے۔

۱۱ کو مکہ مکرمہ آکر طواف زیارت کیا۔ ۱۳ ذی الحجہ میں بعد عصر رمی کر کے مکہ مکرمہ آ گئے۔
الحمد للہ حج بہت ہی عافیت و سہولت اور راحت کے ساتھ ہوا۔"
(مکتوب محررہ از مکہ مکرمہ)

مدینہ منورہ روانگی ۲۳ ذی الحجہ جمعرات میں حضرت مولانا مع اپنے دیگر رفقاء مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور دو ہفتہ وہاں قیام کے بعد ۹ محرم ۱۴۰۲ھ (۵ نومبر) میں مکہ مکرمہ واپس ہوئے۔

تاریخی اعتبار سے یہاں یہ انکشاف بھی بے حد اہمیت رکھتا ہے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے روزنامچہ میں سب سے آخری اندراج حضرت مولانا کے اسی سفر کا ہے۔ پھر اس کے بعد نصف صدی سے زائد احوال و واقعات پر مشتمل اس عجیب و غریب روزنامچہ میں کسی اور چیز کا اندراج نہیں ہے۔ یہ اندراج ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"آج (۹ محرم، ۵ نومبر جمعرات میں) مولانا انعام الحسن صاحب مع زبیر، مولوی محمد عمر و رفقاء کے فجر کی نماز کے بعد مدینہ سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے۔"
(روزنامچہ جلد چہارم صفحہ ۱۵۹)

چار یوم مکہ مکرمہ قیام کے بعد حضرت مولانا، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی معیت میں جدہ سے کراچی ہوتے ہوئے ۱۵ محرم میں دہلی تشریف لائے۔ وہاں سے ۴ صفر (۲ دسمبر) میں حضرت شیخ اور ۹ صفر (۷ دسمبر) میں حضرت مولانا سہارنپور آئے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی ہندوستان میں یہ آخری آمد تھی۔

بارھواں حج حضرت مولانا نے گذشتہ حج ۱۴۰۱ھ میں کیا تھا، اس کے بعد معمول اور طے شدہ ضابطہ کے مطابق ۱۴۰۳ھ میں ہونے والا یہ مبارک سفر حضرت مولانا کی علالت اور ناسازیٔ طبع کی بنا پر ملتوی ہو کر امسال ۱۴۰۵ھ میں ہوا۔

اس سفر کا آغاز سات شوال ۱۴۰۵ھ (۲۶ جون ۱۹۸۵ء) میں دہلی سے ہوا۔ حضرت مولانا مع اپنے رفقاء مولانا محمد عمر صاحب، مولانا زبیر الحسن صاحب، مولانا احمد لاٹ، مولانا سلیمان وغیرہ دہلی سے مذکورہ تاریخ میں ہانگ کانگ کے لیے روانہ ہوئے اور جاپان، امریکہ، انگلینڈ

میں ہونے والے اجتماعات میں شرکت کے بعد ۱۱ر ذی قعدہ (۳۰ر جولائی) میں سرزمین حرمین شریفین پہونچے۔ تین دن مکہ مکرمہ قیام کے بعد مدینہ منورہ روانگی ہوئی۔ ۵ر ذی الحجہ (۲۲ر اگست) میں مدینہ منورہ سے حج کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔ مدینہ منورہ کے اس بیس روزہ قیام میں حضرت مولانا کی ترغیب پر مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری نے کلام مجید کے حفظ کا آغاز کیا۔ جس کے لیے حضرت مولانا نے مسجد نبوی شریف میں ابتدائی آیات پڑھواکر خیر و برکت اور حفظ میں آسانی و سہولت کی دعا فرمائی۔ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد ایک ہفتہ مکہ مکرمہ قیام فرماکر بیس ذی الحجہ (۶ر ستمبر) میں دہلی واپس تشریف لائے۔

تیرہواں حج

۲۷ر شوال ۱۴۰۷ھ (۲۵ر جون ۱۹۸۷ء) جمعرات میں آپ مطار دہلی سے براستہ کویت روانہ ہوکر جدہ پہونچے۔ جدہ میں احباب سے ملاقات اور عمومی دعا کے بعد فوراً ہی مکہ مکرمہ کے لیے روانگی ہوئی۔

سات ذی قعدہ (۴ر جولائی) شنبہ میں مدینہ منورہ کا سفر ہوا۔ ایک ماہ سے کچھ زائد یہاں قیام رہا۔ مدینہ منورہ کے اس زمانہ قیام میں مولانا محمد عمر صاحب نے کلام اللہ شریف کی آخری آیت حضرت مولانا کو سناکر اپنے حفظ کی تکمیل کی۔ ختم کلام مجید کی یہ مجلس حرم نبوی شریف میں ۲۹ر ذی قعدہ اتوار میں منعقد ہوئی تھی۔

پانچ ذی الحجہ میں حضرت مولانا حج کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور چھ سے گیارہ تک مناسک و ارکان حج میں مشغول رہے۔ بعد ازاں ۱۷ر ذی الحجہ (۱۳ر اگست) جمعرات میں جدہ سے بمبئی ہوتے ہوئے جمعہ کے دن بخیر و عافیت دہلی واپسی ہوئی۔

چودھواں حج

اس حج مبارکہ کے لیے حضرت مولانا ۲۶ر شوال ۱۴۰۹ھ (یکم جون ۱۹۸۹ء) جمعرات میں دہلی سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت مولانا کے ساتھ دیگر متعدد رفقاء کے علاوہ مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری، مولانا زبیر الحسن، مولوی محمد سعد سلمہ، مولوی احمد لاٹ اور مولوی محمد عمار سہارنپوری، مولوی محمد بن سلیمان جھانجی وغیرہ تھے۔ مطار جدہ پر اہل تعلق بڑی تعداد میں موجود تھے۔ حضرت مولانا نے طویل دعا فرمائی اور پھر مکہ مکرمہ روانہ ہوگئے۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب راقم سطور کے نام اپنے مکتوب میں اس سفر کے احوال اور عمرہ وغیرہ کی تفصیلات اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"جمعرات کی صبح کو ساڑھے نو بجے تم سب سے رخصت ہو کر ایئرپورٹ پہونچے اور جملہ مراحل سے فراغت کے بعد گیارہ بجے جہاز پر سوار ہوئے۔ ٹھیک بارہ بجے جہاز نے پرواز شروع کی اور پانچ گھنٹے کی پرواز کے بعد بہت آرام سے جدہ مطار پر اترے اور ڈیڑھ گھنٹے میں جدہ سے مکہ مکرمہ اپنی قیام گاہ پر پہونچ گئے، دلی سے چلنے کے ایک گھنٹے کے بعد ظہر کی نماز سے قبل احرام باندھا اور نماز پڑھ کر عمرہ کی نیت کرلی تھی۔ بھائی عمار، مولوی احمد لاٹ گیارہ آدمیوں کا قافلہ جہاز سے اترنے کے بعد بس میں بیٹھ کر دوسری جگہ چلے گئے تھے، ہمارا سامان بستر، بکس سب انکے ساتھ چلا گیا تھا۔ ان حضرات کو فراغت میں کافی دیر لگی۔ یہ رات کو ڈیڑھ بجے کے قریب مکہ مکرمہ پہونچے، ہم لوگوں نے مکہ مکرمہ پہونچ عصر کی نماز پڑھی، ساتھی عصر کے بعد ملاقات کے لیے آتے رہے مغرب کے بعد تھوڑی دیر آرام کیا، عشاء کی نماز قیام گاہ ہی میں پڑھی اور پھر کھانا کھا کر عمرہ کے لیے حرم گئے اور ایک گھنٹے کے اندر طواف و سعی سے بہت آرام واطمینان سے فراغت ہو گئی۔ قیام گاہ پر آکر حلق کرایا پھر آرام کیا۔ یہاں آنے کے بعد ڈاکٹر محسن کے ذریعہ حافظ کرامت اللہ کے یہاں فون کرادیا تھا کہ ہم لوگ خیریت سے پہونچ گئے جس کی اطلاع آپ سب کو ہو گئی ہوگی۔ کل جمعہ کی نماز حرم شریف میں پڑھی، گرمی یہاں پر خوب شدید ہے بغیر ایئرکنڈیشن کے رات دن کاٹنا مشکل ہے۔ کل جمعہ کے دن عشاء کے بعد ہم لوگ حضرت جی کے ساتھ بھائی سعدی کے گھر گئے تھے پہلی منزل پر والدہ عثمان اور ان کی نانی سے ملاقات ہوئی، بات تو کچھ نہیں ہوئی، چپ چاپ سب بیٹھے رہے، بھائی شمیم، زعیم، حشیم، حلیم اور والدہ تمیم اور والدہ سلیم یہ سب بھی آگئی تھیں، یہ بھی بیٹھی رہیں اس کے بعد دوسری منزل پر گئے وہاں پھوپھی طاہرہ موجود تھیں، گھر میں واقعی بھائی سعدی

کے نہ ہونے سے بے رونقی سی چھائی ہوئی ہے سب ہیں مگر رونق نہیں ہے
اللہ ہی رحم فرمائے، والد صاحب مدظلہ پر ایک آدھے دن تو خوب تکان رہی
لیکن جو سہم اور فکر تھا وہ الحمدللہ عمرہ کے بعد ختم ہوگیا، نیند رات کو بھی
آجاتی ہے اور فجر کے بعد بھی آجاتی ہے اور آج دن میں بھی آگئی تھی مگر ضعف
اور کمزوری خاصی ہے۔ ظہر عصر میں تو ــــ گرمی کی وجہ سے حرم جانے کی
ہمت نہیں ہوتی مغرب کی نماز سے پندرہ منٹ پہلے تشریف لے جاتے ہیں اور عشاء کی
نماز کے بعد تشریف لاتے ہیں عشاء کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ کی گاڑی پر طواف بھی
کر کے آئے ہیں" (اقتباس مکتوب مولانا زبیر صاحب محررہ ۳؍جون ۱۹۸۹ء)

اس سفر میں حضرت مولانا نے حرم محترم کے قریب ہونے کی وجہ سے شیخ عبدالعلام صاحب کے مکان پر قیام فرمایا۔ موصوف مکہ مکرمہ کے مقیمین اور قدیم رفقائے تبلیغ میں سے ہیں۔ نو دن مکہ مکرمہ قیام کے بعد ۱؍جون شنبہ میں حضرت مولانا اپنے وسیع قافلہ کے ساتھ جو احباب پاکستان بنگلہ دیش و ہندوستان پر مشتمل تھا، مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوئے۔ نماز فجر حرم مکہ مکرمہ میں ادا کر کے وہیں سے مختلف گاڑیوں میں سوئے طیبہ روانگی ہوئی چار گھنٹہ میں مسافت طے کر کے مسجد نور پہونچے، نماز ظہر حرم نبوی شریف میں ادا کی، اور بارگاہ نبوی میں صلوٰۃ وسلام پیش کیے ایک ماہ مدینہ طیبہ میں قیام کے بعد نو جولائی مطابق پانچ ذی الحجہ اتوار میں حج کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔ سات ذی الحجہ میں مناسک حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ تشریف لے گئے اور عرفات کے میدان میں بڑی رقت آمیز دعا کرائی جس میں بہت سے ملکوں کے سینکڑوں جماعتی احباب اور رفقائے تبلیغ شریک تھے۔ حج سے فراغت پا کر دو ہفتہ مکہ مکرمہ قیام رہا۔ یکم محرم ۱۴۱۰ھ مطابق ۴؍اگست ۱۹۸۹ء میں ہندوستان واپسی ہوئی۔

پندرہواں حج

اس سفر حج کے لیے حضرت مولانا ۲۲؍شوال ۱۴۱۱ھ (۸؍مئی ۱۹۹۱ء) بدھ میں دہلی سے کراچی تشریف لے گئے اور دو یوم مکی مسجد قیام کے بعد جدہ روانگی ہوئی چند گھنٹے جدہ گزار کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ حرم مکہ مکرمہ میں مجمع کی کثرت اور ہجوم کی بنا پر احباب نے مدیر شرطۃ الحرم سے عربیہ (پہیہ دار کرسی) پر طواف کی اجازت لے رکھی تھی جس سے بڑی سہولت

وراحت کے ساتھ متعدد طواف اور تقبیل حجر اسود کا موقع مل جاتا تھا۔

ایک ہفتہ مکہ مکرمہ قیام کے بعد تین ذی قعدہ (۱۰ رمئی شنبہ) کی صبح میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور ایک ماہ وہاں قیام کے بعد ۵ ذی الحجہ (۱۰ رجون) میں حج کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ تشریف لائے اور ایک دن جناب الحاج حلیم صاحب (فرزند جناب الحاج مولانا محمد شہیر صاحب) کے مکان پر قیام فرما کر مناسک حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ تشریف لے گئے۔

حج سے فراغت پر دو ہفتہ مزید مکہ مکرمہ میں قیام رہا۔ ۲۸ ذی الحجہ (۱۱ رجولائی جمعرات) کی صبح میں ہندوستان واپسی کے قصد سے جدہ تشریف لائے اور ایک یوم یہاں قیام کے بعد ایرانڈیا سے دہلی مراجعت فرمائی۔

سولہواں حج

حضرت مولانا کا یہ سفر حج ۲۵ رشوال ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۹۳ء شنبہ میں دہلی سے شروع ہو کر ۲۱ ذی الحجہ مطابق ۱۱ رجون جمعہ میں دہلی مرکز پر ختم ہوا۔

راقم سطور کو بھی اس سفر حج میں معیت کی سعادت ملی تھی، اور اس نے پورے سفر کا روزنامچہ بڑے اہتمام کے ساتھ تحریر کیا تھا، یہاں وہی روزنامچہ (معمولی سے حذف واضافہ کے ساتھ) شامل کتاب کیا جاتا ہے۔ اس روزنامچہ میں کہیں کہیں آپ بیتی جگ بیتی بھی آگئی ہے جس کے لیے راقم سطور اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہے۔

• ۲۵ رشوال، ۱۷ اپریل ۱۹۹۳ء: آج شام چار بجے مرکز سے روانہ ہو کر مطار پر پہونچے، ہجوم خوب تھا، مسٹر غلام نبی آزاد بھی رخصت کرنے آئے تھے۔ سعودی ایر لائنز سے یہ سفر ہوا۔ حضرت جی مدظلہ، مولوی زبیر، محمد شاہد، مولوی سعد، مولوی سلیمان کے ٹکٹ فسٹ کلاس کے اور بقیہ رفقاء کے عمومی تھے۔ بڑی عافیت وسہولت سے چل کر ریاض پہونچے۔ حضرت جی مدظلہ نے طیارہ میں ہی وضو کر کے احرام باندھا، باقی رفقاء نے بھی باندھ لیا۔ مولانا عمر صاحب نے وضو واستنجاء کی سہولت کی وجہ سے بعد مغرب فوراً باندھ لیا تھا۔ ریاض میں جہاز کو ۴۵ منٹ ٹھہرنا تھا مگر اعلان ہوا کہ کچھ خرابی ہو گئی ہے اس لیے جہاز بدلنا ہوگا۔ تقریباً دو گھنٹے اس تغیر وتبدل میں صرف ہوئے اور اتر کر دوسرے جہاز میں جا کر مطار جدہ پہونچے۔ جدہ میں بعض احباب نے یہ تفصیل

سن کر بتلایا کہ خرابی کا اکثر ایسے موقعوں پر بہانہ ہوتا ہے۔ ریاض میں جب مسافر طیارہ میں کم رہ جاتے ہیں تو ان کو کسی حیلہ سے اتار کر دوسرے جہاز میں منتقل کر دیتے ہیں جس میں نسبتہً مسافر زیادہ ہوتے ہیں اور جگہ بھی ہوتی ہے۔

مطار جدہ سے سیدھے شیخ فاضل بسیونی کے مکان پر پہونچے۔ کھانا کھا کر مشورہ سے طے ہوا کہ صبح اول وقت مکہ مکرمہ روانگی ہوگی۔ چنانچہ بعد طعام آرام ہوا۔

• ۲۶ر شوال ۱۴۰۸ھ، اتوار: نماز فجر مولوی احمد لاٹ نے پڑھائی اور پھر مختلف گاڑیوں سے صبح سویرے چائے ناشتہ کے بعد مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہو کر حرم شریف کے قریبی ہوٹل — فندق شبرا پہونچے کہ یہاں ہی قیام طے ہے، ہمارے عرب میزبانوں نے اس کا پورا ایک فلیٹ کرایہ پر لے لیا تھا۔ نماز عصر پڑھ کر انہی عربی حضرت جی مدظلہ، مع رفقاء حرم شریف تشریف لے گئے۔ طواف نماز مغرب سے قبل اور سعی بعد مغرب فرمائی، شیخ غسان[1] نے عربیہ پر طواف وغیرہ کا اجازت نامہ حضرت جی مدظلہ، اور مولانا زبیر صاحب کے لیے ہوا رکھا تھا۔ حضرت جی مدظلہ کے اجازت نامہ

---

[1] حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کو اپنی حیات میں یوں تو بہت سے جاں نثار و خدمت گذار خدام ملے لیکن چند سال قبل جو چند نوجوان عرب ملے وہ اطاعت شعاری، فرمانبرداری میں جس طرح منفرد و ممتاز تھے اسی طرح حضرت مولانا کی مزاج شناسی اور آپ سے عشق کی حد تک وابستگی میں بھی اپنی مثال آپ تھے اور بلا مبالغہ ان نوجوانوں نے لازوال محبت کی ایک نئی تاریخ مرتب کر دی تھی، لاکھوں افراد کے شامل اجتماعات میں جب حضرت مولانا کی کار مجمع اور ہجوم کے بے پناہ سمندر میں پھنس جاتی تھی، تو ان نوجوانوں کا کئی کئی کیلومیٹر تک دیوانہ وار پیدل بھاگتے ہوئے راستہ کو صاف کرنا اور کار کو اس ہجوم سے سلامتی کے ساتھ باہر نکال لانا آج تک نظروں میں سمایا ہوا ہے ان نوجوان عربوں کے نام یہ ہیں۔

• شیخ عبدالعزیز بوقس　　• شیخ عبداللہ حسین رلوعی
• شیخ غسان محمد عبداللہ زارع　　• شیخ فاضل فواد بسیونی

جزاهم الله تعالیٰ احسن الجزاء۔

میں یہ بھی تھا کہ تقبیل حجر اسود میں ساعدت کی جائے۔ چنانچہ حرم شریف کی پولیس اور مراقب خود ہی اہتمام کرتے اور جگہ بنا کر ملتزم اور حجر اسود تک پہونچاتے۔ احقر بھی اس موقع پر حضرت جی مدظلہ' کے ایک جانب ہوتا تھا اس لیے ملتزم اور حجر اسود تک رسائی ہو جاتی تھی فالحمد للہ علی ذالک اس اجازت نامہ کی اصل کاپی احقر کے پاس محفوظ ہے۔

روزانہ کا معمول حضرت جی مدظلہ' کا ایک طواف کا تھا۔ ساتویں شوط کے بعد ملتزم اور پھر حجر اسود پر تشریف لے جاتے اور پھر حرم شریف میں جگہ بدل بدل کر بیٹھتے تاکہ مجمع اکٹھا نہ ہو اور سکون ویکسوئی کے ساتھ نوافل اور دعا و اذکار میں مشغول رہیں لیکن اس کے باوجود بھی مجمع ایکدم جمع ہو جاتا۔

• ۲۷ر شوال ۱۹ر پیر: آج دوپہر کھانے کے بعد جب آرام کے لیے لیٹے تو حضرت جی مدظلہ' کے سینہ میں چبھن ہوئی، جو کچھ دیر بعد ٹھیک ہو گئی۔ شیخ غسان نے آکسیجن مشین جو کسی عرب نے بھجوائی تھی حضرت جی کو دکھلائی کہ اب یہ احتیاطاً جناب کے لیے منگوائی گئی ہے۔ لیکن الحمد للہ آخر سفر تک اس کے استعمال کی نوبت نہیں آئی۔ اس سفر کی پہلی نماز نماز عصر آج احقر نے حضرت جی مدظلہ کو پڑھائی اور یاد پڑتا ہے کہ عمر بھر کی پہلی نماز ہے کیونکہ اس سے پہلے کبھی احقر کو نماز کی امامت یاد نہیں۔

• ۲۸ – ۲۰ر منگل: آج گھر کی مستورات چچی صاحبہ (اہلیہ محترمہ بھائی شمیم صاحب مرحوم) واماں طاہرہ نیز اہلیہ بھائی حشیم و حلیم صاحبان فندق شبرا میں حضرت جی مدظلہ' سے ملاقات کے لیے آئیں۔

• ۲۹۔ ۲۱ر بدھ: بھائی شمیم صاحب کے حادثہ انتقال کے بعد یہ ہم لوگوں کی پہلی آمد تھی اس لیے آج صبح شاہد عثمان، نعمان مدرسہ صولتیہ آئے اور کچھ دیر دیوان میں بعد تعزیت بھائی شمیم صاحب مرحوم ٹھہر کر اور پھر چچی صادقہ صاحبہ کے پاس تعزیت کیلئے گئے۔

• یکم ذی قعدہ ۲۲ر جمعرات: دعوت ناشتہ بر مکان بھائی حلیم صاحب یہاں سے ناشتہ کے بعد پہلی مرتبہ سہارنپور فون کر کے ــــــــ خیر و عافیت معلوم کی۔

• ۲ر ذی قعدہ ۲۳ر جمعہ: دعوت ناشتہ بر مکان بھائی حشیم صاحب ناشتہ کے بعد وہیں غسل

کر کے فندق شبرا آئے، کئی دن سے مشورہ ہو رہا تھا کہ مدینہ منورہ کب چلیں مفتی صاحب کی رائے یہی کہ ابھی ایک ہفتہ مزید قیام کر لیں کیوں کہ پھر یہاں اژدحام ہو جائے گا مولانا سعید خاں صاحب کی رائے تھی کہ بس جلدی چلیں اور کل شنبہ طے کر دیں۔ بالآخر مشورہ کے بعد طے ہوا کہ کل صبح حرم شریف میں نماز فجر ادا کر کے فوراً مدینہ منورہ روانہ ہو جائیں۔

• ۳- ۲۴، شنبہ:- بعد نماز فجر مختصر ناشتہ کے بعد بھائی حلیم صاحب کی گاڑی میں ——— حضرت جی، مولانا زبیر الحسن، مولوی سعد، مولانا سلیمان اور پروفیسر عبد الرحمان کے لڑکے سلمان کی گاڑی میں شاہد عثمان نعمان، بھائی شفیق اور دیگر حضرات متفرق گاڑیوں میں مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوئے، راستہ میں دو جگہ پانی اور پٹرول کے لیے چند منٹ ٹھہر کر سیدھے قبا پہونچے، وہاں وضو، استنجاء سے فارغ ہو کر نوافل ادا کر کے حرم نبوی شریف جدید باب جبرئیل سے متصل بریدہ کے قریب ——— عمارت تونسی کی پہلی منزل میں قیامگاہ پر پہونچے ——— یہ تین منزلہ عمارت حرم شریف کے قریب سب سے نزدیک عمارت ہے جو اوقاف کی ہے اور عرب میزبانوں نے اس کو کرایہ پر لیا ہوا ہے اس کی پہلی منزل پر ایک کمرے میں حضرت جی مدظلہ، دوسرے میں مفتی صاحب تیسرے میں مولوی زبیر، شاہد سعد عثمان نعمان ہیں۔ دوسری منزل میں پاکستانی حضرات بھائی عبد الوہاب، بھائی افضل وغیرہ ہیں۔ بعد عصر حضرت جی مدظلہ، کے ساتھ مواجہ شریفہ پر حاضری ہوئی اور پھر اقدام عالیہ میں نماز مغرب تا نماز عشاء رہ کر بعد نماز عشاء صلوٰۃ وسلام اقدام عالیہ میں پڑھ کر واپسی ہوئی اور روزانہ کا یہی معمول قرار پایا۔

آج حضرت جی مدظلہ، نے عثمان نعمان سے فرمایا کہ اپنی چالیس نمازیں پوری کر لو۔ جس پر انھوں نے شنبہ مغرب سے شروع کر کے اتوار عصر تک پوری کر لیں۔

• ۴- ۲۵، اتوار:- مکہ مکرمہ میں احقر نے خواب دیکھا تھا کہ حضرت جی مدظلہ، نے مجھے ایک بہت خوبصورت کتاب مرحمت فرمائی۔ جس پر بہت سنہرے حروف میں "مجموعہ خطبات الجمعہ" لکھا تھا، آج یہ خواب سنایا تو بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا، بہت اچھا اللہ مبارک کرے۔

• ۵- ۲۶، پیر:- مختلف احباب اور ذمہ دار حضرات دن بھر ملاقات کے لیے حضرت جی

مدظلہٗ کے پاس آتے رہے، مشورے بھی ہوئے۔ اور معمول کے مطابق مغرب سے عشاء تک حرم شریف رہے۔

• ۶-۲۷ منگل:۔ آج احقر نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی دیکھا کہ کچے گھر میں پلنگ پر صحن میں تشریف فرما ہیں۔ بڑے چبوترے پر مولانا علی میاں، مولانا منظور نعمانی ہیں۔ میں کچے گھر میں حضرت کے پلنگ کے پاس پہونچا تو دیکھا کہ چھوٹے چبوترے پر چائے کی چار، پانچ پیالیاں تشتریاں رکھی ہوئی ہیں۔ جنہیں کسی نے چائے پی کر وہیں چھوڑ دیا تھا، مجھے بہت برا افسوس ہوا کہ حضرت کے بالکل قریب گندے برتن رکھے ہوئے ہیں چنانچہ میں نے فوراً ان کو وہاں سے اٹھا کر دور رکھ دیئے۔ اس پر علی میاں نے حضرت شیخ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب کوئی اِن کے حالات لکھے گا تو کس کس خوبی کو لکھے گا، ان کو یہ بھی گوارا نہیں ہوا کہ چائے کی خالی پیالی آپ کے پاس گندی حالت میں ہو، اس پر حضرت شیخ مسکرائے اور کچھ نہیں فرمایا۔

بھائی حلیم جو حضرت جی مدظلہ کو مکہ مکرمہ سے لائے تھے، آج بعد نماز فجر واپس مکہ مکرمہ گئے۔

• ۷ ذی قعدہ ۲۸ بدھ:۔ آج صبح حضرت جی مدظلہٗ ۸-۹ بجے استنجے کے تقاضہ سے ایکدم اٹھے، مولوی سلیمان ناشتہ تیار کر رہے تھے۔ تنہا بغیر کسی کے پکڑے ہوئے چلنے کی وجہ سے ایکدم چکرائے اور بہت زور سے گرے۔ ناک کے اوپر ہلکی سی خراش آئی۔ چشمہ بھی ٹوٹ گیا۔ جلدی سے لٹایا، ضعف بھی بہت ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے معائنہ کیا، بلڈ پریشر بہت گر گیا تھا۔ ان سب چیزوں کی روک تھام کی گئی۔

اس مرتبہ گرنے کا یہ واقعہ ساتویں مرتبہ پیش آیا۔ تین سال میں سات مرتبہ گرے اس سے قبل ۷ رمضان ۱۴۱۳ھ کو دہلی میں اپنے کمرہ میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔

• ۸ ذی قعدہ ۲۹ جمعرات:۔ آج دن بھر خوب ضعف رہا، فرمایا دماغ کام نہیں کر رہا بہت بوجھ ہو رہا ہے۔ معمول کے مطابق حرم شریف گئے، احقر اور مولوی سلیمان صاحب نے سیڑھی سے اترتے ہوئے تھام رکھا تھا۔ اس موقع پر فرمایا کہ پاؤں پر بالکل بوجھ نہیں دیا جا

۹-۳۰ جمعہ: آج عزیزان عمار و راشد پھوپی زبیدہ بعد نماز جمعہ مکہ مکرمہ سے شیخ عبداللہ ربوعی کی گاڑی میں روانہ ہو کر بوقت عشاء مدینہ منورہ قیام گاہ پر پہونچیں۔ حکیم ظفر نے اپنے یہاں رہنے کی پیش کش کی، مگر دور ہونے کی وجہ سے اسی عمارت میں جہاں ہمارا قیام ہے چوتھی منزل پر رہیں۔

آج امام صاحب کے خطبہ کا موضوع سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ غاشیہ کی تفسیر اور اس کے فضائل تھا، حاضری شاہد بر مزار سید نا حمزہ رضی اللہ عنہ بمعیت ارشد سہارنپوری ابن جناب حکیم ظفر احمد صاحب۔

۱-یکم مئی شنبہ: دعوت ناشتہ بر مکان مولوی حبیب اللہ صاحب مولانا زبیر و شاہد و جملہ اہل سہارنپور۔

آج گیارہ بجے صبح حضرت جی مدظلہ مع رفقاء قبا تشریف لے گئے۔ نوافل کی ادائیگی اور دعا کے بعد واپسی ہوئی۔ مولانا سعید خاں صاحب کے یہاں آج شام کے کھانے کی دعوت تھی جو مسجد نور میں ہوئی۔ شاہد، عثمان، نعمان، مفتی زین العابدین صاحب، مولوی اسماعیل الحاج بھائی ابوالحسن، ملک عبدالوحید، ملک خالد، مفتی عاشق الٰہی صاحب، مولوی حبیب اللہ صاحب شریک دعوت ہوئے۔

۱۱-۲ اتوار: آج مولانا محمد اللہ صاحب کو سہارنپور فون کر کے مدرسہ کی خیریت معلوم کی۔ حکیم عبدالقدوس صاحب نے سہارنپوری قافلہ و حضرت جی مدظلہ کی آج شام کھانے کی دعوت کی اور کھانا و چاول، رطب وغیرہ قیام گاہ پر لائے۔ آج بعد طعام مولانا عاشق الٰہی کے مکان پر احقر مع عثمان و نعمان ارشد کی گاڑی میں گئے۔ مولانا نے خاطر و تواضع کے بعد اپنی کتابیں اور جدید مطبوعہ تفسیر جلد اول ہدیہ دی۔

۱۲-۳ پیر: جناب الحاج صوفی محمد اقبال صاحب حضرت جی مدظلہ اور مولانا زبیر سے ملاقات کے لیے آنا چاہتے تھے۔ احقر نے صبح ناشتہ سے قبل کا وقت ان کے لیے تجویز کر دیا تھا، چنانچہ وہ آج صبح عمارت نو ہی آئے کافی دیر مولوی زبیر کے پاس رہے انہوں نے خاطر تواضع کی، چائے ناشتہ ہوا۔ مولوی حبیب اللہ بھی ساتھ تھے۔ صوفی صاحب نے اپنی متعدد

کتابیں مولوی زبیر صاحب کو ہدیہ کیں۔ حضرت جی مدظلہ اس وقت آرام فرمارہے تھے ان سے ملاقات نہ ہوسکی، آج صبح مولوی عثمان ابن حافظ صدیق استاذ مدرسہ سے فون پر بات کی انھوں نے رجسٹریشن کی تجدید میں مفتی مظفر صاحب کی طرف سے رکاوٹ کی تفصیلات بتلائیں بعد نماز عصر یہ تمام تفصیلات احقر نے حضرت جی مدظلہ کے گوش گذار کر کے دعا کی درخواست کی تو فوراً دعا فرمائی اور کہا کہ دلی بھائی کرامت کو بھی اطلاع کرو۔ چنانچہ بعد مغرب احقر نے حرم شریف سے آکر دہلی فون کیا۔ بھائی کرامت صاحب تو تھے نہیں بھائی سلامت اللہ سے بات ہوئی۔

- ۱۳-۴ منگل :- دعوت ناشتہ بر مکان الحاج بھائی ابوالحسن صاحب، مولانا زبیر و احقر شاہد اور جملہ اہل سہارنپور و دیگر خواص مدینہ منورہ نے اس میں شرکت کی۔
- ۱۴-۵ بدھ :- آج نماز مغرب میں امام صاحب حرم نبوی شریف نے تیسری رکعت میں رکوع سے اٹھ کر طویل دعا بوسینا اور ہر ملک کے مسلمانوں کے لیے کرائی، آج یہ دعا شروع ہوئی اور کئی دن تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔

بعد نماز عصر حرم شریف جاتے ہوئے حضرت جی مدظلہ نے احقر سے دریافت کیا کہ معلوم ہوا ہے کہ صوفی اقبال آئے تھے مگر ہمارے سے ملاقات نہ ہوسکی۔ ہم سو رہے تھے ان کا گھر کہاں ہے، لاؤ ہم ہی ان سے ملاقات کر آئیں۔ میں نے عرض کیا کہ ان شاء اللہ وہی آئیں گے مگر اس کے بعد ان کی بیماری کا ایک سلسلہ شروع ہوا کہ اپنے زنانہ مکان سے باہر مردانہ مکان میں بھی آنا موقوف ہوگیا۔ بلڈ پریشر اور دل تکلیف وغیرہ وغیرہ کا سلسلہ چل پڑا۔

- ۱۵-۶ جمعرات :- دعا برائے مسلمانان بوسینا در نماز فجر و مغرب منجانب امام حرم، بعد عشاء مولانا تقی صاحب کا دبئی سے فون آیا، ان کو تفصیل سے مدرسہ کے احوال بتلائے۔ آج معمول کے مطابق بعد عشاء اقدام عالیہ میں جالیوں کے پاس حضرت جی مدظلہ نے صلوٰۃ وسلام پڑھا اس کے بعد خدام عربیہ اندر تک لے آئے۔ لیکن اذبا وہاں بیٹھنے سے انکار کردیا اور معمول کے مطابق باب جبرئیل پر آکر پھر عربیہ پر سوار ہوئے۔ بھائی ذکی صاحب کے ہمراہ آج مقامات متبرکہ کی زیارت کی گئی۔

۱۶-۷ جمعہ :- گذشتہ جمعہ کی طرح اس مرتبہ بھی نماز جمعہ جدید حرم شریف میں ادا کی گئی، بھائی

عبدالصمد صاحب نے بہت پہلے جگہ متعین کرلی تھی۔ امام صاحب کا خطبہ حج اور فرضیت حج پر ہوا کھانے کے بعد حضرت جی مدظلہ کی طبیعت ناساز ہوکر چھینک شروع ہوئی جس کا سلسلہ عصر تک چلتا رہا جس کی وجہ سے حرم شریف بھی نہیں گئے اور کمرے میں آرام فرمایا۔
آج بھی بوسینا کے مسلمانوں کے لیے بہت گریہ کے ساتھ دعا ہوئی۔

• ۱۷-۸ شنبہ:- آج حضرت جی مدظلہ کی طبیعت قدرے بہتر رہی۔ صبح ای سی جی کے لیے ڈاکٹر آئے، مشین بھی ساتھ لائے مگر وہ خراب تھی اس نے کام نہیں کیا۔ شام کو بوقت عصر ڈاکٹر خواجہ صاحب نئی مشین لے کر آئے اور ای سی جی کی بتلایا کہ کچھ فرق ہے۔ اپنے بڑے ڈاکٹر صاحب سے مشورہ کر کے کل آئیں گے یہ بھی کہا کہ سابقہ ای سی جی اور موجودہ میں جو فرق ہے یہ معدہ کی خرابی سے بھی ہوسکتا ہے آج صبح ٹیسٹ کے لیے خون بھی لیا گیا۔ ڈاکٹر خواجہ صاحب کی پختہ رائے یہ تھی کہ یہ تکلیف معدہ کی وجہ سے ہے اور اسی کی دوا انھوں نے تجویز کی۔

آج صبح حضرت جی مدظلہ نے مولوی زبیر، مولوی سلیمان اور احقر کی موجودگی میں سنایا کہ کسی شخص کو خواب میں زیارت ہوئی یہ فرمایا کہ مولوی انعام سے کہنا کہ ہم اس مرتبہ حج تمہارے ساتھ کریں گے، حضرت جی یہ خواب سنا کر خوب روئے۔

آج بعد عصر ضعف کی وجہ سے حرم شریف نہیں گئے نیز ضعف کی وجہ سے قبا بھی نہیں گئے، مولوی عمار، راشد، عثمان، نعمان وغیرہ گئے۔

• ۱۸-۹ اتوار:- آمد عزیز عثمان فرزند بھائی سعدی مرحوم ہوٹل اوبرائے میں قیام ہے۔ ۱۲ ذی قعدہ بدھ میں عزیز موصوف مکہ مکرمہ واپس گئے، شامی علماء کی ایک جماعت ملاقات کے لیے آئی اور اپنے یہاں کے سخت احوال سنا کر دعا کی گذارش کی۔

• ۱۹-۱۰ پیر:- بھائی ذکی صاحب کے ہمراہ مقامات متبرکہ کی زیارت کی، کچھ زیارات گذشتہ ایام میں کرلی تھیں۔

• ۲۰-۱۱ منگل:- آمد بھائی حلیم مع عزیزہ فاطمہ سلمہا واطفال بوقت عشاء۔ قصر المدینۃ الجدید میں قیام ہے۔

• ۲۲-۱۳- جمعرات:- آج حضرت جی مدظلہٗ خلاف معمول ازدحام اور ضعف کی وجہ سے مواجہ شریف پر نہیں گئے بلکہ اقدام عالیہ سے ہی قبل المغرب وبعد العشا، سلام پڑھا۔ نیز نماز مغرب کی تیسری رکعت میں پہلے کھڑے ہوئے پھر شدت ضعف کی وجہ سے بیٹھ گئے۔ اور بیٹھ کر نماز پوری کی۔

• ۲۳-۱۴- جمعہ:- سابقہ دو جمعوں کے مطابق آج بھی جمعہ حرم شریف میں پڑھا گیا امام صاحب کے خطبہ کا موضوع حج اور فضائل حج تھا۔ حضرت جی مدظلہٗ عربی وقت سے ۱۱½ بجے غسل کر کے حرم شریف گئے اور بعد جمعہ متصلاً واپس آئے اور پھر شام کو ضعف کی وجہ سے نہیں گئے۔

بعد عصر شیخ غسان زارع کو کچھ احباب کو ملاقات کے لیے — لائے۔ حضرت جی مدظلہٗ نے ان کا استقبال کیا، کھلایا، پلایا، اور دعوت کی بات کی۔ بعد نماز جمعہ بھائی حلیم مع اطفال واہلیہ واپس مکہ مکرمہ گئے۔

• ۲۵-۱۶- اتوار:- الجزائر کے قدما آج حضرت جی مدظلہٗ سے ملے اور وہاں کے سخت ناگفتہ بہ حالات سنا کر کہ دینداروں پر تشدد ہے داڑھیاں تک زبردستی مونڈ رہے ہیں، وہاں کے لیے دعا کی درخواست کی۔

• ۲۶-۱۷- پیر:- احقر کو آج بخار ہوا، جو شام تک تیز رہ کر شب میں اتر گیا۔ عصر کے وقت حضرت جی مدظلہٗ مزاج پرسی کے لیے کمرہ میں تشریف لائے۔

شیخ حمید بدری، بدر کے اہم ذمہ داروں میں سے ہیں، انھوں نے حضرت جی مدظلہٗ کو مع جملہ رفقا، بدر جانے، شہداء احد کی زیارت اور وہاں کھانے کی دعوت دی لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ پہلے حکومتی سطح پر اجازت لی جائے۔ چنانچہ رابطہ کر کے اجازت کی کوشش کی گئی، مگر عدم موافقت رہی۔ آج شیخ حمید بدری کا فون مولانا سعید خاں صاحب کے نام آیا جس میں انھوں نے تاسف کے ساتھ اس کی اطلاع دی۔ مولانا نے جب حضرت جی مدظلہٗ سے اس کی اطلاع دی تو برجستہ فرمایا کہ ان شاء اللہ اسی میں خیر ہے۔

• ۲۷-۱۸- منگل:- بستی نظام الدین میں کام کا تذکرہ تھا تو فرمایا کہ بھائی میں تو اپنی

بستی کے لیے بہت دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ وہاں سے بدعات کو ختم فرمائے اور ان سے دین کا کام لے لے۔

آج مولوی احمد لاٹ غینیا (جو کینیا سے اوپر افریقی ملک ہے) کے وفد سے ملاقات کرنے گئے۔ جس میں متعدد خواص بھی ہیں۔ مفتی زین العابدین صاحب بھی گئے اور بات کی ۔۔۔!

• ۲۸۔ ۱۹؍ بدھ:۔ فرمایا ہم تو ضعف کی وجہ سے اس سال حج پر آنے کی ہمت نہیں کر رہے تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا کہ بہت اچھا کیا آ گئے۔

حضرت مفتی محمود صاحب کے متعلق مولوی سلیمان جھانجی نے ۔۔ خیریت معلوم کی، تو احقر نے بتلایا کہ پلاسٹر دوبارہ لگا ہے۔ اس پر فرمایا کہ میں تو مفتی محمود، مولانا ابرار، مولانا صدیق اور علی میاں چاروں کے نام لے کر دعا کرتا ہوں کہ اب تو ہی بڑے رہ گئے۔

آج بعد عصر شیخ عبد الفتاح ابو غدہ کے ممتاز تلامذہ میں شیخ محمد عوامہ وغیرہ ملاقات کے لیے آئے۔ شیخ عوامہ نے اپنی کتاب "صفحات فی ادب الرائے" حضرت جی مدظلہ کو ہدیہ کی، جس کے سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے:۔

"سماحة مولانا العلامة الاجل البارع حامل راية الجمع بين العلم والدعوة الى الله تعالى فى هذا العصر سيدى الشيخ مولانا محمد انعام الحسن حفظه الله تعالى وامتع المسلمين به. من راجى دعواته محمد عوامه"

مدينة المنورة ۱۴۱۲/۱۱/۲۸ھ

• ۳۰۔ ۲۱؍ جمعہ:۔ ادائیگی نماز جمعہ در حرم نبوی شریف۔

مدرسہ علوم شرعیہ جدید تعمیر میں آ گیا۔ حضرت شیخ کا ذاتی کمرہ بھی اسی میں شامل ہو گیا کل احقر اور بھائی ابو الحسن نے اندازہ اور حساب سے اس جگہ کی تعیین کر لی تھی جہاں حضرت رح کی چارپائی رہتی تھی اور قیام ہوتا تھا۔ آج نماز جمعہ احقر نے اسی تعیین شدہ جگہ پر ادا کی۔ الحمد للہ

الحمد والشکر:-

- یکم ذی الحجہ ۲۲ر شنبہ ؛۔ آج سوا گیارہ بجے عربی حضرت جی مدظلہ قبا تشریف لے گئے نماز ظہر کے بعد واپسی ہوئی۔

۲-۲۳ر اتوار ، دعوتِ ناشتہ بر مکان مولوی حبیب اللہ صاحب آج حضرت جی مدظلہ نے مولانا حبیب اللہ صاحب ساکرس (سوات) کے انتقال کی خبر دی اور فرمایا کہ بہت پرانے آدمی تھے اور بہت ذاکر و شاغل تھے احقر نے مولوی زبیر صاحب سے کہہ دیا تھا کہ حج کے پانچوں دن بندہ حضرت جی مدظلہ کی گاڑی میں رہے گا۔ چنانچہ انھوں نے مشورے میں اس کی رعایت رکھی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

- ۵-۲۶ر بدھ ؛۔ آج بعد نماز عشا الوداعی صلوٰۃ وسلام کے لیے حضرت جی مدظلہ کی معیت میں حاضری ہوئی اور عام معمول سے زیادہ دیر تک صلوٰۃ وسلام پیش کیا گیا۔
- ۶-۲۷ر جمعرات ؛۔ آج صبح بعد نماز فجر مختصر سے ناشتہ کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانگی ہوئی۔ شیخ عبدالعزیز بوقس کی نئی گاڑی میں مولوی سلیمان، مولوی زبیر اور حضرت جی مدظلہ، شیخ مجدی کی گاڑی میں مولوی سعد وغیرہ اور فاضل لبیونی کی گاڑی میں محمد شاہد، عثمان، نعمان، مولوی احمد لاٹ وغیرہ اور بقیہ رفقا، دیگر گاڑیوں میں تھے۔

کچھ دوسری قسم کی گاڑیاں بھی آگے پیچھے تعاقب میں رہیں۔ مدینہ منورہ کی حدود سے نکلتے ہی چوکی پر سب گاڑیاں روک کر سب کے پاسپورٹ وغیرہ لے کر نام و نمبرات نوٹ کیے گئے۔ مولانا سعید خان صاحب کی گاڑی کو بھی روکا گیا۔ تین گھنٹے میں ۱۰ بجے کے قریب بھائی حلیم کے مکان کعکیہ پہونچے۔ احرام سب نے مدینہ منورہ سے ہی حج کا باندھ لیا تھا۔

بعد عصر کعکیہ سے بارادہ بیت الحرام شاہد، عثمان، نعمان، عمار، راشد چلے ارادہ تھا کہ مغرب حرم شریف کے اندر ادا کریں گے مگر ازدحام کی وجہ سے فندق شبرا کے پاس ادا کی اور وہیں سے پیدل صولتیہ آگئے۔ مولانا محمد اللہ صاحب ناظم مدرسہ سے ملاقات ہوئی اور نماز عشا صولتیہ کی مسجد میں ادا کر کے بھائی حشیم کی گاڑی سے کعکیہ پہونچے۔

۷ – ۲۸ جمعہ :۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کا مشورہ ہوا کہ کہاں ادا کی جائے۔ ایک رائے یہ تھی کہ بھائی حلیم کے مکان پر ادا کریں دوسری رائے یہ تھی کہ قریب کی مسجد میں ہو، اس رائے کو ترجیح ہوئی۔ چنانچہ تمام رفقاء نے اسی مسجد میں جمعہ ادا کیا۔ بعد نماز جمعہ امام و مؤذن صاحبان حضرت جی مدظلہ، سے ملاقات کے لیے آئے۔

مولانا محمد اللہ صاحب احقر کے مشورہ سے آج صبح آٹھ بجے بھائی حلیم کے یہاں آ گئے تھے، دن بھر رہ کر بعد عشاء واپس اپنی قیام گاہ پر پہونچے۔

۸ – ۲۹ شنبہ :۔ مشورہ میں یہ طے ہوا تھا کہ حضرت جی مدظلہ، مع اپنے خدام جی ایم سی میں اور بقیہ جملہ رفقاء دو بڑی بسوں میں حج کریں گے۔ چنانچہ اسی ترتیب کے مطابق فہرست بنائی گئی مگر عین وقت پر بس میں کوئی خرابی آ گئی جس کی وجہ سے ترتیب بدل کر گاڑیوں میں منیٰ جانا ہوا، چونکہ دو بسوں کا کرایہ دیا جا چکا تھا اس لیے ان کو چھوڑنا بھی مشکل تھا اس لیے ان کو کہہ دیا گیا کہ بہت جلد دو بسیں لے کر منیٰ پہنچ جائیں۔

حضرت جی مدظلہ، منیٰ سے باہر باہر روانہ ہو کر ۴ منٹ میں شیخ عبدالعزیز بوقس کے مکان پر پہونچے یہ مکان مسجد خیف کے متصل اور جمرات کے قریب ہے اس میں تین کمرے تھے، جن میں کمرہ نمبر۱ میں حضرت جی مدظلہ، مولوی سلیمان اور محمد شاہد۔ ۲ میں مولانا زبیر، عثمان نعمان مولوی سعد، راشد، مولوی عمار ۔ ۳ میں مفتی صاحب اور ایک طویل وسیع صحن میں بقیہ رفقاء کرام مقیم ہوئے۔ بعد مغرب حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ملاقات کے لیے تشریف لائے کچھ دیر حضرت جی کے پاس ان کے کمرہ میں تشریف فرما رہے اور چلتے ہوئے فرمایا کہ تکمیل مقاصد اور تکمیل اصلاح کے لیے فرمائی جائے، اس کے بعد اپنے نواسہ کو آواز دے کر آگے بلایا اور حضرت جی سے اس کا تعارف کرا کر دعا کرائی۔ پھر ایک تھیلی جو شروع سے حضرت مولانا ابرار صاحب کے ہاتھ میں تھی چلتے ہوئے حضرت جی مدظلہ، کو ہدیہ کہہ کر دی جس میں تین سیب تھے، واپس میں حضرت جی نے مولانا سلیمان کے بدست شہد کی شیشی حضرت مولانا ابرار صاحب کو ہدیہ بھجوائی جو مولوی سلیمان نے صحن میں پہونچ کر حضرت مولانا ابرار صاحب کی خدمت میں پیش کی اور حضرت مولانا نے اپنے نواسہ کو مرحمت فرما دی۔

• ۹-۳۰، اتوار:۔ بیان بعد فجر مولانا سعید خاں صاحب، حضرت جی مدظلہٗ اکثر بیان میں شریک رہے۔ ۹ بجے منیٰ سے روانگی ہوئی۔ جی، ایم، سی میں حضرت جی مولانا زبیر مولانا سلیمان مولوی سعد، شاہد، عثمان، نعمان رہے، عرفات میں خیمہ تک بآسانی پہونچے تھوڑی سی زحمت اس وجہ سے ہوئی کہ خیمہ سے متصل دیگر حجاج کی بسیں کھڑی ہوگئیں تھیں، جس کی وجہ سے گاڑی سیدھی خیمہ تک نہیں جاسکی۔ اور اچھا خاصا راستہ تیز دھوپ میں عربیہ سے طے کیا گیا۔

خیموں میں جس کا انتظام شیخ عبدالعزیز، شیخ عبداللہ رلوعی اور شیخ غسان وغیرہ احباب کی طرف سے تھا، راحت وآرام کی تمام سہولتیں کولر، پنکھے، کھانا، پانی، چائے وغیرہ وافر مقدار میں تھا۔

ڈیڑھ بجے کے قریب حضرت جی مدظلہٗ کی طبیعت عرفات میں بہت ناساز ہوئی ضعف طاری ہوا۔ سینہ میں تکلیف اور شوگر کی زیادتی رہی، بار بار لیٹتے اور بیٹھتے تھے۔ کافی دیر یہ حالت رہی۔ ساڑھے تین بجے دعا کا اعلان تھا جس کے لیے مائیکروفون بھی نصب تھے بیس منٹ دعا عربی، اردو میں ہوئی۔ بہت سے عربوں اور غیر عربوں نے دعا دھوپ میں کھڑے ہوکر مانگی۔ مولوی احمد لاٹ کا عرب حلقہ میں بیان تھا، اس لیے نماز ظہر کی امامت کی توفیق احقر کو ملی، نماز عصر مولوی احمد لاٹ نے پڑھائی، اس کے بعد ساتھی دعاؤں میں مشغول ہوگئے۔ واپسی مزدلفہ کے موقع پر حضرت جی کی گاڑی اور رفقاء کی بسیں کافی دور سرکاری مہمان خانے کے پاس کھڑی تھیں وہاں تک عربیہ سے جاکر سوار ہوئے اور بعافیت مزدلفہ پہونچے، یہاں جمع بین المغرب والعشاء کی گئی جس کی امامت احقر نے کی۔

• ۱۰-۳۱، پیر:۔ بعد نماز فجر ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہوکر دونوں بسیں جس میں تمام رفقاء تھے اور حضرت جی مدظلہٗ کی گاڑی منیٰ کے لیے روانہ ہوئی۔ اور بہت آہستہ آہستہ ٹھہر کر چلتے ہوئے بارہ بجے اپنے مستقر منی پہونچے، بس کے رفقاء آہستہ آہستہ اتر کر پیدل منیٰ قیامگاہ کے لیے روانہ ہوگئے تھے جو دس بجے کے قریب پہونچ گئے اور قربانی وحلق سے جلدی فارغ ہوئے۔ حضرت جی مدظلہٗ اور ہم لوگوں کی قربانی کی اطلاع بعد ظہر مل گئی تھی لیکن کچھ دیر

آرام کے بعد حضرت جی مدظلہ نے پانچ بجے حلق کرایا اور پھر کپڑے بدلے۔

• ۱۱۔ یکم جون ۱۹۹۳ء منگل۔ قیام منیٰ۔ طواف زیارت کے لیے مکہ مکرمہ آنے کے واسطے شیخ عثمان اور شیخ نبیل تصریح کی کوشش کرتے رہے جو الحمد للہ آج حاصل ہوگئی (یعنی عربیہ کو حرم میں لے جانے کی اور اس پر طواف کرنے کی اجازت) حضرت جی مدظلہ مع قافلہ مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ پونے دس بجے منیٰ قیام گاہ سے چل کر رمی جمرات کر کے دعا سے فارغ ہو کر سیدھے مکہ مکرمہ پہونچے تقریباً ۴۵ منٹ میں طواف زیارت کر کے ایک بجے واپسی ہوئی۔

حضرت جی مدظلہ نے تینوں رمی گاڑی سے اتر کر کی اور دونوں جگہ دعا کرائی۔

• ۱۳؍۳ جمعرات۔ آج منیٰ سے مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔ اور استاذ عبد الغفار کے مکان پر پورے قافلہ کا قیام ہوا۔

۱۴۔ ۴؍جون جمعہ۔ شیخ عثمان اور شیخ زبوی کی کوشش حضرت جی مدظلہ کی گاڑی کو حرم شریف تک جانے کی تصریح مل گئی جس کی فوٹو کاپی احقر کے پاس محفوظ ہے۔ پونے گیارہ بجے عربی استاذ عبد الغفار کے مکان سے چل کر مستشفی جیاد اور فندق شبرا کے درمیان کے راستہ سے باب الصفا کی نیت سے چلے مگر پولیس نے فندق شبرا سے پہلے ہی یہ کہہ کر روک دیا کہ اگرچہ تصریح موجود ہے لیکن اژدحام ہے اور نمازی سڑک پر صف بنا کر بیٹھ گئے۔ اس لیے وہیں اتر کر بذریعہ عربیہ باب الصفا سے داخل ہوئے اور دلہ کمپنی کے مدیر کے دفتر میں جو قدیم حرم سعودیہ میں واقع ہے اطمینان وسکون کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔

امام صاحب کے خطبہ اولیٰ کا موضوع مکہ مکرمہ اور حرم مکہ مکرمہ کی تاریخ تھی۔ اور دوسرے خطبہ میں حجاج کو نصائح کی گئی تھیں۔ بعد نماز جمعہ حضرت جی مدظلہ کمرہ سے باہر آکر کعبۃ اللہ کو دیکھنے کے لیے کچھ دیر عربیہ پر بیٹھے رہے، پھر واپسی ہوئی۔

اس آمد و رفت میں حضرت جی مدظلہ کو خوب ضعف ہوا، نماز عشاء کے قریب فرمایا کہ بہت ضعف ہو رہا ہے۔

• ۱۵۔ ۵ شنبہ۔ استاذ عبد الغفار کے مکان پر دن بھر قیام رہا۔ حضرت جی کی شوگر جو

گذشتہ ہفتہ عشرہ سے بہت بڑھی ہوئی تھی، یہاں تک کہ بعض مرتبہ ۰۰ ۴ سے بھی تجاوز کر جاتی تھی، آج سے کنٹرول ہونا شروع ہوئی۔ آج صبح ۲۷۱ اور شام ۲۵۵ تھی، بذریعہ خون اور پیشاب دونوں طرح ٹیسٹ کی گئی۔ اس لیے آج انسولین جو متواتر دی جارہی تھی نہیں دی گئی۔

• ۱۶-۶ اتوار:- فندق شبرا کے ایک ذمہ دار شیخ ــــ استاذ غفار کے یہاں آئے اور حضرت جی مدظلہ سے ملاقات کر کے کہا کہ آپ کے قیام کی برکت سے امسال بہت نفع ہوا۔ حرم شریف کے قریب وجوار میں کوئی ہوٹل ایسا نہیں جو اتنا بھر گیا ہو جتنا ہمارا کرایہ داروں سے بھر گیا۔ اب سب حجاج چلے گئے آپ وہاں تشریف لے چلیں کہ حرم بھی قریب ہے۔ اس پر فرمایا کہ مشورہ کے بعد جواب دیں گے۔ بعد ظہر مفتی صاحب مولانا سعید خاں صاحب، بھائی عبدالوہاب، فضل عظیم صاحب، مولانا عمر صاحب بھائی ابراہیم عبد الجبار صاحب، بھائی افضل صاحب جمع ہوئے، مشورہ ہوا، دونوں طرح کی رائیں آئیں لیکن کچھ طے نہ ہوسکا اور مجلس برخاست ہوگئی۔

بعد عشاء سوڈان والوں کا مشورہ ہوا، ۲۵-۳۰ آدمیوں کا مجمع تھا جو وہاں کے قدما اور کام کرنے والے تھے، ان کو کچھ اشکالات اور کچھ مسائل تھے۔ مفتی صاحب نے گفتگو کی مولوی احمد لاٹ مترجم تھے، آخر میں حضرت جی مدظلہ تشریف لے گئے کچھ نصائح فرمائیں جو تواضع، عاجزی اور چھوٹے بن کر رہنے سے متعلق تھیں۔ بعدہ دعا کر کے مصافحہ ہوا پھر کھانا کھایا گیا۔

• ۱۷-۷ پیر:- آج صبح نو بجے شیخ غسان نے فندق شبرا کے متعلق دریافت کیا کہ کب چلنا ہے؟ تو فرمایا کہ فلاں، فلاں احباب تیار نہیں ہیں ان کو راضی کرلو، بعد میں شیخ غسان نے ان احباب سے ملاقات کر کے گفتگو کی، اور پھر حضرت جی مدظلہ سے عرض کیا کہ یہ حضرات تیار ہوگئے تو حضرت جی مدظلہ نے بھی فیصلہ کردیا کہ آج شام بعد عصر جانا ہے ــــ قبل ظہر میزبان شیخ استاذ عبد الغفار کو بلا کر اولاً ان کی جان ومال میں برکت کی دعا دے کر ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور پھر فرمایا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آج فندق شبرا منتقل ہوجائیں انھوں نے قیام کی مزید درخواست کی تو اس پر فرمایا کہ یہاں ساتھیوں کو حرم شریف میں

آنے جانے کی دقت ہے تین چار دن کا قیام اور ہے۔ حرم شریف کے قرب میں ساتھیوں کو راحت رہے گی، چنانچہ بعد عصر سب رفقاء فندق شبرا میں منتقل ہو گئے۔

- ۱۸-۸ منگل
- ۱۹-۹ بدھ
- ۲۰-۱۰ جمعرات

ان تینوں دنوں میں فندق شبرا میں قیام رہا، تمام رفقاء بآسانی حرم شریف جاتے آتے رہے۔ حضرت جی مدظلہ قبیل مغرب ال بجے تشریف لے جاکر نماز اور طواف فرماکر بعد عشاء واپس تشریف لاتے عربوں کی جانب سے دعوتیں بھی ہوتی رہیں۔

ان ایام میں مولانا عبدالحفیظ صاحب متعدد مرتبہ تشریف لائے، ملاقات گفتگو لطف و انبساط کے ساتھ ہوتی رہیں، ایک مسئلہ خاصہ میں انھوں نے احقر کے ذریعہ حضرت جی مدظلہ سے دعا کے لیے کہلوایا، ان کا پیغام بعد نماز نوافل اوابین جب کہ زیارت کعبہ میں متوجہ تھے احقر نے پہونچایا، اسی وقت دعا فرمائی۔

بھائی سعدی مرحوم کے فرزند عزیز عثمان سعدی بھی متعدد مرتبہ آئے اور شام کے کھانے میں بڑے اہتمام سے مختلف سالن اور سوپ وغیرہ حضرت جی مدظلہ کیلئے لاتے رہے۔

جمعہ کی شب میں بعد عشا حضرت جی مدظلہ اور رفقاء نے طواف وداع کیا۔

- ۲۱ ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ ۱۱ جون ۱۹۹۳ء جمعہ آج اس سفر مبارکہ کا آخری دن ہے جدہ سے ایر انڈیا کے طیارہ سے بخیر و عافیت دہلی واپسی ہوئی۔ حضرت جی مدظلہ نے مطار دہلی پر دعا فرمائی اور مرکز پہونچ کر مصافحے فرمائے۔

سترہواں حج

۲۸ شوال ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۹۵ء بدھ کی صبح میں ____ حضرت جی دہلی سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مولانا محمد عمر، مولانا زبیر الحسن، مولوی احمد لاٹ، مولوی محمد جعفر، مولوی محمد سعد، مولوی محمد بن سلیمان جھانجی، الحاج نعمت اللہ دہلوی الحاج علیم الدین دہلوی، مولوی احمد مڑھی، جناب غلام رافع خان شیروانی الہ آباد، بھائی نور الحق بنارسی، ڈاکٹر محمد خالد صدیقی علی گڑھ، مولوی محمد عمیر سہارنپوری، مولوی محمد عبد اللہ جھانجی گجرات ____ الحاج محمد ابراہیم منیار گجرات ____ مولوی عبد الرشید بلیاوی عزیزان مولوی محمد صالح، مولوی محمد زہیر الحسن، مولوی محمد صہیب اور راقم حروف محمد شاہد

وغیرہ ـــــ احباب حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت و ہمرکابی میں اس سفر مبارک پر روانہ ہوئے۔
عزیزان محمد صالح، محمد زبیر اور محمد صہیب سلمہم کا یہ پہلا سفر حج تھا۔ مطار جدہ پر دعا اور احباب سے ملاقات کے بعد پورا قافلہ شیخ عبدالعزیز یوفس کے مکان پر پہونچا، کھانا کھا کر کچھ دیر یہاں آرام کے بعد مکہ مکرمہ کے لیے روانگی ہوئی۔ اس مرتبہ قیام فندق شبرا کے قریب ایک عمارت میں تھا، حرم شریف کا قرب ہونے کی وجہ سے تمام احباب و رفقاء کو آمد و رفت میں بڑی سہولت رہی، رات ہی میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر احباب طواف وسعی وغیرہ سے فارغ ہوئے۔

مکہ مکرمہ کے زمانۂ قیام میں معمول یہ رہا کہ نماز مغرب سے ایک گھنٹہ قبل استنجاء، وضو سے فارغ ہو کر اپنی عربیہ پر حرم شریف جاکر میزاب رحمت کی جانب تشریف فرما ہوتے اور نماز مغرب کے بعد طواف فرما کر ایسی جگہ بیٹھتے جہاں سکون اور یکسوئی کے ساتھ کعبۃ اللہ کی زیارت اور نوافل کی ادائیگی کرتے رہیں۔ بعد نماز عشاء قیام گاہ پر واپسی ہوتی، ملاقات کے لیے آنے والے عرب حضرات سے سلام و دعا کے بعد کھانا کھاتے، اس موقع پر دسترخوان بڑا وسیع لگتا، اس سے فارغ ہو کر اگر کوئی ضروری مشورہ ہوتا تو اس میں تشریف لے جاتے، اور پھر آرام فرماتے۔

نماز جمعہ کے لیے عرب احباب نے شیخ محمد یوسف عباس اندجانی کا خلوہ منتخب کر رکھا تھا، اسی میں پہلا جمعہ ادا کیا، لیکن دوسرا جمعہ باہر کھلے صحن میں یہ کہہ کر ادا فرمایا کہ یہاں بیت اللہ سامنے نظر آتا ہے۔

مکہ مکرمہ کے اس قیام میں طبیعت میں کافی ضعف و اضمحلال رہا، سینہ میں تکلیف بھی وقتاً فوقتاً ہوتی رہی۔ ڈاکٹر خواجہ صاحب نے بڑے اہتمام سے علاج کیا۔ الحاج سلامت اللہ صاحب دہلوی بھی متعدد ڈاکٹروں کو تشخیص و معائنہ کے لیے لے کر آئے۔

مدینہ منورہ روانگی

مملکت سعودیہ کے قواعد و ضوابط کے مطابق جملہ حجاج کو ترتیب کے ساتھ اپنے اپنے موقع پر مدینہ منورہ جانا ہوتا ہے اور وہاں زیادہ سے زیادہ ایک عشرہ قیام کا ملتا ہے لیکن اللہ جل شانہ شیخ غسان، شیخ عبداللہ زبوعی، شیخ عبدالعزیز یوفس، شیخ فاضل بسیونی کو جزائے خیر

مرحمت فرمائے کہ انھوں نے حالات کی ناہمواری اور شکوک وشبہات کی فضا کے باوجود مکتب الوکلا الموحد سے حضرت جی رح کے قافلہ کے چوبیس افراد کے لیے ایک معاہدہ نامہ پر دستخط کر کے سب کی ذمہ داری لے لی جس پر بڑی سہولت وراحت کے ساتھ گیارہ روز مکہ مکرمہ قیام کے بعد سات ذی قعدہ (۸ر اپریل) شنبہ میں مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہوئی رات میں کچھ دیر ٹھہرتے ہوئے مسجد قبا پہونچے، یہاں وضو نماز سے فارغ ہو کر حرم نبوی شریف کے متصل قیام گاہ دار ابو عادل پہونچے، مدینہ منورہ میں نماز جمعہ کے لیے جگہ کا نظم واہتمام بھائی عبدالصمد صاحب مرحوم پہلے سے کر لیتے تھے اس لیے بہت پہلے سے جا کر بیٹھنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، ایک موقع پر بھائی عبدالصمد صاحب مرحوم نے دریافت کیا کہ حضرت کچھ زحمت تو نہیں ہوتی اس پر بہت گریہ کے ساتھ فرمایا، کہ اللہ تمہیں جزائے خیر دے بہت آرام پہونچایا، پہلے دن حاضری پر آپ نے مواجہہ شریفہ پر پہونچ کر صلوٰۃ وسلام عرض کیا، اس کے بعد اقدام عالیہ سے سلام پڑھنے کا معمول بنا لیا تھا۔

یہاں کے قیام میں معمول یہ رہا کہ عصر کے بعد حرم شریف چلے جاتے، وہاں درود وسلام اور نوافل میں مشغول رہ کر بعد نماز عشاء اقدام عالیہ میں حاضر ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کر کے واپس تشریف لاتے اور پھر کھانا کھایا جاتا۔ رفقا اور ملاقات کرنے والے احباب جو اس وقت بڑی مقدار میں ہوتے، سب شریک دستر خوان ہوتے۔

شنبہ کی صبح میں مسجد قبا تشریف لے جا کر نوافل پڑھنے کا اس سفر میں بھی التزام رہا۔ ایک سے زائد مرتبہ جنت البقیع اور شہدائے احد بھی جانا ہوا۔ شیخ عبداللہ ربوئی اور شیخ غسان کے مکان پر اسی طرح مولانا سعید خاں صاحب کی خواہش پر مسجد نور بھی دعوت طعام میں تشریف لے گئے۔

جمعہ ۵ر ذی الحجہ قیام مدینہ منورہ کا آخری دن تھا، معمول کے مطابق بعد نماز عشاء الوداعی سلام عرض کر کے قیام گاہ تشریف لائے۔ اس وقت مدینہ منورہ کی جدائی اور اس کا فراق چہرہ سے کھلے طور پر محسوس ہو رہا تھا، تمام رفقاء نے سامان وغیرہ تیار کر کے شب ہی میں گاڑیوں میں رکھ دیا تھا۔ اگلے دن شنبہ کی نماز فجر کے فوراً بعد مکہ مکرمہ کے لیے روانگی ہوئی۔ قبا — پہونچ کر

نوافل ادا کیے، اور یہیں سے حج کا احرام باندھ لیا گیا۔ مکہ مکرمہ میں ایک دن بھائی حلیم صاحب کے مکان پر قیام کے بعد مناسک حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ کا رخ کیا۔

اس موقع پر بعض احباب کی رائے اور مشورہ یہ تھا کہ معلم صاحب کی ماتحتی میں ان کے خیمہ میں رہ کر حج کے ایام پورے کیے جائیں۔ متعدد مرتبہ اس موضوع پر مشورے بھی ہوئے۔ لیکن حضرت جی رح اس تجویز پر بالکل منشرح نہیں تھے اور پھر قضا و قدر کے فیصلہ پر سات ذی الحجہ کی صبح میں ایک بھیانک آگ منیٰ میں لگی، جس سے مختلف معلموں کے ہزاروں خیمے دیکھتے ہی دیکھتے راکھ میں تبدیل ہو گئے۔ اس وقت حضرت جی رح کے اس عدم انشراح کی وجہ ___ یا دوسرے الفاظ میں کھلی کرامت احباب اور رفقائے قافلہ کو معلوم ہوئی۔ ایام حج بلکہ پورے سفر حج میں وہ عرب احباب جن کا تذکرہ و تعارف گذشتہ صفحات میں آچکا اپنی میزبانی کا حق ادا کرتے رہے، عربوں کی سخاوت و فیاضی ضرب المثل ہے لیکن جب اس میں حضرت جی رح کے ساتھ کی بے پناہ عقیدت و محبت بھی شامل ہو گئی تو پھر آپ کے قافلہ کا ہر فرد ان احباب کا ذاتی مہمان بن گیا، اور یہ سب کے میزبان بنتے چلے گئے۔

نو ذی الحجہ کی صبح میں عرفات روانگی ہوئی، یہاں مولانا سعید خاں صاحب کے بیان کے بعد حضرت جی رح نے بڑی مؤثر اور دل گداز دعا فرمائی۔ غروب کے بعد عرفات سے مزدلفہ روانہ ہوئے تو شیخ عبدالعزیز بوقس (جن کی گاڑی میں مناسک حج پورے ہوئے) کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بدایۃ مزدلفہ پر ٹھہریں تاکہ پھر منیٰ میں داخلہ آسان ہو۔

۱۲ ذی الحجہ میں مناسک حج سے فراغ پر مکہ مکرمہ آمد ہوئی اور استاذ عبدالغفار کے مکان پر قیام ہوا، اور ایک ہفتہ بعد اٹھارہ ذی الحجہ (۱۹ مئی جمعہ) میں ایرانڈیا سے جدہ سے دہلی تشریف آوری ہوئی۔ یہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری سفر حج تھا اور اس کے بعد ؎

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

عمرے

پہلا عمرہ آپ نے اپنی حیات میں سب سے پہلا عمرہ ۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱ء) میں مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی معیت میں کیا۔ دونوں حضرات سفر پر روانہ ہونے سے پانچ یوم قبل دو جمادی الثانی (۱۳ اکتوبر جمعہ) میں کاندھلہ کچھ دیر ٹھہر کر وہاں اعزہ واحباب سے ملاقات کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے الوداعی ملاقات کے لیے سہارنپور تشریف لائے اور یہیں سے حضرت اقدس رائے پوری کی خدمت میں رائپور گئے۔

حضرت شیخؒ کے روزنامچہ میں اس موقع پر یہ اندراج ملتا ہے:

"دہلی سہارنپور کے درمیان فسادات کی کثرت سے ہر دو راستے بڑی لائن چھوٹی لائن نہایت مخدوش ہیں۔ مسلمان مسافر دونوں راستوں سے سفر سے معذور ہیں اس لیے زکریا نے متعدد خطوط میں مولانا یوسف صاحب کو آنے سے منع کر دیا تھا مگر مستورات کو تنہا نظام الدین چھوڑ کر ان کا عمرہ کو جانا بھی خطرناک تھا۔ اس لیے خطرات کے باوجود انھوں نے آج دو جمادی الثانی جمعہ میں دس بجے اپنی کار سے دہلی سے چل کر جمعہ کاندھلہ میں پڑھا۔ چچی صاحبہ[1] اور والدہ محمد کو وہاں چھوڑ کر بقیہ سب کو بعد جمعہ لے کر عصر کے وقت سہارنپور پہونچے اور اسی وقت مستورات کو یہاں چھوڑ کر زکریا اور برادر اکرام کے ساتھ رائے پور گئے، وہاں سے شنبہ کی صبح کو سہارنپور اور یہاں سے بارہ بجے چل کر کاندھلہ سے اظہار فرید کو ہمراہ لے کر ساڑھے سات بجے شام بخیریت دہلی پہونچ گئے۔" (روزنامچہ نمبر ۲ ص...)

چھ جمادی الاولیٰ (۱۷ اکتوبر) منگل کی شام میں اصحاب دعوت وعزیمت کا یہ قافلہ دہلی سے عمرہ کی نیت سے کراچی کے لیے روانہ ہوا۔

لہ مولانا محمد یوسف صاحب نے پہلا عمرہ (جس میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب شریک سفر نہیں تھے) صفر ۱۳۷۹ھ میں کیا تھا۔ تفصیلات کے لیے دیکھئے باب دوم۔ [1] یعنی والدہ ماجدہ مولانا محمد یوسف صاحب۔

دہلی سے عمرہ کے اس سفر میں ان حضرات کے ساتھ درج ذیل اشخاص تھے۔
، حاجی محمد نسیم صاحب دہلوی ۔ حاجی محمد شفیع صاحب دہلوی ۔ حکیم شریف الدین صاحب
، حافظ عبدالعزیز صاحب ۔ حاجی عزیز الرحمان صاحب

مرکز سے روانگی کا منظر حضرت شیخ روزنامچہ میں اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"ہجوم باوجود روکنے کے اتنا تھا کہ مسجد کے عقب کے دروازے سے پہنچ کر نکلنا بھی دشوار ہوا، پچاس ساٹھ تو ہوائی اڈہ پر بھی پہونچ گئے۔ کسٹم والوں نے بجائے تفتیش وغیرہ کے خود ہی سامان وغیرہ اٹھا کر جہاز پر رکھ دیا اور شربت وغیرہ پر اصرار کیا۔" (روزنامچہ نمبر ۲ صفحہ ۱)

مکی مسجد کراچی پہونچنے پر مولانا انعام الحسن صاحبؒ نے حضرت شیخ رح کو دہلی سے کراچی تک ہونے والے اس سفر کی تفصیلات میں ذیل کا گرامی نامہ ارسال فرمایا:

" مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

الحمد للہ بہت راحت و آرام اور سہولت کے ساتھ رات کراچی پہونچ گئے، دہلی کسٹم وغیرہ میں کوئی زحمت یا دیر نہیں ہوئی۔ طیارہ کی پرواز کا وقت ۹ بجکر ۴۰ منٹ پر تھا لیکن مطار پر دعا مانگنی شروع کی گئی جس میں وقت ہوگیا، ہوائی جہاز کا افسر آیا جس نے کہا کہ اب صرف آپ کا انتظار ہے چنانچہ پانچ منٹ تاخیر سے پرواز ہوئی لیکن الحمد للہ ثم الحمد للہ (طیارہ) کراچی وقت سے بیس منٹ قبل ۱۱ بجکر ۵ منٹ پر یعنی صرف دو گھنٹہ ۲۵ منٹ میں پہونچ گیا جب کہ پہونچنے کا وقت ۱۲ بج کر ۱۰ منٹ پر تھا اور ساڑھے بارہ بجے ہم سب مکی مسجد بخیر پہونچ گئے۔ جہاز میں گانا ہو رہا تھا بندہ نے کہا کہ ہمیں کچھ روئی کان میں رکھنے کے لیے چاہئے کیوں کہ یہ گانا شاید بند نہ کیا جاسکے، پھر اس سے کہا گیا "اس کو بند کردو تو انھوں نے الحمد للہ بند کردیا" یہاں سے ہمارے ساتھ ۲۳ حضرات مزید ہیں۔

رات کو ۹ بجے یہاں سے آگے جانا ہے، ضعف و بیماری کے باوجود یہ سفر

ہے اللہ جل شانہٗ بہت ہی خیر فرمائیں۔

(محمد انعام الحسن عفولہٗ ۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ یدھ)

کراچی سے قاضی عبدالقادر صاحب' قریشی صاحب بھائی بشیر احمد بھائی افضل' بھائی ابراہیم' عبدالجبار وغیرہ۔ تئیس اصحاب دعوت و تبلیغ ان حضرات کے شریک قافلہ ہوئے۔

جناب الحاج بھائی عبدالوہاب صاحب تقریباً دو ہفتہ قبل ۴۵ احباب کی جماعت کے ساتھ بحرین کے راستہ سے عمرہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔

کراچی ایک روز ٹھہر کر سات جمادی الاولیٰ بدھ کی شام میں ظہران کے راستہ سے جدہ روانگی ہوئی ظہران میں ان حضرات کا قیام ڈیڑھ دن رہا۔ مولانا سعید خان صاحب اور الحاج نجم الہدیٰ صاحب مع دیگر احباب مکہ مکرمہ سے ایک دن قبل ظہران آ گئے تھے۔ یہاں ایک بڑا تبلیغی اجتماع ہوا جس میں عرب خصوصی طور پر شریک تھے۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ عربی میں زوردار تقریر فرمائی۔ ظہران سے یہ قافلہ مدینہ منورہ ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ پہونچا۔ مولانا عبیداللہ صاحب (جو پہلے سے حرمین شریفین مقیم تھے) ظہران سے مکہ مکرمہ تک ہونے والے اس سفر کی تفصیل حضرت شیخؒ کو اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"ظہران میں حضرت جی اور مولانا انعام الحسن اور تمام رفقاء ہوائی جہاز کا ڈیڑھ دن قیام رہا۔ کل جمعہ کی نماز کے بعد ظہران سے بذریعہ ہوائی جہاز ایک قافلہ براہ راست جدہ پہونچا اور دوسرا جس میں حضرت جی' مولانا انعام الحسن صاحب اور قریشی صاحب تھے براہ مدینہ جدہ پہونچا۔ یہ حضرات مدینہ منورہ کے ہوئی اڈہ میں تھوڑی دیر ٹھہر سکے۔ جدہ سے یہ تمام حضرات مغرب کے بعد روانہ ہو کر عشاء کے وقت مسجد صولتیہ پہونچ گئے۔ مکہ و جدہ کے احباب کافی تعداد میں ہوائی اڈہ پر موجود تھے۔ باوجود کوشش کے کہ لوگ زیادہ مجمع نہ کریں پھر بھی ہو ہی گیا۔ عشاء کے بعد کھانا کھلا کر ان حضرات کو آرام سے سلا دیا گیا۔ اب صبح کی نماز کے بعد عمرہ شریفہ مبارکہ کی ادائیگی کے لیے یہ سارے حضرات تشریف لے گئے ہیں۔ اب واپسی پر ناشتہ

کا نظم ہے۔ پھر کچھ ضروری مشورے اور پاسپورٹوں کی رجسٹری اور راحت و آرام ۔ آج عصر کے بعد ان حضرات کو جدہ جانا ہے کہ وہاں ایک اجتماع مابین العشائین طے ہے ایک عرصہ سے محنت کرنے والے وہاں مسلسل محنت کر رہے ہیں ۔۔۔ آج ہی انشاء اللہ عشاء کے بعد ان سب حضرات کی واپسی ہے انشاء اللہ کل سے یہاں کام کا نظم اور صورتیں اختیار کی جائیں گی ۔"

(مکتوب محررہ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۲ اکتوبر، مکہ مکرمہ)

مکہ مکرمہ میں ان حضرات کے کفیل سید مکی مرزوقی تھے ۔ موصوف نے پورے سفر میں ان حضرات کی سہولت و آسائش کا ہر طرح سے خیال رکھا اور توسیع ویزا نیز کفالت کے قانونی مراحل میں بڑا تعاون کیا ۔

مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسنؒ کا مکہ مکرمہ میں بیس دن قیام رہا ، اور یہ پورا عرصہ ایمان و یقین سے بھرپور دعوت کی سرمستی و سرشاری اور آخرت والی زندگی کو کامیابی سے ہمکنار کرنے والی محنت و جدوجہد میں صرف ہوا ، اور بلا مبالغہ قیام حرم کے ایک ایک منٹ بلکہ اس کے ایک ایک لمحہ و لحظہ کو پورے طور پر وصول کیا گیا ۔ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحبؒ (جنھوں نے اپنے قدیم معمول اور دستور کے مطابق حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو اس سفر میں متعدد خطوط تحریر فرمائے تھے) کے دو مکتوب یہاں پیش کیے جاتے ہیں ۔ ان مکاتیب سے سرگذشت سفر اور مکہ مکرمہ کے قیام میں ہونے والی دعوتی مشغولیت و مصروفیت ، کام کرنے والوں کے جذبۂ عشق اور ساکنانِ حرم میں کام کے استقبال اور اس کے عروج و ارتقا کا ہلکا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

(۱) " مخدوم مکرم و معظم محترم مدظلکم العالی !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

الحمد للہ ہم خیریت سے مکۃ المکرمہ مغرب کے بعد جمعہ کے روز پہونچ گئے ۔ اس وقت سے بلکہ ظہران سے عریضہ تحریر کرنے کے ارادہ میں تھا بلکہ ظہران میں تحریر کرنا بھی شروع کر دیا تھا لیکن اس کو پورا نہ کیا جا سکا ۔ ایسے ہی مکہ مکرمہ پہنچ کر

روزانہ تحریر کا ارادہ رہا لیکن شب و روز ایسے گذر رہے ہیں کہ کچھ نہیں کیا جا رہا' کراچی سے جمعرات کی شب میں ہندوستانی وقت کے دس بجے طیارے نے پرواز شروع کی اور ۱۲ بج کر ۱۷ منٹ پر ۲½ گھنٹے میں ظہران پہونچ گئے اور ہوائی جہاز والوں کا جو مہمان خانہ تھا اس میں قیام رہا۔ جمعرات کی صبح کو جدہ کے لیے ہماری ہندیوں کی جگہیں مخصوص تھی اور پاک والوں کی نہیں تھی' نیز ظہران میں جمعرات کی صبح اور جمعہ کی شب کا اجتماع تھا اس لیے ان سیٹوں کو منسوخ کیا اور جمعہ کے روز دوسرے جہاز سے روانہ ہوئے لیکن اس میں بھی صرف ہم لوگ جو دہلی سے آئے تھے ان لوگوں کو جگہ ملی اور بقیہ لوگوں کو جہاز سے جانا پڑا۔ ہمارا جہاز ظہران سے ریاض گیا اور ریاض سے مدینہ منورہ' مدینہ منورہ سے جدہ۔ جدہ مغرب سے آدھا گھنٹہ قبل پہونچے اور ہم سے قبل دوسرا جہاز جس میں بقیہ رفقاء تھے وہ پہونچ گیا تھا اور ہم سب مطار پر مجتمع ہو گئے اور ہم تین نفر مولانا یوسف، انعام الحسن، قریشی عزیز شمیم کی موٹر میں روانہ ہوئے اور مغرب کی نماز اس مقام پر جہاں حدیبیہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلی تھا وہاں پر پڑھی جس وقت یہ نئی سڑک بنائی گئی، اس وقت یہ جگہ ملی ـــــ پہلے سے مدفون تھی، حرم کی حدود سے صرف ایک گز کا فاصلہ ہے۔ عشاء کے قریب مکہ مکرمہ پہونچے رفقاء نے شب کو عمرہ ادا کیا، ہم کچھ لوگوں نے صبح کو نماز کے بعد ادا کیا' ظہر سے دو گھنٹہ قبل فراغت ہوئی' اور شام کو پھر جدہ گئے کہ پہلے سے جدہ میں اجتماع تھا' اتوار کی صبح کو واپس مکہ مکرمہ آئے تمام ساتھیوں کو جمع کیا گیا اور ان سے آخرت کی زندگی سدھارنے کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ غرض تمام روز مصروفیتوں میں گذرا' ایک عرب کا اجتماع ہوا' اور ایک مہاجرین کا' اس وقت بعد عصر مستورات کا اجتماع ہو رہا ہے اور میں یہ سطور تحریر کر رہا ہوں۔ کل بعض نجدی علماء سے ایک ضیافت میں ملاقات ہوئی' کل رئیس القضاۃ کے مکان پر جا کر ملاقات ہوئی۔ رئیس ہیئۃ الامر سے بھی کل ملاقات ہوئی۔ اس مرتبہ گذشتہ کے اعتبار سے بہت زیادہ استقبال اور توجہ

پانی جا رہی ہے اللہ جل شانہٗ سہولت و عافیت کے ساتھ اس سفر کو عالم میں ہدایت کے عام ہونے کا اور مسلمانوں میں رجوع و انابت کا ذریعہ فرماوے۔

تمام رفقاء مختلف مقامات کے تین سو کے قریب ہیں مدینہ منورہ کی پندرہ نفر کی ایک جماعت کل آئی ہے آج سیلون کی جماعت ۱۲ نفر کی آئی ہے ایسی ہی بہت جگہوں سے آمد ہو رہی ہے۔ مدرسہ صولتیہ پورا مدرسہ اور دارالاقامہ خالی کرالیا گیا ہے تمام جماعتیں یہاں پر ہی مقیم ہیں۔ کل جمعرات کو شہداء میں اجتماع ہوا، الحمدللہ اس مرتبہ عام استقبال ہے اللہ جل شانہٗ قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ فقط والسلام ——— محمد انعام الحسن غفرلہٗ

۱۰؍ رجادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ شنبہ۔ صولتیہ مکہ مکرمہ۔"

(۲) " مخدوم و مکرم معظم محترم ——— مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل والا نامہ موصول ہوا، والد صاحب مدظلہٗ کی ناسازی طبع سے فکر ہوا، اللہ جل شانہٗ فضل فرمائیں، یہاں پر الحمدللہ سب بخیر ہیں۔

الحمدللہ اس مرتبہ عوام و خواص کے عمومی اجتماع اور ملاقات ہوتی رہی اور بحمدللہ ہر طبقہ میں کام کو پیش کیا گیا اور سب نے اثر لیا، اللہ جل شانہٗ عمل کی صورت پیدا فرمائیں۔ کل یکم جمادی الثانیہ کو جمعہ کے بعد مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہے ویزے کی درخواست دے دی گئی تھی لیکن اب تک اجازت نہیں آئی، کاغذات ریاض گئے ہوئے ہیں یہاں کے مدیر الامن العام یعنی پولیس آفیسر نے تو بہت زور سے تائید لکھی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ امید بھی ہے کہ ویزا ایک ماہ کا بڑھ جائے گا، ہمارے سابقہ ویزے کے آج ۲۲ روز ہو چکے ہیں صرف آٹھ روز باقی ہیں، کل روانہ ہونے کے بعد شب بدر میں گذارنے کا ارادہ ہے اکثر رفقاء مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو چکے ہیں، جماعات کو متفرق طور پر روانہ کیا گیا ہے برادرم محمد سلیم بھی ایک ہفتہ کے لیے ہمارے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے ہیں

اس وقت ایک جگہ جانا ہے، اس لیے (یہ خط) بیچ میں ختم کیا جاتا ہے، گھر میں مستورات اور سب بچوں کو سلام ودعوات۔ والسلام

محمد انعام الحسن غفرلہ۔ ۲؍جمادی الثانیہ ۱۳۸۱ھ مدرسہ صولتیہ۔"

سفر مدینہ منورہ چھ جمادی الثانیہ (۱۵؍نومبر ۱۹۶۱ء چہار شنبہ) میں ان تمام حضرات کا مدینہ منورہ کا سفر ہوا، مولانا محمد انعام الحسن صاحب اپنے مکتوب میں مدینہ منورہ کی بخیر رسی وہاں کے قیام اور مولانا بدر عالم صاحب سے ملاقات کی اطلاع حضرت شیخ رح کو اس طرح دیتے ہیں،

"الحمد للہ ہم لوگ جمعہ کی نماز پڑھ کر مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے اور عشاء کی نماز بدر میں پڑھی، رات کو بدر میں قیام رہا۔ صبح کی نماز پڑھ کر شہدائے بدر کی زیارت کی گئی، ہفتہ کی صبح کو ۵ بجے کے قریب بیر عروہ پہونچ کر غسل کیا اور کپڑے بدلے گئے اور چھ بجے دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور پونے سات بجے ظہر کی نماز پڑھ کر جائے قیام پر آئے؛ جو باب جبرئیل کے سامنے تقریباً ۳۰ قدم پر ہے۔ شام کو عصر کے بعد مولانا بدر عالم کے مکان پر حاضر ہوئے اور فضائل کی کتابیں اور والانامہ ان کو پہونچا دیا گیا۔ مولانا انعام کریم کو بھی مدرسہ علوم شرعیہ کی کتابیں اور والانامہ پہونچا دیا گیا: بھائی یامین بھی مکہ مکرمہ سے ہمارے ساتھ آکر ٹھہرے ہوئے ہیں حکیم نعیم بھی آئے تھے۔ وہ پرسوں پیر کو ظہر کے بعد واپس ہو گئے۔ کل کو شمیم اور بھائی سلیم آرہے ہیں، بھائی یامین پورے سفر میں ساتھ رہیں گے: حضرت اقدس (رائے پوری) مدظلہ کی خدمت عالیہ میں سلام مسنون۔ محمد انعام الحسن غفرلہ

۸؍جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ بدھ، مدینہ منورہ۔ زادہا اللہ شرفاً"

مدینہ منورہ پہونچ کر طے ہوا کہ یہاں اٹھارہ روز قیام کیا جائے اور اس عرصہ میں یہاں کا سالانہ تبلیغی اجتماع بھی کر لیا جائے اور ویزا میں توسیع کے لیے کاغذات ریاض بھیج دیئے جائیں۔ چنانچہ ایک ماہ کی توسیع کرالی گئی۔ اور اسی عرصہ میں سالانہ اجتماع بھی ہوا جس سے اٹھارہ جماعتیں مختلف ممالک ترکی، شام، اردن، مصر، لیبیا، تونس، مراکش، سوڈان، صومالیہ، یمن

—— حضرموت، کویت، قطر، دبئی وغیرہ کے لیے روانہ ہوئیں۔

حرمین شریفین کے اس قیام میں ان حضرات نے متعدد چھوٹے چھوٹے مکاتب حفظِ قرآن پاک کے بھی قائم فرمائے جو یکسوئی اور کامیابی کے ساتھ ایک عرصہ تک چلتے رہے اور بہت سے بچوں کے حفظ قرآن پاک کا ذریعہ بنے۔

مدینہ منورہ کے مشائخ و علماء اور با اثر حضرات سے بھی اس سفر میں متعدد ملاقاتیں ہوئیں مولانا سید محمود صاحب مدنی اور مولانا سید محمد بدر عالم صاحب کے مکان پر بھی مولانا محمد یوسف اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب متعدد مرتبہ تشریف لے گئے اور یہ حضرات بھی کئی مرتبہ ملاقات کے لیے تشریف لائے۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب اپنے مکتوب میں حضرت شیخ کو تحریر فرماتے ہیں:

"آج (۹ر جمادی الثانیہ) پنجشنبہ کی صبح مولانا محمود صاحب مدنی ہمارے یہاں تشریف لائے تھے ہم (لوگ) جس روز مدینہ منورہ حاضر ہوئے اس روز حاضر ہوئے تھے۔ کل مولانا بدر عالم صاحب کے یہاں دوپہر کو کھانا کھایا، شام کو عصر کے بعد (دوبارہ) مولانا بدر عالم صاحب کے مکان پر حاضر ہوئے اور فضائل کی کی ہیں اور (جناب کا) والا نامہ ان کو پہنچایا۔

اس مرتبہ سید محمود صاحب نے بہت زیادہ عنایت فرمائی، دو مرتبہ ہماری قیام گاہ پر تشریف لائے (اور) تین مرتبہ ہم لوگ حاضر ہوئے۔"

مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی کے ایک تفصیلی مکتوب سے ان حضرات کے قیام مدینہ منورہ میں جماعتوں کی نقل و حرکت، کام کی رفتار اور اس کے اُٹھان، نیز ان حضرات کے ۲۴ گھنٹے کے نظام عمل اور دعوتی مشغولیت و مصروفیت کا بخوبی علم ہوتا ہے اس لیے —— اس کو یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

" مدینہ منورہ۔ باب جبرئیل —— بیت الشیخ احمد عبد اللہ میمنی

حضرت اقدس دامت برکاتہم —— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت جی تقریباً بیس دن مکہ مکرمہ قیام کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے ——

۱۸ اردن یہاں قیام طے ہوا ہے جن میں سے آج دس دن گذر گئے۔ الحمدللہ دونوں جگہ امسال عرب حضرات ومہاجرین کرام میں اس عمل کی طرف رغبت وشوق پہلی بار سے زیادہ پایا گیا۔ دونوں ہی مبارک جگہوں میں روزانہ صبح کی نماز کے بعد مسجد حرام اور مسجد نبوی میں حضرت جی کی تقریر ہوتی ہے۔ ان تقریروں میں مہاجرین حضرات بھی آیا کرتے ہیں۔ تقریر سے فراغت کے بعد قیام گاہ پر حضرت جی تشریف لاتے اور ناشتہ کرتے ہیں، اس کے بعد مکہ مکرمہ میں ظہر تک ملاقاتوں کا عموماً سلسلہ رہا، اور مدینہ منورہ میں مشوروں کا۔ ظہر وعصر کے درمیان کھانا اور آرام کا، اور عصر کے بعد ملاقاتوں کا (سلسلہ) رہتا ہے۔ ہر دو مبارک جگہوں میں عموماً مغرب سے عشاء تک حضرت جی مطاف وریاض الجنہ میں وقت گذارتے ہیں، ہر وقت وضو کی تجدید کے لیے بھی دونوں جگہوں میں سہولت ہے۔ الحمدللہ حضرت جی اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی طبیعت حرمین شریفین میں فرحت وصحت کے آثار لیے ہوئے ہے۔ قافلہ کی تعداد ڈھائی سو سے زیادہ ہے۔ جماعتیں لندن، کویت، ظہران سے عمرہ کے لیے آئی ہیں۔ مکہ مکرمہ میں قافلہ والوں میں سے احباب نے مزید تین تین چلوں کے ارادے کیے۔ جن کی جماعتیں وہیں سے بنائی گئیں۔ مراکش مولانا سعید احمد صاحب مکی کے ساتھ۔ تیونس، مولانا عبدالعزیز صاحب کھلوی کے ساتھ، لیبیا، مولانا عبدالخالق صاحب کے ساتھ۔ مصر، مولانا یعقوب صاحب سہارنپوری کے ساتھ، شام، مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کے ساتھ (انھیں کے ساتھ مولوی احسان سلمہ بھی ہیں) سوڈان مولانا غلام رسول صاحب مکی کے ساتھ حضر موت مولوی عبدالوہاب کرلائی کے ساتھ، یمن وعدن مولوی سردار صاحب مکی کے ساتھ، کویت مولوی زکریا صاحب برمی کے ساتھ، ترکی عبداللہ صاحب سندھی کے ساتھ جماعتیں گئی ہیں، قطر، بحرین، شارجہ، دبئی کے لیے بھی جماعتیں بنی ہیں مگر ان میں ابھی عربی جاننے والوں کی شرکت نہیں ہو سکی۔ ان جگہوں پر اردو جاننے والے حضرات بھی ہیں اس بنا پر بغیر عربی جاننے والوں کی جماعتیں روانہ کی جا رہی ہیں۔" (مکتوب محررہ ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۸۱ھ)

۲۰ رجمادی الثانیہ (۲۹ رنومبر) بدھ میں یہ حضرات مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ واپس ہوئے، اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے مکتوب کے مطابق :

"راستہ میں وادی عقیق میں نماز پڑھی۔ ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر شرف الروحاء میں کچھ دیر ٹھہرے، بدر میں ظہر کی نماز پڑھی اور عشاء کے قریب مکہ مکرمہ حاضری ہو گئی۔" ؎۱

مکہ مکرمہ میں چار یوم قیام کے بعد دونوں حضرات دیگر منتخب افراد کے ساتھ جدہ آئے اور پانچ دسمبر کی شام سے آٹھ دسمبر جمعہ کی صبح تک ہونے والے اجتماع میں شرکت کے بعد مکہ مکرمہ واپس ہوئے۔ اور پھر تین رجب مطابق ۱۲ر دسمبر منگل کی صبح میں طیارہ سے ظہران، اور وہاں ڈیڑھ دن قیام کے بعد بدھ جمعرات کی درمیانی شب میں کراچی کے لیے روانہ ہو کر پانچ رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۱ء جمعرات کی صبح میں کراچی (مکی مسجد) پہونچے۔ اور یہاں ایمان وایقان کی محنت سے بھرپور تین دن قیام کے بعد ۸ رجب، سترہ دسمبر اتوار کی شام میں دہلی واپس تشریف لائے اور دوسرے دن سہارنپور، رائے پور حضرت شیخ اور حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہما سے ملاقات کے لیے روانہ ہو گئے۔

دوسرا عمرہ حضرت مولانا کا دوسرا عمرہ شعبان ۱۳۹۲ھ (ستمبر ۱۹۷۲ء) میں ہوا، ۲۴ رجمادی الاولیٰ (۶ر جولائی) جمعرات میں آپ نے دہلی سے یورپ اور ممالک عرب کے لیے ایک طویل سفر کا آغاز فرمایا جس کا حُسنِ اختتام سرزمین حرمین شریفین پر ہوا۔ یہ طویل سفر کویت، انگلینڈ، بغداد فرانس، قرطبہ، جبل الطارق، طنجہ، مراکش، ترکی، لبنان، طرابلس، دمشق، عمان کا تھا۔ ۲۵ر رجب ؎۲ (۵ر ستمبر) منگل میں حضرت مولانا بذریعہ طیارہ عمان سے تبوک ہوتے ہوئے مدینہ منورہ پہونچے اور مسجد

؎۱ اقتباس مکتوب بنام حضرت شیخ مجررہ ۲۳ رجمادی الثانیہ / ۲ر دسمبر ۱۹۶۱ء از مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ۔

؎۲ ہندوستان اور سعودی عرب کی چاند کی تاریخوں میں عام طور سے دو یوم کا فرق ہوتا ہے اور یہی فرق اس پورے باب میں جابجا ملے گا، اس لیے انگریزی تاریخ اور دن لکھنے کا اہتمام کیا گیا کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

تو میں قیام فرمایا۔ احباب و رفقاء کی ایک بڑی جماعت آپ کے ہمراہ تھی، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے نام تحریر کردہ ایک گرامی نامہ میں اس سفر سے متعلق مزید معلومات ملتی ہیں، جن کو یہاں پیش کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم صل علی محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً

مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

الحمد للہ ثم الحمد للہ رات مغرب کے بعد دربار نبوی میں حاضری ہوگئی۔ کل ۵ ستمبر ۲۷ رجب کو ظہر کے بعد عمان سے اپنی جائے قیام سے روانہ ہوئے۔ عمان کا مطار قریب ہی تھا، عمان سے روانہ ہو کر راستہ میں آدھا گھنٹہ طیارہ تبوک میں اترا۔ تبوک سے مدینہ منورہ ایک گھنٹہ میں پہونچے۔ عصر کی نماز مطار پر پڑھی مطار پر مجمع تھا مولوی آفتاب صاحب بھی مطار پر تشریف لائے تھے۔ مغرب کی اذان کے وقت مسجد نور پہونچے، بعد مغرب غسل وغیرہ کر کے حاضری دربار میں ہوئی ——— حضرت والا کی جانب سے بھی سلام عرض کر دیا گیا، رات کو مسجد نور میں قیام کیا۔ صبح کی نماز کے لیے حرم جانا ہوا تھا، اشراق سے پہلے ہی واپسی ہوگئی۔ کل ۷ ستمبر پنجشنبہ کو ڈاکٹر اسماعیل کی معرفت والا نامہ موصول ہوا، جس پر نمبر ۱۳ پڑا ہوا تھا نمبر ۱۰ اس سے قبل موصول ہو گیا تھا۔ ۱۱ اور ۱۲ نہیں موصول ہوئے۔

عزیز ہارون کا خط بھی کل حبیب اللہ دہلوی کی معرفت ملا جس میں اپنا قرعہ میں خبر آنے کی اور ۲۳ ستمبر کو دہلی سے روانگی کی اطلاع تھی اور بندہ کو مکہ مکرمہ میں یا بمبئی ملاقات کرنے کو تحریر کیا تھا۔ بندہ کا نظام ابھی واپسی کا نہیں بنا ہے۔ کچھ خیال یہ ہے کہ کم از کم ایک عشرہ ماہ مبارک کا حرمین شریفین میں گذر جائے اور ایک دو عشرے رمضان المبارک میں نصیب ہو جائیں۔ بندہ حضرت والا اور گھر والوں کی جانب سے صلوٰۃ وسلام عرض کرتا رہتا ہے۔ مولانا آفتاب صاحب کی شفقتیں اس

مرتبہ بہت زیادہ ہیں۔ سید حبیب کے مکان پر اب تک حاضری نہیں ہوسکی حرم شریف میں ملاقات ہوئی تھی ۔"

(مکتوب محررہ ۹ ستمبر یکم شعبان)

مدینہ منورہ کے روز و شب کے معمولات اور حرم نبوی شریف میں حاضری کے متعلق حضرت مولانا ایک دوسرے مکتوب میں اس طرح اطلاع دیتے ہیں ،

" ہم لوگ ۵ بجے حرم جاتے ہیں۔ چھ بجے ظہر کی نماز ہوتی ہے ظہر کے بعد رباط بھوپال میں چلے جاتے ہیں وہاں پر ہی کھانا کھا کر آرام کرتے ہیں عصر کے بعد بھی وضو وغیرہ کے لیے رباط آتے ہیں اور ۱۱ بجے حرم آکر رات کو ۲ ½ بجے مسجد نور میں آجاتے ہیں "

(مکتوب محررہ ۹ ستمبر ۱۹۷۲ء)

جناب الحاج بھائی محمد شمیم صاحب (مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ) کے گرامی نامہ میں اس نظام الاقات کی مزید تفصیلات یہ ملتی ہیں ،

" الحمد للہ کہ بھائی انعام صاحب کے لیے رباط بھوپال میں دو بڑے کمرے مل گئے تھے اور نظم یہ تھا کہ ظہر کی نماز پڑھ کر وہاں تشریف لے جاتے کھانا کھا کر عصر تک آرام کرتے۔ عصر کے بعد گھنٹہ آدھا گھنٹہ روضہ مطہرہ میں گذارتے اور پھر مسجد نور چلے جاتے، پانچوں نمازیں الحمد للہ مسجد نبوی میں ہو رہی تھیں صبح کی نماز کے بعد سے اشراق تک حرم میں رہتے اور اشراق پڑھ کر مسجد نور آکر ایک ڈیڑھ گھنٹہ سو کر پھر عمومی ناشتہ ہوتا جو خاصا طویل ہوتا اور عام طور پر عربی وقت سے ساڑھے تین بجے ناشتہ سے فراغت ہوتی ۔

اس دفعہ تو مدینہ پاک میں صبح کا بیان اور روزانہ کا اجتماع بھی نہیں ہوا سب کو کھلی چھٹی تھی کہ خوب مسجد نبوی سے اور مدینہ پاک سے اپنا جی بھر لو البتہ تعلیم کے حلقے مسجد نور اور مسجد نبوی میں ہوتے تھے ایک دفعہ بھائی انعام صاحب نے بھی مسجد نور میں تعلیم کرائی اور ماشاء اللہ بہت سے علمی نکات

اور تبلیغی اصولوں کی وضاحت کی۔ محلوں کی جماعتیں بھی محلوں کی مساجد میں اجتماعات اور عمومی وخصوصی ملاقاتوں کے لیے روزانہ جاتی رہتی تھیں مشورے بھی کام کے لیے تقریباً روزانہ ہوتے رہتے تھے"۔

(مکتوب محررہ ۱۶؍ستمبر ؁ء از مکہ مکرمہ)

حرم نبوی شریف سے مسجد نور کافی فاصلہ پر ہے جس کی بنا پر حضرت مولانا اور قافلہ کے دیگر حضرات مختلف احباب کی گاڑیوں میں یہ مسافت طے کرتے تھے اس مرتبہ خصوصیت کے ساتھ شیخ عبدالعلام مدنی اور ملک عبدالحق صاحب مکی حضرت مولانا کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے لے جانے میں پیش پیش رہے۔ حضرت مولانا اپنے مکتوب میں حضرت شیخ کو لکھتے ہیں!

"عبدالعلام اس مرتبہ مسلط ہوئے ہیں وہ اپنی کار لے کر حرم کے دروازے پر جس وقت بھی بندہ حرم سے نکلتا ہے، موجود رہتے ہیں، انھوں نے آدمی مقرر کر رکھے ہیں صبح کی نماز میں بھی وہی لے جاتے ہیں۔ ملک عبدالحق نے بھی بیروت سے خط لکھ کر ہمارے پہونچنے سے ایک روز قبل گاڑی منگائی تھی وہ بھی موجود ہے لیکن عبدالعلام نے اب تک اس کی نوبت بندہ کو نہیں آنے دی، باوجود شدید انکار کے وہ نہیں مانتے ناشتہ پر اور کھانے پر بھی وہ بہت کچھ لاتے ہیں۔ روزانہ صبح کے ناشتہ میں ایک پیٹی رطب اور ایک پیٹی انگور کی لاتے ہیں وہ پورے دن میں پوری نہیں ہوتی، اگلے روز جب تازہ آتی ہیں تو پہلی ہم قافلہ والوں کو کھلا دیتے ہیں"۔ (مکتوب محررہ ۹؍ستمبر)

ملک عبدالحق صاحب کے مکان پر ایک دن تمام قافلہ کی (جو تقریباً پچاس افراد پر مشتمل تھا) کھانے کی دعوت ہوئی۔

۹؍شعبان (۱۰؍ستمبر) پیر میں مدینہ منورہ سے بذریعہ طیارہ روانہ ہو کر براہ جدہ مکہ مکرمہ تشریف آوری ہوئی۔ حضرت مولانا سید محمد سعد مدنی بھی اسی طیارہ میں ساتھ تھے۔ جناب الحاج بھائی سعدی صاحب (جو حضرت مولانا کے استقبال کے لیے جدہ گئے تھے) جدہ سے مکہ مکرمہ تک کی تفصیل حضرت شیخ کو اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"ہم جدہ جاکر مطار کی مسجد میں پہونچے تو مغرب کی تیسری رکعت ہو رہی تھی۔ نماز کے بعد ایک صاحب نے بتایا کہ حضرات تو جہاز سے اترتے ہی فوراً مکہ کے لیے روانہ ہوگئے اور حد حرم پر مغرب کی نماز پڑھیں گے ہم سب لوگ فوراً مولانا عبداللہ عباس صاحب کی گاڑی میں مکہ گئے مغرب کے بعد ½ ۱۲ بجے عربی روانہ ہوئے، حد حرم حدیبیہ پر ان حضرات کی گاڑی نظر آئی۔ ہم وہاں رک گئے۔ حضرت جی مدظلہٗ مع قاضی صاحب مولانا محمد عمر، مولوی سعید صاحبان بھائی عبدالکریم مہندس کی گاڑی میں تھے یہ حضرات حدیبیہ کی مسجد میں پون نبجے پہونچے۔ حضرت جی نے اذان دی اور مغرب کی نماز وہاں پڑھی، یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت والا نے بھی ایک مرتبہ اذان دی تھی اور عشاء کی نماز پڑھی تھی ہم جب پہونچے تو یہ حضرات نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ میں حضرت جی مدظلہٗ کی گاڑی میں آگیا۔ میرے بدلہ مولانا سعید صاحب مولانا عبداللہ عباس کی گاڑی میں آگئے اور ایک بج کر ۱۰ منٹ پر حدیبیہ سے روانہ ہو گئے اور ٹھیک ½ ۱ بجے عشاء کی اذان پر صولتیہ پہنچے وہاں سب سے ملاقات ہوئی۔" (مکتوب محررہ ۱۲ ستمبر)

مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا کا دن میں مدرسہ صولتیہ اور شب میں مسجد حفائر قیام رہا۔ نماز مغرب سے ایک گھنٹہ قبل حرم جاکر بعد نماز عشاء واپس مسجد حفائر پہنچ کر کھانا کھاتے پھر تبلیغی رفقاء و احباب مشورہ کے لیے جمع ہوتے جس میں کافی وقت صرف ہوتا۔ اس سے فارغ ہو کر آرام فرماتے۔ گاہ بگاہ صبح کا ناشتہ بھائی سعدی صاحب کے یہاں ہوتا تو حضرت مولانا قافلہ کی اکثریت کے ساتھ ان کے مکان پر تشریف لے جاتے اور واپسی میں جنت المعلیٰ ہوتے ہوئے مراجعت فرماتے۔ متعدد مرتبہ شب کا قیام شارع منصور بھائی سعدی صاحب کے مکان پر بھی ہوا۔

اس مرتبہ سالانہ اجتماع مدینہ منورہ میں نہ ہو کر ۱۱-۱۲-۱۳ شعبان (۲۰، ۲۱، ۲۲ ستمبر بدھ، جمعرات، جمعہ) میں مکہ مکرمہ میں ہوا۔ اور یہیں سے جماعتیں رخصت ہوئیں۔

حضرت مولانا نے اس سفر میں مکہ مکرمہ کی قدیم علمی و دینی درس گاہ مدرسہ صولتیہ کے لیے ایک معائنہ بھی تحریر فرمایا تھا ——— جس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے:

"الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ——— اما بعد !
بندہ محمد انعام الحسن کاندھلوی کو بار بار اللہ کے فضل وکرم سے حرمین مبارکین کی حاضری نصیب ہوتی رہی، سب سے پہلے حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب کے ہمراہ ۱۹۳۰ء میں حاضری ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۵ء میں آنا مقدر ہوا اس کے بعد تقریباً ہر دو سال بعد حاضری ہوتی رہی اور ہمیشہ ہی مدرسہ میں حاضری رہی، پہلی دو مرتبہ کے علاوہ ہر مرتبہ مدرسہ ہی میں قیام رہا اور ہر مرتبہ مدرسہ کے اسباق کے اختتام یا افتتاح کتب کی سعادت سے بہرہ یاب ہوتا رہا۔
الحمد للہ مدرسہ صولتیہ جو اپنے اسلاف کا قائم کردہ ہے، اسلاف کے نہج کو قائم رکھنے میں کوشاں ہے اللہ جل شانہ اس مدرسہ کو دن دونی، رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے اور ہر قسم کی آفتوں وشرور سے حفاظت فرمائے اور کارکنان مدرسہ کو اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور اللہ ان کی اعانت ومدد فرمائے۔ آمین۔

بندہ محمد انعام الحسن ——— ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۹۲ھ"[1]

۱۶ شعبان (۲۹ ستمبر) جمعہ میں سعودی طیارہ سے ظہران، دبئی ہوتے ہوئے بمبئی تشریف لائے الحاج عبدالکریم ماہم والوں کے یہاں شب میں قیام ہوا ۲۳ شعبان (۲ اکتوبر) پیر میں بمبئی سے بخیر وعافیت دہلی واپسی ہوئی اور دو دن بعد حضرت شیخ رح سے ملاقات کے لیے سہارنپور تشریف لے گئے۔

تیسرا عمرہ یکم ربیع الاول ۱۳۹۵ھ (۱۵ مارچ ۱۹۷۵ء) میں حضرت مولانا نے افریقہ، ری یونین موزمبیق، رہوڈیشیا، لیبیا، زامبیا، ملاوی، تنزانیہ کے لیے رخت سفر باندھا اور دہلی سے بمبئی ہوتے ہوئے ماریشس پہونچے۔ ترین یوم ان ممالک میں توحید ورسالت اور فکر آخرت کی صدا لگانے کے بعد ۲۳ ربیع الثانی (۶ مئی سہ شنبہ) میں نیروبی سے جدہ اور پھر

---

[1] ماخوذ از اقوال الصالحین، مرتبہ حضرت مولانا محمد سلیم صاحب رح، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۹ھ۔

وہاں سے دربارِ الٰہی میں حاضر ہوئے۔

یہاں جدہ اور مکہ مکرمہ کے احوالِ سفر پر مشتمل حضرت مولانا کے دو مکتوب (بنام حضرت شیخ رح) پیش کیے جاتے ہیں۔ پہلا مکتوب جدہ سے اور دوسرا مکہ مکرمہ سے تحریر کیا گیا ہے۔

(۱) " مخدوم مکرم معظم محترم مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

الحمدللہ ہم سب دوپہر کو ۱۱½ بجے جدہ پہونچ گئے اور باوجود کسٹم نہ ہونے کے اور ویزہ میں رکاوٹ نہ ہونے کے دو گھنٹے باہر نکلنے میں لگ گئے، اولاً عبدالعزیز پاک محل سے ثانیاً حبیب اللہ مدنی سے کیفیت حال معلوم ہوئی ظہر کی نماز مستقر پر پہونچ کر پڑھی، اور کھانا کھا کر ایک گھنٹہ آرام کرکے اب عصر کی نماز پڑھ کر مکہ مکرمہ روانگی ہو رہی ہے۔ سب حضرات دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ مولوی عمر، مولوی سعید، عزیز زبیر سلام عرض کرتے ہیں۔ شمیم بھی سلام عرض کرتے ہیں۔ صلوٰۃ وسلام کی درخواست ہے۔

محمد انعام الحسن ـــــ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ "

(۲) مخدوم مکرم معظم محترم ـــــــ مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کل عصر کی نماز پڑھ کر جدہ سے روانہ ہوئے ۱۱ بجے مکہ مکرمہ حاضری ہوگئی مغرب سے قبل طواف کیا اور عشاء تک سعی سے فراغت ہوگئی اس مرتبہ ساری عمر میں سعی گاڑی میں کی اللہ تعالےٰ شانہ بندہ کے حال پر رحم فرمائے، عشاء کے بعد بھائی سلیم کے یہاں ـــ پورے قافلہ کی اور اپنے اساتذۂ مدرسہ کی دعوت بھی رات کو حفائر میں سوئے خوب ٹھنڈ بھی، بندہ کا نظام یہ تجویز ہوا ہے کہ ـــ انشاء اللہ ہفتہ کی صبح کو مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہے شام تک مدینہ منورہ ـــ حاضری ہوگی۔ بندہ کا رات کو حفائر میں سونا اور دن کو صولتیہ میں دیوان میں قیام ہے دعاؤں کی درخواست ہے۔ حضرت قاضی صاحب، مولانا عاقل، مولانا

سلمان، مولوی حبیب اللہ، ابوالحسن اور سب حضرات خدام کی خدمت میں
سلام مسنون اور صلوٰۃ و سلام کی درخواست ہے۔ والسلام
محمد انعام الحسن غفرلہ چہار شنبہ ۲۶ ربیع الثانی ۹۵ھ"

حضرت مولانا کی عادت شریفہ تھی کہ سفر کے زمانہ میں اپنے اہل و عیال، افراد خاندان اور مستورات کی پوری پوری خیر و خبر رکھتے اور یہ بھی اہتمام فرماتے کہ خود ان کی خیریت گھر والوں کو معلوم ہوتی رہے تاکہ کسی قسم کی فکر و تشویش نہ پیدا ہو۔ خط لکھنے کا موقع نہ ملتا تو ٹیلیفون پر رابطہ فرماتے جس کے لیے مولانا زبیر الحسن صاحب ذریعہ بنتے تھے۔

اس مرتبہ بھی مکہ مکرمہ پہونچ کر مولانا نے جو تفصیلی مکتوب گھر کی مستورات کو تحریر فرمایا وہ ہمیں دستیاب ہے اور اس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے:

"عزیزان والدہ زبیر والدہ ہارون و والدہ سعد سلمکن اللہ تعالیٰ دعا فاکن
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

الحمد للہ ثم الحمد للہ ہم لوگ ۱۰ مئی منگل کے روز دوپہر کو بخیریت افریقہ سے جدہ پہونچ گئے۔ عزیز علیم بھی ہمارے ساتھ تھا، ظہر کے بعد کھانا کھا کر جدہ میں آرام کیا، عصر کے بعد جدہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے، جدہ میں شمیم سعدی پھوپا پایا میں سب آئے ہوئے تھے، ہم سعدی کی موٹر میں روانہ ہوئے، ۱۱ بجے مکہ مکرمہ پہونچ گئے، مدرسہ صولتیہ پہونچ کر بل بلا کر مغرب سے پہلے طواف کیا اور مغرب کے بعد سعی کی گئی۔ عشاء کے بعد شیخ سلیم کے یہاں پورے قافلہ کی جو کہ ساٹھ کے قریب تھا دعوت تھی، رات کو مسجد حرام میں سوئے، وہاں پر رات کو خواب ہوا اور ٹھنڈ بھی، رات کو کپڑا اوڑھنا پڑا، صبح کو ناشتہ کے بعد طاہرہ سے ملنے گئے۔ سلمٰی بالکل خاموش بیٹھی رہی۔ دوپہر کو مدینہ منورہ سے شیخ کا ٹیلیفون آیا کہ تمہارے آنے میں اگر دیر ہو تو زبیر کو فوراً بھیج دو، کیوں کہ ڈاکٹر منیر جو شیخ کے آپریشن کے لیے آئے ہوئے ہیں وہ واپس جانے والے ہیں، زبیر کی بھی آنکھیں دکھا دیں گے۔ چنانچہ زبیر کو عصر کے بعد ملک عبدالحق کے ساتھ ان ہی کی کار سی

میں افضل کے ساتھ بھیج دیا گیا، رات ان لوگوں نے جدہ گذاری اور صبح کو مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے اور ظہر سے پہلے الحمد للہ مدینہ پہونچ گئے، صادق اطاہرہ کو بھی یہی خط بھیج دیں، الگ لکھنے کی نوبت نہیں آئے گی، بڑی آپا سے بھی سلام مسنون کہہ دیں اور ماموں محمود سے بھی دہلی کی مستورات کے لیے بھی بندہ دعا کرتا ہے اور نظام الدین کی بھی اپنے سب گھر والوں کے لیے کرتا ہے گھر میں رہنے والی سب عورتوں سے سلام مسنون کہہ دیں۔ فاطمہ، سعد، عائشہ سے دعوات۔

محمد انعام الحسن غفرلہٗ ــــ ۱۴ر مئی ۱۹۷۵ء مسجد نور مدینہ منورہ"

سفر مدینہ منورہ

۲۷ر ربیع الثانی (۱۰ر مئی شنبہ) کی صبح کو مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہوئی، دوپہر کا قیام وطعام بدر میں ہوا، بدر میں حضرت مولانا اور ان کے تمام رفقاء کی خدمت ومیزبانی کا شرف جناب الحاج ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب میمنی (خلیفہ مجاز حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ) کو حاصل ہوا، ڈاکٹر صاحب موصوف اس زمانہ میں بہ سلسلہ ملازمت بدر میں مقیم تھے، راقم سطور کے نام اپنے ایک مکتوب میں ڈاکٹر صاحب موصوف اس کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں:

"۱۹۷۵ء میں جب کہ حضرت شیخ قدس سرہ کا قیام مدینہ پاک میں اور اس ناکارہ کا قیام ملازمت کے سلسلہ میں بدر میں تھا۔ حضرت جی اور دیگر تبلیغی اکابر کا دورہ جنوبی افریقہ کا ہوا، جنوبی افریقہ سے حضرت جی کا پیام بندہ کے پاس آیا کہ فلاں دن ہم لوگ جنوبی افریقہ سے جدہ پہونچ کر سیدھے مدینہ منورہ جانے والے ہیں، دوپہر کا کھانا اور آرام تمہارے گھر پر ہوگا اور بعد عصر مدینہ پاک روانہ ہو جائیں گے ۲۵ نفر ہوں گے۔ یہ ناکارہ تو بہت خوش ہوا، اور اہلیہ سے کھانا تیار کرنے کے لیے کہہ دیا، جب یہ قافلہ بدر پہونچا تو سو سے زیادہ آدمی تھے قاضی عبدالقادر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ہم تو ۲۵ نفر ہی تھے، مگر یہ سارے لوگ ساتھ ہو گئے، کس کو منع کیا جائے۔ بہر حال حضرت جی اور چند خاص رفقاء نے تو گھر میں اور بقیہ سب لوگوں نے مسجد عریش میں کھانا کھایا۔ حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ۲۵ نفر کے لیے تیار کیا ہوا کھانا سو سے زیادہ نے کھایا اور اس میں سے بچ بھی گیا۔ حضرت جی

نے بندہ کے گھر میں آرام فرمایا، عصر کے قریب بیدار ہو کر چائے پی، عصر کی نماز قریب خانہ ہی پر حضرت کی اقتدا میں ہم نے پڑھی۔ میں نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی استعمال شدہ جائے نماز حضرت جی کے لیے بچھا دی تو پہچان گئے اور فرمایا کہ یہ شیخ کی جائے نماز ہے؟ بندہ نے اثبات میں جواب دیا۔ بعد عصر سارا قافلہ مدینہ طیبہ روانہ ہو گیا۔ یہ ناکارہ حسب معمول جمعہ کے روز مدینہ پاک حاضر ہوا۔ تو حضرت شیخ نے فرمایا کیوں بھئی کیسی گذری۔ بندہ نے عرض کیا، الحمد للہ بہت اچھی گذری، اس وقت اندازہ ہوا کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ بھی یہاں سے متوجہ تھے"

(اقتباس مکتوب محررہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ)

نماز عصر پڑھ کر حضرت مولانا مع قافلہ سوئے طیبہ روانہ ہوئے اور نماز مغرب حرم نبوی شریف میں ادا کی۔

اس سفر کی اطلاع حضرت مولانا — اپنے اہل خانہ کو مکتوب کے ذریعہ اس طرح دیتے ہیں،

"ہم لوگ دس مئی ہفتہ کے روز صبح کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر بدر پہونچے شہداء پر گئے اور ظہر سے ایک گھنٹہ پہلے مسجد عریش میں آگئے۔ ظہر کی نماز مسجد عریش میں پڑھی اور کھانا ڈاکٹر اسماعیل کے گھر کھا کر وہاں ہی آرام کیا اور غسل کیا اور کپڑے بدل کر عصر کی نماز پڑھ کر مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور مغرب سے پہلے مدینہ منورہ حاضری ہو گئی، شیخ حرم جا چکے تھے۔ مغرب سے قبل سلام پڑھا تم سب کی طرف سے بھی سلام پیش کر دیا اور الحمد للہ کرتا رہتا ہوں۔

بیس روز مدینہ منورہ کا قیام طے ہوا ہے اور پھر واپسی میں دس روز مکہ مکرمہ قیام ہوگا، دس جون کو مکہ مکرمہ سے روانگی ہے اور انشاء اللہ تیرہ جون کو بمبئی حاضری ہوگی، رات کو مدینہ منورہ میں ٹھنڈ ہوتی ہے لحاف اوڑھتے ہیں لیکن صحن میں سوتے ہیں۔ سب کے لیے دعائیں الحمد للہ ہر جگہ کی جا رہی ہیں، صادقہ طاہرہ کو بھی یہی خط بھیج دیں، الگ الگ لکھنے کی نوبت نہیں آئے گی"!

حضرت مولانا کا مدینہ منورہ میں اس مرتبہ بیس یوم قیام رہا۔ اس عرصہ میں متعدد چھوٹے

بڑے اجتماعات ہوتے رہے جن میں خصوصیت کے ساتھ مورخہ ۹، ۱۰، ۱۱ر جمادی الاولی (۲۱ تا ۲۳ر مئی) بدھ، جمعرات، جمعہ میں مدینہ منورہ کا سالانہ مشورہ اجتماع ــــــــ نیز ــــــــ ۱۷ر جمادی الاولی (۲۹ر مئی) پنجشنبہ میں الحاج محمد یوسف صاحب دہلوی (مدنی) کے مدرسہ میں تشریف آوری اور ۱۸ر جمادی الاولی (۳۰ر مئی) جمعہ مسجد نور میں، قراء حضرات کا ایک اہم اور بڑا اجتماع قابلِ ذکر ہے۔

۱۹ر جمادی الاولی (۳۱ر مئی شنبہ) میں بعد نماز فجر حرم نبوی شریف سے روانہ ہو کر مدرسہ علوم شرعیہ میں حضرت شیخ رح سے مصافحہ وملاقات کے بعد مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ رابغ میں چائے ناشتہ اور ضروریات کے لیے تھوڑی دیر ٹھہر کر مکہ مکرمہ پہونچ کر عمرہ سے فارغ ہوئے حضرت مولانا اور ان کی معیت میں مولانا محمد عمر صاحب رح، مولانا زبیر الحسن صاحب، مولانا محمد صالح جی (افریقہ) کی مدینہ منورہ سے یہ آمد بھائی سلیم (ابن الحاج حبیب اللہ دہلوی کی کار میں ہوئی، جب کہ بقیہ رفقاء جو پچاس کے قریب تھے، مولانا عبد الحفیظ صاحب مکی اور شیخ عبد العلام صاحب مدنی وغیرہ کی کاروں میں تھے۔

۲۲ر جمادی الاولی (۳ر جون) منگل میں حضرت مولانا کا ایک سفر جدہ کا ہوا، یہاں چوبیس گھنٹہ کا ایک اجتماع تھا، اس اجتماع سے فراغت بدھ کا دن گزار کر بعد نماز عشاء شب میں ساڑھے تین بجے ہوئی، اور اسی وقت مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہ موسم سخت گرمی کا تھا لُو اور دھوپ کی تپش نے اچھے اچھے جوانوں کو حواس باختہ کر رکھا تھا۔ لیکن حضرت مولانا اپنے ضعف ونقاہت کے باوجود بڑے اہتمام سے حرم شریف میں نمازوں کی ادائیگی اور طواف فرماتے رہے۔ حضرت شیخ رح کو مدینہ منورہ اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

> "آج جب کہ جمعہ کی نماز کے لیے حرم گئے ہوئے تھے اچھنر غلام محمد ــــــ حیدرآبادی نے دوسرا والا نامہ پہونچایا، یہاں پر بھی گرمی شدید ہے اور ظہر کی نماز کو حرم جا کر آنے میں طبیعت پر خاصا اثر ہوتا ہے اور رات کو عشاء کے بعد تک حرم کی زمین ٹھنڈی نہیں ہوتی، حضرت والا کے سفر کے بارے میں برابر فکر ہے اللہ جل شانہ خیر فرماویں، بندہ بھی اپنے لیے دعاؤں کی خصوصی درخواست

کرتا ہے کہ بیماری اور ضعف دونوں نے بیکار کر رکھا ہے، طواف بھی بس چوبیس گھنٹہ میں ایک ہی ہوتا ہے اللہ جل شانہٗ ہی رحم فرماویں۔ بندہ اپنے لیے خصوصی دعا کی التجا کرتا ہے اور صلوٰۃ وسلام کی درخواست ہے۔

(مکتوب محررہ ۲۶ر جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ)

۲۹ر جمادی الاولیٰ (۱۰ر جون) سہ شنبہ میں آپ اپنے قافلہ کے ساتھ پی آئی اے سے روانہ ہو کر کراچی (مکی مسجد) اور ۲ر جمادی الثانی (۱۳ر جون) جمعہ میں ایران ایرویز سے بمبئی واحمد آباد ہوتے ہوئے ۵ر جمادی الثانی (۱۶ر جون) دوشنبہ کو بذریعہ طیارہ دہلی پہونچے۔

ذیل میں حضرت مولانا کے دو خط پیش کیے جاتے ہیں جو جدہ سے کراچی اور کراچی سے مرکز نظام الدین کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ ان میں پہلا مکتوب ۱۲ر جون کا کراچی سے تحریر کردہ ہے اور دوسرا ۱۹ر جون کو دہلی مرکز سے تحریر کیا گیا ہے۔ یہ دونوں مکاتیب حضرت شیخ کو مدینہ منورہ ارسال کیے گئے تھے۔

(۱) " از کراچی مکی مسجد:

مخدوم مکرم معظم محترم ——— مدظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

کل سہ شنبہ ۳۰ر جمادی الاولیٰ کو جدہ سے بھائی دلدار کی معرفت ایک عریضہ ارسال کیا تھا، جدہ سے ظہر کی نماز پڑھ کر طیارہ میں سوار ہوئے اگرچہ طیارہ کا وقت زوال سے چھ منٹ پہلے پرواز کرنے کا تھا مگر ساتھیوں کی دعا سے طیارہ آدھ گھنٹہ مؤخر ہو گیا، اطمینان سے مطار پر ظہر کی نماز اذان دے کر جماعت سے اندر جا کر ادا کی، پورے عربی چھ بجے پرواز شروع ہوئی۔ اور الحمد للہ بخیریت وراحت ۹ بج کر چالیس منٹ پر بغیر راستہ میں کہیں ٹھہرے کراچی پہونچے اور اتر کر مطار ہی کی خصوصی دو کاروں میں مطار ہی کے احاطہ کی مسجد میں نماز عصر ادا کی نماز سے فارغ ہو کر معلوم ہوا کہ قانونی مراحل سے فراغت ہو گئی۔ جم غفیر موجود تھا طیارہ تک بھی کچھ افراد پہونچ گئے تھے۔ مجمع میں آنا ہوا تو معلوم ہوا کہ مولانا یوسف

صاحب بنوری بھی تشریف لائے ہوئے ہیں. بمشکل بندہ ان تک پہونچا' انکے والد کی تعزیت کی اور پھر مجمع میں دعا کرا کر روانہ ہوئے. مغرب راستہ میں پڑھ کر نکی مسجد پہونچنا ہوا' وہاں پر اتنا مجمع تھا کہ گاڑی اندر نہیں جا سکی بمشکل اپنے کرہ تک پہونچنا ہو سکا. عشاء کے بعد مختصر سا بیان ہوا' اور حیاۃ الصحابہ پڑھ کر سنائی. گرمی بھی خوب ہے. حافظ فریدالدین رات بھی تشریف لائے تھے اور صبح بھی بہت دیر تک ساتھ رہے." (مکتوب محررہ ۱۲ر جون پنجشنبہ)

(۲) از دہلی نظام الدین:

مخدوم مکرم معظم محترم ــــــ مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مکہ مکرمہ سے ۱۰ر جون کو ناشتہ سے فارغ ہو کر روانہ ہو کر جدہ میں ظہر کی نماز جہاز میں سوار ہونے سے پہلے اللہ جل شانہ' نے پڑھا دی' جہاز کے پرواز کے وقت زوال سے چھ منٹ قبل تھا لیکن جہاز آدھا گھنٹہ مؤخر ہو گیا جس کی وجہ سے مطار پر اطمینان سے بڑی جماعت کے ساتھ نماز ادا ہو گئی اور عصر الحمدللہ بخیریت جہاز سے اتر کر پڑھی. نکی مسجد مغرب کے بعد پہونچے' مغرب کی نماز راستہ میں پڑھی' نکی مسجد میں ہجوم بے حد تھا جمعہ کے روز بمبئی پہونچے' اس روز جمعہ کی نماز نہ مل سکی' ظہر کی نماز پڑھی. نکی مسجد میں حافظ فریدالدین صاحب تین روز بیشتر اوقات ساتھ رہے اور بہت شفقت فرماتے رہے' ایک روز بھی قیام رہا پھر وہاں سے ــــــ احمد آباد آ گئے' دو شب احمد آباد قیام رہا. دوشنبہ ۱۶ر جون کو بخیر و عافیت اللہ جل شانہ' نے اپنے مستقر پر پہونچا دیا. ہر ہر جگہ ہجوم بہت ہی زیادہ رہا. مستقر پر دو شب گرمی میں کواڑ بند کر کے سونا پڑا' گرمی انتہائی شدید تھی' کولر چلا کر سونا ہوا' شدید گرمی کے بعد آج ۱۹ر جون کو الحمدللہ صبح صادق کے بعد بارش شروع ہوئی' اور ایک گھنٹہ خوب بارش ہوئی اور بوندا باندی تو بہت دیر تک رہی جس سے موسم یکسر بدل گیا. سہارنپور سے عزیزان مولوی طلحہ مولوی شاہد مولوی خالد' جعفر' راشد

آئے ہوئے تھے جو کل گذشتہ ۱۹؍جون کو براہ کاندھلہ مولوی افتخار کے ہمراہ بس سے واپس ہو گئے۔"

(مکتوب مجریہ ۲۰؍جون)

چوتھا عمرہ اس عمرہ سے قبل حضرت مولانا ایک طویل سفر[1] پاکستان، عمان، انگلینڈ، گلاسکو اور پیرس، یونان کا فرماتے ہوئے ۲۴؍شعبان ۱۳۹۸ھ (۳۱؍جولائی ۱۹۷۸ء) میں ایتھنز (یونان) ہوائی اڈہ سے عمرہ کا احرام باندھ کر جدہ کے لیے روانہ ہوئے۔ نماز عشاء جدہ ایرپورٹ پر ادا کی۔ مقامی وغیر مقامی رفقائے تبلیغ واحباب کی ایک بڑی جماعت کے علاوہ اعزہ میں سے جناب ماموں یامین صاحب، بھائی سعدی صاحب بھائی حشیم وحلیم صاحبان بھی مطار پر موجود تھے۔ فوراً ہی مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے اور نماز فجر سے قبل طواف وسعی سے فراغت پائی۔ اگلے دن ظہر تک آرام واستراحت فرما کر مدرسہ صولتیہ میں والدہ محترمہ بھائی شمیم صاحب سے ملاقات کے بعد بھائی سعدی صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور وہیں سے حرم محترم جاکر نماز عصر ادا کی، عشاء کے بعد طواف وداع کیا اور پھر شب میں مسجد حفائر پہونچ کر آرام فرمایا۔ اس مرتبہ چونکہ حرمین شریفین کا قیام بہت مختصر تھا۔ ماہ مبارک کی بھی آمد آمد تھی، اس لیے مکہ مکرمہ میں صرف ایک یوم قیام کے بعد ۲۶؍شعبان (۲؍اگست، بدھ) میں مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے اور ایک ہفتہ وہاں قیام فرما کر ۴؍رمضان (۹؍اگست بدھ) میں مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔

مولانا زبیر الحسن صاحب اپنی یادداشت میں اس آمد ورفت کی تفصیل اس طرح قلم بند کرتے ہیں:—

"آج ۲۶؍شعبان میں اذان فجر سے قبل مولانا عبدالحفیظ کی گاڑی میں حضرت جی مدظلہٗ، مولانا محمد عمر، زبیر، مولانا سعید خان حفائر سے روانہ ہوئے نماز فجر تنعیم میں بامامت زبیر ادا کی گئی۔ اور فوراً روانہ ہو گئے۔ بدر میں ناشتہ اور غسل کیا کپڑے بدلے اور مدینہ کے لیے روانہ ہوئے۔ ۵ بجے عربی مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً د

---

[1] اس سفر کے لیے دہلی سے روانگی یکم شعبان ۱۳۹۸ھ ۸؍جولائی ۱۹۷۸ء میں ہوئی تھی۔

تعظیماً میں اللہ پاک نے داخلہ کی سعادت سے نوازا۔ ظہر سے قبل صلوٰۃ وسلام پڑھا، ظہر بعد حضرت شیخ سے ملاقات ہوئی ——— ۴ رمضان (۱۹ راگست، بدھ) میں صبح نماز فجر کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھا، اور بقیع میں حاضر ہوئے اور ۲ بجے عربی مولانا عبدالحفیظ کی گاڑی میں روانہ ہو کر بدر تھوڑی دیر ٹھہرے اور چھ بجے بخیریت مسجد حفائر، مکہ مکرمہ پہونچے، لو خوب شدید تھی، ظہر بعد آرام کیا، ۱۱ بجے عصر پڑھی، حفائر ہی میں روزہ افطار کیا، مغرب بعد حرم شریف گئے۔ عشاء سے قبل طواف کیا، پھر تراویح کے بعد سعی کی۔ اور مسجد حفائر آگئے۔"

۵ رمضان سے ۷ رمضان تک حضرت مولانا مکہ مکرمہ رہ کر آٹھ کی صبح میں جدہ آئے بھائی انوار کریم صاحب کے مکان پر قیام ہوا۔ مولانا زبیر صاحب کی اقتداء میں نماز تراویح یہیں ادا کی گئی ——— ۹ رمضان (۲۴ راگست پیر) میں جدہ سے چل کر ایک دن کراچی (مکی مسجد)۔ ٹھہرتے ہوئے ۱۱ رمضان (۲۶ راگست، بدھ) میں افطار سے چند منٹ قبل بخیر وعافیت ——— مرکز نظام الدین تشریف لائے۔

پانچواں عمرہ ۱۳۹۹ھ میں ہونے والے اس عمرہ کے لیے حضرت مولانا یکم جمادی الاولیٰ جمعہ مطابق ۳۰ رمارچ ۱۹۷۹ء میں دہلی سے بذریعہ طیارہ بمبئی، وہاں سے ماریشش، افریقہ، زامبیا، ملاوی، سوڈان کے اجتماعات کی تکمیل فرماتے ہوئے ۶ رجمادی الثانی (۳ رمئی جمعرات) میں خرطوم (سوڈان) سے جدہ اور وہاں سے فوراً ہی مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے اور عمرہ سے فراغت پائی۔ جمعہ کا دن حرم مکی میں گذار کر ۹ رجمادی الثانی (۵ رمئی شنبہ) میں مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہوئی۔ پندرہ دن یہاں قیام کے بعد ۲۳ رجمادی الثانی (۱۹ رمئی شنبہ میں) مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے۔

یہاں پہونچ کر حضرت شیخ کا گرامی نامہ آپ کو ملا جو ان جملوں سے شروع کیا گیا تھا،

"آپ سے جدائی تو کئی دفعہ ہوئی مگر اس مرتبہ تمہاری جدائی نے بہت قلق ہوا۔ اور تمہاری جدائی بہت ستارہی ہے۔"

قیام مکہ مکرمہ کے زمانہ میں ——— آپ کا جدہ کا بھی ایک سفر ہوا کر وہاں ۲۲، ۲۳ مئی

میں ایک اجتماع تھا۔

اس موقع پر حضرت مولانا کے درج ذیل ایک مکتوب (بنام حضرت شیخ رح) سے مدینہ منورہ کی جدائی پر تاثرات واحساسات اور اجتماع جدہ پر مزید کچھ معلومات بھی ملتی ہیں:

"مخدوم مکرم معظم محترم مدظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پنجشنبہ کو عزیز طلحہ سلمہ[1] کی معرفت والانامہ موصول ہوا، پورا دن تشویش میں گذرا، رات کو عشاء کے بعد حرم سے واپس آکر یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ دیکھنے کے لیے گاڑی بھیجی جائے، کھانے پر بیٹھے ہوئے تھے لیکن کھایا نہیں جا رہا تھا درمیان طعام قاضی عبدالقادر[2] و مولوی طلحہ پہونچے اللہ تعالی کا شکر ادا کیا راستہ میں پندرہ گھنٹے لگے، اللہ جل شانہ نے خیریت سے پہونچا دیا فالحمد للہ علی ذالک. مکہ مکرمہ حاضری کے بعد مدینہ منورہ کی یاد آتی رہی۔ بھائی شفیع بھی کہہ رہے تھے کہ یہاں پر طبیعت میں وہ بات نہیں جو مدینہ منورہ میں تھی اللہ جل شانہ قبول فرماویں۔ مدینہ منورہ میں عربوں کی آمد بھی کثرت سے تھی یہاں پر تھوڑی ہے، ریاض و دمام سے ۵۰ عرب تشریف لائے، شیخ عبداللہ قنوج۔ دوشب ہمارے ہی ساتھ رہے، جدہ کے اجتماع میں بھی شریک رہے۔ جدہ کے اجتماع میں بھی الحمد للہ عرب خوب جمع ہوئے، آج شام کو عصر کے بعد جدہ کل صبح

---

[1] مولانا محمد طلحہ صاحب زاد مجدہ، اور ان کی والدہ ماجدہ صاحبہ مرحومہ کا قیام ان ایام میں مدینہ منورہ تھا اور حضرت مولانا کے ساتھ ان کی ہندوستان واپسی متعین تھی۔

[2] (۲۸ر جمادی الثانیہ (۲۴ر مئی پنجشنبہ) میں موصوف مع والدہ بمعیت قاضی عبدالقادر صاحب و مولانا عبدالحفیظ صاحب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے لیکن راستہ کی غیر معمولی تاخیر کی بنا پر حضرت مولانا کو (جو مکہ مکرمہ میں منتظر تھے)، سخت فکر و تشویش ہوئی۔ گرامی نامہ کی ان سطور میں اسی فکر و تشویش کا اظہار ہے۔

کو فجر کے وقت جدہ سے کراچی روانگی ہے۔ اللہ جل شانہٗ عافیت و سہولت کے ساتھ سفر کو پورا فرمائے، دعاؤں کی درخواست ہے اور روضۂ اقدس پر صلوٰۃ و سلام پیش فرمانے کی درخواست ہے۔ منگل کے روز دہلی سے فون آیا تھا کہ الحمد للہ سب بخیر ہیں، مولوی حبیب اللہ و ابوالحسن و تمام خدام کی خدمت میں سلام مسنون۔

محمد انعام الحسن عفرلہٗ ۲۰ر مئی ۱۹۸۹ء

یکم رجب (۲۷ر مئی یکشنبہ) میں آپ کی مکہ مکرمہ سے بارادہ ہندوستان واپسی ہوئی۔ اور جدہ سے چل کر کراچی ٹھہرتے ہوئے ۳ر رجب (۳۰ر مئی) میں دہلی تشریف لائے۔ مولانا زبیر الحسن صاحب اپنی یادداشت میں کراچی اور دہلی کی بخیر رسی ان الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔،

"یکم رجب میں نماز فجر اول وقت مسجد غلیل میں پڑھ کر مطار جدہ روانہ ہوئے اور وہاں سے کراچی پہونچے۔ ۲ر رجب میں صبح ۹ بجے مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کے مدرسہ میں گئے وہاں دارالحدیث میں مولانا محمد عمر صاحب کا بیان ہوا اور اس کے بعد حضرت جی مدظلہ نے بیان فرماکر دعا کرائی گیارہ بجے وہاں سے حافظ فرید الدین صاحب کے مکان پر جاکر کھانا کھایا اور واپس مکی مسجد پہونچ کر آرام کیا"

تین رجب ۳۰ر مئی میں دو بج کر بیس منٹ پر بھائی یوسف صاحب رنگ والوں کی گاڑی میں مکی مسجد سے روانہ ہوکر ایئرپورٹ پہونچے، مطار پر حضرت جی مدظلہٗ کی دعا ہوئی، پونے چار بجے طیارے نے پرواز کی، سوا پانچ بجے پالم ہوائی اڈے پر بخیریت اترے، بھائی کرامت، بھائی نعمت، بھائی سلامت اور صدیقہ، اور محمد صالح، کسٹم ہال میں موجود تھے، پہلے نماز عصر پڑھی، پھر باہر میدان میں آکر حضرت جی کی دعا ہوئی۔ بہت بڑا مجمع استقبال کے لیے موجود تھا۔ مغرب سے قبل اللہ تعالیٰ نے بخیریت اپنے مستقر بنگلہ مسجد پہونچا دیا، الحمد للہ الذی بعزتہٖ وجلالہٖ تتم الصالحات۔

حضرت شیخ رح کے روزنامچہ میں حضرت مولانا کے اس سفر سے متعلق آخری اندراج اس طرح ملتا ہے:

"آج ۱۳ر مئی میں بھائی کرامت کا ٹیلی فون بھائی حبیب اللہ دہلوی کی

معرفت پہونچا کہ حضرت جی مع رفقاء کل یعنی بدھ کو سوا پانچ بجے عصر کے وقت بخیر (دہلی) پہونچ گئے۔

چھٹا عمرہ ۱۴۰۲ھ میں حضرت مولانا کا ایک طویل دعوتی سفر انگلینڈ، بیلجم، فرانس وغیرہ کا ہوا اس سفر کے لیے آپ ۱۸ رجب مطابق ۱۲ مئی ۱۹۸۲ء میں دہلی سے روانہ ہوئے۔

روانگی سے قبل آپ نے مرکز کے تمام مقیم احباب اور اساتذہ کو جمع فرماکر مشفقانہ انداز میں چند نصیحتیں فرمائیں اور ان تمام حضرات کے حقوق کی ادائیگی میں اپنی جانب سے ہونے والی کوتاہی وکمی پر بہت ہی درد اور رقت بھرے الفاظ میں معافی چاہی۔

دہلی سے طیارہ کی اڑان سیدھے لندن کی تھی وہاں سے مختلف ملکوں اور شہروں میں ہوتے ہوئے ۲۱ مئی جمعہ میں بیلجم آمد ہوئی، یہاں قیام کو ابھی چوتھا دن تھا کہ مدینہ منورہ میں مرجع العالم حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا حادثۂ ارتحال پیش آگیا جس کی اطلاع ان حضرات کو ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب مدنی کے ٹیلی فون سے ہوئی۔ حضرت مولانا اس حادثہ فاجعہ کی خبر اپنی ڈائری میں اس طرح درج کرتے ہیں:

> ”مدینہ منورہ میں مقامی توقیت سے ساڑھے دس بجے بعد عصر وہ آفتاب عالمتاب جو مدت سے امراض میں گھرا ہوا تھا، اس دنیائے فانی کی کشمکش سے عالم بالا کی طرف روانہ ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، اور بیلجم کے وقت سے ہمیں ۶ بجے اس کا علم ہوا۔“

قاضی عبدالقادر صاحب جو اس سفر میں حضرت مولانا کے ساتھ تھے، حادثہ کی اطلاع پاکر فوراً ہی براستہ لندن مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوگئے

گیارہ شعبان (۴ر جون جمعہ) میں حضرت مولانا مع قافلہ براستہ عمان مدینہ طیبہ پہونچے۔ نماز مغرب مطار مدینہ پر اور نماز عشاء حرم نبوی شریف میں ادا کی۔ اور پھر درگاہ نبویہ میں صلوٰۃ و سلام پیش کرکے مدرسہ علوم شرعیہ آئے۔ اس وقت حضرت مولانا کی کیفیت یہ تھی کہ حزن و ملال کے ساتھ ساتھ تسلیم و رضا کا مجسمہ بنے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر مولانا محمد طلحہ صاحب اور ان کی والدہ ماجدہ سے تعزیت فرمائی، اور قیام گاہ فندق ابوالجود تشریف لے گئے۔ اس موقع پر حضرت

مولانا کی ڈائری کا یہ اندراج ہماری معلومات میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔ لکھتے ہیں :

"آج (۴ر جون میں) عصر کی نماز پڑھ کر مدینۃ الحجاج کی مسجد سے پونے چار بجے روانہ ہو کر مطار عمان پر پہونچے اور ۴ بج کر ۵۰ منٹ پر جہاز نے حرکت شروع کی، اور پانچ بج کر پانچ منٹ پر پرواز شروع ہوئی، ڈیڑھ گھنٹے کی پرواز کا اعلان ہوا، عمان کے ۶ بجکر ۳۵ منٹ اور مدینہ منورہ کے ۷ بجکر ۳۵ منٹ پر اللہ جل شانہ نے مدینہ منورہ کی پاک سرزمین پر پہونچا دیا، اتر کر مغرب کی نماز ادا کی گئی، عشاء سے پہلے اللہ جل شانہ سے فندق پر پہونچا دیا، استنجاء وضو کر کے حرم میں عشاء کی نماز ادا کی نماز کے بعد سلام پڑھا گیا پھر علوم شرعیہ میں حاضری ہوئی، والدہ طلحہ واہلیہ سے مل کر کھانا کھایا، فندق ابو الجود میں قیام رہا۔"

اگلے دن پانچ جون میں ہونے والی مصروفیت کا تذکرہ حضرت مولانا اپنی یادداشت میں اس طرح کرتے ہیں :

"صبح کو قبا حاضری ہوئی، واپسی میں مولوی سعید خاں کے یہاں ناشتہ کیا دوپہر کا کھانا علوم شرعیہ میں اور رات کا کھانا مولوی سعید خاں کے یہاں کھانا تجویز ہوا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء بھی ہر دو کھانے میں شریک رہے، بعد نماز عصر جنت البقیع میں حضرت شیخ رحؒ کے مزار پہ حاضری ہوئی، پانچوں نمازیں حرم میں ادا کی گئیں۔"

مدینہ منورہ پہونچ کر حضرت مولانا نے اپنے بچوں کو ذیل کا مکتوب ارسال فرمایا جس میں حسب معمول اپنی خیریت اور تفصیل سفر اس طرح تحریر فرمائی :

"۷ر جون ۱۹۸۲ء دوشنبہ۔

عزیزات عائشہ وصدیقہ، محمد صالح وجمیع امہات وخالات سلمکن اللہ تعالےٰ :

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

اس تمام سفر میں بس زبیر نے ایک ہی خط لکھا اور دوسرا خط لکھنے کی نوبت نہیں آئی، الحمد للہ ہم سب ہفتہ ۴ر جون کو مدینہ منورہ خیریت سے مغرب

کے وقت پہونچ گئے۔ مغرب کی نماز مطار پڑھی اور عشاء کی حرم شریف میں پڑھی نانی، اماں اور ممانی سے عشاء کے بعد ملاقات ہوئی، بھائی طلحہ و ابوالحسن وغیرہما مطار پر ہی موجود تھے۔ الحمدللہ یہاں پر سب بخیر ہیں ہم سب بھی بخیر ہیں اور تم سب کو دعائیں ہم سب خوب یاد رکھتے ہیں۔ امید ہے تم سب بھی بخیر ہوگی۔ آنے کا نظام رات ٹیلی فون سے بتایا تھا۔ ہفتہ کو مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ جانا ہوگا اور ۱۸ر جون کو دہلی کی سیٹیں کرانے کو فون کر دیا تھا مکہ مکرمہ جاکر پختہ پتا چلے گا۔ اللہ جل شانہ خیریت وخوشی کے ساتھ ملائے، رات ابرار کی بچی اور ماں مدینہ منورہ پہونچ گئیں، تمہاری تائی اور محمد مکہ مکرمہ چلے گئے ابرار جدہ ہی سے اپنی ماں اور بچی کو مدینہ منورہ لے آئے، سب کی خدمات میں سلام کہہ دیں، دعا خوب کرتی رہیں۔

محمد انعام الحسن غفرلہ مسجد نور "

۱۸ر شعبان تک حضرت مولانا کا قیام مدینہ منورہ رہا۔ انیس شعبان (۲۰ر جون) ہفتہ کی صبح مسجد نور میں ناشتہ کے بعد بھائی عبدالمجید حاجی صاحب کے مکان پر کچھ دیر ٹھہر کر مطار مدینہ پہونچے اور ایک گھنٹہ کی پرواز کے بعد جدہ پہونچ کر شیخ عبدالعزیز یونس کے مکان پر قیام فرمایا، یہاں کھانا کھا کر اور کچھ دیر استراحت فرما کر مکہ مکرمہ شارع منصور کے لیے روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ واپسی کا اندراج حضرت مولانا کی یادداشت (ڈائری) میں اس طرح ملتا ہے:۔

"آج ۱۹ر شعبان ہفتہ میں قبا حاضری ہوئی۔ مولوی آفتاب عالم کے یہاں جانا ہوا، عصر کے بعد والدہ طلحہ وغیرہ سے رخصت ہو کر فندق میں آکر احرام باندھا، ۶ بجے روانہ ہوئے۔ مطار پر پہونچ کر مغرب پڑھی، ساڑھے سات پر طیارہ پر سوار ہوئے۔ ۸ بجے روانگی تھی۔ سات بج کر پچاس منٹ پر حرکت شروع ہوئی، جہاز ساڑھے آٹھ پر جدہ کے مطار پر اترا اور ۸ بجکر چالیس پر ٹھہرا نیچے آکر عشاء کی نماز ادا کی گئی پھر عبدالعزیز یونس کے مکان پر جاکر کھانا کھایا اور محمد حلیم کی

گاڑی میں مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے، بارہ بجے اللہ جل شانہٗ نے خیریت سے سعدی کے مکان پر پہونچا دیا، رات کو آرام کیا اور ساڑھے تین بجے حرم شریف جا کر طواف کیا، صبح کی نماز کے بعد سعی کی، جو اللہ جل شانہٗ نے پیدل کرا دی اللّٰھم لک الحمد و لک الشکر، ساڑھے چھ بجے واپس آکر آرام کیا اور گیارہ بجے اٹھ کر ناشتہ کیا۔"

۲۵؍شعبان (۱۸؍جون) جمعہ میں آپ نے جدہ سے دہلی مراجعت فرمائی۔ اختتام سفر کا تذکرہ حضرت مولانا اپنی یادداشت میں ان الفاظ کے ساتھ فرماتے ہیں:

"پونے سات بجے سعدی کے مکان سے سعدی کی مرسیڈیز میں حلیم کی قیادت میں روانہ ہوئے۔ آٹھ بجے مطار پر پہونچے پونے نو بجے ایرانڈیا پر سوار ہوئے، دس بجکر دس منٹ پر پرواز شروع ہوئی۔ پونے بارہ بجے کویت پہونچے، جہاز ٹھہرنے کے وقت اس میں جماعت سے نماز پڑھی، مقامی وقت سے ڈیڑھ بجے اور دہلی کے وقت سے چار بجے جہاز کویت سے روانہ ہوا۔ سات بجکر ۵ منٹ پر زمین پر اترا، اور آٹھ بجکر ۱۰ منٹ پر ٹھہرا۔ اتر کر مغرب کی نماز پڑھی، اور ساڑھے آٹھ بجے اللہ جل شانہٗ نے خیریت سے مستقر پر پہونچا دیا اللّٰھم لک الحمد کلہٗ و لک الشکر کلہٗ۔"

۲۷؍شعبان ۲۰؍جون اتوار میں حضرت مولانا ایک دن کے لیے سہارنپور تشریف لائے اور اگلے دن اپنے وطن کاندھلہ پہونچ کر اور کچھ وقت وہاں گذار کر شام تک دہلی واپس ہو گئے۔

سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب (جلد دوم)

کے چند اہم ابواب و عنوانات

باب — ہندوستان میں تبلیغی اجتماعات اور دورے —

باب — تاج المساجد بھوپال کے سالانہ اجتماعات —

باب — پاکستان کے سفر اور تبلیغی اجتماعات —

باب — بنگلہ دیش کے اسفار اور سالانہ اجتماعات —

باب — ممالک عربیہ میں تبلیغی نقل و حرکت —

باب — افریقہ امریکہ اور جاپان میں دعوتی جد و جہد —

باب — مختلف ممالک میں کام کا تعارف اور آغاز —

باب — دعوت کی بصیرت اور اس کا فہم و ادراک —

باب — علالت اور وفات —

باب — اخلاق و صفات اور عادات و معمولات —

باب — دعا —